https://pdfbookkorner.blogspot.com

بھابی بچاری، وہ بھی بلائیں لیتے لیتے تھکتی تھیں۔ تھکی سی دیر سکتے کے عالم میں کھڑی میاں کو تکتی رہیں۔ بالآخر بے یقینی کے عالم میں دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"کمال ہے ـــــ فرزانہ کی شادی ہو رہی ہے؟ ـــــ یقین نہیں آرہا۔"

ڈاکٹر سلطان نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"آپ کو یقین دلانے کے لئے میرے پاس اتنا ثبوت ہے کہ کوئی دس دن قبل جب مجھے علم ہوا تھا تو میں نے کراچی میں ایک دوست سے کہہ کر [illegible] کی تاریخ سے اس خوشی میں۔"

بھابی کو ایک بار پھر شدید جھٹکا لگا۔ [illegible]

"یا اللہ کیسے یقین آئے؟ ـــــ وہ تو ہم سے [illegible] کا حال، رات دن سب میں بہت کم ہو گیا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب خاموش رہے۔ بھابی نے [illegible] "اچھا یہ بتائیے اس کے ـــــ بچے کتنے ہیں؟"

ڈاکٹر صاحب [illegible] ہیں۔ میں نے بھی نہیں پوچھا۔"

"حد ہوگئی ـــــ میں کیسے یقین کروں؟" وہ [illegible] "کیسے تو [illegible] ـــــ بچہ سا لگتا ہے۔"

بہرحال ڈاکٹر صاحب نے ان کی بڑبڑاہٹ سن لی۔ وہ منہ پھیر کر ہنسنے لگے۔ بھابی جھنجھلا گئیں اور جل کر بولیں۔ "اونہہ ـــــ مجھے خود ہی [illegible] کے [illegible] ان کے دوست۔"

"یعنی آپ کی 'سی آئی ڈی' کے سامنے کسی کی [illegible] عجب کی بات ہے؟"

بھابی کا سارا موڈ غارت ہو چکا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اشتیاق نے ان کے تمام تصورات میں آگ لگا ڈالی تھی۔ ان کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے۔ انہیں خود بخود غصہ آنے لگا تھا۔ میاں پر بس نہ چلا تو وہ سیدھی کچن میں جا گھسیں اور بلاوجہ برتنوں کی اٹھا پٹخ شروع کر دی۔ چاندنی بوا دوڑی آئیں۔

"اللہ خیر!" بھابی کو دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی۔ مطمئن ہو کر کہا۔ "میں جانوں بلی گھس آئی۔"

"ہاں ـــــ تم بھی جاؤ۔" وہ ان پر چڑھ دوڑیں۔ "ایک وہ تمہارے صاحب انسان ہیں اور دوسری تم۔ باقی سب جانور ہیں۔"

چاندنی بوا کان دبا کر چپ چاپ باہر نکل گئیں۔ سمجھ گئی تھیں کہ انہیں کسی بات پر غصہ آیا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد بھابی کا جی ہلکا ہوا تو خود ہی ان کا جی بوجھل ہونا شروع ہو گیا۔ جھنجھلاہٹ ہی کی کیفیت میں وہ

Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بھونے بھتوں سے بھرے ہوئے سنک کا "صفایا" کر چکی تھیں اور یہ ان کی پرانی عادت تھی۔ اس دوران ان کا دماغ تو بہا بہ جوا تھا مگر ہاتھ پاؤں دھیرے دھیرے نارمل ہوتا چلا گیا۔

مزید کچھ کام کے بعد انہوں نے ایک گلاس ٹھنڈے پانی کا لیا اور اسٹول پر بیٹھ کر گھونٹ گھونٹ کر کے پینے لگیں۔ [illegible] کافی سے زیادہ لگنے لگ چکی تھی۔

'یا اللہ تیرا شکر ہے۔' اندر سے ان کا دل و دماغ طمانیت کے احساس سے لبریز ہو گیا۔ 'بچہ بخیر ہے کہ بات کھل گئی۔ ورنہ میں تو اندر ہی اندر جانے کیا فیصلہ کر چکی تھی۔ پتہ نہیں کیا سوچ لیا تھا اس طرح کے بچے کے متعلق۔ لیکن وہی ہوا کہ کھودا پہاڑ ـــــ نکلا چوہا۔'

بھابی کے لبوں سے شکست خوردہ سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ حالانکہ اب ان کی سوچوں میں ربط سا آ گیا تھا تاہم احساس شکست کا اثر [illegible] ساتھ ہی شرمندگی بھی محسوس کر رہی تھیں۔

انہوں نے ایک گہرا سانس کھینچ کر سوچا۔

'اچھا ہی ہوا کہ [illegible] نے اس معاملے کو [illegible] میں تو اپنے ضمیر کی مار سے ہی مر جاتی۔ [illegible] سے عاری ہو گئی۔ پتہ نہیں کیا کیا خواب [illegible] خوش ہوتی رہی۔ [illegible] انسان کی پہچان نہ آئی مجھے بھی۔ مجھ سے [illegible] دل رہی۔ جس نے میرے پوچھنے پر [illegible]

"[illegible]

'ہاں ـــــ میں کیا کرتے [illegible]'

وہ [illegible] صاحب [illegible] کا مطالبہ کر رہے تھے۔

***

شگفتہ کے [illegible] کے چلے جانے کے بعد حویلی کے اندرونی ماحول میں گہرے [illegible] کا احساس ہونے لگا تھا۔ خاموشیوں [illegible] ہاتھ ہی چلے گئے تھے۔ اس نے گھر کی چہل پہل [illegible] نہ ہونے کے برابر رہ گئے تھے۔

چند دن [illegible] کے [illegible] اور زمانی بیگم چند ملازموں کے ہمراہ گئیں تو یہاں کی رونق کی رونق بھی سمٹ سی گئی۔

سرور ہاجی کی وجہ سے زمانی بیگم کو جانے میں [illegible] مجبور کر کے لے گئیں۔ ابا میاں نے بھی شگفتہ کی شادی میں شمولیت کی [illegible] پر [illegible] کر لیا تھا۔ اس وقت کی اہمیت سے کسی کو انکار بھی نہ تھا۔ اور [illegible] سرور ہاجی اور ان کی علالت تو حویلی کے تمام مکین کھلی آنکھوں سے یہ معجزہ دیکھ رہے تھے کہ وہ فاخرہ کے گھر لوٹ آنے کی خوشی میں کس طرح بستر مرگ سے اٹھ بیٹھی تھیں۔ اس وقت جب کہ ان کے معالج بھی ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور وہ تمام تمام دن دنیا مافیہا سے بے خبر پڑی رہا کرتی تھیں۔ لیکن صرف فاخرہ کی آمد نے انہیں زندگی سے قریب کر دیا تھا۔ سچائی کا یہ پہلو کسی سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حویلی کی خواتین قائل ہونے کے باوجود [illegible] سے کام لیتے ہوئے اس امر کا اقرار نہ کرتی تھیں نہ فاخرہ اور اس کی [illegible] کی صلاحیت کو سراہنے کا حوصلہ رکھتی تھیں۔ فقط ایک ابا میاں تھے جو علی الاعلان ان دونوں کے جذبات کی قدر کرتے تھے۔ وہ اپنے اطمینان کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ابا جب شگفتہ کی شادی میں جانے کا ذکر زیر بحث

آیا تو ابا میاں نے سب کو سرور ہاجی کی طرف سے بے فکر رہنے کا مشورہ دے کر [illegible] کے احکامات صادر فرما دیئے۔

زمانی بیگم کو [illegible] کے باوجود بھی جانا پڑا۔ [illegible] نکاح کے دن ابا میاں بھی چلے گئے۔

اب حویلی کے اندرونی حصے میں فقط فاخرہ اور سعدیہ رہ گئے۔ سرور ہاجی کے پاس یوں بھی ان دونوں کا سارا وقت پھوپھی جان کی دلجوئی اور تیمارداری میں ہی گزرتا تھا لیکن [illegible] گھر کی مکمل آزادی تو چند لمحات کے لئے سعدیہ کو ایک گہری طمانیت کا احساس ہوا جیسے [illegible] ہو گئی ہو۔

لیکن جلد ہی اس کا رد عمل مختلف تھا اور وہ خود کو لعنت ملامت کرنے لگی تھی۔ تاہم اس کے باوجود وہ آج کل تمام حویلی میں آزادانہ گھوم رہی تھی۔ کبھی [illegible] خانے میں جا گھستی اور اپنی عادت اور فطرت سے مجبور ہو کر کوئی نہ کوئی کام نمٹانے کی کوشش کرنے لگتی۔ [illegible] دونوں میں ایک شگفتگی سی بچ جاتی۔ [illegible]

دلاری ہاتھ جوڑ [illegible] جانے پر [illegible] مشکل آمادہ کرتی۔

اس کی سادہ فطرت میں کھلے [illegible] حویلی کے صحنوں [illegible] کے تحت [illegible] کا کام [illegible] زندگی کی ایک [illegible] حویلی کے ماحول میں [illegible] خوش ہوتی [illegible] فاخرہ کی [illegible] کا روپ [illegible]

سعدیہ کے روپ [illegible] زمانی بیگم کی [illegible] کا کام [illegible] [illegible] [illegible] میں گئی۔

زمانی بیگم کی خاص [illegible] سعدیہ کی محبت [illegible] ہو گئی تھی۔ وہ سعدیہ کے بات کرنے کے انداز پر [illegible] کام کاج کے بعد اس کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہوتی کہ اس کے ارد گرد گھومتی [illegible] سعدیہ کی ایک ایک ادا سے [illegible] محسوس ہوتا۔ چنانچہ اس کا رویہ اور انداز اب [illegible]

سرور ہاجی کی طبیعت [illegible] پہلے سے بھی کہیں زیادہ [illegible] صحت تھی۔ بھوک بھی کھلتی جا رہی تھی۔ ہاتھ پیروں میں [illegible] اپنی ہمت سے آپ اٹھ بیٹھتیں۔ ان کے [illegible] سعدیہ بذات خود بڑی پابندی سے کر رہی تھی اور اب اللہ کے کرم سے وہ [illegible] حرکت کرنے پر قادر ہو جا رہا تھا۔ سعدیہ انہیں ورزش بھی کروا رہی تھی۔

سرور ہاجی کو روز بروز [illegible] صحت دیکھ کر فاخرہ پھولے نہ سما رہا تھا۔ حکیم صاحب سے کرید کرید کر پھوپھی کی صحت اور بیماری کے متعلق پوچھتا اور اب اسے اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ ان کی جانب سے اطمینان محسوس کرنے کے بعد اس کے خوابیدہ احساسات اور سعدیہ کی طرف سے مسلسل بے خبری اور تغافل یکلخت ٹوٹ گیا اور پہلے کا سا فاخرہ لگنے لگا۔ اسے ایک دم ہی احساس ہوا کہ پھوپھی کے علاوہ دنیا میں ایک ہستی اور ہے جس کے بغیر وہ واقعی نامکمل اور ادھورا ہے۔ ورنہ حویلی میں آنے کے بعد پہلا اتفاق یوں بھی ہوا تھا کہ وہ ایک کمرے میں سرور پھوپھی کے قریب بیٹھے بیٹھے تمام دن سعدیہ سے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ایک جملہ بھی نہ بول پاتا تھا۔ خود فراموشی کا یہ عالم اسے اپنی خوابگاہ کا راستہ تک فراموش کروا چکا تھا۔

ایک دوپہر وہ ان کے قریب بیٹھا انہیں اخبار میں سے خبریں پڑھ کر سنا رہا تھا کہ دفعتاً انہوں نے جماہی لے کر دریافت کیا۔

"یہ ۔۔۔۔ تمہاری دلہن کہاں گئی؟ بہت دیر سے دکھائی نہیں دی۔"

فاخر نے ادھر ادھر دیکھ کر جواب دیا۔ "یہیں کہیں ہو گی ۔۔۔۔ کیوں، کوئی کام ہے؟ بلا دوں اسے؟"

"نہیں ۔۔۔۔ رہنے دو۔" سردار حاجی نے ہاتھ ہلا کر منع کیا۔

گو کہ ان کے بولنے میں نقاہت آ گئی تھی تاہم اب بڑی حد تک بول کر کہنے پر قادر ہو گئی تھیں۔ بعض دفعہ فاخر کا دل کٹ کر رہ جاتا۔ یہ وہی سردار جہاں تھیں کہ اگر ملازموں پر سارا دن گرجتی برستی رہتیں تو تب بھی ان کے لہجے اور انداز میں کبھی فرق نہ آتا تھا۔ کس یہ وقت وقت کی بات تھی!

کچھ توقف کر کے وہ آہستہ سے بولیں۔ "فاخر! کہتے ہیں بیٹے اس بے چاری کو ہماری نظر نہ لگ جائے۔ اس طرح تو اس کا جی اوب جائے گا۔ کبھی کہیں گھمانے لے جایا کرو اسے۔"

فاخر نے مسکراہٹ ضبط کر کے ... "سعدیہ کو پھر بھی جانتی ہیں؟"

وہ قدرے ہچکچا کر بولیں۔ "تم اپنی دلہن کو گھمانے لے جاؤ کہیں اور کون ۔۔۔۔ [illegible]"

وہ ذرا ہنس کر بولا۔ "آپ کے ہاں یہاں کون سے ہزاروں مقامات یا بہر مشہور و معروف تفریح گاہیں ہیں جہاں آپ کی بہو کو گھمانے لے جاؤں؟"

"اے لو ۔۔۔۔ مشہور و معروف ..." انہوں نے بگڑ کر جواب دیا۔ "شہروں کے رہنے والے تو بڑی بڑی مشہور و معروف تفریح گاہوں کو چھوڑ کر دیہات کی سیر کو جاتے ہیں۔ کبھی دور دراز ... وہاں سے ... جو بات اور حسن دیہات میں ہے، وہ شہر میں کہاں۔"

ان کی بات فاخر کے دل میں گھر کر گئی اور وہ تھوڑی دیر کے لیے بے چین سا ہو گیا۔

بے اختیار ہی بچپن کا زمانہ یاد آ گیا۔ سعدیہ سے وہ شروع شروع کی ملاقاتیں اور اس کی باتیں۔ ... ان دنوں کے متعلق ہر تفصیل اور ہر بات ... آنکھوں ... چور نظروں سے ... روپ گئیں۔

"تم کیا جانو لڑکیوں بالیوں کے کتنے ارمان ہوتے ہیں۔ اور پھر شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ گھومنے پھرنے کی تو بات ہی دوسری ہوتی ہے۔ ابھی تم نے دیکھا نہیں، ہماری تایا اللہ سلامت رکھے اپنے شوہر اور بچی کے ساتھ آئی تو ماشاء اللہ کس قدر خوش اور مگن نظر آ رہی تھی۔ بس ایسے ہی ارمان لڑکی کے جی میں چھپے دبے رہتے ہیں۔ تمہاری دلہن بہت بھاری اور کم طبیعت کی ہے۔ اپنی تمنا یا خواہش کسی کو کانوں کان خبر نہیں دے گی۔ تمہیں اس کا خاص طور پر خیال رکھنا ہو گا۔ ایسے لوگ اوپر سے بہت مضبوط اعصاب کے دکھائی دیتے ہیں، اندر سے بہت کمزور دل کے بھی ۔۔۔۔ ہو سکتے ہیں۔"

باتیں کرتے کرتے وہ غنودگی میں چلی گئیں۔ فاخر کچھ دیر حیرت کے عالم میں انہیں تکے جا رہا تھا۔ بات ہی بات میں کیسی پتے کی بات کہہ گئی تھیں۔ فاخر کے دل میں پکڑ دھکڑ سی ہونے لگی۔ ایک لمحے سے بھی کم وقت میں اس نے ان کی چادر وغیرہ درست کی اور ایک خادمہ کو کمرے میں بھیج کر

خوابگاہ میں آ گیا۔ مگر سعدیہ وہاں ہوتی تو ملتی!

ذرا دیر میں ہر ممکنہ جگہ تلاش کر لیا۔ سعدیہ نظر نہ آئی۔

"یہ ۔۔۔۔ کہاں جا سکتی ہے؟" اس نے حیران ہو کر سوچا۔

تبھی وہ محل سے پیچھے ہاتھ میں تھامے پھولوں بھری ٹوکری سمیت برآمد ہوئی۔

"ارے ۔۔۔۔ تم کیا کر رہی ہو یہاں؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔ "پھوپھی اماں کے سر میں بہت درد تھا۔ ذرا مالش کر رہی تھی ان کے۔"

"معاذ اللہ۔" وہ آنکھیں پھاڑ کر چلایا۔ "کمال جان دیکھ لیں تو [illegible]"

سعدیہ نے حماقت سے پوچھا۔ "کیا، کیا ستم ہو گیا؟"

فاخر اس کا سوال نظر انداز کر کے شرارت سے بولا۔ "[illegible]"

سعدیہ جواب دینے کی بجائے زیرِ لب مسکرا کر ہاتھ دھونے لگی۔ فاخر نے بیچ میں ہاتھ رکھ دیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گنگنانے لگا۔

[illegible]

خلاف معمول اور خلاف توقع وہ صاف بات کی نظروں سے ہوتے گئی اور شرمانے لگی تھیں۔ فاخر قدرے حیران سا ہو گیا تاہم خوشی سے اصرار کرنے لگا۔

"ارے ۔۔۔۔ شعر کا جواب شعر میں دو ۔۔۔۔ [illegible]"

اچانک ہی سعدیہ کی آواز فاخر کے کانوں میں گونجی۔

"آپ بھی آس ہی کا کی ہے مرے سینے میں
دل لگی ... آپ ... ہیں مرے سینے میں
مجھ سے کہلا ... دل سے لگ جاتے ہیں
کیسی لذت ہے ... کے غم پیتے ہیں"

فاخر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ... کا ایک زور دار ریلا آیا جو آناً فاناً اس کے ہوش و حواس کے پرخچے اڑاتا، بہتا چلا گیا۔

اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، آگے بڑھ کر اپنی سخت گرفت میں اس کے بازو جکڑے اور تقریباً دوڑاتا ہوا اسے خوابگاہ میں لے آیا۔ وہ تو اچھا ہی ہوا کہ حویلی کے مکین ہی غیر حاضر تھے۔ دوپہر کے اس سمے کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔

سعدیہ ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائی تھی کہ فاخر نے نہایت سہولت کے ساتھ مسہری پر دھکیل دیا اور کھردری آواز میں دریافت کیا۔

"سچ بتاؤ سعدیہ! تمہیں مجھ سے کیا شکوہ ہے؟ ۔۔۔۔ یہی نا کہ میں تم سے پوچھے بغیر تمہیں تمہارے اپنوں سے جدا کر کے یہاں لے آیا۔ دیکھو! جھوٹ مت بولنا۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سعدیہ نے ایک گہری سانس لی اور رسان سے جواب دیا۔ "جھوٹ کیوں بولوں گی؟ کیا واقعی آپس کا پیار جھوٹا ہے؟ ـــــ شادی کے بعد کسی بھی لڑکی کا "اپنا" فقط اس کا شوہر اور سسرال ہوتے ہیں میری نظر میں۔"

وہ دھیما پڑ گیا۔ شاکی لہجے میں پوچھا۔ "پھر ـــــ کیا گلہ ہے تمہیں؟"

"میں نے کب کوئی گلہ کیا ہے؟" وہ کھل کر مسکرا دی۔

"سعدیہ ـــــ" قاسم نے پیار بھرے انداز میں اسے اپنی مضبوط بانہوں میں بھر لیا۔

خوابگاہ کی فضاؤں میں دونوں کی قلقاریں جیسی ساون کی ابتدائی پھواروں کی طرح برسنے لگی۔ ایک دلنواز سا احساس، دھنک آوری تنہائی میں گھل مل کر ملن رت کے خوش رنگ پھول میں تبدیل ہوتے گئے۔ ... مستقبل کا ہر ایک ... کی دھری رت کی نذر ہونے لگے۔ سانسوں میں گھلتوں کی بھینی بھینی خوشبو در آئی۔ لمحوں پر خوشیوں کی کلیاں رقص کرنے لگے۔

ملاپ کی گھڑی ساون کی بدلیاں بن کر چھن چھن برسنے لگی۔ دل کی دھڑکنیں ایک ہو کر ایک الوہی سے نغمے میں ڈھل گئیں۔

سارے شکوے سارے گلے اس پریت کی ... بارش میں دھل دھل کر نکھر گئے۔ ...

حکایت دل نے تمام شکایات کا ازالہ ... سمت کی طرف ... پھولوں کی طرح ... کر دیا تھا۔ ... سے بے ... کا احساس ... آج ... رخصت کر دیا ہو۔ وقت اور حالات ... وہ فرقت کی ... بھری یادیں ... حویلی کی فضاؤں ... جب وہ سعدیہ کی یاد میں ... کی اشکباریاں اور سوز ... کی پیار بھری ... سب دل کی طرح یاد تھا۔ کس طرح فراموش کر سکتا تھا وہ ان دنوں کی کسک اور تڑپ ...

اور آج ـــــ

وہ وقت تھا کہ وہی دل ربا کی قربت ... سعدیہ اس کے پہلو میں تھی!

"جان قاسم!" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ "اب تو ... نہیں ہو گے؟"

"کبھی بھی نہیں۔" سعدیہ کی سرگوشی کی آواز ابھری۔

ساقا اس کی آواز اس پہ حاوی ہو گئی۔

"اس نے میرے سینے پر سر رکھ کر پوچھا
جاناں! اپنے جیون کا وہ محور تو بتلاؤ مجھ کو
جس کے بدلے مل سکتے ہیں سبھی ستارے
دریاؤں کے سارے موتی
ساون کی پہلی بارش کے سارے قطرے
اجلے چاند کی ساری کرنیں
دھرتی کے سینے سے لپٹے سبھی خزانے
سارے موسم، سبھی دعائیں
پھولوں کی رنگین قبائیں
تتلی چننے والی سبھی خوشبو
اسم اعظم
اس نے میرے سینے پر سر رکھ کر پوچھا
جاناں! اپنے جیون کا وہ محور تو بتلاؤ مجھ کو
جس کے بدلے سب کچھ اپنا سب کچھ دے دو
اپنا سب کچھ دے سکتے ہو
میں نے اس کا ماتھا چوما اور بولا جب
"پگلی! میرے سینے پر تم نے اپنا سر رکھا تھا"

***

"گوہر رنگیلے ـــــ" سارے گھر میں رانی تحریم کی پاٹ دار آواز گونج گئی۔

کوٹھی کی منڈیر پر ... وہ ... رنگیلے کا ... گیا۔ اس نے شاکی نظروں سے خود پر جھکے ہوئے اس دلکش چہرے کو دیکھا، جو آج بھی ... چاند کی طرح ... تھا۔ اس ... ڈیرے نے اس کا ... ڈالا تھا۔ وہ قیمت ادا کرے ... وہ ... موجود تھی اور رات بھر کی ضرورت کے لیے کنٹرول سے باہر ... کی کر دی ... کو کیا پرا تو؟

"گوہر رنگیلے ـــــ" آواز ... اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

وہ ... کی طرح اٹھ کر ... بے بسی سے ... کر رہ گئی۔ ایک مضبوط ہاتھ نے بڑھ کر اس کا ...

"... ـــــ"

لہجے میں ... وہ ... رنگیلے اور عاصد اندر بھاگی۔

... کی ... ہوئی ... دل کی ... کر بولی۔ لہجے میں پیار سمٹ آیا تھا۔

"گوہر ... اندر جانے سے رہ گئی۔"

"میں ہاں ـــــ ... باقی ... تھی۔"

رنگیلے نے ... کی ... آگے گزرتی۔ دل ... جھوٹے ... تھے۔ جس وقت وہ ... پلنگ پر رکھ دی گئی۔ گھر کے باہر ... کی ... آواز سنائی دینے لگی۔ وہ ہیر وارث شاہ ... آیا تھا۔

"رانجھا رانجھا کر دی نی میں آپے رانجھا ہوئی
سدو نی مینوں "دھیدو رانجھا" ہیر نہ آکھو کوئی
رانجھا میں، وچ میں رانجھے وچ غیر خیال نہ کوئی
میں نہیں اوہ آپ ہے، اپنی آپ کرے دلجوئی
جو کچھ ساڈے اندر وسے، ذات اساڈی سوئی
جس دے نال میں نیونہ لگایا اوہو جیسی ہوئی

چنی چادر لاہ دست گوٹے، پہن فقیراں دی لوئی
چنی چادر داغ لگسی، لوئی داغ نہ کوئی
رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی"

آواز میں سوز تھا۔ اک کوک تھی۔ جو دل کی ہوک کے ساتھ دل میں اتر کر روح کی توجہ کا باعث بن رہی تھی۔

دل میں کوئی خیال آرہا تھا۔ وہ مڑ کر منتظر نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ تبھی اس کی آرزو پوری ہوگئی۔

باہر کا دروازہ دھڑ سے کھلا۔ کواڑوں کی اوٹ سے بابا بھیجا نمودار ہوا۔ لو بھی کی تہمد اور گرد ایک کندھے سے لٹکائے اور دھڑ سے اپنا تہبند لٹکائے اندر داخل ہوا۔

ماں تجری پر نظر پڑتے ہی اس نے زور کی ہوک نکالی۔

"نی تجری بے تجری ذرا بابے کی بھولی۔"

ماں تجری اس کی آواز سن کر کھل اٹھی۔ خوش ہو کر بولی۔

"آ گیا ——— پتر بھیجا آ گیا۔"

بابے نے اندر آ کر رنگی کے سر پر ہاتھ رکھا اور خود بھی بیٹھ گیا۔ رنگی نے دوڑ کر بابے کو پانی کا کٹورا پیش کیا۔ دل میں بے طرح خوشی ہو رہی تھی اور ساتھ اطمینان بھی اتر آیا تھا۔ وہ ان کی باتوں میں کھو سے گئے۔

بابے نے اپنی گٹھڑی کھول کر چیزیں نکالیں تو ان کے بعد پاس بیٹھ گئے۔

"تو سے آ گیا ——— بھیجا کیا آیا ہے؟"

"آرے تے رب ... ماں تجری ... سارے گھر میں اس کی خوشبو پھیل گئی۔ صورت نہ کہیں لگی ... بات آئی نہ سمجھ ہوا ... بیٹھے ہو جاؤ ——— تجھے کس نے کیا کہا؟"

بابے کی چلم بھرتے بھرتے رنگی کو بھی خیال ہو گیا۔ اس نے موقع غنیمت جانا اور سہیلی کی طرف بھاگ گئی۔

"کیا کی کوئی؟" اس کے بھاگتے قدموں کی چاپ سن کر ماں تجری نے ٹوک ماری مگر وہ رکی نہیں۔ ہاہا "تجی تجی" کرتے چلنے لگی۔

گانے میں اس کی آواز جتنی رس بھری تھی، چلنے میں اتنی ہی ہولناک۔

وہ کھوہ پر پہنچی تو ہر طرف سناٹا سنسنا رہا تھا۔ شام کے گہرے اندھیرے میں چاروں اطراف ویرانی برس رہی تھی۔ رنگی دھک سے رہ گئی۔ شاید انتظار سے اکتا کر وہ واپس چلا گیا تھا۔ اس نے ہر طرف نگاہیں دوڑائیں، پھر ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئی۔ دل میں بے پناہ درد اتر آیا تھا۔

"ہائے وے رہا ——— کہ کراں؟" اس نے مایوسی سے سوچا۔

"ادھ ایک ہی کرگیا تھوڑا۔" وہ بلند آواز میں بڑبڑائی۔

اچانک کسی نے سرگوشی کی۔ "یہ کون کون سی بولیاں بولتی رہتی ہو؟"

"ہائے رہا!" وہ اچھل پڑی۔

"حوصلہ ——— حوصلہ!"

اس نے عقب سے شانوں پر نرم سا دباؤ ڈال کر اسے دوبارہ بٹھا دیا اور خود بھی گھوم کر سامنے آ بیٹھا۔ ہلکے ہلکے اجالے میں اس کی آنکھیں چراغوں کی مانند دمک رہی تھیں۔ چوڑے شانوں پر کھچا سا بیٹھا ہوا تھا۔ چڑھتی رات کی خنک ہوائیں اس کے گھنگھریالے بالوں کے گچھے اڑا رہی تھیں۔ قرب محبوب کی حدت اسے پگھلائے ڈال رہی تھی۔

رنگی اسے یک ٹک مسحور زدہ انداز میں دیکھے جا رہی تھی۔ کیفیت اس کی بھی یہی تھی۔

کتنا اچھا، لمبا، گھبرو جوان تھا وہ ——— پتہ نہیں کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ کیسے پیچھے لگ گیا تھا اس کے؟

وہ چپ چاپ خاموش بیٹھی اسے نظروں میں بسا رہی تھی۔

وقت ساکت تھا اور لمحے بے قرار۔ دور آنگن سے چپ اور ماں تجری کی آوازیں سنے میں آ رہی تھیں۔ مگر یہ دونوں خاموش تھے۔ جگنو اور جھرا رات کی تاریکی میں بدل گیا تھا۔

"کیا ہوا؟ ——— ڈر گئی؟" اس نے محبت سے رنگی کا ہاتھ چھو کر دریافت کیا۔

"تو ——— تم آ گئے؟" رنگی نے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔

"آ گئے "ڈھولا" بھی تو کہو۔" وہ مسکرا کر اشتیاق سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے ایک دن بتایا تھا کہ "ڈھولا" کا مطلب ہوتا ہے "محبوب"۔"

رنگی کے چہرے پر حیا کے رنگ بکھر گئے۔ اس نے تھوڑا سا رخ پھیر کر ایک دفعہ پھر اس کی بات اڑا دی اور بے نیاز ہو کر کہا۔

"بے فکر ہو ——— بڑی جلدی آئے ہو۔"

اس نے بے ساختہ جواب دیا۔ "پھر جان جاؤں جلدی اور پھر چلا جاؤں؟"

وہ لاجواب ہو گئی۔ "مگر پکڑ کر بولی۔ "شروع کردی تو نے مسخری؟"

"نہیں ——— میں مسخری نہیں کر رہا۔" وہ ... محبت سے بولا۔ "مسخری ہی مسخری ... لگتی ہے۔ ... ہاں اگر تسلیم کر لو تو تمہارا "ڈھولا" بنے کو ضرور دل سے تیار ہوں۔"

رنگی تھوڑی دیر چپ رہی، پھر مسکرا کر بولی۔ "ہاں رے، میں تیری بات پوری بھی کروں، پر تجھے میرے ویرے سے خوف نہیں آتا؟"

"تمہارے ویرے سے؟ ——— یعنی تمہارے بھائی سے؟" وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ "ساری بہنوں کے ویرے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان سے کیا ڈرنا؟"

"ہائے ربا!" وہ حیران رہ گئی۔ "تیری مت ہی ماری گئی؟ ——— کیا اونچی گل کہہ گیا تو آل وقت۔"

"تب میں تمہاری ساری باتیں با آسانی سمجھ لیتا ہوں۔ اس بات میں کوئی مذاق کی بات نہیں۔ یہ میرا اور تمہارا معاملہ ہے، ویرے کا نہیں۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"اچھا تو میرے ویرے کی بندوق دیکھی؟"

"بندوق؟ ——— یعنی بندوق؟"

"آہو ——— وہی۔"

وہ ایک دم تھم کر بولا۔ "ہاں دیکھی ہے۔"

"پھر تمہیں ڈر نہیں لگتا؟"
"ڈر کیسا؟"
"گولی کا ڈر ـــــ موت کا ڈر۔"

"اوہ ـــــ" وہ ایک دفعہ پھر ہنس پڑی۔ "پاگل لڑکی! جس گولی پر میرا نام لکھا ہو گا، اس سے مجھے کون بچا سکے گا۔ بالکل اسی طرح کہ جو گولی میرے لیے نہیں بنی، وہ مجھے مار بھی نہیں سکتی۔"

"ہاں۔ یہ بات تو درست۔" رنگیلی نے معقولیت سے سر ہلایا۔ "یہ ـــــ میرا دوپٹہ بے حد [illegible]۔"

"مجھے تم ڈرا رہی ہو؟" اس کے لہجے میں اچانک گھبراہٹ در آئی۔ "یا تو تم مجھے کچھ نہیں بتا رہیں رنگیلی! یا پھر میں ہی بہت بدنصیب ہوں۔ کہیں میرا یقین آتا ہے شہر سے جنگلوں کا [illegible] شاید یہ بھی نہیں معلوم کہ [illegible] اور [illegible] کی وجہ سے جو [illegible] سے [illegible] توپ ہے۔ [illegible] وہ اپنی [illegible] اور [illegible] میں پچھتاؤ ـــــ تو پھر [illegible] تمہارے [illegible] سے نکل [illegible] دونوں کا [illegible] وہاں [illegible] ہے کہ [illegible] اس [illegible] پار [illegible] چلی [illegible] تمہارے گھر [illegible] آگے [illegible]۔"

رنگیلی کی آنکھوں میں [illegible] ـــــ [illegible] کافی دیر تک گم صم سی بیٹھی رہی اور پھر اپنے [illegible] سے پوچھا۔ "تم [illegible] سے [illegible] کرو گی [illegible]؟"

اس کے [illegible] کا آخری [illegible] ہو گیا۔

"رنگیلی ـــــ رنگیلی!" اچانک اس [illegible]۔ اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو ٹپک کر رنگیلی کے [illegible] ـــــ وہ [illegible] مضطرب ہو کر رو رہا تھا۔

رنگیلی نے [illegible]۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ رو رہا۔ رنگیلی کے ہاتھوں پر [illegible] گر پڑی۔ وہ تڑپ کر کھڑی ہو گئی اور [illegible] بولی۔ "[illegible] ـــــ میں قیامت تک تیری راہ دیکھوں گی۔"

اس کی گول بھی [illegible] اور [illegible] آنکھوں میں [illegible] چراغ جل گئے تھے۔ اور [illegible] بجھے بجھے دونوں [illegible] لگ رہے تھے۔ پھر وہ بولا۔ "کب میں چلوں گا۔"

"پھر ـــــ کب آؤ گے؟"

"اس دفعہ میرا [illegible] دیر سے [illegible]۔" وہ دھیرے سے بولا۔ "مگر اپنی بات سے کبھی پھرا نہیں۔ وہ [illegible] ہمیشہ کے لیے لوٹ جائے گا۔"

"اچھا ـــــ تمہیں [illegible] آ جائے۔ پر جانے کا کیسے؟"

"جیسے آیا تھا۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا اور آہستہ قدموں سے دیوار کی طرف بڑھا۔ عین اسی وقت [illegible] اکتارہ بجایا کر رہا تھا۔

تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا!
تیرے عشق نے ڈیرا میرے اندر کیا
بھر کے زہر پیالہ میں تاں آپے پیا
جھبو ہے بوڑھیں وے طبیبا نئیں تے میں مر گئیاں
تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا!

❋●❋

ایک تو شدید گرمی، اوپر سے رنگیلی تیسی کی بے چارگی!

فرحت بے چارے کا حال بگڑ گیا اور اس سے بھی بدتر حال کرانے والی کا تھا۔ کالا صبح ہوتے سے، معظم کے لڑکے کو کندھے سے لگائے وہ مسلسل چل رہی تھی۔ سر سے پیر تک پسینے میں شرابور ہونے کے باوجود اس کی مستقل مزاجی قابلِ تعریف تھی۔

سڑک دور دور تک رکشے اور ٹیکسی کے وجود سے خالی تھی۔ مجبوراً وہ گلیوں گلیوں گھر کی طرف ہو لیے۔ بھوک اور تھکن کا احساس تھا کہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

گزشتہ دو ہفتے سے اماں بی اور فرحت ہر روز معظم کے چھوٹے بچے کو [illegible] کی غرض سے لے کر آ رہے تھے۔ مگر آج ان بے چاری کی ہمت بالکل ہی جواب دے گئی تھی۔ کمزوری کی انتہا سے معظم بھی آنے جانے سے معذور تھی۔ وہ گئے [illegible] کے باپ [illegible] جیسے ہی یہاں پر کیا ہونے کی وجہ سے وہ شہر کا [illegible] سے [illegible] ہے۔ [illegible] اماں [illegible] اور [illegible] کی بھاگ دوڑ فرحت کر رہا تھا۔ آج [illegible] کو لے کر کرانے والی اس کے ساتھ گئی تھیں۔ کمیلا کے [illegible] بجے چار بج گئے۔ [illegible] گرمی ہونے کی وجہ سے رونق کی ریل پیل۔ لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے۔

بارہ بجے [illegible] کر کے [illegible] شرابور گھر میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

[illegible] معمول دیر ہو جانے کی وجہ سے [illegible]۔ ان دونوں کو [illegible] سے دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی اور بچے کو [illegible] کے باوجود کرانے والی اپنی طرف چلی گئی اور فرحت بچے [illegible] سے [illegible] پایا۔

معظم اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ اماں بی بچے کو [illegible] فرحت کی طرف چلی آئیں۔

"نازیہ نے کھانا [illegible] فرحت [illegible] کر دیا۔ "مجھے بھوک نہیں ہے ـــــ پانی [illegible]۔"

"کیوں؟ ـــــ کھانا نہیں کھاؤ گے؟" اماں بی نے تڑپ کر پوچھا۔

اس نے تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "بھوک بالکل نہیں ہے۔ بس پیاس ہی لگے جا رہی ہے۔"

"ظاہر ہے، اتنی گرمی میں جو چلے آ رہے ہو تو پیاس تو لگے گی ہی۔ مگر دو نوالے کھا تو لو۔"
اماں بی کے اصرار پر اس نے ایک آدھ نوالہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔

اتنے میں نازیہ جگ بھر کے کیری کا شربت لے آئی تھی۔ فرحت نے پے در پے دو تین گلاس چڑھا کر بمشکل [illegible] تسلی ہوئی۔

کافی دیر کے بعد اماں بی نے دھیرے سے دریافت کیا۔
"بیٹا! ڈاکٹر کیا کہتے ہیں منے کے لیے؟ ـــــ کچھ ٹھیک ہو گا بھی یا نہیں؟"

فرحت تھوڑی دیر چپ رہا، پھر مایوسی سے گردن ہلا کر بولا۔

"ڈاکٹر کوئی تسلی بخش جواب تو دے نہیں رہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے تو کوئی کچھ۔ ہر ڈاکٹر کا اپنا الگ نسخہ ہے۔ سب میں زیادہ پریشان کن مرحلہ یہ ہے کہ ایک ہفتے میں چار بار اسی طرح کے مرض میں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

گئے ہیں۔"

اماں بی گھبرا گئیں۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھیں اور بے چینی سے پوچھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹا؟ ۔۔۔۔۔ ذرا کھل کر بتاؤ۔"

فرحت نے ایک گہرا سانس لیا اور دھیمے لہجے میں بولا۔

"پیدائش کے بعد سے آپ دیکھ رہی ہیں اس کی حالت۔ جو جو اسے تکلیفیں ہیں اور جسمی کمی بیشی اور محرومی اس کے جسم میں ہے، اس کا اندازہ کر لینا دشوار نہیں ہے۔ یہ بات تو سارے ڈاکٹروں نے متفقہ طور سے کہی ہے کہ بچی کی ہر تکلیف دور ہونے میں کافی عرصہ درکار ہو گا۔ وہ بھی اس صورت میں جبکہ ہم مستقل مزاجی کے ساتھ اس کے علاج معالجے پر توجہ دیتے رہیں۔ دوسری صورت میں فائدے کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔"

اماں بی کے چہرے پر اداسی کے بادل بکھر گئے۔

نازیہ بھی بیٹھی سب تفصیل سن رہی تھی۔ تسلی آمیز لہجے میں بولی۔ "بچی کا کون سا جسم ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے میں بھی جان ڈالنے پر قادر ہے۔ سب سے بڑی طاقت دعا میں پوشیدہ ہے۔ اس کے بعد ہی دواؤں کے سلسلے جاری رکھیے۔"

فرحت اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "بچی کو اگر دیکھا جائے تو اس کی سماعت کا مسئلہ سامنے آ جاتا ہے۔ سماعت والے ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے [illegible] نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے سامنے ٹانگوں کی نوعیت خرابی کے لیے [illegible] آج وہ ڈاکٹر صاحب مشورہ دے رہے تھے کہ دماغی مسائل کے لیے [illegible] ڈاکٹر بہت شہرت یافتہ ہیں۔ آپ وہاں سے رجوع کریں۔"

نازیہ نے دل دیا اور حوصلہ مندی سے بولی۔ "اس کی دعا ہے ۔۔۔۔۔ جس سے وہاں سے فائدہ ہو جائے۔ آپ کو معلوم ہے دماغی مسئلے کی وجہ سے ہی بچے کے منہ سے ہر وقت رال بہتی رہتی ہے۔"

فرحت نے جھنجھلا کر جواب دیا۔ "تم اپنی ہی ہانکے چلی جاؤ۔ معلوم بھی ہے ان ڈاکٹروں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ جس کے پاس بھی لے کر جاتا ہوں وہ ایک نئے سرے سے مرض کی تحقیقات شروع کر دیتا ہے۔ ٹیسٹوں اور دیگر تجزیوں کا ایسا سلسلہ چل پڑتا ہے کہ مختلف لیبارٹریوں کے چکر کاٹ کاٹ کر میں نیم پاگل ہو جاتا ہوں۔"

"ہاں ۔۔۔۔۔ یہ تو سچ ہے۔" اماں بی نے آہ بھر کر کہا۔

"اس ساری محنت مشقت کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ بھی دکھائی نہیں دے رہا۔ لڑکی کی حرکات و سکنات میں بہتری کے آثار دکھائی دینے لگیں تو ساری محنت سوارت ہو۔ لیکن ابھی کوئی تبدیلی نظر نہیں آ رہی۔"

"اچھا اماں! میں چلتا ہوں۔" فرحت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے کہاں چل دیے؟ ابھی تو آئے ہو اور گھڑی میں آئے ہو۔"

"اسٹور پر جاؤں گا۔ دیکھ نہیں رہیں آپ، سارا سارا دن غیر حاضر رہنا پڑتا ہے۔ معلوم نہیں ملازم کیا سنبھال رہا ہو گا، کیا نہیں۔"

"ارے بھیا اللہ مالک ہے۔ اب تم شام کو ہی جانا۔ جہاں سیر وہاں سوا سیر۔ دیکھ نہیں رہے تھے

[illegible] رہی ہے۔ میں تو آج تمہاری صورت دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ کرائے داری بھی بہت نڈھال لگ رہی تھی۔"

فرحت بھی بہت تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ وہ پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "نڈھال تو ان غریب کو ہونا ہی تھا۔ مسلسل چل چل کر کچومر نکل گیا۔ معلوم نہیں کتنی گلیاں، سڑکیں بدل بدل کر پہنچے ہیں۔"

اماں بی اٹھ کر بیٹھ گئیں اور ہول کر پوچھا۔ "ارے وہ کیوں؟ سواری کے بغیر کیسے چل پڑے؟"

فرحت نے منہ بنا کر جواب دیا۔ "کوئی سواری ہوتی تو کرتے۔ آج ٹیکسی رکشوں کی ہڑتال تھی۔ بسیں ہی جو دوا کے طور پر بھی دکھائی دے رہی ہوں۔ ایسے میں آپ تصور کیجیے کہ بسوں پر رش کا کیا عالم ہو گا۔ پائیدان تک پر دس دس لوگ لٹکے ہوئے تھے۔"

پھر مسکرا کر اضافہ کیا۔ "آپ کی کرائے داری صاحبہ تو دور سے ہی کانوں کو ہاتھ لگا کر بھاگ لیں۔ پھر کیا، مجبوراً پیدل مارچ کرتے رہے۔"

اماں بی کو فرحت کے افسوس اور شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا۔ بے چاری کرائے داری ان کی وجہ سے کتنی پریشان ہوئی اور ان کا احسان بھی کتنا تھا مگر وہ اپنی خلوص عادت کی وجہ سے وہ ہر دکھ درد میں ان کی شریک ہونے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ فرحت سے کس قدر بھی مانوس تھی وہ۔

اماں بی کے تبصرہ کرنے سے فرحت [illegible] ہی آ گئی۔ [illegible] ان سے باتیں کرنے کے بعد وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

نازیہ [illegible] کر رہی تھی۔ [illegible] دور سے قلقاری ماری اور جھک کر اس کی گود میں آ بیٹھی۔

"اچھا تو ہماری صاحبزادی جاگ رہی ہیں۔" فرحت اسے پا کر سب کلفت بھول گیا اور اسے گود لے لیا۔

نازیہ نے [illegible] لہجے میں کہا۔ "آپ کی صاحبزادی نیند بھی کم لیتی ہیں کیا کیا اماں۔ [illegible] میں گود میں ہی لیے گھومتے رہو۔"

"جی ہاں ۔۔۔۔۔ آپ تو بچے [illegible] ہی ہو گی۔" فرحت نے ہنس کر کہا۔ "وہ تو بچے ان کی دلچسپی [illegible] آ گئی تھیں یا ہماری اماں ہیں جو گود سے اترتی نہیں۔ ورنہ آپ تو فرحت نہیں ہماری بچی کے لیے۔"

نازیہ ہنس پڑی۔ "بچے؟ آپ نے تو ایک ہی اضافہ کر ڈالا ۔۔۔۔۔ اب کیا جواب دوں اس فقط چالاکی؟"

"ہم نے اور ہماری بچی نے آپ کو لاجواب کر دیا۔ جواب کیا دینا ہے آپ نے۔"

"اوہو ۔۔۔۔۔ بڑی لاڈلی ہیں آپ کی گندی سندی بچی صاحبہ۔" نازیہ نے ناک چڑھا کر کہا۔

فرحت نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"اس میں جھوٹ بھی کہاں ہے۔ ٹھیک تو ہے ہی سب کی لاڈلی۔ ہاں، گندی سندی تم نے غلط کہا ہے۔ فوراً اپنے گندے سندے الفاظ واپس لو۔"

"اونہہ ۔۔۔۔۔ بڑی لاڈلی۔" اچانک ہی نازیہ کی زبان سے پھسل پڑا۔ "اس کی پھوپھی معظمہ آج ہی کہہ رہی تھیں کہ کاش! ہمارے اکلوتے بھیا کے ہاں لڑکا ہو گیا ہوتا تو ہم فرحت سے ملا کر اس کا نام شفقت علی رکھتے۔ مگر یہاں تو لڑکی پیدا ہو گئی۔"

پوری بات کہتے کہتے نازیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر سوچا۔

"ہائے..... کہیں میری یہ دقیانوسی چغلی نہ بن جائے۔"

وہ دانتوں میں انگلی داب کر چپ سادھ گئی۔

مگر فرحت نے ذرا بھی ایکشن نہیں لیا۔ سادگی سے بولا۔ "ہماری آپا بھی بہت سیدھی ہیں۔ [illegible] تک پچھلی صدی کے طور طریقے اور روایات لئے بیٹھی ہیں۔ بھلا اب کون نام سے [illegible] رکھتا ہے؟..... یہ سب پرانے وقتوں کے لوگوں کی رسمیں تھیں کہ مطلب اور معنی [illegible] نکلتے ہوتے ہوں۔ جیسے لیاقت علی، شرافت علی، فرحت علی یا شفقت علی۔ اگر ایک لڑکا ہوتا [illegible] میں ایسا کرتے۔ بلکہ میں اس کا نام رکھتا عبداللہ۔ مجھے تو یہ نام بہت پسند ہے۔"

نازیہ نے اچانک غور سے اس کی صورت دیکھی۔ فرحت نے اس کی کیفیت نوٹ کر لی اور پوچھا۔

"کیوں..... تمہیں کیا لگا؟"

"نہیں..... کچھ نہیں۔" اس نے جھک کر جواب دیا۔ "مجھے یہ خیال گزرا کہ آپ سے تو کبھی لڑکے لڑکی کی بات ہی نہیں کی اور آپ کو عبداللہ نام پسند ہے۔"

فرحت نے شرارتی انداز میں [illegible] "اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟" [illegible] اگلے بچے کا نام تجویز کیا ہے۔ [illegible]

نازیہ نے جھینپتے ہوئے [illegible] "نہیں..... اس میں اعتراض کی کیا بات ہے بلکہ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ آپ [illegible] ایڈوانس ہوتے جا رہے ہیں اور [illegible] عبداللہ [illegible] اور اسی وقت رکھ دیتے ہیں ایک بچے کا [illegible] بھی [illegible]

"کیا مطلب؟" فرحت مذاق [illegible] کر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ "وضاحت سے [illegible] کہنا چاہ رہی ہو؟"

نازیہ نے [illegible] وضاحت کر دی۔ [illegible] ہونے والے بچے کو [illegible] میں نے [illegible] نام بھی نہیں [illegible] اب اس بچے کو [illegible] مخاطب کرتی [illegible] ان کی دیکھا دیکھی سب لوگ [illegible] کہنے لگے ہیں۔ بھلا یہ کیا تک ہے۔ ہر بچے کا کوئی نہ کوئی [illegible] نام ہونا چاہئے۔ میں تو کہتی ہوں [illegible] اس وقت [illegible] اور آپ کا [illegible] نام معلوم ہو گیا۔ اگر [illegible] نے اعتراض [illegible] تو [illegible] نہیں بلکہ عبداللہ کہہ کر پکارا کریں گے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

فرحت جواب دینے کی بجائے اپنی سادہ لوح اور پرخلوص بیوی کو محبت پاش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

دونوں کے بیچ ایک ننھی [illegible] ہاتھ بڑھا کر کھیل رہی تھی۔

※●※

وہ شروع جون کا ایک بے حد گرم دن تھا۔

[illegible] جیسے اپنے مقام پر ٹھٹک کر تھم گئی تھیں۔ شدید حبس سے دم گھٹا جا رہا تھا۔ بے زبان پرندے گرمی کی شدت سے آشیانوں میں دبکے ہوئے تھے۔

دوپہر ڈھلتے ڈھلتے اچانک [illegible] کی طرح چھا گیا آسمان سیاہ گھنگھور گھٹاؤں سے ڈھکتا چلا گیا۔

[illegible] کرنے سے [illegible] آنے والے بادلوں نے سورج کو ڈھانپ لیا۔

نازش عصر کی نماز پڑھ کر ابھی اٹھی ہی تھی کہ فرخ آ گیا۔

گرمی کی شدت کی وجہ سے آج کل اس کا سکول بند تھا۔ نازش کا سارا وقت گھر ہی گزر رہا تھا۔ کسی کسی دن سعدیہ سے بھی ٹیلی فون پر ملاقات ہو جاتی۔ وہ کرید کرید کر اس سے فرخ کے بارے میں سوالات کرتی اور اس کے جوابات سے مطمئن ہوتی رہتی۔ جہاں ضروری ہوتا، اسے اپنے مشورے سے بھی نوازتی۔ نازش اسے [illegible] کر کے آگے کو بڑھتی۔

بادل زور دار آواز کے ساتھ گرجا تو بھابی بھی کمرے سے نکل آئیں۔ جون کے مہینے میں ہو جانے والی ایک بارش سے وہ حیران تھیں۔ بچے اتنی دیر میں فرخ کو لان پر کھینچ لے گئے تھے۔ وہاں [illegible] کھیل جاری تھا۔ قہقہوں کی گونج [illegible] رہی تھی۔

بھابی نے [illegible] کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں خبر نہیں ہے فرخ آ گیا ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی بچے بھی اودھم مچانا شروع کر دیں گے۔ اس کے آنے سے پہلے ہی کچھ اہتمام کر لوں۔"

"بھابی! آپ رہنے دیجئے۔ میں [illegible] بنا دوں گی کچھ۔"

[illegible] بھابی [illegible] تب تک نازش ایک [illegible] پکوڑے بنا کر [illegible] چائے کا اہتمام کر کے بہت مسرت، خوشی اور [illegible] کا احساس ہو رہا تھا۔

[illegible] ٹرے اٹھائے وہ لاؤنج [illegible] کے عالم میں گم صم بیٹھی تھیں اور فرخ غائب تھا۔

[illegible] کی کیفیت [illegible]

"یہ اتنا اہتمام کس کے لئے کر لیا بھابی جان؟"

بھابی جلدی سے [illegible] اور ایک دم ہی اٹھ کر چلی گئیں۔ [illegible]

"یہ [illegible]" اس نے [illegible] ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں ہاں..... تمہیں نہیں معلوم؟" بھابی اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ "مجھے تو خود ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ فرخ شادی شدہ ہے۔"

نازش [illegible] کے عالم میں [illegible] رہ گئی۔

ایک لمحے کے لئے بھی جیسے [illegible] اس کے دماغ میں اٹھ کر معدوم ہو گئے۔

"یہ کیا کہہ دیا بھابی نے؟"

بھابی اس کی صورت غور سے دیکھ کر بولیں۔ "کیوں..... تمہیں نہیں معلوم؟"

نازش کو جیسے کرنٹ چھو گیا۔ اس کے سامنے ہر چیز گول دائروں میں گھومنے لگی۔ وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

"نہیں..... ہاں ہاں میں جانتی ہوں..... جانتی ہوں۔ اس نے خود مجھے بتایا تھا اس کی بیوی ہے..... اور بچے..... بہت سارے بچے بھی ہیں..... بیوی بھی..... بچے بھی۔"

اتنا کہتے کہتے لوازمات کی بھری ہوئی ٹرے اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ [illegible] کی بجائے بیٹھے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر چلائی۔

"ہائے بھائی جان! میرا دل ــــ ہائے میں مرگئی ــــ بھائی!"

بھائی جان نے اسے آنچل کر دوڑ لیں۔ فرش پر اس کے قریب بیٹھ کر بے تابی سے دریافت کیا۔

"نازش! ــــ نازش! میری جان! ــــ کیا ہو گیا تجھے؟"

نازش اتنی دیر میں پسینے میں تر ہو چکی تھی۔ اس کی زرد پڑتی صورت دیکھ کر ان کے اپنے ہاتھ پیر سرد پڑ گئے۔

وہ ڈوبتی ہوئی آواز میں بولی۔ "بھیا ــــ پانی ــــ پانی دے دو۔"

وہ گھبراہٹ ہی گھبراہٹ میں دوڑ کر باہر گئیں اور لرزتے ہاتھوں سے جگ لے کر واپس آ گئیں۔

کہیں بولو آ گئیں دور جہاں سلطان۔

نازش نے خاصی دیر لگا کر خود کو سنبھال لیا تھا۔ بھائی نے اس کا سر گود میں رکھ کر گال تھپتھپائے اور آنچل سے اس کا پسینہ پونچھتے ہوئے دلار سے پوچھا۔

"بیٹا! کیا ہو گیا تھا تمہیں؟ ــــ میں تو ڈر ہی گئی۔"

وہ اپنے اندر کی ساری اذیت اور کرب مصنوعی مسکراہٹ میں چھپا کر بولی۔

"کچھ نہیں بھائی جان! ــــ بس ــــ [illegible] کر آپ کے پاس آ رہی تھی تو سیڑھی میں اٹک گیا تو گرتے گرتے سنبھلی ــــ [illegible] زخمی کر دیا۔ اف ــــ بہت درد تھا۔"

وہ تکلیف سے کراہی اور دل [illegible] کا سارا [illegible] چھپا دیا۔

بھائی اس کے زخمی پاؤں کی [illegible] سے [illegible] سے جو سکیں۔

"بیٹا اپنی فکر چھوڑو ــــ [illegible] میں تو خدا کا شکر ادا کر رہی ہوں کہ زخم [illegible] گھر واپس [illegible] اب تو ہر مشکل کی گھڑی میں سب کے [illegible] کو نکل گئے۔ چاہو تو [illegible] میں جا سکتی ہیں۔ چلو انہیں گھر میں بلا لوں۔ پھر کرم [illegible]"

نازش بے بس [illegible] چارپائی پر [illegible] پڑی رہی تھی۔

دل ہی دل میں [illegible] چوٹ کی محسوس تھی جس نے بروقت زندگی کے ایک بہت بڑے وہم سے بچا لیا تھا۔ [illegible] اس کی [illegible] طبیعت سے [illegible] تھا کہ وہ [illegible] زخم کے ہی اندر کی چوٹ سے [illegible] کر دو پڑتی۔

کیسی بے بسی اور لاچاری نے گھیر ڈال رکھا تھا۔

ان اندر ہی اندر ٹوٹتے والے آنسوؤں کو دیکھنے والا کون تھا؟ ــــ کس کے سامنے فریاد کر کے آہیں بھرے؟ ــــ کون تھا اس کا پرسان حال!

اسے رو رو کر سعد یاد آ رہی تھی۔ شدت سے اس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ شاہ رود حیات کا پہلا موڑ ہی دھوکا دے گیا تھا۔

رنگ و رہ الفت پر اٹھنے والا اول قدم زبردست چوٹ کھا گیا تھا۔ پہلو میں رو رو کر وہ رو آٹھ آٹھ آنسو رو رہا تھا۔

بھائی بھاوج پر اپنے دکھ کس طرح اور کیونکر عیاں کرتی۔ یہ تو اس کی کھلی توہین تھی۔ روح کا چاک چاک ہو گا اور دل میں شگاف ڈال دینے والا یہ انکشاف اس نے انتہائی صبر و تحمل سے جھیلا اور خاموش

سے اف تک نہ کی۔

چلتے ہوئے لبوں پر چپ کے پہرے لگا دیے مگر آنکھوں کے سوتے خشک کر ڈالے۔ کبھی جو دل اور ہمارا کوئی نے والا موجود ہوتا تو وہ پچھلی تکلیف کا نام لگا دیتی۔ پھر چپکے دل کی اس صدا بہار چوٹ سے سسکنے میں لگے، وہ ہجر کے زخم کی دراز عمری کی دعائیں مانگا کرتی۔

"دل جل کر خاک ہوا، آنکھوں سے مگر رویا نہ گیا
زخم کچھ ایسے لگے، پھولوں پہ بھی سویا نہ گیا"

ہار چکی ہی ہار چکی تھی ــــ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ نازش بے بسی کے ان دنوں میں خود کو قفس میں قید چڑیا کی طرح مجبور پاتی۔ اس کے حصے میں کمانے کا سودا آیا تھا۔ کبھی وہ شکستہ بن کر رات اور کہانی کی چاروں میں کرتی اور کبھی نازش ہو کر انجانی راہوں، بے نشان پگڈنڈیوں اور بے منزل راستوں پر جا نکلتی۔ کبھی بھائی سے بچنے کی ناکام کوشش میں وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فرخ کی روشن روشن صورت اور مسکراتی ہوئی نگاہوں کو تلاش کرتی پاتی تو اس کے سامنے فرخ کی بجائے اپنی قسمت کی بکھری شکستہ کو دھوکا دینے والے کی صورت پھر نے لگتی۔

کبھی ــــ کبھی ــــ

جس وقت وہ دل کو تسلی دلا لیتی۔

فرخ بے حس نکلی ہو سکتا ــــ شاید اس نے بھی اپنے والد کے حقیقت بتانی چاہی تھی۔ کاش میں پہلے ہی کچھ کہتی۔

سعید احمد کو پہلا ہوا گیا اور ان کے [illegible] نکل گئی۔ چہرہ [illegible] میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

ان کی بیوی نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا تھا اور دو آسے تو شہر ایک محل سا کر کھلی مسرت دوڑی کو دے دی تھی۔ وہ تو نہال ہو گئیں۔ پہلے تو انہوں نے چاروں وظائف سے دواؤں سے [illegible] نکلے کے گھر پہنچیں [illegible] جو سعید احمد کی بیوی کی صحت اور زندگی کے لیے کی گئی رہیں۔

بیٹے نے کر کے بھی مگر انہوں نے اس محنت سے کہیں اٹھا لینے کی کوشش کی تھی اور لکڑی کو گلے کے اندر ہی اندر سے نجات پا لی تھی۔

اسی دوران حمید نے عجیب حرکت کی۔ والدہ کی خوشنودی کر کے اس نے ان کے جڑے ہوئے پیسوں میں کچھ رقم کسی نہ کسی صورت ہاتھ کی اور بڑی مارکیٹ سے اونے پونے اچھی حالت کے چلتے ہوئے گیس کے چولہے لا کر بازار میں ایک دکان کے چبوترے پر مالک دکان سے اجازت لے کر بیٹھ گیا۔

اس کی توقع کے عین مطابق چند گھنٹوں کے اندر اندر یہ چولہے نہایت معقول قیمت پر بک گئے اور منافع پر ہی اسے مناسب منافع بھی ہو گیا۔ یہ منافع حمید کی توقع اور اصل رقم سے کئی زیادہ تھا۔ اس کے حوصلے بلند ہو گئے۔ مزید لوگ بھاگ اپنے لیے بھی چولہوں کی فرمائش کر رہے تھے۔ لہٰذا اس دفعہ وہ چولہے بڑھا کر لے آیا۔ یہ بھی ہاتھوں ہاتھ بک گئے۔ حمید کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔

سعید احمد کے کانوں تک بیٹے کا کارنامہ پہنچا تو وہ بے چارے دنگ رہ گئے۔ انہوں نے ساری

اب تک کی عمر بچے پڑھانے میں صرف کی تھی۔ وہ گھر کا سودا سلف بھی لانے سے کتراتے تھے مگر ان کا بیٹا پھر سے بازار میں سودا بیچنے بیٹھ گیا تھا۔ انہیں اس کی تعلیم و تربیت کے حرج کی فکر لاحق ہو گئی۔

باقی تو جس نے بھی سنا اس نے سراہا۔ محلے پڑوس کی چند ملنے والیاں مبارک باد کو جا پہنچی تھیں۔ کسی طرح یہ خبر سراج الدین صاحب تک جا پہنچی۔ وہ بھی بیگم کے ہمراہ آ موجود ہوئے اور نہایت محبت سے مبارک باد پیش کر ڈالی اور گویا ہوئے۔

"اماں مبارک ہو۔۔۔ صاحبزادے نے کام دھندا شروع کر دیا ہے۔ ماشاء اللہ تمہارا بازو بن گیا ہے۔"

سعید احمد پہلے ہی سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے منہ سے دل کی بات نکل گئی اور پریشانی کے لہجے میں بولے۔

"دیکھ رہے ہو بیٹا کی کرتوت؟ اب اس کا تعلیمی سلسلہ رک جائے گا یا نہیں؟ اب آگے ہو تو اسے سمجھا کر جاؤ۔"

سراج الدین صاحب نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگا کر کہہ ڈالا۔ "یہ پہلی مرتبہ دیکھا ہے [illegible] باپ ہو اور سعید تو اپنی اولاد۔"

تم عجیب ہوتے ہو۔۔۔ [illegible] اس کی کسی بھی بات [illegible] آگئی ہو وہ اچانک ہی کہہ گزرتے۔

[illegible] اس کا تمہارے گھر [illegible] کا حق اور کردار کو تا دانی [illegible] باپ بھی ہو گے۔ اس سے [illegible] کر لو تو اچھا ہے۔

سراج صاحب [illegible] اس دفعہ سعید احمد کی بے ساختہ مسکراہٹ کی [illegible]۔

تھوڑی دیر پہلے جس پریشانی سے ان کا سامنا تھا اس سے بڑی حد تک نجات مل گئی اور وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگے۔ [illegible]

کافی دیر کی گپ شپ اور باتوں کے بعد سراج صاحب [illegible] اور دل سے انہیں رخصت کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"تم نے بھائی اپنی ہمت [illegible] کرتے ہوئے جو ہمدردی کی بات کی یہ خوشی کی بات ہے کہ حمید میاں نے بہت کم سنی ہونے کے باوجود [illegible] اپنا ہاتھ بٹانے کی ٹھان لی ہے۔ یہ بات ہے ہم تو ان اقدامات سے خوش ہوئے۔ جہاں تک حق ہے اس کے تعلیمی حرج کا تو ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اس کا تعلیمی سلسلہ رک جائے۔ آخر کو ماسٹر صاحب ہو۔ اور پھر ہم موجود ہیں۔ اس کو گائیڈ کرنا کیا مشکل ہے۔"

سعید احمد کافی حد تک مطمئن ہو کر بولے۔

"یہ بات تو درست ہے۔ میں صرف اس بات سے پریشان ہو گیا تھا کہ آخر اسے گھر میں کیا کمی محسوس ہوئی کہ وہ اور بکو بیٹھی تو کیس کے چھوٹے فروخت کرنے پر مجبور ہو گیا؟" اپنی بات کرتے کرتے وہ خود ہی جھینپ بھی گئے۔

"ارے بھئی تم تو بالکل ہی بھولے ہو۔" سراج صاحب بے تکلفی سے گویا ہوئے۔ "اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا یہ مطلب کہاں سے ہو گیا کہ اسے گھر میں کوئی کمی نظر آئی۔ بلکہ مجھے تو یہ لگتا ہے کہ

جس میں تم نے بیٹا بھی یہ دیکھو رہے ہو کہ اس اقدام میں تمہاری کوتاہی ہے اور تم مالی طور سے اپنے فرائض سے غافل ہو۔ میرے محترم ابھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صرف لڑکے کی سوچ ہے۔ اور چونکہ تم نے بچپن کے لئے خود کو اس وقت بھی سے وابستہ کر رکھا ہے اس لئے تمہیں یہ بات عجیب سی معلوم ہوئی۔" اپنی بات پوری کر کے وہ تھوڑی دیر رکے، پھر دوبارہ وضاحت سے بولے۔

"میرا مشورہ مانو تو۔۔۔ اسے کوئی چھوٹی موٹی دکان کرا ڈالو۔"

"جی۔۔۔؟" سعید احمد حیرت زدہ ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔

سراج صاحب تحمل سے سمجھا کر بولے۔

"حیران ہونے کی بات نہیں ہے۔ ذرا اپنے ارد گرد نگاہ دوڑاؤ۔ دیکھو دنیا کے حالات کہاں سے کہاں پہنچ رہے ہیں۔ اصل میں تو آج کل طالب علم [illegible] بھی اپنے تعلیمی اخراجات بھی اپنے زور بازو سے پورے کرتے ہیں۔ آج کل تو بہت سارے تعلیم [illegible] ایسے بھی مل جاتے ہیں جو شام کے وقت میں نکلتے ہیں اور دن بھر اپنے روزگار کے امور دیکھنے والے دفتر میں وہاں کلاس اٹینڈ کر کے اپنی تعلیم [illegible] بھی پوری کرتے ہیں اور تعلیمی مدارج بھی طے کرتے ہیں۔"

سعید احمد نے [illegible] کر پوچھا۔ "[illegible] کیا آپ کی عمر ہے اس لائق؟"

سراج صاحب پھر بولے۔ [illegible] ابھی ان کی اپنی زندگی کی کتاب سے باہر نکل کر اپنے بزرگوں کے نقش قدم [illegible] ہم نے تو اس عمر میں مشغول کر لیا تھا۔ جس کی بدولت سے ہم آج [illegible] اسلام" تب سے فخر سے بیٹھے ہیں۔"

دونوں دوست ایک مرتبہ پھر ہنسنے لگے۔

کافی دیر تک [illegible] کے بعد سراج الدین صاحب سعید احمد کو بڑی حد تک قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

انہوں نے اپنا موقف مکمل کر بیان کیا۔

"بات یہ ہے۔۔۔ بجائے اس کے کہ [illegible] کو دیکھتے ہوئے [illegible] کیا۔ بلکہ اگر تم تھوڑی سی کوشش میں اس کا [illegible] کرو تو یہ بات دو اور دو چار کی طرح تمہارے حالات حل ہو جائیں گے۔ دراصل تمہارے علاقے میں [illegible] کی بالائی منزل مرحوم [illegible] ہے۔ یہ ایک قدرتی ماحول ہے کہ لڑکوں میں [illegible] کے نکلنے لینے کا جوش و خروش پیدا ہوا ہے۔ حمید ایک ذہین اور حالات کے رخ کو سمجھنے والا لڑکا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اندر سے ایک باشعور اور سمجھدار شخصیت کا مالک ہے۔ لوگوں کا رجحان اور ضرورت کو مدنظر رکھ کر اس نے نئی سوچ پر ایک نیا قدم اٹھایا۔۔۔ دوسرا اہم ترین نکتہ یہ سمجھو لو۔ اولاد کے رجحان کو درست انداز میں سمجھنا اس کی ضروریات بروقت پوری کر دینے کی طرح احسن اقدام ہے۔ چونکہ وہ ایک لڑکا ہے اور اسی معاشرے میں اسے اپنے لئے بھی کوئی مقام بنانا ہے۔ لہٰذا اس کی راہنمائی بھی ہمارا فرض ہے۔ اور میری نظر میں فرائض کی ادائیگی تم سے بہتر کون کر سکتا ہے؟ اس لئے میرا خیال ہے کہ کسی روز اسے کسی باہر کے کرے میں لے کر بیٹھو اور بہت اچھے ماحول اور خوشگوار انداز سے اس کا مدعا دریافت کر لو۔ ممکن ہے اس کے دماغ میں کوئی کھچڑی پک رہی ہو۔۔۔ ارے ہاں! کہیں تم پہلے ہی اس معاملے میں اسے ڈانٹ ڈپٹ تو نہیں بیٹھے؟"

سعید احمد جو ان کی باتیں بغور سن رہے تھے، چونک کر کہنے لگے۔

"اب تمہاری ہی مثال تمہیں لوٹاتا ہوں ـــــ چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہیں ـــــ حمید کی دادی صاحبہ کے سامنے ہماری کیا مجال کہ ہم ان کے پوتے کو کچھ کہہ سکیں۔ آج کل تو وہ ان کی آنکھ کا تارا بنا ہوا ہے۔ مارے خوشی اور دلار کے اپنے گھر سے آج کل یہیں قیام پذیر ہیں۔ دن رات اس کے صدقے واری ہوتی رہتی ہیں۔ ارادہ تو تھا میرا حمید سے بات کرنے کا مگر فی الحال اسی کی وجہ سے خاموشی اختیار کیے ہوئے ہوں۔"

سراج صاحب نے ان سے دریافت کیا۔

"گویا تمہارا ارادہ صاحبزادے کی گوشمالی کرنے کا تھا؟"

سعید احمد مسکرا کر چپ ہو گئے۔

سراج صاحب ان کا ارادہ بھانپ کر بولے۔

"اگر واقعی ایسا ارادہ تھا تو بڑا اچھا خیال ہے اب آپ کو "اللہ" محسوس ہوا ہوگا۔ اگر اب بھی وہی عزائم ہیں تو بندہ حاضر ہے جو "نیک کام" کرنے کے لیے۔"

"ارے نہیں ـــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" سعید احمد نے ہنس کر ٹالا۔ "شکر ہے تو بہت چھوٹا سا لفظ ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تمہارے بیٹے نے میری آنکھیں اور کان کھول دیے۔ اب اس سے بات کرنے میں جھجک ہو رہی ہے لیکن اس بات چیت کے نتیجے سے میں نہیں آگاہ کروں گا کہ اس کے لیے کوئی مناسب فیصلہ ہو سکے۔"

ابھی یہ دونوں دوست بیٹھے باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک بھاری بھرکم گاڑی کے بریک لگنے کی آہٹ ہوئی۔ بچے چونک کر اٹھے اور گاڑی کے دروازے کھول کر ناشتا اور سعدیہ مسکراتے ہوئے برآمد ہوئے۔ گھر کے اندر ایک طوفان برپا ہو گیا۔

سرور بابا کی خبر دلانے پر آج لالا میاں نے بطور خاص اپنی گاڑی میں اپنے ڈرائیور کے ہمراہ بہو کو اس کے میکے بھجوایا تھا۔

سراج الدین صاحب نے ناشتا سے سب کی خیریت دریافت کی۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ اپنی بیگم کے ساتھ رخصت ہوئے تو گھر آ گئے۔ یہاں سارا گھر سعدیہ کو گھیرے بیٹھا تھا۔ دادی صغریٰ کی چلتے پلٹتے بلائیں لے رہی تھیں۔ ناشتا سلام کر کے دادی کے پاس بیٹھ گئی۔

دادی نے سر سے پیر تک اس کی بلائیں لے کر سب کی خیر منائی اور ادھر ادھر سے فرصت پا کر ذرا دیر سے حمیدہ کو ناشتا کے لیے شربت بنانے کی ہدایات جاری کرنے لگیں۔

حمید بازار سے برفی لے کر آ چکا تھا۔ حمیدہ نے بھی جلدی کے علاوہ دادی کو بھی جوس پیش کیا۔

"ارے واہ ـــــ" انہوں نے اپنا مخصوص تکیہ کلام استعمال کیا۔ "میں تو بھی یہ انگریزی شربت نہ پیتی۔ اللہ جانے کیا کیا ڈال کر گھول کر بناتے ہوں گے۔ خدا پناہ میں رکھے۔"

ناشتا نے مذاق میں کہا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں دادی اماں! میں بھی بس مجبوری سے پی لیتی ہوں۔ ورنہ میں بھی شربت ہی زیادہ پسند کرتی ہوں۔ اور خاص طور پر فالسے کا شربت۔"

وہ پھڑک اٹھیں۔ فوراً حکم صادر کیا۔ "ارے حمید ـــــ ارے حمیدا کہاں ہو؟ ـــــ ارے بھاگ کر جاؤ۔ دیکھو نکڑ پر فالسے والا کھڑا ہوگا۔ جلدی سے لے کر آؤ۔ بھلا فالسے کا شربت بنانا کون سا مشکل ہے؟ آدھ سیر فالسے میں تو سارا گھر پیئے گا آرام سے۔ ابھی صاف ململ کے کپڑے میں ڈال کر مسلو۔ دیکھو کس قدر مزے دار شربت تیار ہوگا ـــــ"

انہوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ "ترکیب شربت فالسہ" بتانا شروع کر دی۔ ناشتا کو جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔

حمید اور حمیدہ کھڑے مسکرا رہے تھے کہ کیا کریں، کیا نہیں!

بالآخر سعید احمد کی بیوی نے دخل دیا اور انہیں سمجھا کر بولیں۔ "اماں! ابھی تو انہوں نے جوس پی لیا ہے۔ اب انگریزی شربت پر دیسی شربت کا رنگ بھی تو آپ مناسب نہیں سمجھیں۔"

بات منطق سے ان کے دل پر لگی۔ کچھ میں بھی آ گئی۔ تاہم فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"ہاں ـــــ ڈاکٹر صاحب بھی ایسی بد پرہیزی کو منع کرتے ہیں۔ پہلی غلطی تمہی نے کی۔ اب ایسا کرتے ہیں کہ فالسے منگوا رکھو۔ شام کے وقت میں خود یہ شربت بنا کر اپنے بچوں کو پلاؤں گی۔"

"جی بہت اچھا۔" سعید احمد نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

شام کو ایک اور دلچسپ واقعہ ہو گیا۔ آج خوشیوں کے قافلے جوق در جوق اس گھر کی طرف چل پڑے تھے۔

شام کے وقت جب دادی صغریٰ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ململ کے کپڑے میں سب کے لیے فالسے کا شربت کشید کر رہی تھیں تو اچانک ہی ناز یہ اور فرحت بھی اپنی بچی کے ساتھ آ پہنچے۔

گھر میں ایک خوشگوار سا ہنگامہ بپا ہو گیا۔ سب ایک دوسرے سے مل کر نہال ہوئے جا رہے تھے۔ دونوں بچیاں تو پہنچی تھیں۔ فرحت اور ناز یہ بھی پہنچے ہوئے تھے۔

ننھی بچی مسلسل ایک گود سے دوسری گود میں جا رہی تھی۔ سعید احمد کے آنگن میں خوشیوں کی برات اتر آئی تھی۔

دادی نے بچی اور ناشتا کی خوشی میں بےحد بلائیں لیں۔

دونوں تک سعدیہ اور ناز یہ مل کر بیٹھی ہنس رہی ہیں۔ یہ دو دن سب کے لیے خوش گوار اور مسرت بخش رہے تھے۔ ناشتا کے ابو اور فرحت نے بچی کو بطور خاص محبت سے اپنے ساتھ رکھا۔ دونوں دوستوں نے وقتی طور پر ہی گھر کے حالات پر بات کی اور دونوں تک حمید ناشتا کو یاد کر کے مسرور ہوتے رہے۔

اس دفعہ بہت عرصے کے بعد دونوں نے پیچھے پیچھے "ابا" اور "اماں" کی تکرار کر کے ایک دوسرے کو چھیڑ کر لطف بھی اٹھایا۔

فرحت جاتے جاتے سعید احمد سے دونوں کو وعدہ کر گیا تھا۔ ان دونوں کے چلے جانے کے بعد سب لوگ شدت سے ایک تنہائی کی کمی محسوس ہوئی جو کئی دن تک سے مل کر دور ہوئی تھی۔ سب اسے یاد کرتے تھے۔

اگلے دن سب کاموں سے فارغ ہو کر اور کھانا کھا کر دوپہر میں سب لوگ ادھر ادھر لڑھک کر سو گئے۔ ناشتا اوپر کے کمرے میں لیٹا سو رہا تھا۔ سعدیہ کسی کام سے آئی تو پیچھے پیچھے حمیدہ اور حمید بھی ساتھ آ گئے اور تینوں بہن بھائی وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

حمیدہ نے سعدیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپا! دل میں بہت سارے خیالات آتے رہتے ہیں۔ لیکن ابا جان کے ڈر سے نہیں کہتے۔ میں اور حمید بہت دنوں سے آپ کے منتظر تھے۔"

سعدیہ نے خوش ہو کر حوصلہ افزائی کی۔ "ہاں ہاں ـــــ کہو، ایسی کیا بات ہے؟"

اس دفعہ حمیدہ نے مسکرا کر کہا اور کہنے لگی۔ "آپا! ابا جان نے جو اسکول کھولا ہے، آج تک وہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بے ڈھنگی رفتار سے چل رہا ہے۔ ہم دونوں چاہتی ہیں کہ اپنا اسکول ہم خود چلائیں۔ یعنی خود وہاں پڑھائیں۔ اس معاملے میں آپ پاپا جان سے بات کر کے جائیے گا۔ ہمارا خیال ہے وہ دادی کے منع کرنے سے خود بھی انکار کر دیں گے۔ اس لیے آپ کی مدد درکار ہے۔"

سعدیہ آنکھیں پھاڑ کر چھوٹی بہنوں کو دیکھنے لگی۔ اسے یکبارگی بے حد فخر کا احساس ہوا۔ بے اختیار دونوں کو گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر بولی۔

"بہت لاجواب اور مثبت سوچ ہے تم دونوں کی۔ اگر تم دونوں مل کر اپنا اسکول چلا سکو تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ ایسا کارنامہ جس پر سوچتے رہنے کے باوجود میں بھی عمل نہ کر سکی تھی۔ میں پاپا جان سے اجازت دلا سکوں گی۔ تم مطمئن رہو۔"

دونوں لڑکیوں کے چلے جانے کے بعد اچانک فاخر نے آنکھیں کھول دیں اور بیوی کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔

"آپ تو پاپا جان سے اجازت دلوائیں گی ہی، مگر ایک عرض مجھ ناچیز کی بھی سن لیجیے۔"

"فرمائیے۔" سعدیہ نے مسکرا کر کہا۔ "بہت چالاک ہیں آپ۔ ہماری ساری باتیں آنکھیں بند کر کے سن رہے تھے۔"

"اچھا ۔۔۔ اب آپ آنکھیں کھول کر سنیے۔"

وہ آنکھیں کھول کر پلنگ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور اچانک ہی گویا ہوا۔

"سعدیہ! اماں نے میرے [illegible] اکاؤنٹ میں جو ایک خطیر رقم رکھوائی تھی کیا تم مجھے بتاؤ گی وہ کہاں گئی؟"

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

وہی گرمی کی شدت تھی اور وہی فضائیں۔ وہی باہر کا کمرہ تھا اور دور تک سناٹا چھا گیا۔ مگر اس بار کمرے میں کھڑا ہوا شخص فاخر نہیں بلکہ فاخر کا بھوت لگنے لگا۔ باہر سے کسی چڑیا کے بچے تک کی آواز نہ آ رہی تھی اور اندر تو ویسے ہی سناٹوں کا راج تھا۔

"مشترکہ اکاؤنٹ؟ ۔۔۔ خطیر رقم؟" سعدیہ نے سادگی سے دریافت کیا۔

"جی ہاں!" فاخر نے دانت جما کر سختی سے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی جس نے سعدیہ کو بغور اس کا جائزہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اسے حیرت کا جھٹکا سا لگا۔ وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا اور اپنے مقام پر [illegible] جواب دہی کا سا تھا۔ چنانچہ سعدیہ نے جواب دیا تو کسی قدر سوالیہ انداز میں۔

"اگر ۔۔۔ وہ خطیر رقم تھی تو [illegible] میں کیا جانوں؟"

"کیوں؟ ۔۔۔ تمہیں نہیں تو پھر کسے معلوم ہوگا؟ [illegible] تم سے لہجے میں کہا۔ پھر اضافہ کیا۔ "اکاؤنٹ تو ہم دونوں کا مشترکہ [illegible]"

"ہاں ۔۔۔ [illegible] وضاحت نہ کریں گے میں کیا جواب دوں؟ کیا کہوں؟"

دفعتاً فاخر [illegible] وہیں گھوما اور اس کے قریب رک کر چبھتے ہوئے لہجے میں دوبارہ گویا ہوا۔

"ہم تو میاں بیوی ہیں ۔۔۔ ہیں نا؟ ۔۔۔ یعنی گاڑی کے دو پہیے۔ تو پھر ایک پہیے کو دوسرے کا حال احوال معلوم ہونا چاہیے۔ اب کچھ کیا کہتی ہو؟ کیوں میں کیا پوچھ رہا ہوں؟"

"آپ کا مطلب ہے ۔۔۔" وہ ذہن پر زور دے کر گویا ہوئی۔ "کہ وہ خطیر رقم جو مشترکہ اکاؤنٹ میں تھی، میں آپ کو بتاؤں کہ وہ کہاں گئی؟ ۔۔۔ یہی پوچھا ہے نا آپ نے؟"

"جی ۔۔۔ سو فیصد۔" فاخر کا سوالیہ انداز ذرا بھی نہ تبدیل ہوا۔

سعدیہ نے اس کی کیفیت نوٹ کی۔ پھر حیرانی سے دریافت کیا۔

"تو کیا ۔۔۔ وہ رقم گم ہو گئی ہے؟" فاخر کی فراخ پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ تیز لہجے میں بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں بے وقوف ہوں جو اتنی دیر سے جرح کیے جا رہا ہوں۔ محترمہ ہیں کہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہی ہیں۔"

سعدیہ کے چہرے سے سایہ سا گزر گیا۔ فاخر نے کبھی بھی اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ ایک پل کو اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ چہرے کی رنگت اڑ گئی۔ تاہم دلی کیفیات کو پس پشت ڈال کر خود اعتمادی سے بولی۔

"جو کچھ آپ کہنا چاہ رہے ہیں، اس پر یقین کرنا میرے لیے مشکل تر ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ مکمل کر کے دیجیے جو کہنا ہے۔"

وہ قدرے توقف کر کے بولا۔ "کیوں۔۔۔۔ ابھی تو تم خود تسلیم کر چکی ہو کہ ہم تم میاں بیوی ہیں اور میاں بیوی ایک ہی گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں اور توازن برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔۔۔۔"

سعدیہ نے اس کی بات کاٹ دی اور بے چین ہو کر بولی۔ "اب آپ غیر ضروری باتوں میں لگ گئے ہیں۔ جس بات کو شروع کیا ہے، پہلے اسے تو مکمل کر لیجیے۔"

"وہی کہہ رہا ہوں۔۔۔۔ وہی کہہ رہا ہوں۔" وہ اطمینان سے اس کے قریب بیٹھ کر بولا۔

"میں ایک ذرا دوسرے ہی موضوع سے تمہیں بتا رہا ہوں۔ دیکھو سعدیہ! ہم تم میاں بیوی ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں۔ ہمیں اپنے ساتھیوں کی طرح مل کے بڑے سے بڑے تمام معاملات اور مسائل کو ایک دوسرے سے شیئر کرتے ہوئے چلنا ہے۔ اب جیسے کہ تم جانتی ہو کسی سے ابا میاں نے ہم دونوں کو ایک پرکشش اور مشترکہ بینک اکاؤنٹ کا مالک بنا دیا ہے تو ہم دونوں ہی اس اکاؤنٹ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا حق رکھتے ہیں۔ اس معاملے میں کوئی غیر فرد ہماری دخل اندازی کا حق نہیں رکھتا۔ [illegible] اس بارے میں تم بھی خوب آگاہ ہو کہ انہوں نے ہمارے اختیارات [illegible] کر ڈالا ہے۔ اب جبکہ اس اکاؤنٹ کے سیاہ و سپید کے ہم دونوں [illegible] مالک ہیں تو اس میں موجود رقوم کی معلومات بھی ہم دونوں کو ہوں گی۔"

"آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔" اس نے فوراً اعتراف کیا پھر قریب جھک کر بولی۔ "لیکن اس سلسلے میں [illegible]"

فاخر نے اس کی صورت غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ "کیوں؟۔۔۔۔ کیا وہ ہمارا مشترکہ اکاؤنٹ نہیں ہے؟"

"ہے۔۔۔۔ کیوں نہیں" اس نے کہا۔ "جی۔۔۔۔ آپ کا مطلب تو ہے کہ میں نے بھی۔۔۔۔"

سعدیہ مزید کچھ کہتے کہتے تھم گئی اور پریشان سی ہو کر فاخر کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں ہاں۔۔۔۔ کہو کیا کہہ رہی ہو؟"

"میرا مطلب ہے کہ میں نے کب اکاؤنٹ استعمال کیا ہے بھی؟" بالآخر وہ رک رک کر کہہ ہی گئی۔

فاخر کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔ آنکھوں میں شرارت اتر آئی۔ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر ملامت سے بولا۔

"خوب یاد دلایا۔ میرا خیال ہے تم نے کبھی چیک بک دیکھنے کی زحمت نہیں کی ہے۔"

سعدیہ نے سادہ لوحی سے کہا۔ "تو کیا کروں؟۔۔۔۔ اللہ کے فضل سے زندگی کی ہر ضرورت تو آپ بن کہے پوری کر دیتے ہیں۔ مجھے کیا کرنے ہیں بینک اکاؤنٹ؟" پھر چونک کر پوچھا۔ "مگر آپ تو کہہ رہے ہیں وہ رقم کھو گئی۔ کہاں گئی بھلا؟"

"کھو گئی یا نہیں کھو گئی، تمہیں کیا مطلب ان معاملات سے؟"

"واہ یہ کیا بات ہوئی؟" سعدیہ مسکرائی۔ "میرا خیال ہے بینک اکاؤنٹ کا سرے سے ہی کوئی ذکر نہیں ہے۔ بات اصل میں کچھ دوسری ہے جو آپ چھپا رہے ہیں۔"

فاخر نے سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

"بہت نہیں، رہے جہاں میں ابھی عیاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"عیاں؟" سعدیہ نے متحیر ہو کر پوچھا۔ "کس بات کو عیاں کر رہے ہیں آپ؟"

"صبر کرو۔۔۔۔ ابھی بتاتا ہوں۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ "پہلے تم میرے اس سوال کا جواب دو کہ یہ روپیہ پیسہ، گاڑی وغیرہ، انسان کو جمع ہی رہنے دینے چاہئیں یا خرچ بھی کرنے چاہئیں؟۔۔۔۔ دیکھو سوچ کر جواب دینا۔"

وہ شوخی سے ہنس پڑی۔ "عجیب بے تکی بات کی آپ نے۔ اگر بے حساب دولت ہے تب بھی انسانی ضروریات تو ہوتی ہی ہیں۔ بہرحال جہاں اور جب ضرورت ہو خرچ تو کرنی چاہیے۔ مگر میرے خیال میں اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ۔ بلا ضرورت نہیں۔"

"اللہ میری بیگم اور شریک حیات کو سلامت رکھے۔" فاخر نے خوش ہو کر کہا۔ اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ تھوڑی دیر غور اور پیار کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اسے تکتا رہا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "[illegible] ہم تم پہ مرتے ہیں۔"

سعدیہ کی شرمیلی بھری آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا، مگر چپ رہی۔ فاخر نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کی اوک میں بھر لیا اور [illegible] گنگنایا۔

"تمہاری باتیں
تمہاری ہنسی
تمہاری آنکھیں
تمہارا چہرہ
تمہارے شانے
صراحی گردن
کلائیوں میں کھنکتے کنگن
حنائی ہاتھوں کی چھب پہ [illegible]
کہ جس میں صندلی مہک رچی ہے
یہ نرم سانسوں کی گنگناہٹ
قدم اٹھاؤ تو جو چھنکیں
ساتھ چھوڑتی ہیں
بدن کا پیرہن ادب قیامت
نہیں تمہاری مثال جاناں
کہاں ہو تم، کہاں ہو جاناں"

[illegible] کی ذات جھوم جھوم کر فاخر کا ساتھ دے رہی تھی۔ [illegible] گھر کی ہر ہر چیز اس کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھی۔ اس کے والہانہ استقبال میں بھی جا رہی تھی، نثار ہو رہی تھی، گویا ہاں میں ہاں ملا رہی تھی۔

کبھی سعدیہ نے ہلکی سی سسکاری لے کر اس کے لبوں پر اپنا حنائی ہاتھ رکھ دیا اور گھبرا کر چھت کے فانوس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیوں۔۔۔۔ کیا ہو گیا؟" وہ سخت بدمزہ ہو گیا۔

"چپ ہو جائیے۔۔۔۔ کوئی سن لے گا۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY
Famous Urdu Novels
Free pdf Library

"اف امیگہ تو ٹھیک ہے، آپ کو تو سسرال میں بھی یہی خطرہ دامن گیر رہتا ہے۔"

"ہاں تو اور کیا۔ آپ تو سوچ کل فراموش کر بیٹھتے ہیں۔"

وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔ "جی ہاں، دیوانے جو ٹھہرے۔ بلکہ باؤلا کہئے، پاگل کہئے۔"

"توبہ خدایا۔۔۔۔ میں اپنے گھر کیوں بیٹھے گی؟"

"لے کے سارا موڈ غارت کر دیا۔" وہ خفگی سے بڑبڑایا۔

"معاف کر دیجئے حضور، غلطی سے غلطی ہو گئی۔" سعدیہ نے شرارت سے ہاتھ جوڑ دیئے، تو اس نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھر لیے اور جلدی سے بولا۔

"معافی مل سکتی ہے مگر۔۔۔۔ ایک شرط پر۔"

"شرط کیا ہے؟۔۔۔۔ بڑی ہی حق گوئی ہے۔" سعدیہ پر بھی اس کا رنگ غالب آ گیا۔

"کہئے تو اگر جان بھی حاضر کر دوں

تیری تو کوئی بات بھی ٹالی نہیں جاتی"

"بہت خوب۔" وہ نہال ہو گیا۔ پھر یکلخت [illegible] کے بغیر بہت حفاظت سے کہا۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

تیرے احساس کو [illegible] تھا

سعدیہ نے ایک مرتبہ پھر کچھ [illegible] کرنی چاہی مگر [illegible] نے دوبارہ اس کی کوشش ناکام بنا دی اور اسے بے بس کر کے [illegible]

"مس ڈیئر! اب تمہارے بولنے کا چانس ختم ہو گیا۔ [illegible] فیصلہ کن تھا اور انداز [illegible] ہے، وہ تمہاری [illegible] ہے۔ [illegible] تمہارے اختیار میں ہے۔ لیکن ابھی تم نے کہا کہ [illegible] اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ جہاں ضرورت ہو تم وہاں خرچ کرنے کی قائل ہو۔ [illegible] نظر میں سب میں اول ضرورت اس امر کی ہے کہ تم بابا جان سے لڑکیوں کو ان کا اسکول خود چلانے کی اجازت دلواؤ تو اس کے ساتھ ہی اپنے [illegible] کو [illegible] کی ضرورت کے تحت [illegible] سے مالی تعاون کرو۔

تمہیں ڈیئر! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ یوں بھی تمہاری رقم [illegible] میں بس پڑی ہی ہوئی ہے نا۔ کیونکہ تم زیور سونے کی بھی قائل نہیں ہو۔ [illegible] اس میں سے [illegible] کا بہترین مصرف یہی ہے کہ اسے ایک نہایت شاندار اور جدید تقاضوں کے مطابق قائم ہونے والے اسکول میں لگا دیا جائے۔ اب تم یہ رقم [illegible] کو قرض حسنہ کے طور پر دو یا پھر [illegible] شراکتی شرائط پر۔ یہ سب آپس میں طے کر لو۔ اگر تمہیں میرے مشورے ناقابل قبول ہوں [illegible] اعتراض ہو یا برے معلوم ہوتے ہوں تو کھلوں آئندہ میں کسی معاملے میں دخل انداز نہ ہو سکوں گا۔

بیوی میں آنے کے بعد کری رہنا۔ تمہیں یہ جان کر [illegible] کہ ایک روحانی کرب میں مبتلا رہوں گا کہ میری بیوی ایک جاہل اور تنگ دل خاتون ہے۔"

اپنی بات مکمل کر کے وہ جھٹکے سے اٹھا اور گلی میں کھلنے والے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس نے پیچھے گھوم کر سعدیہ کی طرف دیکھا تک نہیں۔

سعدیہ جس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے جھلملا رہی تھیں، وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ کہ میاں اور باقر انسان نہیں بلکہ انسانوں کے بھیس میں فرشتے ہیں۔۔۔۔ عبادت اور ریاضت سے آشنا فرشتے۔ یا پھر اگر انسان ہیں تو قدرت نے بڑی فرصت سے بیٹھ کر ان کو انسانی قالب میں ڈھالا ہے اور پھر دل ان کے آب زر سے بنا ڈالے ہیں۔

***

بادل گھر گھر آ رہے تھے۔ [illegible] ہوا چل رہی تھی۔ گھٹن اور حبس سے بار بار پسینے آ رہے تھے۔ اس کے [illegible] ایک بارش کی [illegible] کی طرح [illegible] کام میں۔

[illegible]

اب وہ [illegible] رخصت [illegible] گھر [illegible] تھا۔ بارش کو [illegible]

[illegible] اس کا [illegible] شام لئے [illegible] کے خیال سے چلی جاتی۔

فریح کے [illegible] ڈاکٹر صاحب سے بھی [illegible] انہوں نے قہقہہ لگا کر [illegible] سب ہم جیسے [illegible] نہیں ہیں۔" کہہ کر [illegible] دیا تھا۔

کل شام بارش شروع ہونے سے پہلے وہیں آئی تو بھائی نے بتایا کہ فریح واپس آ گیا ہے۔

کل سے اب تک بارش کا ایک پل قرار نہ تھا۔ آج وہ بیٹری بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس کے آنے کا سن کر [illegible] یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے ارادوں پر قائم نہ رہ سکے گی۔

پچھلی رات سے وہ شدید قسم کے ہیجان میں مبتلا تھی۔ یہ سوچ سوچ کر وحشت ہو رہی تھی کہ اس انجان اور پرائے شخص کا سامنا کس طرح کرے گی جو عرصہ پہلے تک اس کی منگیتر اور آخری [illegible] تھا اور وہ بے دھڑک خوابوں میں اس سے ہم کلام ہوتی تھی۔ اب وہی ہے وہ ایک دوسرے ہی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

روپ میں سامنے آنے والا تھا لیکن وہ ذہنی طور سے خود کو اس انتہائی صورت حال کے لیے تیار کر رہی تھی۔ رات بھر اسی ادھیڑ بن میں کروٹ بدل بدل کر غور کرتی رہی تھی۔

اس بات پر بھی اسے حیرت تھی کہ فرخ سینٹر کی بجائے گھر آیا تھا اور وہ بھی ان اوقات میں جب نازش غیر موجود تھی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ خود بھی نازش سے گریزاں تھا یا سامنا کرنے سے بچ رہا تھا۔

وہ ساری شام گھر میں ادھر سے ادھر ٹہل ٹہل کر غور و فکر کرتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ [illegible] آدمی کے ساتھ [illegible] نکلیں۔ نازش کے پہلے پہنچنے کے ساتھ ہی نکل چلی گئی۔

تب ایک ایک کر کے سب بند کمروں سے نکلنے لگے۔ چاندنی بوا بھی جمائیاں لیتی، اپنی پلنگ سے اٹھ گئیں۔

"ارے بیٹے ...... بڑا آج تو گھر ہی سے لوٹ رہا ہے۔" وہ دھاڑوں دھاڑ پسینہ پونچھتی ہوئی بولیں۔

"بیوا تو جا کر وضو کر لے بچے۔" نازش نے ہمدردی سے مشورہ دیا۔

"کیا وضو ......؟" انہوں نے بے زاری سے جواب دیا۔ "تیرا تو کچھ بھی ہے [illegible] میں ڈھیروں پسینے سے۔"

نازش کچھ کہنے کو تھی کہ اسے بھائی [illegible] وہ بولے۔

"ارے نازش بی بی! [illegible] گرم گرم آنے والے ہیں ...... اچھا ہوا آج تم نے چھٹی کر لی۔ اب جلدی سے [illegible] اور ہاں! وہ والے کے ضرور [illegible] نکالنے [illegible]"

فرخ [illegible] سے [illegible] بھائی [illegible] بیٹے۔

"کیسی گرمی [illegible] کیا کام؟ آپ بھی کمال کرتے ہیں [illegible]"

گرم اور [illegible] موسم [illegible]

"وہی تو [illegible]" انہوں نے [illegible] کر دیا۔

"بیگم ذرا [illegible] کہ کیا غضب کا موسم ہو رہا ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ" وہ [illegible] بولیں۔ "باہر جھانک کر اپنی [illegible] دور کرنے کی ضرورت ہے [illegible] جس موسم کو غضب کا [illegible] ہے [illegible] وہ پسینے چھوٹ رہے [illegible] ضرور [illegible] اب تو دو دن [illegible] نازش۔ ایسا حبس ہے [illegible] سانس رک رہا ہے سانس۔"

"خیر ...... ایسا غضب مت کیجیے گا۔" وہ بڑے دلار سے بولے۔ "خدا نخواستہ اپنا سانس مت روک لیجیے گا۔ ہماری آس ٹوٹ جائے گی۔ [illegible] مت [illegible] ہم [illegible] سے بھاگ جائیں گے۔"

قریب سے ہی چاندنی بوا نے اطمینان دلایا۔ "جیتیں صاحب جی! ...... بہت [illegible] رکھا ہے۔"

بھابی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئیں۔ انہوں نے شرارتی نظروں سے میاں کو دیکھا مگر وہ [illegible] ہو کر جواب دیے بغیر چل دیے۔

نازش کے دل میں مسلسل دھڑ پکڑ سی ہو رہی تھی۔ کسی بات سے لطف اندوز تو کیا ہوتی، اس وقت تو حلق سے ہی [illegible] ہو رہی تھی۔ تاہم عصر کی نماز پڑھ کر اس نے کچھ نہ کچھ [illegible] کر لی۔ اتفاق سے [illegible] بھی جلدی آ گئی [illegible] حیرت انگیز طور پر [illegible] آیا۔

رات کے کھانے سے قبل ڈاکٹر سلمان نے کئی جگہ اس کی تلاش میں فون کیے مگر اس کا کہیں بھی پتہ نہ مل پایا۔ [illegible] کرب سے کھانا کھایا۔ نازش کے سر سے وزنی بوجھ اتر گیا۔ اس نے جلدی جلدی چند نوالے کھائے اور بھاگنے سے اٹھ گئی۔ [illegible] سوار تھا کہ کسی طرف سے وہ آ نہ نکلے۔

اگلا سارا دن بھی سولی پر ٹنگے گزرا۔ یہ خیال اس کا دم نکالے ڈال رہا تھا کہ آج شام کو اس کے ہمراہ سینٹر جانا پڑے گا۔ لیکن شام آئی تو اس کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا۔ شام کو جب دستور احمد علی اسے لینے کے لیے آیا۔ شاید فرخ بھی اس کے سامنے آنے سے کترا رہا تھا۔

پھر بہت سے دن بیت گئے مگر وہ [illegible] اور نہ ہی اسے [illegible] میں کہیں دکھائی دیا۔

گھر میں بھی وہ بھائی کی زبانی اس کے آنے اور جانے کا پتہ لگتی رہتی۔

دھیرے دھیرے نازش کو اس کی بے رخی اور بے پروائی کا یقین آتا جا رہا تھا۔ بسا اوقات اسے اپنی بے وقعتی اور لاچاری پر رونا آتا۔ پھر فوراً ہی [illegible] ضمیر کی ملامت میں بدل جاتا۔ اس کے وجود پر بے زاری اور بے بسی اس حد تک [illegible] کہ [illegible] ہو جاتی۔

تو جو دل سے قریب [illegible] ہم بھی
محبت کی [illegible] کہیں!
وقت کٹ [illegible] صورت
تو کہاں [illegible] تو کہیں!

٭٭٭

"ملک زمین و ملک جناب تھی دلی
جنت و خلد میں بھی انتخاب تھی دلی
جناب [illegible] انتخاب تھی دلی
مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی دلی
[illegible] آنکھیں وہاں [illegible]
[illegible] کر اسے [illegible] نظر [illegible]"

آواز سے بھی زیادہ گداز الفاظ میں تھا ...... یا شاید الفاظ سے زیادہ گداز آواز میں تھا۔ کچھ بھی تھا، وقت کا کارواں چلتے چلتے تھم سا گیا تھا۔ ایک پُرسوز احساس نے چادر سی تان دی تھی۔

یہ اماں بی تھیں جو بچی کو گود میں لیے لوری سنانے کی بجائے داغ دہلوی کی شاعری سنا رہی تھیں۔ اپنی ہی کسی کیفیت میں کھوئی کھوئی اور ڈوبی ہوئی۔

اپنے کمرے سے نکلنے والا فرحت [illegible] عالم میں دبے پاؤں چلتا ہوا ان کے قریب آ بیٹھا۔ [illegible] بھی مسکراتی ہوئی وہیں آ بیٹھیں۔ اسی دوران [illegible] آ پہنچی۔ اس کی آنکھیں [illegible] رہی تھیں۔ باپ پر نگاہ پڑتے ہی [illegible] دادی کی گود سے نکل بھاگی۔ تب انہوں نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا۔ حیرت زدہ ہو گئیں۔

"ارے ...... تم سب کیسے آ گئے؟"

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"آپ کے سوز و گداز نے پکار لیا۔" کرائے واری نے جواب دیا۔

"کبھی کبھی گنگناتی رہا کریں تاکہ ہم بھی سنتے رہیں۔" فرحت نے بیگ کو گود میں لیتے ہوئے چہک کر کہا۔ "اماں! آج تو آپ نے بہت عرصے کے بعد کسی پرانے شاعر کو گنگنایا ہے۔ مجھے تو [illegible] کیا۔ کیا غضب کا گلا پایا ہے اس نے۔ ابھی جو آپ گنگنا رہی تھیں، کس شاعر کا کلام تھا؟ سارے کا سارا دلی کا ذکر تھا۔"

اماں بی نے ایک سرد آہ بھر کر کرائے واری کو جواب دیا۔ "داغ دہلوی کہہ گئے اور کون ہے گا۔"

"اچھا!" وہ عقیدت سے سر ہلانے لگی۔ "کیا خوب کہہ گئے حضرت داغ۔"

پڑی ہیں آنکھیں وہاں جو یکجا تھی زندگی کی
[illegible]"

اماں بی کے دل پر ایک دفعہ پھر چوٹ سی لگی۔ آنکھیں چھلک سی گئیں۔ نازیہ نے فوراً موضوع بدل دیا۔ فرحت کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

"کیا [illegible] بھائی آئے ہی کتنی [illegible] کے باتیں بھی نہ کر سکے۔ بس وہ گئے اور [illegible] کر کے چلے گئے۔"

[illegible]

"[illegible]" فرحت نے پر جوش ہو کر جواب دیا۔ "شادی سے پہلے [illegible] وہاں کی۔ گرمی کی چھٹیاں تو [illegible] وہاں [illegible] بہت [illegible] پاکستان [illegible]"

فرحت [illegible] کرائے واری اور اماں بی [illegible] کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ اماں بی اس کی [illegible] میں بولیں۔

"ہاں [illegible] فرحت۔ [illegible] کے ہاں سے آیا تو مجھے بہت تفصیل سے اس نے سب بتایا تھا۔ [illegible] کریں، گھر کے جھمیلوں سے فرصت کہاں۔ [illegible] سمو لات میں۔"

نازیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس جا بیٹھی اور خوشامد اور دلار سے بولی۔

"اچھی اماں بی! ضرور چلئے ابا کے ہاں۔ [illegible] بھائی بار بار کہہ رہے تھے کہ جولائی کے مہینے میں ضرور آئیں، آموں کا موسم غضب کا ہوتا ہے وہاں۔"

[illegible] کے آخر میں پلنگ پر پڑی پڑی سب کی باتیں سن رہی تھی اور سن سن کر [illegible] جا رہی تھی۔ اس کے قریب ہی اس کا بیٹا [illegible] بے خبر لیٹا تھا۔ معلوم نہیں سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا۔ نازیہ کے اشتیاق کو محسوس کر کے اماں بی مسکرانے لگیں اور شفقت سے بولیں۔

"ہاں ہاں، چلیں گے۔ تسلی رکھو۔"

"آخر کب چلیں گے؟" وہ ٹھنک کر بولی۔ "آج تو جولائی کی بھی پندرہ سولہ تاریخ ہو گئی ہے۔

FAMOUS URDU NOVELS

یوں ہی گزر جائے گا باتوں باتوں میں۔ معلوم بھی نہ ہو گا۔"

فرحت نے اس کرائے [illegible] چھیڑا۔ "کیوں، تمہیں آم کھانے کا بہت شوق ہو رہا ہے؟ گھر میں آئے نہیں ہیں کیا؟"

اس نے منہ چڑا کر جواب دیا۔ "آپ کو کون کہہ رہا ہے؟ [illegible] ہم اپنی اماں بی سے کہہ رہے ہیں۔"

وہ اور بھی زیادہ ستانے کو بولا۔ "ہاں جیسے اماں بی آج ہی فرمائش پوری کر سکتی ہیں محترمہ کی۔"

وہ بڑے بھروسے سے اکڑ کر بولی۔ "فرمائش کیسی؟ ہم تو جو بھی کہہ دیں ہماری اماں بی کبھی منع نہیں کرتیں۔"

فرحت کو بھی اسے چھیڑنے میں لطف آ رہا تھا۔ بولا۔ "تو پھر چیلنج کر دو۔ کہیں دیر سویر نہ ہو جائے۔"

وہ اترا کر بولی۔ "اور یہ چیلنج، دیکھئے ابھی دیتی ہیں اماں بی اجازت۔"

بہو بیٹے کی نوک جھونک اماں بی مسکرا مسکرا کر سن رہی تھیں۔ [illegible] کرائے واری بھی سن رہی تھی مگر اندر ہی اندر اس کا دماغ [illegible] حساب کتاب [illegible] جا رہی تھی۔ [illegible]

اچانک ہی وہ ماں بہو اور بیٹے کی [illegible] میں بولی۔

"کاش تو [illegible] کوئی نہ جانے [illegible] فرحت کی [illegible] تو ہرگز نہیں جا سکتی۔"

تینوں اس کی طرف گھوم گئے۔ [illegible] بیٹے کی [illegible] سے تجسس انداز میں اسے دیکھا۔

"کیوں؟ [illegible] میں کیوں نہیں جا سکتی؟" نازیہ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

کرائے واری [illegible] انداز میں [illegible] "تم نہیں جا سکتیں۔" ہم نے کہہ دیا۔

"واہ [illegible]" ہماری اماں بی اجازت دیتے پر [illegible] آپ نے رکاوٹ ڈال دی۔"

"[illegible] کے کلام ہیں۔ ہم تو [illegible] بات کرتے ہیں۔" کرائے واری ہنس پڑی۔

اس کا [illegible] انداز اب بھی قائم تھا۔

[illegible] سنبھل سنبھل کر پوچھا۔

"یا اللہ [illegible] آپ پہیلیاں بجھوانے جا رہی ہیں یا کچھ بتائیں گی بھی؟ [illegible] بتا دیجئے نا۔"

اماں بی اس کے انداز پر چونکیں۔ فرحت بھی کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کرائے واری کوئی انکشاف کرتی، کسی نے فرحت کو باہر سے پکارا۔ وہ باول نخواستہ اٹھ کر چلا گیا۔

وہ آج [illegible] کی چھٹی ہونے کی وجہ سے صبح سے گھر میں ہی تھا۔

"آخر یہ کیا بات؟ [illegible] بتایئے نا؟" نازیہ مسلسل کرائے واری کا پیچھا لئے ہوئے تھی۔ وہ ہنس کر بول پڑی۔

"اے بچی! مولا خیر کرے، معاملات تمہارے، اور حساب کتاب میں رکھوں؟ [illegible] ماشاء اللہ ایک بیٹے کی ماں بن چکی ہو۔ دوسرے کی دفعہ تو اور بھی زیادہ احتیاط رکھنی ہو گی۔ مولا خیر سے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

دوسری خوشی دکھانے پھر تیر صفا سے جاتی رہتی اپنی اپیا کے ہاں۔ یوں بھی وہ گاؤں والوں سے اِدھر اُدھر گھومتی پھرے گی، ہر جگہ آئے جائے گی۔ خدانخواستہ کہیں اونچا نیچا ہو جائے، میرے منہ میں خاک تو معلوم نہیں نوبت کہاں پہنچے۔"

نازیہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ کرائے داری کی چوری بات سمجھ کر اماں بی کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہوں نے چند لمحے سکوت اختیار کیا، پھر فوراً ہی کسی نتیجے پر پہنچ کر بول ہی گئیں۔

"ارے ہاں، ہماری عقل بالکل ہی گھاس کھا گئی ہے۔ اچھے خاصے جانتے بوجھتے، ہر بات کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ ٹھیک کہا تم نے۔ اللہ تعالیٰ بری گھڑی سے محفوظ رکھے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ [illegible] صحت باقی۔ سو اللہ نے چاہا تو اگلے برس چلے جائیں گے سعدیہ اور فاخر کے ہاں۔ تب تک انشاء اللہ تمام معاملات درست ہو جائیں گے۔ تب تک دلہن کو اپنا بہت خیال رکھنا چاہیے۔"

کرائے داری نے دل ہی دل میں کہا۔ "اللہ اس دن [illegible] ہماری [illegible] بی بی کو [illegible] بھلائی عطا فرمائے۔"

"آمین!" اماں بی کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

معظم کو ریوت گرمی کا احساس [illegible] اس کے پورے جسمانی نظام میں [illegible] سی اس کے دماغ [illegible] اور وحشت زدہ ہو اٹھی تھی۔

"کیا ہوا؟" اماں بی اور کرائے داری نے [illegible] پوچھا۔

نازیہ ان دونوں کی [illegible] سے لا کر [illegible] تھی۔ جھٹ گئی اور گھوم کر معظم کی طرف دیکھنے لگی [illegible]

"[illegible] اور معصیت کی گھڑی کے لئے میں قدرت کو [illegible] گی اور اس کے بعد [illegible] کو بیل کرتے تھے۔ خدا نخواستہ [illegible]"

سب کو ساتھ [illegible] اور [illegible] وضاحت کرنے لگی۔

"ایک دن وہ [illegible] آ جایا کرتی تھی۔ [illegible] کرنے کے لئے تو اسے بھی معلوم نہیں کس نے منع کر دیا۔ آج وہ بھی ان ہونے لگے ہیں یہ جو کی کو پتہ ہو [illegible] سب کی جانے ہے۔ سارا دن [illegible] بری طرح۔"

اب اماں بی کو ہوش آیا۔ کہنے لگیں۔ "ارے بیٹی! تم کس قدر [illegible] ہو گئی ہو؟" [illegible] تبھی نے تو زمین کو وہ روز کی بچی بھی دی تھی۔ میرے سامنے کی بات ہے بچی۔ بدگمانی کی بھی حد ہوتی ہے۔

مگر مجال ہے کہ معظم کو شرمندگی ہوئی ہو، اسی طرح بگڑ کر بولی۔

"میں تو جانے کو بیٹھی ہوں۔ اتنی سخت گرمی پڑ رہی ہے۔ اگر کوئی ذرا سا نکل مل جاتا تو تیار کر کپڑے تو بدل لیتی۔"

نازیہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"چلئے آپا! میں آپ کے نکل مل دیتی ہوں۔ دیکھئے بادل بہت زوروں میں چڑھ رہے ہیں۔ شاید بارش برس جائے۔ آپ کا تو گرمی سے برا حال ہو جائے گا۔"

معظم کچھ نہ بولی۔ اس کی رضامندی پا کر اسے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اماں بی اور کرائے داری دیکھتی رہ گئیں۔

"اللہ تعالیٰ سعید احمد کو ہمیشہ ہر جگہ سرخروئی عطا فرمائے اور ان کی نیک اولاد کو خوش رکھے۔ پھر زمانے سے ہمکنار کرے۔" اماں بی نے خلوص سے دعا کی۔

"آمین!" کرائے داری نے پکار کر کہا۔

عین اسی وقت باہر کا دروازہ کھلا اور فرحت اور شرافت آگے پیچھے آم کی پیٹیاں لا لا کر اندر رکھنے لگے۔ ایک ایک کر کے ماشاء اللہ آٹھ عدد پیٹیاں گن کر تو دونوں سامنے بجھولی ہاتھ جوڑے ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ فرحت اماں بی کی سوالیہ نظریں دیکھ کر مسکرایا۔

"بہت ہی چاہ رہا تھا تو آپ کی بہو بیگم کو آم کھانے کو اور وہ بھی فاخر کے باغات کے۔ دیکھئے بھیج دیے ہیں ان لوگوں نے۔"

کرائے داری نے فوراً اٹکل دیا۔ "بھئی تو کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

اماں بی نے حیرت کے انداز میں کہا۔ "لیکن بھلا انہیں کیا ضرورت تھی جو اٹھا کر کون لایا ہے؟"

شرافت علی ہنس کر بولے۔ "کہا کون؟ [illegible] کا آدمی ابھی لایا، اپنی بڑی سی گاڑی میں بھر کر لایا تھا۔ وہاں بیٹھ [illegible] یہاں پہنچا گیا تھا۔ [illegible] ہیں وہ لوگ سب کے سب تحفے بھلانے میں انہوں نے۔"

اماں بی نے تعجب سے پوچھا۔ "[illegible]"

فرحت ہنس ہنس کر تفصیل بتانے لگا۔

"ایک [illegible] آپ کے کرائے داری [illegible] شفقت بھائی کی اور [illegible] فرحت علی [illegible] یاد آئی۔"

"[illegible]" اماں بی بھی ماتھے پر ہاتھ مار کر ہنسیں۔ کرائے داری ہنسنے لگی۔ پھر وہ فرحت کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔ "[illegible] میں سے جو چار سعید احمد کے ہاں بھجوا آؤ۔"

"ارے ہاں! آپ [illegible] آپ کے گھر سے آئے ہیں تو وہاں بھی حد کی ہیں۔ آخر ان کا بھی حصہ ہے۔"

باہر بادل بھرا بھرا ہونے لگے تھے۔ برساتی ہواؤں کے جھونکوں کے ساتھ ساتھ دل بھرے بیٹھے آموں کی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔

⁂

اساڑھ کا مہینہ لگ چکا تھا مگر گرمی کی شدت نہ ٹوٹی تھی۔ ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ گرم ہواؤں کے تھپیڑوں میں کمی آ گئی تھی مگر لو کے جھونکے تھمتے ہی حبس میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا۔ بادلوں کے ٹکڑے کے پڑے دھنکی ہوئی روئی کی طرح آسمان کی وسعتوں میں جمع ضرور ہو جاتے لیکن برسے بنا بکھر جاتے۔

اچانک ہی ایک شام تمام دن کی شدید گرمی اور گھٹن کے بعد بارش کا چھینٹا پڑ گیا جس کے ساتھ ہی سرخی غبار سے لدی پھندی فضا میں اجلی اجلی ہو کر نکھر گئیں۔ بھیگی زمین سے مٹی کی سوندھی خوشبو اٹھی اور برسات کے خوشگوار جھونکے اسے چاروں اور لے اڑے۔ دیکھتے ہی دیکھتے برسات کی شام سہانی اور دلربا ہو گئی۔

اماں بی نے آج سارا دن رسیلی کو بچھا کر چڑھنے کے آگے بچھائے رکھا تھا اور طرح طرح کی

تھیں کر کر کے اس کا بھیجہ پلپلا کر ڈالا تھا۔ دن ڈھلے تک اس کے سر میں [illegible]
اماں تیجری کی مستقل جھڑکی اب باقاعدہ کی اس ٹوٹی پھوٹی بھدی آواز کے ساتھ سارے گھر میں اڑتی
پھر رہی تھی۔

کر کجن ول دھیان گوے
چوند ھنت تیرے ہتھ آیا، بابل تیکھی کچھ کھول گوایا
بھیں قدر ھنت نہ پایا، جد ہوئی گم آسان گوے
کر کجن ول دھیان گوے
ویرا اپنے پاس بلاویں، کت کت سوت بھڑولی پاویں
ایھیں وچوں رات لنگھاویں، اوکھی کر کے جان گوے
لوں سولانے پکے ریندا ایں، دا پاس ابجڑی دے بہندا ایں
بھانت وچھوڑا سہندا ایں، اس تکلی کی کس تینوں گوے
اج اینا تیرا کم گوے، کیوں ہوئی ایں بے غم گوے
کیہہ کر لیئیں [illegible] گھر آئے مہمان گوے
کر ماں نہ [illegible] نام نشان گوے
کر کجن ول دھیان گوے

ماں تیجری معلوم نہیں کب تک [illegible] گیا۔ اس نے اپنے سامنے میں بہت سے
بھرے ہوئے سلونے بھر کے تھے [illegible]
"لے اپنا رونے سلونے"
وہ سیدھا [illegible] گیا۔ رنگیلی نے سلونے
سنبھال کر تھے پر پوری ڈھک دی اور خود جلدی جلدی لالٹین جلانے لگی۔ لالٹین کی چمنی وہ بڑی رونق سے
بھوسے [illegible] کی راکھ سے رگڑ رگڑ کر صاف کیا کرتی تھی۔ [illegible] لالٹین جلاتے ہی روشنی کی کرنیں پھیلنے
لگیں۔ لالٹین اٹھا کر اس نے [illegible] پر رکھی اور [illegible] کے جانے میں جا بیٹھی۔
باہر کی [illegible] میں دوپہر شام ہی [illegible] آج برسات کی شام ہونے کی وجہ
سے بہت گہرے اندھیرے اترنے سے پہلے اتر رہے تھے۔
آج رنگیلی نے بڑا [illegible] بہت ہی ترکاری بنائی تھی۔ ساتھ میں کیری کی چٹنی تھی۔ جب تک
وہ گھوڑے کو [illegible] کر کے آیا، وہ اماں تیجری کو روٹی پانی دے کر وہیں کے لئے [illegible] کر کے آئی
اور اس کے سامنے بیٹھ کر پنکھا جھلنے لگی۔ تیجن نے کھانا کھایا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر ایک لمبی
ڈکار لے کر بولا۔
"آج رت چنگی ہے...... چند دا اک ہی چھینٹا ٹھنڈ پا گیا...... باجری آ گئی [illegible]
وی ٹھنڈی تے صاف اے۔ ہاڑ مہینہ ختم ہو گیا، ساون آگیا۔ رت بدلے گی ضرور۔" وہ آنکھوں پر
ہاتھ کا چھجا بنا کر تاریک آسمان کو گھورتا ہوا بولا۔ "بدل تو ہیں۔ پر بینہ ٹھہر گیا...... ماں اپنا کھانا
کھا لیا؟"
"ہاں...... رب جانے۔" اس نے پانی کا کٹورا منہ سے ہٹا کر جواب دیا۔ "ساون چڑھتے [illegible]
جھڑیاں، وہ کہاں والا برسی کا [illegible] مگر [illegible] ہو یا نہ ہو، اماں کی کالی کالی راتیں [illegible]

بیاہ اور [illegible] گئی ہے...... گھر گھر گئی ہے۔"
عین اسی وقت چند سریلی چیخیں گونجیں۔ گوجی اور چند [illegible] بھاگتی ہوئی، شور و غل مچاتی رنگیلی
کی چار پانچ سہیلیاں اندر آگئیں۔ سب نے گہرے رنگوں کے بھڑکیلے لباس پہنے تھے۔ ماسٹر عطا
اللہ کے بیٹے کی شادی تھی۔ چھٹے بادلوں اور [illegible] بارش کے باوجود ڈھولکی کی آواز صاف سنائی
دے رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں انہوں نے رنگیلی کو بھی تیار کر لیا اور سب نے مل کر شادی والے گھر کا
رخ کیا۔
وہ اور ماں تیجری نے ایک دفعہ بھی منع نہ کیا تھا۔ اپنے علاقے کے رسم و رواج سے اچھی طرح
آگاہ تھی۔ وہ رنگیلی پر بے پناہ بھروسہ تھا، اعتبار تھا۔ اس کی محبت اور [illegible] میں کبھی کمی نہیں آئی تھی۔
شادی والے گھر کے کشادہ صحن میں بہت ساری عورتیں جمع تھیں۔ [illegible] میں جگہ
جگہ مشعلیں روشن تھیں۔ عورتیں ایک دوسرے کے منہ سے منہ جوڑے ڈھولک کی تھاپ پر لہک لہک کر
گا رہی تھیں۔
ان لڑکیوں کے [illegible] میں شامل ہوتے ہی ایک خوشگوار سی ہلچل مچ گئی۔ ان لڑکیوں نے
آتے ہی عورتوں سے ڈھولک چھین لی [illegible] آمنے سامنے بیٹھ کر اپنی شوخ آوازوں
میں گانے لگیں۔
اب صورت حال یوں بنی کہ [illegible] پہلا بول اٹھایا۔

"چھلیاں [illegible] ماہے
چھلیاں [illegible] واری
[illegible]
چھلیاں [illegible] باری"

ان کے خاموش ہوتے ہی دوسری ٹولی [illegible] مسلسل ڈھولک پر تھاپ دیتی رہی۔ پھر اس نے
اپنا بول گا ڈالا۔

[illegible]

کئی عورتوں نے ہاتھ چلا کر انہیں داد دی۔ پہلی ٹولی نے دوسرا گا ڈالا۔
"تھال دے وچ بھکھاں ماہے
تھال دے وچ بھکھاں
نی [illegible] دے کول [illegible]
تیجی [illegible] وچ [illegible] اکھاں"
دوسری والی ٹولی میں رنگیلی بھی شامل تھی۔ اس کی سریلی اور خوبصورت آواز سب میں نمایاں تھی۔
اس وقت وہ آتشی گلابی رنگ کے دوپٹے میں چمک رہی تھی۔ آنکھوں میں دمکتے کاجل اور قدرتی لال
لال ہونٹوں کے ساتھ مشعلوں کی روشنی میں بہت ہی معصوم اور [illegible] لگ رہی تھی۔ ڈھولک وہی بجا
رہی تھی۔ اچانک اس نے تان اڑائی۔

"مجھ پلیندے او ہم او کے ہائے
مجھ پلیندے او ہم او کے
آن دیاں چڑیاں خوشیاں
چانجے او ہم او گئے"

ویلا جو خود اس کے دل میں اتر گیا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گئی۔
کبھی ڈھول ٹولی نے پچھے کا جواب دیا۔ جو سب حال بھی تھا سب موسم بھی۔

"بیبہ بچیا اے کنڈیاں تے ہائے
بیبہ بچیا اے کنڈیاں تے
رب مولا تیرے کرے
اساں وچھڑیاں بچیاں تے"

بادل زور سے گرگرائے اور بجلی چمکی۔ [illegible] رنگیلی کے دل سے درد بھری ہوک اٹھی۔
اس نے بے چین ہو کر پہلو بدلا اور بے اختیار ڈھولک سے ہاتھ کھینچ لیے۔ فوراً ہی دوسری ڈھولکی تھاپ دینے لگی۔
گرنے کے بعد ہی ایک بھاری بھرکم عورت اٹھی۔ گھونگھٹ ہو گئی اور ٹھمکے لگا کر گانے لگی۔

"اساں دیاں تتڑیاں لوں لگ گیا بیر نی
رت وے سجناں الیں بیرا تیرا نی
رت وے ساون ویلا بیرا ذور نی"

اس کی شوخی ادا دو مصرعوں پر اک [illegible] رنگیلی کے درد دل پر ہاتھ [illegible] کی طرح بجلی سے گر کر جلتی ہوئی لکڑیوں سے [illegible]
دلہا کی ماں بستی کی مراثن سے کچھ گانے کی فرمائش کر رہی تھی۔ بستی کی بھی عورتیں اس کی درد بھری آواز اور گیتوں کے لئے سے واقف تھیں۔ چنانچہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ مراثن گانے لگی۔ مراثن نے گھوٹل [illegible] ہاتھ کان پر رکھا۔ ایک [illegible] آہ بھری اور کسی زخمی اور گھائل کونج کی طرح فریاد کناں ہو گئی۔ برسات کی کالی سیاہ رات میں اس کی آواز پاگل ہوتی ہوک بن کر گونجنے لگی۔

"جیو ڈھولا، جیو ڈھولا، جیو ڈھولا"

رنگیلی کا دل کچھ ہی اس زور سے گھبرایا کہ وہ گھبراہٹ ہی گھبراہٹ میں اٹھی اور بستی کی اندھیری گلیوں میں ٹھوکریں کھاتی ہوئی اپنے گھر کی طرف چل دی۔ مراثن کی پکاریں قدموں سے لپٹی جا رہی تھیں۔ اچھا ہی ہوا وہ اپنے اندر سے زنجیر چڑھانے کی بجائے کنڈی لگا دی تھی، لہٰذا اس نے باہر سے ہی کنڈی کا کنڈا گھما کر کنڈی کھولی اور اندر پہنچ کر زنجیر لگا دی۔
ماں اور دیر گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ بھی جلدی سے کھری کھٹی پر بیٹھے کپڑوں کے ساتھ پڑ رہی۔
مراثن کی آواز کی بجائے اب تالیوں کی مسلسل تھاپ پر جھنکیاں بجانے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔
ساتھ ہی تالیاں ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔ وہ سب مل کر گلا اچھال رہی تھیں۔
رنگیلی دیر تک دم سادھے پڑی رہی۔
ساون بھادوں کی یہ کالی رات اس کے لئے ایک یادگار رات بن گئی تھی۔ کالے کالے بادل گھر گھر

گرلائے چلے آ رہے تھے۔ ہوائیں بھر بھر کر چلنے لگیں۔ آدھی رات تک رقص و مستی کا سلسلہ جاری رہنے کے بعد منقطع ہو گیا۔ رات لمحہ بہ لمحہ سنسان ہوتی گئی۔ راستے گلی گلیارے ویران پڑ گئے۔ ہواؤں میں ٹھنڈی راکھ اڑنے لگی۔ ہر طرف تنہائیاں سنسنانے لگیں۔ بادلوں کی وجہ سے مدہوش ہو کے ہلکے پھلکے ہول سنانے بھاگتے چلے گئے اور جب بادل زور زور سے گرج گرج کر برس پڑے۔ آسمان سے زمین کی طرف برسات کی جھڑی لگ گئی۔ پانی بجلی کی طرح برس رہا تھا۔ آسمان پر سیاہ بدلی تن گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بستی میں ہر طرف، ہر جگہ پانی ہی پانی۔ کچڑ ہی کچڑ دکھائی دینے لگا۔
کھیتیں اور جنگل برساتی پانی میں ڈوب گئے۔ ساون کی بجلی ہی بارش اپنے پورے جوبن پر تھی۔ رات بھر بادلوں کے سنگ سنگ رنگیلی بھی روتی رہی۔ اس کی آنکھیں اور دل اپنے ہی اشکوں کی برسات میں ڈوبتے ابھرتے رہے۔ آج بھری برسات میں اس کا تن من جل اٹھا تھا۔ وہ کیسے نہ جل تھل کر دیتی!
گیا "ڈھولا" تھا اس کا —— وہ دلیر تھا، وہ رقا، البیلا تھا۔ گھبرو جوان تھا۔ جو ڈر ایک زور کی چوٹ لگا دیتا تو بستی ہل جاتی تھی۔ کھیلیاں کھلیان، گھروں کے قریب آ کر وہ بستی میں ہل چلا کرتا تھا اس کے گھر تک دم سے آباد تھا۔ گاؤں کی رونقیں اسی سے تھیں۔ مگر آج گئے سارے دنوں سے غائب تھا۔
اس دن گھر کے پچھواڑے کھو کے پاس [illegible] سے وہ آیا ہی نہ تھا۔ رنگیلی کو یاد آیا۔
ایک دفعہ پہلے بھی وہ بہت دنوں [illegible] تھا کیونکہ اس بار وہ کر گیا تھا اس کے بہت دنوں تک روتے پیٹتے رہی۔ بے [illegible] والے گھر میں اس کے رشتوں سے بچے گھر گھر اتر گیا ہو۔ ایک دم ہی اس نے بے ترتیب کا سب کچھ ہی آ گیا تھا۔ بھری رات کے اس آخری پہر جب تیز ہوا میں [illegible] آنکھیں سرخ ابھر رہی تھیں۔ بادل بجلیوں کی طرح [illegible] سے [illegible] آنکھوں میں بے تاب بھری آگ تھی۔ جل جل رہا تھا۔ وہ جلتی کی تنہائیاں بجھ بجھ کر رات میں جل رہی تھی۔ وہ بجھ بجھ کر بجلی سے گر کر جلتی رہی۔
برسات کی کالی رات [illegible] کے سنسان کے بیچ سے [illegible] بجلی کی لوچ کے بھروں سے ہو کے اندر گزر رہی تھی۔ بجلی کے اندر سے بجھنے والی مدھم روشنیاں ویرانوں میں کی طرح لہرا رہی تھیں۔ پورے گھر پر گہری خاموشی چھائی تھی۔
بادل رک رک کر گرج رہے تھے۔
رنگیلی کا تکیہ بھی آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔
اس کی شدید بھری زندگی میں یہ بچھڑنے کا دکھ معلوم نہیں کہ وہ کب سے جڑا تھا ورنہ وہ تو اپنی اب تک گھر میں بھی روئی ہی نہ تھی۔
دیر تو اس کی آنکھوں کا آنسو اپنے بیٹے کا زخم لے چلتے والوں میں سے تھا۔ پھر رنگیلی نے کون سا روگ اپنے اندر پال لیا تھا؟
کسی سادہ لوح کی دوا —— اپنے روگ لگنے والے کا نام تک نہ جانتی تھی۔
برستے بادلوں کے ساتھ ساتھ اس نے بھی جی بھر کے نیر بہائے۔ دل اس ہولناک خیال سے ڈوبا جا رہا تھا۔
"کہیں ایسا نہ ہو جانے والا —— کبھی لوٹ کر نہ آئے۔"

"کدی موڑ مہاراں ماہیا
تیریاں واٹاں تو تکدی کھلویا
میں نمانی دھڑکدی رہ گئی
کوئی گندھ جیں دل بہہ گئی
کوئی جیں اوہا ہولیا
کدی موڑ مہاراں ماہیا"

***

جہاں کی دوسری بیٹی کی اطلاع خوشخبری بن کر پوری حویلی میں گھوم گئی۔ سبھی خوشی سے کھل اٹھے۔ [illegible] اس کے دوسرے بچے ہونے کی [illegible] کی بڑی بہوؤں کا دھیان اکثر اس کی طرف لگا رہتا تھا۔ اس وقت زرینہ بیگم نے اسے بیٹے کی [illegible] کے لئے کم ہی کہا تھا۔ مگر وہ خود بھی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے نہ جا سکیں۔ [illegible] بابا سے خبر لی۔ نیلی جہاں نے سب آگے پیچھے کی خوش خبری کی۔

"بھئی اس جس کی جو صحت تھی [illegible] وہ سب اچھی کر لے۔"

چنانچہ سب نے فوراً تیاری [illegible]

[illegible] نے بھی آنکھوں دیکھا اور [illegible] اس سے خود سرور بابا نے جانا کے لئے جو صحت حال کی۔ سو طرح کہا [illegible] سو نے ان کے کہنے پر عمل تو [illegible] چھوڑا گھر جہاں کے اول نے [illegible] سب کچھ محسوس کروا لیا تھا۔

حویلی کے [illegible] جہاں کی سسرال سے بھی حال لائی تھی۔ [illegible] کا سلسلہ چل نکلا۔ گھر کی نوکرانیوں، ملازموں کی بن آئی۔ سب نے حویلی کے تحریک کہا کہ سب کے [illegible] کے سسرال جانے کا قصد [illegible] سسرالی [illegible]

دو تین نوکروں کے ساتھ نیلی جہاں اور شگفتہ کو روانہ کرنے کے بعد زرینہ بیگم نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔

انہوں نے جھوٹے منہ بھی گھر میں موجود دوسری بہو کو جانے کا کہہ کر اپنی بیٹی کے سسرال بھیجنے کا تکلف کیا تھا۔ ان کے بچوں، وہ کیا تھی ہی تھی۔

سعدیہ اور کاشر تو اس تو بہن [illegible] رہ بابا کی قربت میں لگ گئے۔ سعدیہ نے دن رات خدمت کر کر کے انہیں اٹھا کر کھڑا کر دیا تھا۔ گو کہ پہلے کی سی چستی بدن میں نہ رہ گئی تھی مگر اب انہیں بیمار بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ چلتی تو وہ پہلے بھی لنگڑا کر تھیں مگر اب ہے کہ قدرے زیادہ گھسٹنے لگی تھیں گھر چلا دو سعدیہ کا۔ وہ پوری حویلی میں ان کی لاٹھی بنی پھرتی تھی۔ حالانکہ ابا میاں نے تحفے فرصت میں ان کو وہیل چیئر لا کر دی تھی مگر اس کے استعمال کا سوچا نہ گیا۔

جانے والوں کے بعد سرور بابا کو ہوش آیا۔ زرینہ بیگم کا تجاہل عارفانہ بہت ناگوار گزرا تھا۔

انہوں نے اسی شام انہیں جا پکڑا۔

"کیوں بھئی زرینہ! ___ یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟"

انہوں نے کپکپاتی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

"چوہدری دلہن کیا وہ دکھ کی کمی ہے جسے تم نے خاندان میں سے اقبال پھیکا؟"

پاندان میں سے چھالیہ پھانکتی ہوئی زرینہ بیگم کو اچھو سا لگ گیا۔ لیکن غصے کے مارے سرور بابا کی نظر انداز کر ڈالا۔ آج بہت دنوں کے بعد انہیں غرارہ آیا تھا۔ کمرے میں بیٹھی نوکرانیاں سمجھ سے نخرہ ہو گئیں۔

جب تک زرینہ بیگم نے سنبھالا لیا، بابا خشمگیں نگاہوں سے گھورتی رہیں۔ بالآخر انہوں نے دریافت کیا۔

"کیا ہوا چوہدری ہیں آپ؟ ___ ہم کچھ نہیں؟"

بابا نے مشترا ہوکر انہیں سے پوچھا۔ "کیا سمجھ میں نہیں آیا؟ ___ جو کارگزاری تم نے کی ہے، ہم نے اس کا جواز پوچھا ہے۔ ہمارا سوال کچھ میں نہیں آیا یا جواب نہیں دینا چاہ رہیں؟"

ان کی اس قدر وضاحت سے زرینہ بیگم تو بوکھلا کر رہ گئیں۔

"بھئی کیا کارگزاری ہے ___ معلوم نہیں آپ کو کیا ہوا لگ گیا ہے۔"

"الیں ___ ہم تو بیٹا ہی بڑے ہو گئے۔ یہ ہم ہو جو ہو گے۔" سرور بابا بہت بگڑیں۔ "ہم ہی میں کوئی کمی ہوتی ہے جو تمہاری گھر کر [illegible] لگے بیٹھے رہتے ہیں۔ آج کو ہم [illegible] بہو تو اپنے بیٹے کے ساتھ اس میں [illegible] سے دور بیٹھے ہیں۔"

زرینہ بیگم نے آنکھیں پھاڑ کر [illegible] کی طرف دیکھا۔

"بابا! ___ [illegible] کیا ہوا ہے آپ کو؟"

انہوں نے تنک کر جواب دیا۔ "[illegible] معاف ہو بیٹھے ہیں۔ پاگل ہونے لگا وہ بھیں۔ باپ کے تمہاری [illegible] لگانے کا فیصلہ کر [illegible] بہو نے جہاں حوصل آسمان ہو جانے کی تمہاری۔"

زرینہ بیگم کے ہونٹوں میں مسکراہٹ آئی۔ "بابا! آپ تو ہم سے بہت بدگمان ہو رہی ہیں۔"

"چپ ___" [illegible] بابا نے [illegible] "آپ ہم کو ناں کا قصور تھا، ہم ہی چاہ لا دو... اس کو کہتے ہیں۔ ارے کہ ان کو بلاؤ تو ہے۔ ہم بھی ابھی انہیں گھر جا کے معاف کر دو گے۔"

اب زرینہ بیگم بلکہ سے اٹھ کر ان کے قریب جا بیٹھیں اور [illegible] سے بولیں۔

"دراصل طبیعت ذرا بے حال سے ہیں۔ آپ کو بہت بھلا کر رہا ہے۔ اگر خلاف مزاج کوئی بات ہو جائے تو نظر انداز کر دیا کیجئے۔ کسی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔"

بابا نے ان کے اکلوتے بھرے ہوئے کو ایک جھٹکی زبان دور کر دیا اور بے دردی سے ان کا ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہو گئیں۔

"مت کرو ہم سے یہ چاپلوسی والی باتیں۔ دیکھ لی تمہاری دریا دلی۔"

زرینہ بیگم کا ماتھا بھر ٹھنکا۔ جس موضوع سے وہ کترا رہی تھیں، بابا بار بار انہیں اسی طرف گھسیٹے جا رہی تھیں۔ زیادہ فکر انہیں اس بات کی تھی کہ اتفاق سے آج کوئی بیچ بچاؤ کرانے والا بھی نہ تھا۔ نیلی جہاں کا دم غنیمت تھا گھر میں گھر سے اتفاق، آج شگفتہ بھی چلی گئی تھی۔

زرینہ بیگم نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا مگر جانے فرار نہ پا کر بیٹھیں۔

"سرور بابا! اب آپ کے گھٹنے کا درد کیسا ہے؟ ___ جہاں بہو سے کہہ کر کرامات والا تیل منگوا دیں۔ ذرا آرام مل جائے گا آپ کو۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

باجی بھرا کر بیٹھیں۔ کسے جھاڑ میں گیا گھٹنے کا درد اور جوڑوں میں کمی تمہاری بھول۔ ہمیں تمہیں درکار تمہاری ہمدردیاں۔ تم ہمارے سوال کا سیدھی طرح جواب دو۔"

زمانی بیگم نے ایک گہرا سانس لیا اور زچ ہو کر پوچھا۔

"اچھا، پوچھیے ــــ کیا پوچھ رہی ہیں آپ؟"

سرور باجی نے انہیں گھور کر دیکھا اور خفا ہو کر بولیں۔

"لو اب سوال ہی بھول گئیں۔ بڑھاپا آ گیا مگر بننے کی عادت نہ گئی تمہاری۔ اچھی بات ہے پھر دہراتے ہیں۔ دیکھو اب آ گئیں نا باجی شامت کرنے۔ یہ بتاؤ کہ جب وہ بہو بیگم موجود تھیں تو تم نے سمیعہ کے ایک کو بیاہ کے لئے سمجھا ایک کو کیوں نہیں؟ شاکر دلہن تو اللہ کے پیارے بھی [illegible] ہو کر بھی چکی ہیں۔"

زمانی بیگم کی جھنجھلاہٹ سی آ گئی۔ لاکھ سنبھالا لینے کے باوجود وہ چند لفظ زبان کا اظہار کر گئیں۔ حالانکہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ کسی بے احتیاطی سے باجی کی حالت غیر ہو سکتی ہے۔ اسی لئے وہ اس موضوع سے مسلسل پہلوتہی اختیار کئے ہوئے تھیں مگر آج وہ دونوں کی شامت اعمال نے پکڑ لیا تھا۔ بالآخر ان کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ [illegible] جواب دیا۔

"کون سی دو بہوئیں؟ ــــ آپ کی [illegible] حویلی میں واقعی دو بہوئیں موجود تھیں تو بیٹا ہی [illegible] نے بتایا ہے۔ جب [illegible] گیا ہے تو اس کا سیدھا سا مطلب یہی [illegible] ایک ہی بہو ہے اور وہی ہماری تمام بھی ہے۔ لہٰذا ہمارے سمیعہ کے بیاہ کے [illegible] ہی کا ہے۔"

سرور باجی [illegible] سوچ

یہ کہنے کے بعد جب [illegible] بولی [illegible] پر بیٹھ گئی۔ سانس کا صاف صاف جواب ان کی سماعت سے [illegible] آنکھیں کھول گیا [illegible] زمانی بیگم اب نہایت آرام سے [illegible] کر رہی تھیں۔ گویا [illegible] دل کی بات کا بوجھ [illegible] یوں محسوس کر رہی تھیں جیسے [illegible] سے کچھ میں اٹکا [illegible] گیا اور [illegible] رہی تھیں۔

اچھا ہی ہوا کہ آج [illegible] ورنہ جی کی [illegible]

تاہم ایک [illegible] ڈرتے ڈرتے سرور باجی کی طرف دیکھا۔ وہ اب تک [illegible] بیٹھی تھیں۔ آنکھیں معمول سے زیادہ کھل گئی تھیں۔ چہرے [illegible] تو بھرا گیا۔

"باجی! ــــ سرور باجی!" انہوں نے وحشت بھری آواز میں انہیں پے در پے پکار ڈالا۔

"ایں!" باجی کا جمود ٹوٹ گیا۔ انہوں نے ذرا سی دیر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ زمانی بیگم کی جان میں جان آئی۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا پان انہیں پیش کرتے ہوئے بولیں۔

"لیجئے ــــ یہ پان کھا لیجئے۔"

بس اتنا کہنا غضب ہو گیا۔ باجی کی تمام حیات ایک لمحے میں بیدار ہو گئیں۔ انہوں نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پان کو دیکھا پھر پوری قوت سے اٹھا کر فرش پر دے مارا۔

"[illegible] تمہارا پان بھی۔ بس ہوا تمہارا رشتہ ختم۔ آج تم نے اپنی کر لی۔ یہی ہے تمہارا اصل روپ زمانی ــــ ہم نے تمہیں خوب پرکھ لیا۔ لیکن ہم تم سے پوچھتے ہیں اگر تمہاری ایک ہی بہو

تو پھر وہ کون ہے جو دن رات ہماری بچی سے گھی [illegible] رہتی ہے جس نے ہماری خدمت میں ان کو کبھی نہ رات کو رات [illegible] ــــ کون ہے وہ؟ ــــ اس آخری سوال کا جواب تو دو ہمیں۔"

زمانی بیگم ذرا سی دیر کو چپ کی چپ رہ گئیں۔ جواب نہ بن پایا۔ سرور باجی جواب طلب نظروں سے مسلسل ان کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔

"جواب دو زمانی!" انہوں نے [illegible] کر دریافت کیا۔

"ہمیں نہیں معلوم۔" بالآخر زمانی بیگم نے پیشانی پر لاکھوں تیوریاں ڈال کر جواب دیا۔ "مجھ سے کرا [illegible] انہیں حویلی میں، انہی سے معلوم کیجئے۔"

"بہت خوب۔" سرور باجی نے سر ہلا کر [illegible] کہا۔ "تمہاری نظر میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لئے ظاہر ہے تمہیں سوال کا جواب کیا معلوم۔ مان گئے بھئی ــــ مان گئے ہم تمہیں زمانی بیگم واقعی تم [illegible] ایک ہی ہو۔ اچھی بات ہے [illegible] اپنے اس سوال کا جواب [illegible] حویلی میں [illegible] آیا۔ تم تمہیں جواب دینا چاہئیں [illegible] ہماری کیا [illegible] تمہیں مجبور کر سکیں۔ جواب دینے والے تو وہی جواب دیں گے۔"

اتنا کہہ کر سرور باجی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ ان کی [illegible] اختیار کرنے سے زمانی بیگم کو دلی خوشی [illegible] ایک [illegible]

وہاں سے اٹھ کر باجی نے سیدھے [illegible] کا رخ [illegible] راستے میں جانے کس طرف سے آ کر [illegible] نے انہیں اپنا سہارا پیش کر دیا [illegible] پلنگ پر لٹایا اور قریب بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں سے ان کا دل بہلانے [illegible] باجی ہوں ہاں کر کے [illegible] رہیں [illegible] ان کا دھیان کہیں اور ہے۔

Famous Urdu Novels

***

تم ہی کو اس گھور اندھیری شب میں آخر جانا تھا کہاں
آ گئے [illegible] بھی [illegible] کی بھول ہے
بھولے [illegible] اگر [illegible] پھر یاد آتے ہیں
لے [illegible] اور جنوں کی تنہائی ہے

گرمی کی رات [illegible] کی طرف تھی۔ اب ماحول کو [illegible] آندھیوں اور بے چارگی [illegible] نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ [illegible]

سرتا [illegible] کی روشنی [illegible] سوئے ہوئے [illegible] اور مرجھائے پھولوں سے اٹی پڑی تھیں جو تمام دن [illegible] ادھر سے ادھر گرتے پھرتے۔ لان میں سر جھکائے کھڑے اداس اداس درختوں میں اکثریت ان کی تھی جو آج کل خزاں کی ستم رسیدگی کا زندہ ثبوت تھے۔ دن رات یوں اپنی ہی ٹہنیوں میں سر چھپائے رہتے جیسے بہاریں بھی انہیں چھو کر بھی نہ گزری ہوں۔ ایسے ہی سنسناتے ہوئے بے رنگ و بے رونق [illegible] میں [illegible] کے گھر میں جیسے ساری کائنات کی سوگواریوں اور بے چارہ تنہائیوں نے جھانک لیا۔ ایک اداس سی رات نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ دل [illegible] ایک عجب کیفیت میں [illegible] کسی سے کچھ کہنے کو جی نہ چاہتا تھا اور [illegible] بھی دور چلی گئی تھی۔

ڈاکٹر [illegible] ایک [illegible] کے گھر سے غیر حاضر تھے۔ ان کے غائب ہوتے ہی کئی مسائل ایک

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ساتھ جمع ہو گئے۔ بھابی بے چاری بوکھلا کر رہ گئیں۔ سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اب کیا کریں!

اچھے خاصے کھیلتے کودتے ریحان کو ابتدا میں معمولی سا بخار ہوا تھا، جو بالآخر بڑھتا ہی چلا گیا۔

اگلے چند دن میں ڈاکٹر نے اسے خسرہ بتا دیا۔ دانش کو جیسے بہانہ ہاتھ لگا۔ اس نے گویا ساری کی کلاس نظر انداز کر کے بستر جانا ترک کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی غیر موجودگی نے اور بھی سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ بھابی سارا سارا دن ریحان کی دیکھ بھال اور دلجوئی میں مصروف رہنے لگیں۔ وہ ایک دم ہی اس قدر ضدی اور چڑچڑا ہو گیا تھا کہ اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

ایک دن موسم صبح سے سخت خراب تھا۔ شدید گرمی کی آمد تھی اور گرد و غبار نے پورے شہر کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ دانش صبح سے کچن میں گھسی ہوئی تھی۔ کبھی کوئی کام آ پڑتا، کبھی کوئی۔ چاندنی بوا ایک ہفتے سے آنکھ کا آپریشن کرا کر اپنی کوٹھری کو پیاری ہوئی تھیں۔ اس شادی والی ہی کی خدمت سے وابستہ تھیں۔ ان کی آنکھ میں دوائی کے اثرات بھی دانش کو وہیں چار کر اٹھائے رکھتے تھے۔

آج ریحان کی طبیعت زیادہ خراب تھی۔ وہ بھابی کو قریب سے اٹھنے بھی نہ دے رہا تھا۔ کچھ وہ اوپر اللہ ہی اللہ بھابی پکار رہی تھیں۔ ایسے میں بھی ولایت میں بیٹے رہنا ہو گیا۔

سلطان صاحب نے بیرونِ ملک سے بھیجا تھا کہ جلد لوٹ آئیں گے۔ اب اس کی چیخ پکار کا تو اندازہ ہی نہ تھا۔ لے کے اور بھی بھابی کے ہوش اڑ گئے۔

دانش نے بتایا ایک بی۔ سلطانی کی بات سے بھابی کو بھی قرار نہ تھا۔ ہونے کو تو ڈاکٹر صاحب کا پورا کلینک ہی موجود تھا لیکن نہ ڈاکٹر صاحب موجود تھے نہ کوئی اسٹاف یا نرس وغیرہ۔ پورا ہسپتال ٹھپ پڑا تھا۔ سلطان کے بغیر کچھ نہیں بچا تھا۔

پہلے تو بھابی دانش دونوں کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا کریں لیکن تھوڑی دیر میں بھابی نے غور کیا تو پریشانی سے ان کی چیخ نکل گئی۔ سلطان کا کتنا سوچ کر کیا ہو چکا تھا۔ دانش کا بھی فکرمندی سے برا حال ہو گیا۔

"بھابی جان اب کیا ہو گا۔ بے چارے کو کوئی دوا دینی ہو گی نا؟"

"ہاں ـــــ وہ تو ظاہر ہے۔ مگر اب کیا کریں؟" وہ خود پریشان تھیں۔ اتفاق سے ڈاکٹر اور کلینک گھر کا ہی ہونے کی وجہ سے دیگر ہسپتالوں سے ان کا واسطہ نہ ہونے کے برابر رہا تھا۔

"تو کسی اور کے پاس لے چلیں ـــــ"

"ارے بھئی اللہ سے ڈرو۔" انہوں نے دل گرفتہ ہو کر بات کاٹ دی۔ "تمہارے بھائی جان کے نہ ہونے سے ہم تو عذاب میں پھنس گئے۔ ایسا کرتے ہیں کسی طرح ریحان کو چاندنی بوا کے حوالے کر کے ہم دونوں نکلتے ہیں، کسی اچھے ڈاکٹر کی تلاش میں۔" بھابی نے بہت سوچ سوچ کر فیصلہ کیا۔ "ورنہ بے پروائی سے کہیں بچے کو زیادہ نقصان نہ پہنچ جائے۔"

"نہیں ـــــ میں بوا کے پاس ہرگز نہ رہوں گا۔" ریحان نے بری طرح شور مچا دیا۔ "میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا ـــــ ساتھ چلوں گا۔"

تھوڑی دیر میں صورت حال یہ تھی کہ دونوں بچے روئے چلے جا رہے تھے اور وہ دونوں اللہ بھروسے ہوش ہی بیٹھی تھیں۔

اس پریشانی کی صورت حال میں فرخ فرشتے کی طرح چلا آیا۔ شاید قدرت کو ان دونوں کی ملاقات کرانا منظور تھی۔

سب کچھ اچانک ہی ہو گیا۔

وہ اٹھ کر نہ جا سکی۔

نہ فرخ بتا کر آ سکا۔

گو زندگی سے تعلق تھا مگر جاں پہ بنی تھی
مرتے جو تجھے یاد نہ کرتے کوئی دن اور

دانش کی نظر سیدھی فرخ پر پڑی۔ وہ بھی ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے دونوں پلک جھپکنا بھول گئے۔ پھر دانش کو ہوش آیا۔

اس نے گھبرا کر نظر ہٹا لی۔

لیکن اتنی دیر میں وہ جو کچھ دیکھ چکی تھی، وہ بہت کافی تھا۔ فرخ بھی شاید اسی لیے آیا تھا۔ مگر یہاں تو صورت حال ہی کچھ اور تھی!

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

آج تقریباً تین ماہ کے بعد اس کا فرخ سے سامنا ہوا تھا۔

اسے گمان بھی نہ گزرا تھا کہ وہ اس حد تک بدل چکا ہو گا۔

"کیا ـــــ فرخ کر لیا ـــــ کس بات کا ملال ہے"

نازش نے سلطان کو تھپکتے ہوئے چونک کر سوچا۔ اس کا سراپا و حلیہ کس قدر تبدیل ہو گیا تھا۔ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں جانے کن ٹوٹے خوابوں کی وحشت سما گئی تھی۔

فرخ سلطان کے قریب بیٹھ گیا اور بہت پیار سے تھپکیاں دینے لگا۔ اس کے نرم گرم لمس کو [illegible] اسے یقین کرنا محال ہو رہا تھا کہ یہ انجان سا شخص اس کا حقیقت میں باپ ہے۔

نازش رنج و غصہ و وحشت کے فطری جذبات سے [illegible] اٹھی۔ اس نے چاہا کہ [illegible] کی صلاحیت [illegible] سماعتوں کی آواز قدموں کی دھمک بن گئی۔

"نازش! اچھے تو ہیں سلطان [illegible] آگے [illegible] ہو گی۔"

نازش کا دل دھک [illegible] آگ سی لگ گئی۔

پھر اس نے فوراً ہی حالات کے مطابق فیصلہ کیا اور گھر کے سوٹ پہنے ہی [illegible] سلطان کو لے کر ان کی گاڑی میں آ بیٹھی۔

اس نے خلاف معمول اپنی اور فرخ کی پوزیشن کا خیال رکھا [illegible] تھا۔

سارے راستے دونوں میں ایک بات بھی نہ ہوئی۔ یوں جیسے کبھی شناسائی نہ رہی ہو۔ اجنبیت کی اس دیوار کو کسی ایک نے بھی نہ گرنے دیا۔ وہ سڑک پر نگاہ جمائے چپ چاپ گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔ ادھر وہ بھی ہونٹوں پر چپ کی مہر لگائے رہی۔

کلینک پہنچ کر فرخ نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر سلطان کو ساتھ لیا اور سہارا دے کر اندر لے گیا۔ نازش کو اس نے اترنے کا موقع بھی نہ دیا۔ وہ بے بسی سے اگلی سیٹ پر بیٹھی رہی۔

اچھی خاصی دیر میں دونوں واپس آئے تو سلطان کے ہاتھ میں [illegible] تھا۔ فرخ [illegible] تھی وہ دونوں کے آتے ہی پچھلی سے چپٹ گیا۔ منہ سے کوئی لفظ نکالے بغیر فرخ نے اسے بیٹ لیٹ جانے کا اشارہ کیا اور خود میڈیکل اسٹور کی طرف چلا گیا۔ جب وہ دواؤں کا شاپر لے کر واپس آیا تو سلطان سو چکا تھا۔ دواؤں کے ڈبے فرخ نے شاپر میں ڈال دیے اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

نازش کی اجنبیت اور بے رخی پر تڑپ کر بولا۔ "خدا کے لیے اتنی غیریت تو نہ برتو ـــــ بے شک میرا جرم بہت بڑا ہے مگر ـــــ مگر میں اس درجہ نفرت برداشت نہیں کر سکتا۔"

نازش نے جل کر طنز کیا۔ "اور دوسروں کے دل تو جیسے قدرت نے پتھروں سے تراشے ہیں۔"

اس نے سر جھکا کر گہرے تاسف سے جواب دیا۔ "میں اپنے سارے گناہوں اور کوتاہیوں کا اعتراف سچے دل سے کر رہا ہوں نازو! اگر تمہیں میری جان کی قسم، مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع تو دو۔"

نازش نے اس کی بات کاٹ دی اور تلخی سے بولی۔ "مہربانی کر کے تمیز سے بات کیجیے ـــــ میں بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔ اور جان کی قسم سے کیا مقصد ہے آپ کا؟ ـــــ حد ہو گئی خوش فہمیوں کی بھی۔"

"نازش! ـــــ نازش! خدا کے لیے رحم کرو ـــــ اتنی نفرت مناسب نہیں۔"

اس نے غصے سے کانپ کر جواب دیا۔ "دیکھیے مسٹر! میں آخری بار تنبیہ کر رہی ہوں، میرا نام اس قدر بے تکلفی سے مت لیجیے۔ میری آپ سے ہرگز کوئی شناسائی نہیں ہے۔ میں نہیں پہچانتی کہ آپ کون ہیں؟"

اب فرخ کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ حس جیسے سلب ہو کر رہ گئی۔ گاڑی زبردست جھٹکا کھا کر سڑک پر رک گئی۔

اس نے انتہائی دکھی انداز میں [illegible] کیا جانے کون سی منزلوں سے گزر کے ہوئے نازش کو نظروں سے [illegible] آواز میں کہا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے ـــــ [illegible] بھی ہو؟"

"او ـــــ میرا فرخ" [illegible] کوئی اور باقی رہ گیا ہے آپ کے نازش میں [illegible]

فرخ کا [illegible]

"خدا کے لیے نازش [illegible] سے کام مت لو ـــــ [illegible] محبت ہے تو صرف تم سے اور [illegible] سے [illegible] جانے ـــــ میں جینے کے لیے تمہارا ہی [illegible]

وہ پہلے سے بھی زیادہ طنز سے بولی۔

"اب اس کے سوا کون سا الزام لگ گیا ہو گا آپ کے پاس۔"

"ہاں ـــــ [illegible] مت جاؤ" وہ روہانسا ہو گیا۔ "میرے دل میں سکت نہیں۔"

نازش کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے دل پر خنجر گھونپ دیا ہو۔ شدید جذباتی دباؤ سے اٹھی ہو گئی۔ خود کو اس کے قرب سے دور کرتے ہوئے سلطان کے قریب سیٹ کے انتہائی کونے میں سمٹ کر عجب جذباتی انداز میں بولی۔

"آپ ـــــ میرے قریب مت آیئے ـــــ مجھے چھونے کی کوشش نہ کریں ـــــ میرا آپ کا قطعی کوئی رشتہ باقی نہیں ـــــ جائیے یہاں سے۔"

الفاظ نہ تھے، پتھر تھے، خنجر تھے، نشتر تھے۔ یکلخت فرخ کے پہلو میں جا اترے۔ وہ سن سا بیٹھا رہ گیا۔ نازش کو بھی پورا احساس تھا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔ اس کے لہجے کی کاٹ آپ ہی آپ ختم ہو گئی۔ الفاظ آنسوؤں کی نمی میں بھیگ کر دوبارہ ابھرے تو وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے آہیں دبا کر رو رہی تھی۔

"ہاں ـــــ ہاں ـــــ میں اپنے الفاظ واپس نہیں لوں گی۔ آپ ہرگز میرے فرخ نہیں بلکہ کوئی اور

کے ہیں۔ میرے ساتھ خوبصورت اور خوش آئند الفاظ کا کھیل مت کھیلئے۔ مجھ میں ضبط کا یارا نہیں رہا۔ میں آپ کا قرب برداشت نہیں کر سکتی فریحہ!۔۔۔ مجھ سے دور ہو جاؤ۔۔۔ الگ ہو جاؤ۔۔۔ خدا کے لئے مجھے ان آنکھوں سے مت دیکھو۔۔۔ جو کسی اور کے لئے بھی اسی انداز میں اٹھتی ہوں گی۔۔۔ مجھے ان ہاتھوں۔۔۔ ان انگلیوں سے مت چھوؤ۔۔۔ جو کسی اور سے بھی مس ہوتی ہوں گی۔۔۔ میرے لئے اپنی زبان سے پیار بھرے کلمات ہرگز مت ادا کرو۔ تم نے اسی زبان۔ اسی دہن سے بالکل اسی طرح اس کے لئے بھی ایسے ہی کلمات ادا کئے ہوں گے۔۔۔ تم استعمال شدہ ہو۔ ہر۔۔۔ ہر طرف سے۔ میں اب کس کی عبادت کروں؟۔۔۔ فریحہ! تم تو وہ زمین ہو، جس پر میرے سجدوں کے لئے ایک بالشت کا گوشہ بھی باقی نہ رہا۔ تمہارے ہونٹ، تمہاری آنکھیں، یہ پیشانی، یہ بال۔۔۔ سب کچھ کسی اور سے منسوب ہیں۔ تم سارے کے سارے پرائے ہو۔۔۔ پرائے فریحہ!

شعور و گریز کے سارے کا لاؤ [illegible] کر کے ساوش ایک بے پناہ کرب اور بیزاری ندی کی سی روانی کے ساتھ بول رہی تھی۔ سسک رہی تھی۔۔۔ بیکی لوری کی طرح چیخ رہی تھی۔

فریحہ کسی مردہ لاش کی مانند ساکت اور چپ تھا۔

***

پھر۔۔۔

دن پہ دن گزرے مگر سرور ہاشمی نے اماں اور ابا کے سامنے زبانی بیگم کی کہی ہوئی باتیں نہ دہرائیں۔ انہوں نے اپنے حوصلہ اور قوت برداشت سے بھی [illegible] برداشت کر لی تھی۔ بہت دن تک [illegible] کے بعد بھی نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ اس طرح [illegible] بڑھنے کا اندیشہ زیادہ ہے۔ ظاہر ہے زبانی بیگم اپنے [illegible] سے اگر [illegible] خیالات کا اظہار کیا جاتا تو نتیجہ ان دونوں کے درمیان تعلقات کی تلخی میں اضافہ ہی ہو کر رہ جاتا۔

سرور ہاشمی پابندی سے [illegible] عبادت کلام پاک [illegible] دیکھتی تھیں۔ [illegible] کے اپنے مزاج اور عبادات میں زبردست تغیر رونما ہو چکا تھا۔ زبانی بیگم سے اس دن ایک آخری تکرار کے بعد ہاشمی نے ان سے ہمکلام ہونا تقریباً ترک کر دیا تھا۔ [illegible] حتی الامکان ہر وقت پاک صاف رہنے کی کوشش کرتیں۔ [illegible] ان کے ہاتھ میں رہتی۔ سعدیہ نے بہت ساری [illegible] انہوں نے اپنی [illegible] بھی درست کر لی تھی۔

چپ [illegible] محسوس انداز میں ہو گیا تھا۔ سعدیہ اپنی کامیابی پر پھولے نہ سما رہی تھی۔ اس مہم کی کامیابی کے سامنے اپنی [illegible] بھی بھول گئی تھی۔ تانیہ کی دوسری بیٹی ہوئی، اس کے بعد ہی فرحت کے ہاں سے بھی خوشخبری آ پہنچی تھی۔ قدرت نے [illegible] کو بھی بیٹا عطا فرمایا تھا۔

مگر۔۔۔ یہی خوشخبری سعدیہ کی آنکھ کا آنسو بن گئی تھی۔ مجال نہیں ہے کہ حویلی کی کسی خاتون نے وہ خوشخبری چھپی ہو یا سعدیہ کو بھولے سے بھی مبارکباد دی ہو۔

اس کی روح میں چھالوں کا جنگل اگ آیا تھا مگر اس نے خود پر کم مائیگی کے احساس کو حاوی نہ ہونے دیا بلکہ حوصلوں کی [illegible] ایک ایک کانٹے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد میں مصروف ہو گئی تھی اور جس روز سرور ہاشمی نے [illegible] ہاتھ [illegible] کے بعد تسبیح ہاتھ میں پکڑی۔ اس کی نظروں میں ہر جانب پھول ہی پھول کھل اٹھے تھے۔

قدرتی طور سے بھی سرور ہاشمی کا دل عبادت میں زیادہ لگنے لگا تھا۔ دنیا اور دیگر دنیاوی معاملات سے وہ خاصی حد تک بیگانگی برتنے لگی تھیں۔ سعدیہ نے [illegible] کر ان کے اندر قرب الٰہی سے لطف اندوز ہونے کی حس پیدا کر دی تھی۔ حرارت ایمانی کی دبی ہوئی چنگاری لو دے اٹھی تھی۔ ایک مسلسل تڑپ تھی، لگن تھی جس نے انہیں سوتی راتوں میں بھی جائے نماز پر لا بٹھایا تھا۔ انہیں اپنی زندگی میں ٹھہراؤ سا اور سکون بھر آنے لگا تھا۔

حویلی کی نوکرانیوں میں دلاری اور پھولن دل ہی دل میں سعدیہ کو نہایت پسندیدگی اور قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتی تھیں۔ دلاری تو اس سے اس قدر متاثر تھی کہ اکثر دوپہر میں جب حویلی کی خواتین اپنی خوابگاہوں میں محو استراحت ہوتیں، وہ چھپتے چھپاتے سعدیہ کے پاس پہنچ جاتی۔ ایسا اکثر اس دن ہوتا جب [illegible] حویلی سے [illegible] سرور ہاشمی نے بھی سب [illegible] چھوڑ دی تھی اور [illegible] سعدیہ خود ان کے [illegible] تو دلاری یا پھولن متجسس ہو کر وہیں آ جاتیں اور گھنٹوں ان کے پاس رہتیں۔ ایسے میں سعدیہ ان سے بڑی خندہ پیشانی سے باتوں باتوں کے دوران [illegible] کے علاوہ بہت ساری دینی معلومات کے [illegible]

[illegible]

اس طرح ایک ایک کر کے سعدیہ کی زندگی کے چار برس گزر گئے تھے سسرال میں مگر زبانی بیگم نے ایک دفعہ بھی اسے جاننے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ حقیقت ہے کہ کوئی ان سے اگر پوچھتا [illegible] ان کے باوجود سعدیہ نے بھی ان کی تعظیم و توقیر کرنے میں کوئی کوتاہی نہ برتی تھی۔ ہاں۔۔۔ البتہ تانیہ ضرور اس پر فریفتہ تھی۔ وہ جب بھی میکے آتی، اس کا زیادہ وقت سعدیہ کے ساتھ گزرتا تھا۔ شروع شروع میں زبانی بیگم نے اس سلسلے میں اس پر پابندی عائد کرنی چاہی، [illegible] بلکہ بنا وقت اسے احساس بھی دلانا چاہا کہ سعدیہ کے ساتھ اظہار الفت دیکھ کر [illegible] ملال ہوتا مگر تانیہ پس کر رہ جاتی۔

اس کا دل قدرتی طور پر سعدیہ سے زیادہ لگاؤ محسوس کرتا تھا۔ کہاں تو زندگی کے کتنے ہی برس شادی کے بعد بے اولاد بیت گئے تھے مگر جب قدرت مہربان ہوئی تو یکے بعد دیگرے چار لڑکیوں سے نواز دیا تھا۔ [illegible] بے چاری کو سر [illegible] کا ہوش نہ رہتا تھا۔ دوسری بیٹی کے بعد ہر کسی کے رویے میں تبدیلی آ گئی تھی۔ گو کہ تانیہ مصلحتاً زبانی بیگم سے تذکرہ نہیں

کرتی تھیں مگر لگتا یہ ہے کہ مسلسل چار بہو بیٹیوں کے دکھ دیکھنے کے بعد وزیر بیگم بھی خاصی چڑچڑی ہو رہنے لگی تھیں۔

اب بابا جب بھی میکے آ جاتی، کافی دن رو کر جاتی تھی۔ اس کی لڑکیاں ہر جگہ تتلی سی پریوں کی طرح اڑتی پھرتی تھیں۔ جیتے جاگتے دن رہتیں، گھر کے ہنگاموں میں اضافے کا باعث بنی رہتیں۔ [illegible] بچوں کے ساتھ مل کر سب بابا کو ہلکان کیے رکھتے۔

تنی بڑی بیگم عمر میں بھی تھی کہ بابا کو ذاتی طور سے لڑکے کی [illegible] لگتے تھے مگر خدا نے اس کی جھولی بیٹیوں سے بھر ڈالی تھی۔ بیٹے جیسی نعمت سے محرومی اس کے لیے سوہانِ روح بنی ہوئی تھی۔ وہ ہر وقت لڑکے کی آس پر [illegible] منتوں، چلوں اور ٹونے ٹوٹکے کرتے، بابا سے [illegible] کرتی [illegible] روتے روتے برا حال ہو جاتا۔ [illegible] اس کے دکھ میں برابر کی شریک تھیں۔ [illegible] زبانی بیگم نے [illegible] پانی کی طرح [illegible] کی صورت [illegible] آتی تھی۔ اس وقت بھی بھولن بوا کی [illegible] دکھا رہی تھیں۔

ایک روز بڑی چچی جان نے بڑی راز داری سے کہا۔

"زبانی [illegible] تو اس دفعہ [illegible] تجھ سے وہ [illegible] ایسے [illegible] ہے کہ ایک زبیگی بھی یہاں نہیں ہوئی [illegible] مانی رہی ہیں۔ [illegible] کی تو ان کے ہاتھوں بیٹی کی [illegible] کی اس دفعہ [illegible] جائے گی۔"

زبانی بیگم چونک کر بولیں۔ "یہ آپ [illegible] ہے [illegible] مگر معلوم نہیں [illegible] اس بچوں کو [illegible]"

بڑی چچی جان نے [illegible] سے جواب دیا۔ "[illegible] کیسے نہیں [illegible] سے بچے کا [illegible] ہمت بالا، وہ بہت ہی [illegible] انسان ہیں۔ تم ان [illegible] کر تو دیکھو۔"

زبانی بیگم نے [illegible]

"بہت بہتر [illegible] یہ کام کل صبح ہی کر لیا جائے گا۔ مگر [illegible] اس سلسلے میں آپ نے کیا سوچا ہے؟ پیر کون ہے؟"

بڑی چچی جان نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ "[illegible] تو وہ بہت سے کام ایسے ہیں جو اس کی موجودگی میں ہی ہوں گے۔ ہم تو بس [illegible] آپ [illegible] کے پہلا کریں گے۔ [illegible] بہت پر کرامات والے [illegible] کی باتیں بھی مشہور ہیں۔ وزیر بیگم کے ہاں تو ہر دفعہ الٹ پلٹ ہو گئی ہیں۔ میں تو اسے بچوں کا [illegible] سمجھتی ہوں۔ تیری بچی کی دفعہ ہم گئے تو ان کی بڑی بوا کی سے لوٹ پوٹ ہو کر دعا رہی تھی۔"

زبانی بیگم نے پاندان بند کر کے تجسس سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی تھی؟ [illegible] آپ نے پہلے تو کبھی ذکر نہیں کیا۔"

بڑی چچی جان نے بے زاری سے جواب دیا۔ "اے بے خبری [illegible] بتانے کا فائدہ کیا تھا؟ کہہ رہی تھی، بچی [illegible] کا ہاتھ لگوا کر ہم نے [illegible] کو [illegible] تو سب میں پہلے چھا نے؟ آ کر بیٹھ گیا تھا۔ ہم بھوں کے لڑکوں کے نام [illegible] کر پرچیاں ڈالی تھیں تو انہوں نے لڑکی کے نام والی پرچی اٹھائی تھی۔ [illegible]

خود [illegible]" بڑی چچی جان نے زبانی بیگم کو مخاطب کیا۔ "ایسی بے سر پیر کی باتیں اڑاتی ہی رہتی۔

وزیر بیگم ہیں تو وہ بھی لمبی آہوں میں پیٹ کر ایک ہی فرمان جاری کیے رکھتی ہیں۔ اس بھی [illegible] ہیں۔ لاچار ہیں۔ نصیب میں یہی پوتی لکھی تھی۔"

زبانی بیگم نے ایک گہرا سانس لیا اور دکھی ہو کر بولیں۔ "[illegible] کہتی ہیں دیکھیں، اس میں کون سی [illegible] بولی ہے؟"

بڑی چچی جان چڑ کر بولیں۔ "اے تم لوگ یونہی گھبرا اٹھی ہو۔ ذرا سی کی بیٹی ہوئی اور [illegible] بچوں کے ساتھ مل کر سب بابا کو [illegible] کیے۔ تم بابا کو بلوا کر کہیں رکھو۔ اس دفعہ ہم بھولن کو کسی پیر والی [illegible] کر سات جمعرات بھی کروا لیے۔ تم بھول گئیں کیا وہ پچھلی دفعہ والی منت؟"

زبانی بیگم دبا دبا سانس لے کر بولیں۔ "یاد ہے [illegible] سب یاد ہے۔ مگر اب تو مایوسی سی ہو گئی۔"

بڑی چچی جان نے پان کی گلوری منہ میں رکھتے ہوئے [illegible] سے کہا۔ "بچوں کے سر پہ جیتے [illegible] ہوتے ہیں۔ [illegible] حال تمہارا ہے۔ ہم تمہاری طرح [illegible] نہیں رہا۔ [illegible] رکھتے ہیں۔" اتنا کہہ کر انہوں نے اسی وقت بھولن بوا کو بلوایا۔

[illegible] نے آ کر جواب دیا۔ "بیگم صاحب، بوا مغرب کی نماز پڑھ رہی ہیں۔ ابھی آتی ہیں۔"

بھولن بوا نمازوں میں مصروف [illegible] تھی [illegible] بیٹے کو گود میں اٹھائے ٹہلتی ہوئی آ پہنچیں۔

کافی دیر بعد بھولن بوا پچکی [illegible] آ کر پوچھا۔ "اے بوا، بہت دیر لگا دی۔ کتنا انتظار کیا کرتے؟"

بوا نے [illegible] سے جواب دیا۔ "[illegible] مغرب کے بعد سورۂ ملک پڑھتی ہوں۔ آپ جانتی ہیں قرآن پاک [illegible] اب تو [illegible] اللہ [illegible] بھی بیگم صاحب نے [illegible] سے [illegible]"

بڑی چچی جان نے آنکھیں پھاڑ کر بوا کو دیکھا۔

زبانی بیگم نے [illegible] کیا۔ "[illegible] بہت بہتر کیا۔ کلامِ پاک بے شک [illegible]"

بوا نے مقتدیٔ بھولن پیار کرتے ہوئے جواب دیا۔

"[illegible] میاں کی [illegible] سمجھا رہی ہیں۔ ابھی سے تو بتاتا ہے کہ نمازِ مغرب یا عشا کے بعد سورۂ ملک پڑھنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔"

زبانی بیگم اور بڑی چچی جان چپ کی چپ رہ گئیں مگر [illegible] ایک بے ساختہ تبسم [illegible] ہو گئیں۔

"بھئی تو تمہاری [illegible] سے وقت بے وقت عجیب عجیب صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بھی ابھی نے سمجھائی ہوں گی۔ تو سوچ بے کھانے کی [illegible]"

بھولن بوا نے بے اختیار جواب دیا۔ "وہ تو میں [illegible] مناجات پڑھا کرتی ہوں۔"

کہتے کہتے ایک دم وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ چہرہ لال بھبوکا ہو گیا۔ کانپ کر بولیں۔ "دیکھیے بھولی بیگم! سوچ سمجھ کر بولا کیجیے۔ میں آپ کے ہاں کی تنخواہ دار ہوں مگر ہاتھ بیچے ہیں، عزت نہیں۔ ذات کی اصلی پٹھانی ہوں۔ اپنے کردار پر کسی طرح کی انگلی برداشت نہیں کر سکتی۔"

زبانی بیگم جو خاموش بیٹھی سب سن رہی تھیں، انہوں نے [illegible] کو ڈانٹا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے شاکر کی دلہن! آخر تم تم"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

گلفشاں ہنستی ہوئی اٹھ کر چل دیں۔ چچی جان، پھوپھی بوا کو ٹھنڈا کرنے لگیں۔

×●×

ماگھ اور پھاگن باہم گلے مل رہے تھے۔ شامیں کہرے کی چادر اوڑھ کر روز بروز گہری سے گہری اور دھندلی سے دھندلی ہوتی جا رہی تھیں۔ تیز اور چمکیلی دھوپ کی تمازت ماند پڑ گئی تھی۔ کالی کالی راتیں طویل اور سرد سے سرد ہوتی جا رہی تھیں۔ ٹھنڈی ٹھار سرد ہوا کے جھکڑ زنانے سے چلتے تو ہر طرف کہرے کا بیلوں وحشت کا سماں چھا جاتا۔ بستی بھر دلی پر سر شام ہی سناٹا طاری ہو جاتا اور ابھی ایک پہر بھی نہ گزرتا کہ خوف کی چادر اوڑھے کھیتوں سے گیدڑوں کے رونے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دینے لگتیں۔ وہ بھی ایک ایسی ہی رات تھی۔

آسمان پر کالا کالا بادل تو چھائے ہوئے تھے جس سے سردی بہت بڑھ گئی تھی۔ رات سیاہ سے سیاہ ہوتی جا رہی تھی۔ پوری بستی پر [illegible] اوٹ میں ویران اور اجاڑ پڑے کھنڈرات کے ایک کمرے میں رنگیلی نہایت سکون اور تسلی سے [illegible]۔ آج بھی وہ پہر کو [illegible] آگے ایک پتھر تھا۔ کونے کی [illegible] پر گرفت [illegible] وہ اٹھا اور پیچھے کے ایک کمرے میں [illegible] اور چھوٹی چھوٹی لکڑیاں [illegible] کرکے آگ جلائی تھی [illegible] ایک اس حقیقت تھی کہ رنگیلی ایک نہایت ہی مضبوط اعصاب کی لڑکی تھی۔

رات کے [illegible] میں رو رو کر [illegible] آوازیں [illegible] ہوا گئی اور جب بھی خطر ناک [illegible] سے [illegible] کی [illegible] یہ رات [illegible] اور [illegible] سے آگئی۔ اس کھنڈر اور [illegible] خوف کھنڈروں میں وہ دونوں [illegible] ملتے تھے۔ مگر آج کی رات وہ [illegible] سے منتظر تھی اور [illegible] سکون کی۔ [illegible] سے [illegible] تھا۔ سونی تھی۔ [illegible] آنکھیں [illegible] آگئی تھی۔ [illegible] چلی تو وہ حریم [illegible] ڈال دیا۔

پھر رات گزر گئی۔

راستے بالکل ہی [illegible] تھے۔ سردی [illegible] ہوا میں تیزی آگئی تھی۔ [illegible] کی گھپ اندھیری رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔ تب [illegible] کوئی کمرے کی چوکھٹ سے نکل کر بے آواز کھنڈر میں داخل ہوا اور مضطرب [illegible] اشتیاق لہر کی طرح [illegible] ہوا بیچ ہی اسی کمرے کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔

کمرے کا اندرونی ماحول گرم اور پرجوش تھا۔

انگاروں کی آنچ سے رنگیلی کا [illegible] گلابی چہرہ اور سرخ نظر آ رہا تھا۔ خوبصورت اور [illegible] ہو سے بے انتہا مشکل لگ رہی تھی۔ آنے والے کی سانس تیز ہو گئی۔ دل کی دھڑکن بڑھ گئی اور وارفتگی سی طاری ہو گئی۔ وہ مبہوت ہو کر اسے تکتا رہا۔

نگاہوں کی حدت سے وہ کسمسائی۔ نظر اٹھا کر دیکھا۔ اس کے والہانہ پن سے [illegible] کر سر جھکا لیا۔ معصوم چہرے پر تبسم اور دل خوشی پھوار کی طرح برس گئے۔ ایک دبا دبا سا سانس کھینچ کر وہ بھی الاؤ کے گرد آ بیٹھا اور ہاتھ پھیلا کر آگ تاپنے لگا۔ رنگیلی کا قرب پاتے ہی اس مردانہ وجاہت کے پیکر کا سنجیدہ [illegible] چہرہ فرط مسرت سے چمکنے لگا تھا۔ باہر تیز ہواؤں کی دراتی بلند و بالا درختوں کی شاخوں کو

کاٹتی چیخیں مارتی پھر رہی تھی مگر یہ دونوں حوالے اپنی خود ساختہ دنیا میں مست و بے خود تھے۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا۔

"ماں تیری تو سو گئی ہوگی؟"

"ہاں ...... کب کی ......" رنگیلی نے اثبات میں جواب دے کر وضاحت کی۔

"آج کل ...... بہت دنوں سے ہاں بھی بھی تھوڑے کھانس گیا ہے ...... وہ دورے کی دورے پڑ گیا ہے۔ ماں تیری سوتے سوتے سو جاتی ہے۔ پھر وہی گل کھلی تھی۔"

وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ "تو پھر ...... میں وہیں آ کر بیٹھ جایا کروں؟"

"اوئی ...... اوئی ......" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ "کسی اپنی آگ میں نہ رہنا۔ ماں تیری تو دیکھ لے گی ...... [illegible] بیٹھی [illegible] کے بعد [illegible] سکتی ہے۔"

اس نے ہنس کر چھیڑا۔ "آنکھوں سے نظر آئے گا تو بند ہو جائے گی نا۔"

"ہو گی۔ ماں تیری کی آنکھوں پر مت جا۔" رنگیلی شوخی سے تنبیہہ کرکے ہنس پڑی۔ "وہ آنکھوں کا کم کانوں سے زیادہ لیتی ہے۔ کسی چڑیا کی بھی آواز ہو تو ماں تیری تو خبر ہو جاتی ہے۔ سمجھے کہ نہیں؟"

"اچھا ...... سمجھ گئی۔" وہ رنگیلی کی [illegible] پہ [illegible] تو تمہاری ماں تیری کو بھی نظر نہیں آیا۔ آنکھوں کا کام کانوں سے لیتی ہیں تو [illegible] ہی دیوار پھلانگ کر آتے جاتے ہیں۔" وہ شاہانہ انداز میں بول رہا تھا۔

رنگیلی نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ "ہاں کوئی کمی ...... پتہ لگ جائے گا چوروں والا لگ گئے آنکھیں۔"

"اچھا۔" وہ [illegible] [illegible] [illegible] ہے۔ چلو کوئی بات نہیں۔ تمہاری خاطر لکڑیاں کھائی ہیں تو لاٹھی بھی کھا لیں گے۔"

"بس کر ...... رہنے دے۔" وہ سنجیدہ ہو گئی۔ "تمہیں ایسی فضول والی گلاں بہت آتی ہیں۔ میں تو پھر وہ تیری خیر مناؤں۔ ایسے ہی [illegible]۔"

[illegible] شاہ گل [illegible] چلتے سارے دن ڈھلے
کوئی سار [illegible] بچھاوے نہ کوئی ساتھوں لے

"کیا؟ ......" وہ جیرت سے بولا۔ "تمہارے خیال میں یہ کیا ہے؟"

"تے ہور کیہ ...... رنگیلی نے بڑے یقین سے جواب دیا۔ "بلھے شاہ کا گیت ہے۔ تمہیں نہیں معلوم؟"

"ارے پاگل!" وہ ہنستے ہنستے دہرا ہو گیا۔ "یہ گیت نہیں، عارفانہ کلام کہلاتا ہے، بلھے شاہ کا۔"

"میتوں پتہ اے ...... جیوں پتہ ہے۔" وہ ہاتھ ہلا کر بے نیازی سے بولی۔ "تمہاں چولے کیوں کھینچے اور بلھے شاہ دے کانوں کا گھوڑی ہوتی آئی۔"

"او بھی ...... او بھی ......" وہ مصنوعی حیرت سے گھبرا کر بولا۔ "کہیں یہ کہہ دینا کہ بلھے شاہ باپ بیٹے کے بڑے بھائی تھے۔"

اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے تے خبر باپ بیٹے نوں پتہ ہوئے یا شاید ماں تیری کی جانتی ہو گی۔"

وہ اور بھی زیادہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ خوب ہنس کر

سنجیدہ ہو تو اس کا ہاتھ تھام کر پیار سے بولا۔

"پاگل لڑکی! اپنے بیٹے سے پوچھنے بھی مت بیٹھ جانا۔ سائیں بلھے شاہ تو پنجابی زبان کے بہت بڑے صوفی شاعر گزرے ہیں۔ اور یہ آج کل کی بات نہیں، بہت پرانی بات ہے۔ ان کے کلام کو گانے کا مطلب نہیں۔ بلکہ کافیاں کہہ سکتے ہیں۔ وہ عارفانہ کلام کہتے تھے۔ ان کا نام بلھے شاہ پڑ گیا ورنہ اصلی نام عبداللہ شاہ تھا۔ وہ ریاست بہاولپور کے گاؤں اچ گیلانیاں میں پیدا ہوئے پھر ایک شہر ہے قصور، وہ قصور کے ایک تھے۔"

خاموش بیٹھی رسیلی اچانک پرجوش انداز میں اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"قصور ____ ہاں ہاں، قصور ____ یاد آ گیا مجھے۔ وہ قصور گیا ہے ____ قصور ____ وہ دل جو وہ وہاں دے واسطے قصور گیا ہے۔"

رسیلی خاموش ہوئی تو اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ [illegible]

"اچھا ____ تمہارا دل قصور گیا ہے ____ قصور نے کیا قصور کیا ہے۔"

"ارے ماں تیری نے بتایا ہے۔" رسیلی نے بہت روانی سے [illegible] جواب دیا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں اور وہ [illegible] کرنے لگی۔ [illegible] اس کی آنکھیں [illegible] لال انگارہ ہو گئیں۔

وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے [illegible] سے پوچھنے لگا۔

"کیا ہوا رسیلی؟ مجھے تو بتاؤ [illegible]"

"ہاں کہا۔" وہ [illegible] تیری اس نے [illegible] میں اس کے بچے کو [illegible]۔"

وہ [illegible] رسیلی کو دیکھنے لگا۔

***

جمعرات کی جھڑی ٹوٹ چکی تھی اور اب [illegible] ہوا بھی مدھم تھی۔ آسمان پر چوبیس گھنٹے بادل چھائے رہتے [illegible] کبھی کسی وقت ہلکی [illegible] کی طرح [illegible] جاتی اور پھر [illegible]۔ ایسے میں [illegible] فضا کا حبس [illegible]۔ دن بھر حبس اور گھٹن رہتی۔ [illegible] سے ترس رہے تھے۔

سورج تمام دن آنکھ مچولی کھیلتے گزار دیتا۔ کبھی بادلوں کی اوٹ میں چھپ جاتا، کبھی اپنی تمام تر [illegible] دکھاتا سامنے آ جاتا۔ ایسے میں اس کی چمک دمک اور تیز [illegible] کی تپش [illegible] جاتی۔ دھوپ میں ایسی شدید چبھن اور تمازت ہوتی کہ [illegible] بدن جھلسنے لگتے۔ فرحت کا [illegible] سے جناب کافی ہوشیار ہو گیا تھا۔ بلکہ آج کل تیسرے بچے کی آمد آمد تھی۔

لیلیٰ بی اپنے آنگن میں کھلے ہوئے پھولوں کلیوں کے بیچ خوب مطمئن اور خوش باش اپنا وقت بتا رہی تھیں اور ہر لمحہ اپنے پروردگار کی شکر گزار رہتی تھیں۔ جس نے ان کے ایک بیٹے سے گھر کی پھلواری میں اضافے کیے تھے۔

بس اگر کوئی فکر مندی تھی تو بیٹی کی طرف سے۔

معطر کو اپنی سسرال چھوڑے ہوئے سال پر سال گزر گئے مگر اس ضدی کی بچی نے اماں بی کا گھر

چھین لینے کو چھوڑنے کا جو عہد کیا تھا اس پر مضبوطی سے قائم تھی اور اپنے بیٹے سے جدا ہو کر [illegible] تھا۔

اس بیٹے کو بھی گرمی کا وہی عالم تھا۔

فرحت اور شرافت پسینے میں نہائے ہوئے بچوں کے ساتھ مسجد سے واپس آئے۔ کرانے والی بھی نماز پڑھ کر ادھر آ گئی تھی۔ نازیہ نے اس کے ساتھ مل کر دسترخوان لگایا۔ گرم گرم پلاؤ کی خوشبو سونگھ کر فرحت بولا۔

"آج اماں! یہ گرمی اور یہ گرم پتیلی۔ طبیعت ویسے ہی گھبرا رہی ہے۔"

کرانے والی نے ہنس کر یاد دہانی کرائی۔ "ارے بیٹے! ابھی تو کہتے ہو کہ جمعے کے مبارک دن سے اچھا کھانا پکانا چاہیے۔ کیونکہ یہ رات بہت برکت والی ہوتی ہے۔"

"جی ہاں اماں! اس میں کیا شک ہے۔" فرحت نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پھر سر جھکا کر کھانا کھانے لگا۔ دسترخوان پر معطر کے بچوں سے خوب رونق رہا کرتی تھی۔ [illegible] عبداللہ کے بھی اپنی اپنی [illegible] بیٹھے ہوتے۔

اس وقت بھی ایسا ہی تھا مگر حسب معمول معطر یا شرافت ان کی طرف سے بے فکر اور بے خبر تھے۔ کرانے والی [illegible]۔ لیلیٰ بی کے اصرار پر [illegible] کے دن وہ [illegible] کھانا کھا لیتی تھی۔ [illegible] کھانے کے [illegible] نکل چکی تھی۔ گرمی میں سب سے زیادہ برا حال فرحت کا تھا۔ وہ کھانا چھوڑ چھاڑ کر [illegible] کمرے میں [illegible]۔ [illegible] اتار کر [illegible]۔ [illegible] عشق [illegible]۔

[illegible] کھانے کے بعد فرحت کی جان میں جان آئی۔ دراصل پہلے کی نسبت اس کے وزن میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ صاحب قد و قامت [illegible] کے باوجود اس میں پہلے کی [illegible]۔ نازیہ اس کے [illegible] آئی۔ ہاتھ میں [illegible] انگوروں کی [illegible] تھی۔ اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"آپ تو ایسے [illegible] جیسے ہم آپ سے کھانے کا [illegible] لیں گے۔"

وہ انگور [illegible] ہوئے بولا۔ "یار! [illegible] کرو۔ [illegible] کچھ نہیں دیتا۔"

وہ ایک اسٹول کھینچ کر [illegible] ہوئی بولی۔ "[illegible] احتیاط کرتے۔ آپ [illegible] اسٹور [illegible] بیٹھے ہیں۔ کیا اس [illegible] کا کوئی علاج نہیں ہے؟"

فرحت نے ہنس کر جواب دیا۔ "ارے میری اماں جان! یہ وہ والا [illegible] نہیں ہے کہ میں [illegible] کی لسٹ میں آ جاؤں۔ آپ تو بس یہ کیجئے کہ اپنے کمرے میں ایک [illegible] کی سہولت دے دیجئے۔ ہم [illegible] شروع کر دیں گے۔"

"کیا مطلب؟" نازیہ نے غور کیے بغیر سوال جھاڑ دیا۔

"مطلب یہ کہ ____ آپ کے شوہر نامدار کو زیادہ گرمی سے وحشت ہوتی ہے۔"

نازیہ نے ایک گہرا سانس کھینچا اور کسی سوچ میں پڑ گئی۔

"کیوں؟ ____ ایسا کیا کہہ دیا میں نے؟" فرحت نے زور زور سے پنکھا جھلتے ہوئے دریافت

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

گیا۔ "تم تو ایسی چپ ہو گئیں جیسے میں نے کوئی بری بات کہہ دی ہو۔ تمہاری جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو خوشی سے اچھل پڑتی بلکہ خود اس آسائش کی فرمائش کرتیں۔"

"ٹھیک کہا آپ نے۔" نازیہ نے گردن ہلا کر اس کی تائید کی۔ "گرمی تو واقعی بہت شدید ہوتی ہے لیکن ۔۔۔ گھر میں اور بھی تو دیگر افراد ہیں۔ یہ سب کا ہی مسئلہ ہے۔"

"دیگر افراد؟" فرحت کی تیوری چڑھ گئی۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟ ۔۔۔ کھل کر کہو۔" وہ مصالحت آمیز لہجے میں بولی۔

"کچھ خاص نہیں۔ مجھے یہ خیال آ رہا ہے کہ اماں بی تو چلتے، اسے ہی پسند ہی نہیں کرتیں۔ پنکھے کے سامنے وہ ہی پچھے تک کو برا بھلا کہتی رہتی ہیں۔ مگر سعدیہ آپا کیا سوچیں گی؟"

"تمہارا مطلب ہے ۔۔۔ وہ بے چاری اماں؟" فرحت نے عجیب سے لہجے میں دریافت کیا۔

"کیا مضائقہ ہے۔" وہ فوراً کھل گئی۔ "وہ بھی خوش ہو جائیں گی۔ ان کا بھی کچھ تو ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔ وہ تو نہیں ہوگا۔ دیکھو، جب بھی دو۔" وہ جھنجلا کر اٹھ کر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ وہ صوفے سے اٹھی اور قریب جا کر پوچھا۔

"کیوں؟ ۔۔۔ موڈ کیوں خراب کر لیا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ جاؤ یہاں سے۔ فرحت چاہو۔" وہ بیزاری سے بولا۔

"اللہ اللہ ۔۔۔ معلوم ہوتا ہے"

"تمہاری بلا سے۔ جاؤ جا کر ۔۔۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"اف خدایا ۔۔۔ آپ تو ذرا ذرا سی بات پر"

"آپ مجھے موت ہی کیوں نہ آ جائے۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"خدا کی پناہ ۔۔۔ کیا حشر ہوگا۔"

"حشر تو تمہارا میں کروں گا، یاد رکھو گی۔" فرحت نے بات کرتے ہوئے اس کی چوٹی کھینچتے ہوئے کہا۔

"ارے اوہ ۔۔۔ بھلا کیسے ہو؟" وہ جھلا کر بولی۔ "یہ کون سا مذاق ہے۔"

"تمہیں تو ہر مذاق آزار لگتا ہے۔ خوب بھی۔"

"اچھا بھئی ۔۔۔ خدا کے واسطے چھوڑ دیجئے ۔۔۔ کچھ تکلیف ہو رہی ہے ۔۔۔ کچھ نہیں کہتی میں۔" وہ رحمت سے بولی۔ فرحت نے دو تین جھٹکے دے کر آزاد کر دیا اور ہنس کر بولا۔

"واقعی عورت کی جان اس کی چوٹی میں ہوتی ہے۔ مزہ آیا کچھ؟"

وہ اپنا سر سہلاتی ہوئی خفگی سے بولی۔ "اچھا کیا کہہ رہا تھا میں نے؟ ۔۔۔ میں دیکھ رہی ہوں آپ واقعی اب گرمی میں بہت بوکھلائے رہنے لگے ہیں۔ بہتر ہے کچھ ورزش کیا کیجئے۔"

وہ سیدھا ہو کر بولا۔ "ہاں ۔۔۔ یہ تم نے ٹھیک کہا۔ دفتر پر سارا دن بیٹھ کر رہتا ہوں ہو گیا ہے۔ چلنے پھرنے کا زیادہ کام رہا نہیں۔ میری تو ساری تھکن چلی رہی۔"

نازیہ کا ایک دفعہ پھر جی چاہنے لگا کہ قہقہہ مار کے ہنس پڑے مگر اس نے ہنسی ضبط کر لی اور آہستگی سے بولی۔

"ویسے آپ نے گاڑی خرید لی۔ رہی سہی چال بھرت بھی ختم ہو گئی۔ اب تھکن کس طرح

ہے بے چاری؟"

فرحت نے اسے عجیب سی نظروں سے گھور کر دیکھا۔ "یہ بے چاری کیا ہوتی ہے؟ ۔۔۔ کسی لڑکی وڑکی کا نام ہے کیا؟"

"ہاں ۔۔۔ آپ تو یہی سمجھئے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔ پھر اس سے کچھ دور ہو کر بولی۔ "ویسے بھی آپ کے اندر تو یہ باقی رہی ہی نہیں ۔۔۔ یعنی کہ تھکن بے چاری۔ لہٰذا آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ اسے لڑکی سمجھیں یا وڑکی۔" بات پوری کرتے ہی اس کے حلق میں پھنسا ہوا قہقہہ آزاد ہو گیا۔ فرحت کھسیا گیا۔ اس نے جھپٹ کر نازیہ کی کلائی پکڑ لی۔

"اچھا تمہارا خیال ہے میں اتنا موٹا اور بدصورت ہو گیا ہوں کیا؟"

ہنستے ہنستے نازیہ کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا۔ بمشکل ہنسی روک کر بولی۔ "میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔ چوڑی کلائی میں تھی۔"

"اچھا یہ بات ہے ۔۔۔ چوڑی کلائی میں تھی۔" وہ اس کی کلائی پکڑے پکڑے شرارت سے مسکرایا۔ "اور ۔۔۔ اپنے متعلق کیا خیال ہے؟ ۔۔۔ اپنا حلیہ ملاحظہ فرمایا آپ نے؟"

"کیوں ۔۔۔ میرے حلیے کو کیا ہوا؟" نازیہ نے حیران ہو کر سوال کیا مگر پھر ذرا سی خیالات آمیز بھی ہنسنے لگی۔

"کیوں؟ ۔۔۔ کیسی رہی؟" فرحت نے اس کا رخ اپنی طرف پھیر کر دریافت کیا۔

"کیا ۔۔۔ کیا ہے بھئی؟" نازیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"چلیے جناب ۔۔۔" وہ بے تحاشا ہنسنے لگا۔ "وہ آپ کی نسل کہاں غائب ہو گئی؟"

"آپ کی بہت چڑھ گئی۔" اس نے ہاتھ چھڑا کر بھاگ جانے کی کوشش کی مگر فرحت نے اس کی کوشش ناکام بنا دی۔

"بھل جانے کو ہی کوئے جاتے ہیں۔" وہ منہ بنا کر بولی۔ "میری اسمارٹنس آپ کہاں تک برداشت کرتے۔ ہو رہی ہے ۔۔۔ آپ کو ابھی کیا کرنا ہے؟"

"ورزش۔" فرحت نے بے اختیار جواب دیا۔ "میں یار اب تو واقعی کچھ کر ہی بیٹھے گا۔ ورنہ پھر گنتوں تک نام ہی فرحت کی جگہ موٹو پڑ جائے۔ کبھی مرتبہ فاخر آیا تو وہ بھی دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ کہنے لگا خدا کا شکر ہے۔ اب چاول بھی پکے۔"

نازیہ درمیان میں "فرحت، بالکل ٹھیک" کہتی جا رہی تھی۔ آخری جملہ سن کر بولی۔ "چاول تو ذیبا بھائی بھی بہت ذوق و شوق سے کھاتے ہیں۔ مگر وہ تو کتنے اسمارٹ اور چست ہیں۔ یہ کیا بات ہے بھلا؟"

"کون ۔۔۔ فاخر؟" فرحت نے چونک کر پوچھا پھر خود ہی بولا۔ "واقعی، فاخر تو اب تک بڑا اسمارٹ ہے۔ رنگت اور حسن تو پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں مگر جسمانی طور پر ویسا ہی ہے۔ اچھا بھئی، آ جائے تو پوچھیں گے ان سے یہ راز کی بات۔"

ان دونوں کے درمیان یہ نوک جھونک جاری تھی کہ بارش کی چھما چھم شروع ہو گئی۔ رم جھم کی بوندوں کے ساتھ ہوا کی تیزی میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے زوردار جھکڑ چلنے لگے۔ فرحت نے بیوی کی طرف شرارت سے دیکھ کر دریافت کیا۔

"بادل بھی جانے کو تیاری ہونے سے پہلے یہ تو ذرا بتاؤ کہ اسے میں کیا کیا کروں؟"

"کیا کرنا ہے؟" وہ بے نیازی سے بولی۔ "اس سال تو اس خیال کو لپیٹ کر رکھ دیجیے۔ اگلے موسم گرما تک وہ اسے ہی گھمانے کے لائق ہو جائیں گے تو اپنا شوق بھی پورا کر لیجیے گا۔ اب شرافت بھائی بے چاروں کا اتنے بچوں کا ساتھ ہے، وہ خود تو گھمانے سے رہے۔"

فرحت مسکراتا ہوا کھلے آنگن کی طرف بڑھ گیا جہاں گھر کے سارے بچے بارش کی تیز بوچھاڑ میں بھیگ بھیگ کر خوش ہو رہے تھے۔

آج بادل خوب جم کر اور کھل کر برس رہے تھے۔ بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے رک رک کر گرج رہے تھے۔ موسلا دھار مینہ برس رہا تھا۔ آسمان سے زمین تک موٹی موٹی شفاف بوندوں کا سفر جاری، ساری تھا۔ وقت کے ساتھ تیز ہواؤں کی شاخیں شاخیں اور بارش کی روانی بڑھتی گئی۔ سب [illegible] تھک کے گھر پانی کا [illegible] ٹوٹا۔ کہیں بادل بہت زور سے گرجا، کہیں دور سے ایک خوفناک کڑک سنائی دی۔ جیسے کہیں بجلی گری ہو۔

اماں بی اندر سے پکاریں۔ "دلہن! تمہارے بچے سے فون آیا ہے؟"

***

اس نے اس [illegible] کیا چھوڑا
پھول مرجھانے [illegible] گلدانوں میں
بیٹے [illegible] کیا معلوم
تم تو گھومے [illegible] خانوں میں
رات کے پچھلے [illegible] اتری
بیٹے پھولوں کی [illegible] پیالوں میں
تتلیاں کے مکانوں میں گم تھی ہی
[illegible]

سعید احمد مغرب کی نماز ادا کر کے ابھی بیٹھے ہی تھے کہ [illegible] ان کے بیٹے منہاج احمد صاحب آ گئے۔ علیک سلیک کے بعد سعید احمد خوش ہو کر گویا ہوئے۔

"طبیعت خوب صاحب ..... خوب بیٹھے آپ ..... قریب آ کر [illegible] چل کر۔"

منہاج صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کسی خیال سے ہی آپ کے ہر وقت پر حاضری کی فضائی ہے آج۔ گھر والی [illegible] بھی اور ان کی بھابی صاحبہ کی فرصت میں ہم نے آپ کو قصداً [illegible] میں بلایا ہے۔ جانتے ہیں آج کل جناب بعد نماز مغرب ایک دو گھنٹے اپنے اسکول میں ہوتے ہیں۔"

سعید احمد نے ان کی بات پوری توجہ سے سنی اور جلدی سے کہا۔

"تو بے عیب۔ اس سے اچھی بات کیا ہو گی۔ لیکن زحمت نہ ہو تو ایک ذرا اسکول کے آفس سے چند ضروری کاغذات اٹھا لوں؟"

منہاج صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ "ضرور ضرور ..... اس میں بھلا کیا مضائقہ ہے۔ چلیے ہم بھی چلتے ہیں۔"

انہوں نے بات ختم ہی کی تھی کہ بجلی کی [illegible] بارش شروع ہو گئی۔ سعید احمد بے تکلفی سے ہنس دیے اور زور سے بولے۔

"چلیے ..... اب تو بوچھاڑ ہونے لگی۔ جلدی جلدی قدم بڑھائیے۔"

منہاج صاحب قہقہہ لگا کر بولے۔ "ارے صاحب! ہم کوئی شکر ہیں کہ پانی سے گھل جائیں گے۔ چلیے قدم بڑھائیے۔"

دونوں ساتھ ساتھ تیز قدموں سے چلنے لگے۔ بوچھاڑ بتدریج تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اسکول کی عمارت میں داخل ہوتے ہوتے بھی بوچھاڑ تو اندر سے موتیوں کی طرح پھوٹ رہی تھی۔ اسکول کی عمارت قریب ہی تھی۔ پھاٹک کھلوا کے یہ دونوں اندر داخل ہوئے۔ عمارت خوب بنی ہوئی تھی۔ پورے احاطے کو مضبوط، پختہ چار دیواری حصار میں لیے ہوئے تھی۔ لوہے کا بھاری بھرکم پھاٹک اس قدر اونچا تھا کہ بڑی سے بڑی گاڑی با آسانی گزر سکتی تھی۔ دو عدد مستعد چوکیدار موجود تھے۔

سامنے کے رخ وسیع اور کشادہ اسکول آفس تھا جس میں ویٹنگ روم کا فرش تھا۔ چاروں طرف بلند قرینے سے آرام دہ اور مخملیں صوفے لگے ہوئے تھے۔ دروازوں اور شیشے کی خوبصورت کھڑکیوں پر بھاری پردے پڑے ہوئے تھے۔ آفس میں پہنچتے ہی شدید گرمی کا احساس ہوا۔

چوکیدار نے تیزی سے بڑھ کر [illegible] کھول دیں اور پردے ہٹا دیے۔ آفس کے آگے طویل [illegible] گیلری تھی جس کے [illegible] سے آراستہ ہوا دار کلاس روم تھے جو اس وقت سب بند پڑے تھے۔ [illegible] ایک [illegible] کی طرف جاتا تھا [illegible] اور اس میں [illegible] والے کلاس روم [illegible] سامنے سے [illegible] اسکول کا [illegible] ہوئے تھے۔ [illegible] کے درمیان [illegible] کیاریاں تھیں۔ [illegible] شاخیں تیز جھونکوں سے جھوم رہی تھیں۔ [illegible] جھونکوں کے ساتھ ساتھ بارش کے [illegible] آتے۔

منہاج صاحب نے آفس میں داخل ہو کر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور متاثر ہو کر بولے۔

"واہ صاحب ..... آپ نے تو [illegible] اپنا خواب پورا کر پا لیا۔"

سعید احمد [illegible] بولے۔ "اس خواب کی تعبیر میں کسی کی کوشش کا بہت بڑا [illegible] ہے۔"

منہاج صاحب نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر ان کی بات کاٹ دی۔

"تم اٹھارہ [illegible] حقیقت ہو گیا۔ [illegible] اب [illegible] نہیں ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ" سعید احمد کھسیانے ہو کر مسکرائے مگر خاموش ضرور ہو گئے۔ [illegible] درمیان والی الماری سے کچھ کاغذات ایک رجسٹر میں رکھ کر ساتھ لیے اور دوبارہ [illegible] کر کے [illegible] چوکیدار کو چند ہدایات دے کر ان کے ہمراہ باہر آ گئے۔

گھر پہنچنے تک دونوں حضرات بھیگ ضرور گئے تھے مگر جسم پر ایک خوشگواری کے سوا اور کوئی [illegible] نہ تھی۔

ڈرائنگ روم میں سعید احمد انہیں لے کر بیٹھے ہی تھے کہ چند لمحوں میں [illegible] لوازمات سے بھری

ہوئی کرے سے کرآ پہنچیں۔ سموسے اور پکوڑی کے علاوہ گرم گرم پکوڑے اور وہ تین اقسام کی چٹنیاں، پوری مرچ سب ہی تھے۔

منہاج صاحب تو سب دیکھ کر اچک اٹھے۔ چونک کر بولے۔

"اماں! آج تو ہماری بھتیجیوں نے کمال کر دیا۔ شاید انھیں الہام ہو گیا ہے کہ آج ہمارا کیا کچھ کھانے کو [illegible]"

اپنی بات پوری کر کے وہ پکوڑوں پر ٹوٹ پڑے۔

"ارے، ارے ——" سعید احمد گھبرا کر بولے۔ "احتیاط —— احتیاط —— خدا کے واسطے احتیاط کیجئے۔ ابھی دو ماہ قبل تو آپ کے پتے کا آپریشن ہوا ہے۔ خدانخواستہ ——"

ان کی بات منہاج صاحب کے حلق میں ہی اٹک گئی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"اماں تم بھی کیا یاد دلا رہے ہو سعید احمد! ابھی پتے کی بات کر رہے ہو وہ تو ابھی نہ جانے کس کس بات کا [illegible]"

سعید احمد بے چارے ان کی صورت دیکھ کر رہ گئے۔

حقیقت بھی ہے کہ پچھلے ثریا [illegible] منہاج الدین صاحب [illegible] تھے۔ وہ ڈاکٹروں کی ہدایت سے آپریشن [illegible] اس کے بعد بھی طبیعت [illegible] تھی۔ پھر دو ماہ قبل انھوں نے [illegible] بہت کمزور اور لاغر سے ہو کر رہ گئے تھے۔

تھوڑی دیر میں [illegible] کے ساتھ دادی صغریٰ بھی آ پہنچیں۔ [illegible] ان کے اپنے ہی [illegible] بہت دنوں سے [illegible] اتفاق [illegible] جو صاحب نے [illegible] سلام کا جواب دے کر [illegible]

"کو ہمارا [illegible] تو ہم مشتاق ہیں کیا ہوا ہے سادان [illegible] آج کل کی لڑکیوں کو [illegible] کی تیز ہیں۔ ابھی سامنے [illegible]"

منہاج صاحب نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ "جیتے رہو دادی اماں —— [illegible]"

وہ مسکرا کر بولیں۔ "اب سعید کی بات [illegible] مطلب [illegible] کرانے اور جب سے گھر میں داخل ہوئی ایک ہی رٹ لگی ہے۔"

سعید احمد چونک کر ان کی صورت دیکھنے لگے۔ منہاج صاحب بھی کھاتے کھاتے رک گئے [illegible] بھی رہے۔

دادی نے روئے سخن سعید احمد کی طرف پھیر لیا اور وضاحت سے بتانے لگیں۔ "مبارک ہو بیٹا یہ دونوں میاں بیوی تمہارے پاس ایک پرانے تعلق کو مضبوط کرنے اور یاد دہانی کے لئے آئے ہیں۔ اللہ مبارک کرے —— میں تو کہتی ہوں اب تم بھی تیاری پکڑو۔ اپنی حمیدہ اور سراج کا جوڑ [illegible] مناسب ہے۔"

منہاج صاحب ذرا کی ذرا ہاتھ روک کر بولے۔ "اب ڈنڈی تو اماں! آپ مار رہی ہیں۔ سیدھی سی بات ہے، ہم تو آج شادی کی تاریخ لینے آئے ہیں۔"

دادی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ارے بھیا! میں نے کیا کہہ دیا؟ —— جو کچھ تمہاری حمایت بھی کی اور تم نے ڈنڈی مارنے کا الزام لگا دیا۔ اللہ بھی ہر ایک سے بھلی ہاں میں ہاں ملاتی رہی ہوں۔"

یہ بات ضرور ہے اور وہ یہ کہ ہتھیلی پر سرسوں تو جماتے نہیں۔ یہ شادی ہے بیٹی کی۔ گڑیا گڈے کا کھیل تو نہیں۔"

منہاج صاحب نے کھانا چھوڑ کر دیا اور ان کے قریب بیٹھ کر کہنے لگے۔

"آپ کو یاد ہوگا، دونوں لڑکیوں کی شادی کے موقع پر ہم نے اپنا وعدہ بیان کر دیا تھا اور کہا تھا کہ چار سال کے بعد ہم آئیں گے۔ اور اب تو چار سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کب ہے کی تیاری؟ یہ ان غیریت والی باتوں کو چھوڑیے اماں! گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ بس بیٹی چاہئے اور وہ گھر [illegible]"

دادی ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے سعید احمد کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔ "ابھی تو تیرے سعید اور تمہارے گھر میں [illegible] ہے۔ میں کہتی ہوں ان عورتوں کے بیچ میں [illegible] [illegible] ان پر [illegible]"

سعید احمد جو دیر سے دادی کی باتیں سن رہے تھے مگر خاموش تھے اب اٹھ بیٹھے۔ انھوں نے قدرے [illegible] سے دریافت کیا۔

"کیوں کیا ہو گیا؟ —— خیریت تو ہے۔"

دادی اماں [illegible] کر بولیں۔ "جہاں [illegible] ہو کی دونوں [illegible] خیریت کیوں ہو گی؟ تمہاری بیوی کو تو آئے برسوں کے بعد ان کی [illegible] تمہاری ہو جائے گی۔ پھر حمیدہ بھی تمہاری فرزندی میں آ جائے گی۔ اس طرح تو [illegible] جائے گا ——"

سعید احمد ان کی بات [illegible] کے سامنے کا رشتہ کیا ہے —— کچھ میں نہیں آیا ہے؟"

دادی نے چہرے پر چھائے ہوئے کہا۔ "کتنی دور تک [illegible]"

"ارے جانے دیجئے اماں!" منہاج صاحب نے [illegible] "اماں تو [illegible] [illegible] سے بات [illegible] کی [illegible] [illegible] کو رشتہ ہے تو کیا [illegible] [illegible] میں تمہیں ختم کر کے چلا جائے۔ جب [illegible] [illegible] کوئی رائے مشورہ [illegible] دیں [illegible] مشکل آسان ہو۔"

پھر وہ سعید احمد کی طرف براہ راست متوجہ ہوئے۔

"یار اب چھوڑو ساری [illegible] میری [illegible] کیا بیان کیا ہوں۔ زندگی کا کیا بھروسہ؟ کم سے کم بیٹے کی خوشی تو دیکھ لینے دو۔" ان کا گلا بھر آیا۔ سعید احمد کے گھر میں چھید کر گیا۔ یہ ان کے وہی جگری دوست اور ہمدرد تھے جو پاکستان آنے کے بعد سے ہر قدم پر ان کے ساتھ رہے تھے۔ وہ تڑپ کر اٹھے اور ان کے ہاتھ تھام کر دلاسہ دیا۔

"آپ کیسی الٹی پلٹی باتیں کر رہے ہیں؟ —— کیا میری اور آپ کی اولادیں الگ الگ ہیں؟ کیا ہے فکر ہو جائیے۔ آپ جیسا چاہیں گے اور جب کہیں گے سب ویسا ہی ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ آپ میری طرف سے بالکل اطمینان رکھئے۔"

خوشی سے منہاج الدین کی زرد رنگت گلابی پڑ گئی۔ ان کے کمزور بدن میں تھرتھراہٹ سی پیدا ہو گئی اور بے اختیار دوست سے چمٹ گئے۔ پھر بے طرح پھوٹ کر رونے لگے۔

"کوئی کے خوشی۔ معاملہ خدا کا تھا"

"میرا اس کا رابطہ تو ہاتھ اور دعا کا تھا۔"

دادی نے بھی ان کی تسلی کے ضروری خیال کیا اور اٹھ کر شفقت سے ان کی پیٹھ تھپتھپانے لگیں [illegible] کی آنکھیں خود بخود بھیگ گئی تھیں۔

گزشتہ دو تین سالوں سے ماشاءاللہ سعید احمد کے مالی حالات میں زمین اور آسمان کا سا فرق آ گیا تھا۔ گھریلو ماحول تو یوں بھی نہایت پرسکون اور صاف و شفاف تھا مگر اب تو رزق کی ریل پیل [illegible] جاتی رہی تھی۔ ان کا اسکول حمیدہ بیگم کے دخل انداز ہونے پر نہایت عمدہ رفتار سے چل نکلا تھا۔ پھر یہ تو زمانے کا چلن بھی ہے کہ پیسے کو پیسہ کھینچتا ہے۔ سو یہ کہاوت بھی یہاں سو فیصد [illegible] تھی اور [illegible] سعدیہ کی طرف سے بطور تاوان ملنے والی رقم پھر سونے پر سہاگہ بن گئی تھی۔ [illegible] لیا کہ ان کی رات چوگنی ترقی کی منازل طے کر رہا تھا۔ اس معاملے میں [illegible] کے مشورے سے سعید احمد نے [illegible] بطور قرض حسنہ لے لی تھی [illegible] سب سے پہلے اسکول کے برابر والی زمین بھی شامل کر کے ایک بہترین عمارت کی بنیاد ڈال دی گئی [illegible] اچھا ماحول ۔۔۔۔۔۔ پر کام [illegible] ہو چکا تھا۔

[illegible] ہونے کی وجہ سے [illegible] خیال رکھا گیا تھا [illegible] اس معیار کی بدولت بہترین [illegible] کی نیک شہرت [illegible] سب سے پہلے انہوں نے [illegible]

[illegible] تعلیم حاصل کرنے [illegible] اختیار کرنے کی اجازت [illegible] کی ایک [illegible] کو جلد ہی [illegible] محنت [illegible] جا رہی تھی۔

[illegible]

یہ [illegible] آسودگی اور خوشحالی کے دور میں تھا۔ مگر کسی بھی غرور یا تکبر کا شائبہ تک نہ تھا۔ ان کے مزاج میں وہی [illegible] سادگی اور رکھ رکھاؤ تھا۔ [illegible] سے کہ محنت اور [illegible] [illegible] سعید احمد [illegible] عمارت [illegible] [illegible] میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وہی گھر سے [illegible] کے [illegible] سے پہلے اسکول [illegible] سے ادب و احترام [illegible] کے حقوق اور [illegible] ۔۔۔۔۔۔ کسی بات میں سر مو تفاوت ہوا تھا۔

اپنے گھر کی جانب وہ [illegible] اسکول کی عمارت پر بے حد شوق خرچ کر ڈالتے۔ حمیدہ انہیں بار بار گھر کو [illegible] کی طرف توجہ دلاتا رہتا تھا مگر وہ کم [illegible] بچوں کی شادی سے فرصت کر کے یہ کام کرنے کے [illegible] تھے۔ [illegible] کی خبر گیری کے خیال سے انہوں نے گھر میں ٹیلی فون کی سہولت مہیا کر دی [illegible] ایک روز حمید ایک [illegible] اور [illegible] لے آیا تھا۔ ان خوشگوار تبدیلی سے اس گھر کے [illegible] بہت ہی خوش ہوا کرتے تھے۔ [illegible] نہ تھی۔ وہ سب اپنی سادگی اور محدود زندگی سے مطمئن اور خوش و خرم تھے۔

اس روز حسام الدین صاحب اور ان کی بیگم کے جانے کے بعد سعید احمد نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

"بھئی اب وہ سعدیہ کو فون کر دو اور پھر ۔۔۔۔۔۔"

⌘●⌘

فرخ اور نازش کی جھڑپ کو تیسرا ہفتہ تھا کہ بھابی اور ڈاکٹر صاحب چھٹی کے دن کہیں کسی کام سے نکل گئے۔ دونوں بچے گھر پر ہی تھے۔ وہ دونوں دوپہر میں سو گئے تو نازش گھر سے باہر نکلی۔ [illegible] بچے بھی تو تنگ کریں گی۔ فرخ گاڑی سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے ہمراہ جاذب نظر شخصیت کا مالک کوئی اور بھی تھا۔ نازش کو فوراً یاد آ گیا، وہ فرخ کا دوست ہی تھا جس کا تعارف ایک دفعہ فرخ نے [illegible] میں کرایا تھا۔ وہ دونوں اسے دیکھ چکے تھے اور اب ڈرائنگ روم کی طرف آ رہے تھے۔ حالانکہ [illegible] بچے موجود تھیں مگر وہ سخت پریشانی اور کوفت میں مبتلا ہو گئی اور جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ خود کس رد عمل کا اظہار کرے۔ تجریس وہ اپنے دوست کو لے کر کیوں آیا تھا؟ وہ تذبذب میں مبتلا ہو گئی۔ [illegible] پر غصہ آنے لگا۔ چند لمحے بعد زینے پر آہٹ ابھری اور فرخ اوپر آ گیا۔ وہ [illegible] تھا۔ دوست کو پیچھے کے ڈرائنگ روم میں بٹھا آیا تھا۔ اسے روبرو دیکھ کر نازش نے منہ پھیر کر جانا چاہا مگر اس کا ارادہ بھانپ کر وہ ایک دم راہ میں حائل ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر سرگوشی میں بولا۔

"میرے خیال میں تم اتنی بداخلاق تو نہیں ہو [illegible] گھر آنے والے مہمان کو خوش آمدید کہہ سکو۔"

اس نے دوپٹے [illegible] سے [illegible] اس وقت گھر سے غیر حاضر ہیں۔"

وہ مطمئن لہجے میں بولا۔ "مجھے معلوم ہے [illegible] الحمدللہ ایسے موقع پر اپنے دوست کے ساتھ آیا ہوں۔"

"اوہ دوست؟ ۔۔۔۔۔۔ اور کیوں؟" نازش نے غصے میں سوال کیا۔

"وہ اسے [illegible] تم [illegible] اس لیے میں اسے لے آیا۔"

نازش کا دل دھک سے رہ گیا۔ [illegible] "وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟ ۔۔۔۔۔۔ آپ کا دماغ تو نہیں الٹ گیا؟"

فرخ کے چہرے سے [illegible] مگر کیا جاسکا مستقل کر کے بولا۔ "آہستہ بولو۔ وہ شریف آدمی ہی نہ لے۔ اس کے دل میں تمہاری بہت عزت اور قدر ہے۔ وہ تو بہت شریفانہ طریقے سے تمہیں ۔۔۔۔۔۔"

نازش نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی اور غصے سے جواب کر بولی۔

"تشریف [illegible] اس سے آگے ایک لفظ بھی کہنے کی کوشش کی تو ۔۔۔۔۔۔ میں آپ سے اور آپ کے شریف دوستوں کی شرافت سے خوب واقف ہوں۔ بدقسمتی اور دھوکا یہی ہے کہ کوئی مرد ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوتا۔ صرف ناموں اور ظاہری شکل و شباہت میں فرق ہوتا ہے۔ ورنہ اندر سے کردار سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اور توجہ سے سن لیں۔ میرے مستقبل کی طرف سے آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے نہ کوئی حق۔ آپ کو نہ جانے کیسے ہوائی ایک اچھی لگ رہی ہے ۔۔۔۔۔۔"

وہ تنک کر بولے اور شدت رنج سے اس کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ ہونٹوں پر پڑے بال تم گئے مگر [illegible] کر اس نے آنکھوں سے ایک آنسو بھی ٹپکنے دیا ہو۔ [illegible] خودداری سر پر ننگی تلوار کی طرح لٹک رہا تھا۔ وہ [illegible] فرخ [illegible] لہجے میں گویا ہوا۔

"نازش! خدا کے لیے مجھ سے بدگمان نہ ہو۔ میں خود ہی اپنی نظروں سے گر چکا ہوں۔ میری نیت اور خلوص پر شبہ مت کرو۔ میں نے اس روز تم سے اپنی معافی میں کچھ کہنے کی اجازت چاہی تھی مگر

"تمہیں گوارا نہ ہوا مگر اب اتنا ظلم ناقابل برداشت ہے۔ میں تمہیں اتنا ظلم نہیں کرنے دوں گا۔"

کہتے کہتے اس نے اپنے دونوں ہاتھ نازش کے شانوں پر رکھ دیے۔ اسے جیسے کرنٹ لگا ہو۔ وہ تڑپ کر دور جا کھڑی ہوئی اور غضب ناک ہو کر بولی۔

"آپ کی جرأت حد سے تجاوز کر رہی ہے۔ مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں آپ کو۔ بہتر ہے اپنے دوست کو لے کر عزت سے چلے جائیں۔ ورنہ میں اس کا سر توڑ دوں گی۔"

[illegible] اور وقت ہوا تو فراز قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔ سختی سے بولا۔

"اتنی خفا نہ ہو نازش۔ صرف چند منٹ کے لئے اس سے مل لو۔ میرے بھی وقار کا مسئلہ ہے۔ وہ دل میں کیا خیال کرے گا؟"

وہ تیوری چڑھا کر بولی۔ "آپ مجھ سے پوچھ کر اسے یہاں لائے ہیں؟ ——— [illegible] حق [illegible] والے [illegible] کوئی بدتمیزی کر بیٹھوں۔"

فراز نے [illegible] آگے بڑھ کر [illegible]

"وہ تم سے [illegible] کی ساری امید [illegible] ہے۔ اس میں میرا دوش [illegible] نازش [illegible] دل سے سوچو۔ میں خود [illegible] ہوں۔ اس کے اندر وہ تمام خوبیاں [illegible] سے شایان شان ہیں۔ وہ ایک [illegible] اوصاف کا مالک ہے۔"

اس [illegible] نازش کے [illegible] کی طرح پیوست ہو رہا تھا۔ [illegible] زہر [illegible] تھا۔ وہ [illegible] اس کے جانے کی خبر [illegible] رہا تھا۔ ——— [illegible] کے چہرے سے [illegible] [illegible] کہ وہ [illegible] جائے۔ [illegible] ——— [illegible]

اپنے دل کے [illegible] کے درمیان جنگ [illegible] آنے والے [illegible] اس کی قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ وہ [illegible] کمرے میں [illegible]

"نازش ——— نازش!" وہ [illegible] سے [illegible] "تمہیں [illegible] کا [illegible] دروازہ کھول دو۔ وہ [illegible] ہے۔ میں اسے [illegible] تم سے ایک ملاقات کے بعد [illegible] حنان سے ملنا چاہتا ہے۔ اسے ہمارے معاملات کی بالکل خبر نہیں۔ وہ تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔ اس نے اپنے خیالات کا مجھ پر اظہار [illegible] کیا تھا۔ مجھے بتاؤ، میں آخر کیا کرتا؟"

[illegible] وہ دروازے سے لگی کھڑی رہی۔ تھک ہار کر وہ واپس لوٹ گیا۔

معلوم نہیں اس نے اپنے دوست سے جا کر کیا کہا ہو گا۔

✻✻✻

تایا کے آتے ہی حویلی کے ماحول میں ایک دم گرم جوشی اور رونقیں سمٹ آئیں۔ [illegible] اضافہ ہو گیا۔ خاموشی اور سکوت کا عالم اس صورت میں قائم رہتا جب اس کی بیٹیاں سو رہی ہوتیں [illegible] ایک ہنگامہ سا برپا رہتا۔ ایسے میں [illegible] کے تینوں بچے بھی کھیل لیتے۔ [illegible] رہے ہیں۔ [illegible] اور [illegible] پسندی کا [illegible] ہوتا تو [illegible]

تایا اس وقت بہت ہی سست اور فکر مند سی ہو رہی تھی۔ عموماً وہ اپنی بچیوں کے سارے کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھی مگر رفتہ رفتہ اسے چلنا پھرنا بھی دوبھر لگنے لگا تھا۔ جسم سارا پھولتے پھولتے [illegible] سی گیند بن گیا تھا۔ خون کی کمی اس کے چہرے اور آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔ [illegible] بھول جاتا۔

حویلی میں اس کے آتے ہی بچی جان اپنی [illegible] میں الجھ گئی تھیں۔ جو جو پلان انہوں نے [illegible] کے تھے، سب پر یک وقت عملدرآمد شروع ہو گیا تھا۔ [illegible] زبان [illegible] پر بھی [illegible] اخراجات کا وزن لاد دیا گیا۔ [illegible] انتظام میں پیش پیش تھیں۔ ان حالات میں [illegible] کا تعاون بھی شامل ہو گیا۔ [illegible] تو اس کی سرگرمیوں پر [illegible] بیگم بہت [illegible] وہ خوش رہا [illegible] مگر جب انہوں نے [illegible] [illegible] کے مختلف کام [illegible] سے [illegible] ان سے [illegible] کا احساس [illegible] اختیار کر لی۔

[illegible] میں بچی جان نے بھی [illegible] سے بات کرنے پر [illegible] [illegible] کرنے سے [illegible] مگر [illegible] بیگم کے بیٹے کی [illegible] اس نے [illegible]

اپنی فطرت سے مجبور [illegible] کے اندر [illegible] سے [illegible] کے دل کے [illegible] نکلتے تھے۔ وہ [illegible] کے [illegible] سے [illegible] آزادی سے اس کی [illegible] ہی [illegible] سے [illegible]

[illegible] کے حویلی کی [illegible] بیگم کی [illegible] کی طرح [illegible] کر گزرتی۔

"آج خود تو ابھی تک بے اولاد ہیں۔ یہ کیا کسی کی اولاد [illegible] کسی روز [illegible] نقصان نہ پہنچ جائے۔ [illegible] اپنی اولاد کی طرف سے غافل رہتی ہیں۔ ایسا [illegible] کام کا۔"

کمرے سے یہ [illegible] بھی باہر تک آواز آ رہی تھی۔

"آج کل بچوں کو تو چھوٹے بڑے بھی اپنے تعاون کے طور طریقے اور قاعدے قرینے بھولتے جا رہے ہیں۔ جانے کیا کھول کھول کر پلایا جا رہا ہے اور یہ پی رہے ہیں۔"

[illegible] میں رہنے کی وجہ سے وہ کئی رازوں سے بھی واقف ہو گئی تھیں۔ ایک روز جبکہ [illegible] حویلی جانے کی تیاری میں مصروف تھیں، یہ بھی ان کی کوٹھڑی میں جا پہنچیں۔

حویلی کی تاریخ میں یہ پہلا حیرت انگیز واقعہ تھا۔ [illegible] کی تو آنکھیں [illegible] کی پھٹی رہ گئیں۔ [illegible] طاری ہو گیا۔ وحشت اور گھبراہٹ سے خود [illegible] کا اپنا حال بھی برا تھا مگر [illegible] سے کہ [illegible] کی [illegible] انسان کی عام سوجھ بوجھ بھی جاہ دولت ہے۔ وہ شیطانی حربے آزماتے آزماتے خود بھی شیطان [illegible] جاتا ہے۔

آج جمعرات تھی۔

بوا کو سویرے ہی نکلنا تھا۔ جیسے ہی انہوں نے برقعہ اٹھایا، بیگم کر ان پر جا پڑیں اور ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر گویا ہوئیں۔

"بوا تم گھر بھر کے کام کرتی ہو۔ ہم نے تم سے کبھی کوئی کام نہیں لیا۔ مگر اب تم ہمارا ایک کام کرو گی۔ دیکھو انکار مت کرنا اور خلوصِ نیت کے ساتھ ہمارا کام کر کے آنا۔ ورنہ یاد رکھو ہم [illegible] اسے برے بھی ہیں۔"

بوا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حویلی کی اس تکبر بھری بہو کو دیکھنے لگیں جس نے کبھی انہیں منہ بھی نہیں لگایا تھا۔ گھبرا کر بولیں۔ "بی بی آپ کیوں یہاں چلی آئیں؟ ...... مجھے وہیں سے حکم کر دیا ہوتا۔"

"ارے بھی تم خاموش ہو جاؤ۔" شگفتہ جھلا کر بولیں۔ "ہم جو کہہ رہے ہیں وہ غور سے سنو [illegible] لگے بے حرف [illegible]" انہوں نے [illegible] ایک ایک لفظ پر زور دے کر [illegible] ہوئیں۔ "تم ہماری طرف سے [illegible] کے بابا سے دست بستہ عرض کرنا کہ جس طرح بھی [illegible] جائے [illegible] ہو جائے کہ ...... وہ دوسری شادی کر لیں ...... اس [illegible] کا گھر [illegible] میں [illegible] ...... [illegible]"

[illegible]

"دیکھو [illegible] دل و جان سے [illegible] بابا کے مزار پر [illegible] [illegible] کے [illegible] کریں گے۔ اس وقت [illegible]

[illegible] آئی۔

[illegible] سے [illegible] سانس [illegible] چلنے لگا تھا۔ وہ [illegible] رہی تھیں۔

"کیا کوئی حسد اور عداوت میں اس حد تک گر سکتا ہے؟ ...... [illegible] کے [illegible] ہی کھلیا ہوں [illegible] ...... وہ ایک نیت کی [illegible] اور عداوت سے [illegible] [illegible] اپنا [illegible] اور سے [illegible] ...... [illegible] دل میں تو کسی کے لئے بھی [illegible] ہے۔ اس نے [illegible] کبھی طلب نہ کیا [illegible] اس کے [illegible] میں [illegible] کے وہ بچوں ...... مگر انہوں [illegible] پیار کا ایک میٹھا بول تک [illegible] کیا۔ لیکن وہ کیسی کشادہ دل اور بلند اخلاق ہے۔ کیا اسے کسی ماں نے جنم نہیں دیا؟ وہ [illegible] جان جگر ہوتا ہے؟ ...... آج اس کم نصیب کے لئے جھولی پھیلا پھیلا کر سوتن کی [illegible] ہیں۔ اس کا شوہر اس سے [illegible] چھین لینے کی سازشیں ہونے لگی ہیں۔ اگر جو قدرت نے اب تک اس کی گود ہری نہ کی تو اس میں بھی قصور وار وہی ٹھہرائی جا رہی ہے ...... کیا اولاد کا ہونا [illegible] انسان کے اختیار میں ہے؟"

بوا کے چاروں طرف بم پھٹ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں [illegible] آ گئی تھی۔

[illegible] ہو گئے ختم۔

اسی دوپہر شگفتہ کی ہمشیرہ شگوفہ اپنے شوہر نامدار کے ہمراہ حویلی آ اتریں۔ اس کا بیٹا جو [illegible] برس کا تھا، دوسرے کا پہلا تھا [illegible] وہ اپنے [illegible] میاں سے ملنے آئی تھی۔ شادی کے بعد پہلی مرتبہ آئی تھی۔ سب نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ شگفتہ نہال ہو گئیں۔ ان کے اندر باہر بے پایاں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ شاکر بھائی بھی ساتھ تھے اور ہم [illegible] کے آگے پیچھے گھوم رہے تھے۔

اگلے دن ابا میاں اور [illegible] ایک ساتھ ہی کراچی سے لوٹے اور نئے مہمانوں سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ ابا میاں روتی [illegible] اور داماد کو اپنے پاس پا کر کھل اٹھے تھے اور داماد [illegible] لگے سے لگا لیا۔ [illegible] نے بھی کھلے دل سے ان کا خیر مقدم کیا تھا مگر شگوفہ کا اکھڑا اکھڑا رویہ اور طنز آمیز انداز گفتگو بھی [illegible] نے نوٹ کیا۔

پھر ان کے اندر [illegible] نے سارے گھر کا ایک ہلچل [illegible] پوری حویلی میں پھیلا دیا۔

[illegible] شگوفہ [illegible] مختلف [illegible] کے [illegible]

[illegible]

[illegible] نتیجہ [illegible] کی [illegible]

[illegible] شگوفہ [illegible]

[illegible] تو [illegible] سب [illegible] کی [illegible]

[illegible] اپنے [illegible]

دو سگی [illegible] ہونے کے باوجود بہت مختلف تھیں۔ فطرتاً یہ بات سب شگوفہ کو بھی محسوس ہوتی تھی۔ بچوں کی [illegible] اور [illegible] کی قدر بدلی آئی تھی ...... وہ پہلے کی نسبت [illegible] ہوتی تھی۔ اپنی خواب گاہ سے نکلتیں تو سب سے ملاقات ہو جاتی۔ جب سے حویلی میں قدم رکھا تھا، شگفتہ نے خود بھی [illegible] کی طرف آنا ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کی دیکھا دیکھی شگوفہ بھی ادھر آنے سے کترا رہی تھی۔

آج کل صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ پوری حویلی میں بچوں کا غول [illegible] میں مصروف نظر آتا تھا۔ [illegible] کی حالت کے پیش نظر اس کے بچوں کی چہچہاتے اور [illegible] اپنے [illegible] کی وجہ سے [illegible] حویلی کی خواتین کی نگاہوں میں آ جاتا ہے تھا۔ شگوفہ پر [illegible] کے ساتھ [illegible] کر رہ جاتی۔

[illegible] بچوں کی سازشوں سے قطع نظر شگوفہ سے بے خبر [illegible] کی [illegible] گی۔ ایک [illegible] میں [illegible] اس کا [illegible] لگی تھی۔ اس کی نظر کے زاویے اور انداز بھی دیکھ [illegible] کی [illegible] ظاہر ہے اس درد کی دوا کس کے پاس نہ تھی ...... وہ کیا علاج کرتی اس لاعلاج مرض کا۔ صرف مسکرا کر رہ جاتی۔ ہاں، چونکہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

جائداد قبیل سے اس کا بھی تعلق تھا اور وہ بھی فائز کو کچھ نہ کچھ کہہ کر، یاد دلا کر چھیڑتی رہتی تھی۔ ہے وہ بھی ہنس ہنس کر سن لیتا۔ چڑنا کسی بات سے نہیں تھا۔

شگوفہ کے شوہر کی وجہ سے تایا، زرمانی بیگم کی طرف جانے سے گریزاں رہنے لگی تھی۔ آج کل اس نے سب کے ساتھ نشست گاہ میں پڑے رہنا ترک کر دیا تھا۔ جمولی کی وجہ سے وہ وقت الجھن کا شکار رہتی۔ لہٰذا وہ دن کا زیادہ وقت حصہ جو بھی سرور جہاں کی طرف پڑی رہتی۔ سعدیہ اس کی بیٹیوں کو پکڑ دھکڑ کر تیار کرنے یا فیڈ کرنے ادھر لاتی تو بھی کبھار شگفتہ کے علاوہ شگوفہ کا بیٹا بھی چلا آتا۔

گھڑی بھر میں لپٹنے کے دیے پڑ جاتے۔ شگوفہ کے اشارے پر کئی کئی نوکرانیاں دوڑ پڑتیں اور طرح طرح کے حیلے بہانے بہلا پھسلا کر لے جاتیں۔

سرور بانو کی ایسا تماشا بھی آنکھوں دیکھتیں اور دوسرے پلنگ پر لیٹی تایا سے اس بارے میں اظہار خیال کرتے تھکتیں۔

ایک روز تایا کی چھوٹی سعدیہ کے ہاتھوں سے مچل اور [illegible] بھاگ کر نشست گاہ کے ایک پردے کی اوٹ میں چھپ گئی۔ شگفتہ [illegible] شگوفہ سے [illegible] کر رہی تھیں۔ زرمانی بیگم اور بچی جان معلوم نہیں کہاں تھیں۔

شگوفہ بیٹے کو فیڈ کراتے ہوئے [illegible]

"تم [illegible] تایا! آج [illegible] وہ ایسا چاہے [illegible] کے بچے پالی کو دو ہیں۔ مجھے تو اب [illegible] کام نہیں کر رہی تھی۔ مگر اب دیکھو، تیرے جانے کے ان کی [illegible] وہ نہیں رہی۔ کوئی ان دنوں [illegible] اور [illegible]"

اسی وقت سعدیہ نے آ کر بچی کو ڈھونڈ نکالا۔ نشست گاہ والوں کے قہقہوں سے گونج گئی۔ سعدیہ اس کی حرکت پر [illegible] نشست گاہ کو خالی [illegible] اس کی جگہ پالی رہی گئی۔ [illegible]

شگفتہ اور شگوفہ آپ ہی آپ ہنس ہنس کر خاک ہو گئیں۔

شگوفہ نے [illegible] جائداد [illegible] بھری ہوئی آواز میں کہا۔

"اور تم [illegible] آج [illegible] ہو گئیں۔"

میں اسی وقت راہداری میں [illegible] جواب [illegible] تھے۔ [illegible] پر [illegible] کر مسکرائے۔

"[illegible] بچی! تمہارے ہاں کا نمبر لگ رہا ہے۔" کہتے کہتے انہوں نے ریسیور کان سے لگایا۔

"ہیلو [illegible]"

اچانک ان کی بھاری بھرکم آواز [illegible] گئی۔ وہ فرش پر بیٹھ گئے تھے۔

❖❖○❖❖

نہ جسم تیرے سانے کو ترسیں گی نگاہیں
یوں تجھ سے بچھڑنے کا نہ تھا وہم و گماں بھی

جبکہ وہم و گماں کی منزلوں سے بھی بہت پہلے ہی ایک درد ناک حقیقت نے مجسم ہو کر چاروں اطراف میں یہ خبر پھیلا دی تھی۔

"سعید احمد اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔"

آہ ـــــ موت کے بے رحم پنجے سے کسی کو رہائی نہیں۔

مگر کچھ اموات ایسی بھی ہوتی ہیں جو [illegible] اپنے پیچھے رہ جانے والوں [illegible] زندہ رہنے والے عمر بھر کے لئے ادھ موئے سے ہو جاتے ہیں۔

سعید احمد ـــــ ایک معمولی سے [illegible]

لیکن جب وہ دوسروں کے کندھوں پر [illegible] مسکراتے چہرے کے ساتھ [illegible] کی طرف [illegible] جا رہے تھے تو ان کے [illegible] کا ایک جم غفیر تھا جو بھیگی آنکھوں [illegible] دلوں اور [illegible] تھا۔ اور جب [illegible] کے لئے [illegible] سے [illegible] کر "کوئی بھی ہے [illegible] جس کے قرض دار ہے [illegible] ہوں؟" تو ایک آواز بھی نہ ابھری۔

وہاں بھی ہر ایک کی آنکھ [illegible] سعید احمد کی شرافت اور [illegible] کے معترف تھے۔ ان کے اسکول کا پورا اسٹاف [illegible] تمام اہل محلہ اور مسجد کے نمازی سبھی موجود تھے۔ [illegible] شاگردوں کی آنکھیں [illegible] مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے ان کے انتقال کا اعلان ہوا تھا [illegible] ان کے گھر کے آس پاس [illegible] کے علاوہ دوست و احباب کا ہجوم لگ گیا تھا۔ حیران و پریشان لوگ سرگوشیوں میں اپنی حیرت [illegible] ایک دوسرے سے کر رہے تھے۔

کسی کو یقین نہ آ رہا تھا کہ کل رات تک بالکل چاق و چوبند اور تندرست سعید احمد آناً فاناً [illegible] کیسے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ ظالم موت کے خونی پنجے نے انہیں اتنی مہلت بھی نہ دی تھی کہ اپنی تیسری بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کرتے اور دوست سے کیا ہوا وعدہ پایہ تکمیل کو پہنچا سکتے۔ بیٹی کو وداع کرنے سے پہلے خود وداع ہو گئے۔

والد صاحب کی موجودگی میں انہوں نے بغیر کسی بحث و مباحثے کے منہاج الدین صاحب کو حمیدہ کے لئے رضامندی دے دی تھی اور خوشی ان کا مطالبہ مان کر انہیں مطمئن کر دیا تھا۔

گھر کے اندر آ کر بیوی کو بھی تمام حالات سے آگاہ کیا تھا۔ رخصتی کی تاریخ اور دیگر انتظامات اور

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

رات سونے سے پہلے دونوں بیٹوں اور دامادوں کو بلا بھیجنے کی ہدایت کر کے انہوں نے اس رات نماز عشا گھر میں ہی ادا کی تھی۔ حالانکہ ایسا کبھی ہوا نہ تھا۔ بیوی نے خیال کیا، ایک تو با جماعت نماز کا وقت گزر چکا، رات کافی بیت چکی، اوپر سے بارش چھما چھم برس رہی تھی۔ پانی کا تار تھا کہ ٹوٹنے میں نہ آ رہا تھا۔

آدھی رات کے بعد بارش تھمی تو بجلی چلی گئی۔ کھل کے برس جانے کے باوجود حبس کمرے میں محسوس کر کے سعید احمد نے اپنی چارپائی صحن میں نکال لی۔ گھر بھر کے برآمدے میں لیٹے حمیدہ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دوڑ کر ان کا بستر لگایا اور پاس چوکی رکھ کر مچھر دانی لگا دی۔ وہ باپ کے معمولات اور عادات سے آگاہ تھا۔

اگلی صبح روشن اور چمکدار تھی۔ آسمان جگہ جگہ سے کھل گیا تھا اور ہوائیں چل پڑی تھیں۔ رات والی گھٹن اور حبس جا چکا تھا۔

آج اتوار کا دن تھا۔ چھٹی اسکول کی بھی۔

حمیدہ اور مجیدہ نے رات ہی طے کر لیا تھا کہ اگر بارش نہ ہوئی تو سب سے پہلے گھر کے کپڑے دھو کر فرصت حاصل کر لیں گی۔ بچوں کی [illegible] دونوں مصروف تھیں۔ سعید احمد صبح سے ہی [illegible] ایک [illegible] کمرے میں داخل ہو گئی۔ [illegible] پیچھے پیچھے [illegible] یہاں سے وہاں تک [illegible]

سعید احمد کی بیوی نماز اور تلاوت [illegible] باورچی خانے میں چلی گئیں۔ سعید احمد [illegible] کی بیٹھک کے عادی نہ تھے۔ مسجد سے آتے ہی ناشتہ کرتے تھے۔

مگر آج خلاف معمول [illegible] اور [illegible] بیٹیاں کمرے سے بھی [illegible] میں آ گئیں اور انہوں نے بیرونی گیٹ کو اندر سے بند دیکھا [illegible] متعلق توجہ نہ دی۔ [illegible] سعید احمد بیٹھک والے دروازے [illegible] آتے جاتے تھے۔

قریباً [illegible] سعید احمد [illegible] غائب تھے۔

اب ان کی بیوی خاصی پریشان ہو گئیں۔ بے قراری سے حمیدہ کو مخاطب کر کے بولیں۔

"بیٹا تم تو آج ایسے غافل ہوئے [illegible] ہی نہ کی۔ جاؤ ذرا اپنے ابا جان کی خبر لو۔ ابھی تک مسجد سے لوٹے کیوں نہیں ہیں؟"

وہ [illegible] سے [illegible] "ارے امی [illegible] جماعت آئی ہوگی۔ ان کے ساتھ ہوں گے۔ آ جائیں گے۔"

وہ بیرونی دروازے کی طرف نگاہیں دوڑا کر بولیں۔ "معلوم نہیں کیوں مجھے بہت ہول ہو رہی ہے۔ وہ اتنی دیر کبھی لگاتے نہیں۔"

اچانک گھر کے کسی گوشے سے حمیدہ کی چیخ سنائی دی۔ "ارے ــــ ابا جان کے جوتے ــــ پھر وہ مسجد کیسے گئے؟"

"ایں ــــ؟" سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔

سعید احمد کی بیوی ننگے پاؤں اٹھ کر بھاگیں۔ بدحواس ہو کر پوچھا۔ "ارے کیا کہے جا رہا ہے؟ کدھر گئے ہیں؟"

بچہ مچھر دانی کے قریب کھڑا [illegible] انداز میں کہیں بچا بچا کر چارپائی کے نیچے رکھے ہوئے جوتوں کو تک رہا تھا۔

وہاں کے پیچھے پیچھے حمیدہ اور مجیدہ بھی آ گئے۔ سب پھٹی پھٹی نگاہوں سے باپ کے جوتوں کو گھورنے لگے جیسے وہ جوتے نہیں، ایٹم بم ہوں۔

آج سب کچھ خلاف معمول ہو رہا تھا۔

سعید احمد اور رات سے دن چڑھے تک سوتے رہ جائیں؟ ناممکن ــــ حمیدہ نے آگے جھپٹ کر ایک لمحے بھی گم ہوتے میں مچھر دانی کے پردے الٹ دیے۔

ایک ہاتھ ہے دل پر تو کبھی ایک ہاتھ قلم پر
لکھتے نہیں بنتی ہے کہ بن آئی ہے دم پر

سعید احمد بستر پر بے سدھ پڑے تھے۔ چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ باپ کو اس حال میں اچانک دیکھ کر حمیدہ لڑکھڑا گیا۔

حمیدہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سعید احمد کی بیوی ہکا بکا کھڑی تھیں۔ ہاں، بچوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ زبان سے بے اختیار نکلا۔

"یا اللہ یہ کیا ہوا؟"

مجیدہ ماں سے لپٹ کر رونے لگی۔ "امی جان یہ کیا ہو گیا ــــ کیا ہو گیا میرے ابا جان کو ــــ ابھی رات کو تو اچھے بھلے تھے۔ ــــ [illegible] کیوں لیٹے ہیں؟"

پھر امی نے بہت سے کام لیا۔ [illegible] حمیدہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"جلدی سے کسی حکیم ڈاکٹر کو لاؤ، وہ تمہارے [illegible]"

لمحہ بھر میں اس اطلاع نے [illegible] گھر کی گلی محلے میں آ پہنچی۔ [illegible] کا طوفان اٹھا تھا۔ [illegible] لگے۔

سعید احمد کی بیوی کی آنکھیں [illegible] لگیں۔

پلنگ کی پٹی سے جھک کر شوہر کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔ دل و دماغ پر ایک عجیب سا خیال چھانے لگا۔ چہرہ جیسے زرد پڑ گیا تھا۔ وہ بجھی بجھی آنکھوں سے شوہر کو، حیات کے اس مسافر کا چہرہ یک ٹک دیکھے جا رہی تھیں جو گزشتہ چھتیس سال سے ان کا [illegible] شریک سفر تھا۔ مگر آج ــــ !

حمیدہ، مجیدہ کی صورتیں زرد ہو رہی تھیں۔ اس اچانک واقعے سے ان سب کے دل و دماغ سن اور شل ہو گئے تھے۔ سوچیں گم کر رہی تھیں۔

اب کیا ہوگا؟

کیا ہونے والا ہے؟

ایک بہت بڑا اور بھیانک سوالیہ نشان آنکھوں کے سامنے لہرا رہا تھا۔ حمیدہ ان کے جوتوں پر سر رکھے تڑپ تڑپ کر رو رہا تھا۔ فریاد کناں تھا۔

"ہائے میرے ابا جان ــــ ہائے میرے ابا جان ــــ!"

حمیدہ گیٹ چوپٹ کھلا چھوڑ کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

تھوڑی ہی دیر میں اس بنگلے کے گیٹ سے اڑوس پڑوس کی عورتیں آنا شروع ہو گئیں۔ ڈاکٹر کے آتے آتے ایک ہجوم گھر میں لگ گیا۔

سعید احمد کی بیوی کے دماغ پر جیسے ہتھوڑے برس رہے تھے۔ حمیدہ بے قراری سے ہاتھ مل رہی تھی۔ ماں بیٹیاں دیوانوں کی طرح ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھیں مگر سعید احمد تو سب کی کیفیتوں، سب کے محسوسات سے بے خبر آنکھیں موندے لیٹے تھے۔ یہ کیسی نیند تھی جو کسی طرح کی بھی مداخلت سے ٹوٹ رہی تھی نہ بکھر رہی تھی۔

بالآخر اس نیند کا نام بتانے والا اور اس نیند کی شناخت کرنے والا حمید کے ساتھ ساتھ گھر میں داخل ہوا۔ یہ بنگلے کے ڈاکٹر صاحب تھے۔ انہوں نے بے سدھ پڑے سعید احمد کا تفصیلی معائنہ کیا۔ الٹ پلٹ کر ہر طرح اپنا اطمینان کیا۔ نبض ٹٹولی، سینے سے کان لگا کر سنتے رہے۔ بار بار آنکھوں کے پپوٹے کھول کر دیکھے پھر سر جھکا کر رہ گئے۔

"بس بہن۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم تھا۔"

بیوی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

"ڈاکٹر صاحب۔۔۔!"

الفاظ حمید کے حلق میں پھنس کر رہ گئے۔ وہ معصومیت سے ان کی طرف دیکھنے لگا جیسے زندگی کی ڈور ان کے اختیار میں ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے شفقت سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولے۔

"صبر کرو بیٹے! اوپر والے کے کام تو۔۔۔ قسمت میں یہی لکھا تھا۔ رات میں کسی وقت سعید صاحب کی حرکت قلب بند ہو گئی۔"

"کیا۔۔۔ ختم ہو گئے؟" کسی نے [illegible] کیا۔

"جی ہاں۔۔۔ ختم ہو گئے۔"

ڈاکٹر صاحب نے سر جھکا لیا۔

"ہائے میرے ابا جان!" حمیدہ کے منہ سے کرب ناک چیخ نکل گئی۔ حمیدہ اور بھی شدت سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

حمیدہ بھائی سے لپٹ گئی۔

"ہم اب کیا کریں گے۔۔۔ ہائے یہ کیا ہو گیا؟"

سعید احمد کی بیوی کو سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑی میاں کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں۔

گھر میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔ بنگلہ سا جاگ پڑا تھا۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

ہر کسی کو اس گھرانے سے تعلق خاص تھا۔ سب کو یہاں کے ہر فرد سے دلی ہمدردی اور انس تھا۔ سعید احمد کے غیر معمولی کردار اور شریف النفسی کا ہر کوئی مداح اور شاہد تھا۔ وہ کون سی آنکھ تھی جو ان کی اس اچانک وفات پر اشک بار نہ تھی۔ وہ کون سے ہاتھ تھے جو ان کی دعائے مغفرت کے لیے نہیں اٹھے تھے۔ ہر زبان پر ان کے لیے کلمۂ خیر اور تعریف و توصیف کے کلمات تھے۔

دادی صغریٰ کا حال بہت ہی غیر تھا۔

وہ چلا چلا کر رونا چاہ رہی تھیں مگر ان سے رویا تک نہ جا رہا تھا۔

سعید احمد کے سفر آخرت سے پہلے پہلے دونوں بیٹیاں سعدیہ، نازیہ اور نازش اور فرحت سب

پاپا بھی عجیب کیفیت کے ساتھ آ پہنچے تھے۔

سعدیہ کے ہمراہ۔۔۔ ابا میاں اور سرور بھائی بذات خود آئی تھیں۔

×●×

فرخ کے چلے جانے کے بعد بہت سارے دن خاموشی سے گزر گئے۔ وہ دوبارہ نہیں آیا مگر بھائی جان ایک دو بار کچھ کہتے کہتے رکیں۔

"نازو! ایک عجیب خبر سنی تم نے؟۔۔۔ وہ جو تمہارے استاد محترم ہیں نا، انہوں نے تمہارے لئے ایک مرد محترم، ماہر ڈاکٹر لڑکے کا رشتہ بھجوایا ہے۔"

کچھ لکھتی ہوئی نازش کے ہاتھ جیسے رک کر رہ گئے۔

"تو۔۔۔ بالآخر بات یہاں تک آ پہنچی ہے۔ یعنی فرخ واقعی سیریس ہے۔" وہ اندر ہی اندر کھول کر رہ گئی گو کہ منہ سے کچھ بول نہ پائی۔ بھائی پر ایک بے بسی کی نظر ڈال کر رہ گئی۔

وہ خود ہی اس کی معلومات میں اضافہ کرنے لگیں۔

"تمہارے بھائی جان کہہ رہے تھے، پروفیسر فرخ کا کزن ہے اور فرخ اس کی تمام ذمہ داریاں قبول کر رہا ہے۔ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہے، کہیں دور کسی نواحی علاقے جا رہا ہے۔ لڑکے کا گھر بار اور پوسٹنگ مظفر گڑھ میں ہے۔ بھائی صاحب نے مشورہ نہیں کیا اور معذرت کر لی۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک ہی بہن ہے، اتنی دور نہیں بیاہ سکتے۔ وہ کبھی کسی کی مدد تک نہ پہنچ سکتے تھے اس کے لیے۔"

بھائی کی صاف گوئی اور بھابی کی بے پایاں محبت و شفقت کا احساس اسے بار بار آ کر گیا۔ وہ جو بات کے آغاز میں قدرے پریشان ہوئی تھی، ایک دم اس کے دل کا بوجھ ہٹ گیا۔

ابھی دونوں بھائی بھابی کی کال نہ آئی تھی کہ نیا دور شروع ہو گیا۔ بھائی کی دو بہنوں کی شادی ایک وقت طے ہو گئی تھی۔ انہوں نے فوراً بکنگ شروع کر دی۔ [illegible] گھر سے ان کی واپسی تک رہتے تھے بچے تھے۔ بھائی کا بھی یہی ارادہ تھا کہ [illegible] پر واپس آ جائیں۔

مگر نازش اکیلی رہ جاتی، یہ ممکن نہ تھا۔

مسز ڈاکٹر حنان کا بھی آ پہنچا تھا۔ انہیں بچوں سے ابھی بھی رخصت مل سکی تھی نہ وہ بینک سے اتنی طویل غیر حاضری کے قائل تھے۔

نازش کہنے لگی۔ "بھائی جان! سارے مسئلوں کا بہترین حل یہی ہے کہ آپ ریحان اور سلمان کو لے کر لاہور چلی جائیں۔ آپ کا پہنچنا بھی ضروری ہے۔ تائی اماں بے چاری اکیلی کون کون سے کام سنبھالیں گی۔ میں یہاں رک جاتی ہوں۔ بھائی جان کو بھی پریشانی نہ ہو گی اور گھر کی دیکھ بھال بھی ہو جائے گی۔ دو دن کی تو بات ہے پھر آپ لوگ آ جائیں گے۔"

یہ تجویز ڈاکٹر صاحب کو بھی پسند آئی۔

پہلے پہل تو بھابی اس کی تنہائی کے خیال سے متفق نہ ہوتی تھیں۔ بالآخر مان گئیں۔ نازش کی دلیل درست تھی کہ چار دن کے علاوہ اب تو ان کی اپنی جاب بھی موجود تھی اس لئے تنہائی کا سوال نہ تھا۔

چلتے چلتے انہوں نے ہمسایوں کا پتا لکھوا رکھا۔

"دیکھو نا، میں چاندنی بوا کو سمجھاتے جا رہی ہوں۔ رات کو وہ تمہیں لاؤنج میں سویا کریں گی۔ جول کو تم اپنے کمرے میں سلانا۔ امی اور اپنے بھائی جان کی صحت کا خیال رکھنا۔ بلا ضرورت گھر سے باہر بالکل مت نکلنا اور نہ ہی فرخ کے سینٹر جانے کی ضرورت ہے۔"

ان کے جانے کے بعد گھر ایک دن میں ہی کاٹ کھانے کو دوڑنے لگا۔ ریحان اور سلطان کی شدید کمی محسوس ہوئی۔ مسلسل بوریت اور اکتاہٹ نے دن رات کے پہر طویل ترین کر دیے۔ وقت کاٹے نہ کٹتا۔

بسا اوقات وہ پچھتانے لگی۔ ناحق اس ویرانے میں ٹھہری۔ لاہور کی رونقوں اور ہنگاموں میں شاید دل بہل جاتا۔ ابتدائی چند دن سارے گھر میں بولائی بولائی سی پھرتی رہی۔ بالآخر ایک حل ہاتھ لگ گیا۔ وہ بے شمار [illegible] کے ڈھیر میں گم رہنے لگی۔ ڈاکٹر صاحب اس کی وجہ سے سارے [illegible] گھر میں گزارتے۔

گلابی جاڑوں کی ہلکی ہلکی رت کا آغاز ہو چکا تھا۔

گرین ہاؤس پھولوں سے بھرنے لگا تھا۔ لان کے [illegible] اور پودے پر خوش رنگ پھول رقص کرنے لگے تھے۔ [illegible] جھاڑوں میں بہت [illegible] لگی تھی۔ سورج کی [illegible] [illegible] کا سامان [illegible] ملاقات بھی رہتی مگر اس معاملے میں بھی اسے [illegible] ڈاکٹر صاحب کی۔

اس کا کہنا تھا۔ "نہ معلوم [illegible] ہوں؟" [illegible] کو اعتراض ہو تو؟"

ایک اتوار کی صبح وہ [illegible] فرخ [illegible] باتیں کرتے ہوئے گیٹ سے داخل ہوئے۔ جب وہ قریب سے گزرے تو فرخ اسے [illegible] کہہ دیا تھا۔

"ہاں دیکھو [illegible] ہے اس موڑ میں۔"

ہارڈی کا دل اچھل کر حلق میں آ رہا۔ [illegible] تو خوب [illegible] رہا تھا۔ ہارڈی نے [illegible] آنکھیں موند لیں۔

کس قدر [illegible] تھا [illegible]۔

[illegible] کہ اس کا دل بیٹھے سے بیٹھا ہوتا چلا جائے۔ [illegible] اس کے دل و دماغ [illegible] رہے۔ اس نے جول سے کہہ کر چائے بھجوا دی مگر خود اٹھ کر نہ گئی۔ کافی دیر کے بعد اس نے ڈاکٹر سلطان کو اوپر جاتا دیکھا تو وہ غیر ارادی طور سے تیر کی طرح فرخ کے سر پر جا کھڑی ہوئی اور تیکھی آواز میں سختی سے بولی۔

"مہربانی فرما کر مجھے وہ تمام تصویریں واپس کر دیں جو میں نے بے وقوفی میں بنائی تھیں۔"

فرخ نے چونک کر اسے دیکھا پھر اسی کی طرح آہستہ سے بولا۔

"[illegible] کس دل سے کہہ رہی ہو؟"

ہارڈی نے جھلس کر تلخی سے جواب دیا۔ "اسی دل سے جو میرے پاس ہے۔ آپ کی طرح وہ چاہ دل نہیں رکھتی۔"

فرخ نے ساری کی مسکراہٹ میں پشیمانی اور دل جلانے والے انداز میں گویا ہوا۔

"میرے پاس کوئی تصویر نہیں ہے۔ میں نے سب جلا دیں۔"

ڈاکٹر سلطان کے آجانے سے بات ختم ہو گئی۔ وہ دونوں باہر چلے گئے۔

ہارڈی تمام دن جلتے توے کی بلی کی طرح بے قراری سے گھومتی رہی گھر بھر میں۔ جہاں وہ بیٹھا تھا، [illegible] گھبرا سی گئی۔

"منزل پہ پہنچ کر بھی، منزل نہ پا سکے ہم
کس سے گلہ کریں گے، کہ اس قابل نہیں ہیں"

[illegible] تھا۔ ایک سربستہ راز تھا۔ غور کرتے کرتے وہ ایک نئے عذاب میں مبتلا ہو گئی۔ مسلسل [illegible] نے مزید ختم کر دیا تھا۔

[illegible]

فرخ [illegible] اس کے گھر میں [illegible] وہ عام حالات میں جہاں سے [illegible] تھی۔

صبح ہوئی تو ہارڈی اپنے فیصلے پر [illegible]

ناشتے کے بعد وہ [illegible] تھی۔ سرد ہوا میں [illegible] بھر رہی تھی۔ [illegible] اضافہ ہو رہا تھا۔ مگر آج اس کی [illegible] کی [illegible] میں چاہتی تھی۔

وہ [illegible] سے [illegible] کی [illegible] آنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا تھا۔ [illegible] کے [illegible] پر بے ہوش [illegible] گئے۔

ایک [illegible] کے [illegible]

[illegible] کا خوبصورت [illegible] تھا۔ [illegible] سامنے ہوا۔ فرخ اسے [illegible] گھر میں [illegible] ایک [illegible] کی صورت دیکھی تھی۔

فرخ اسے سیدھا اپنے بیڈ روم میں لے گیا۔

حیرت، شوق، تجسس اور خوشی سے اس کی رنگت تمتما رہی تھی۔

مگر اب وہ خود بھی [illegible] رہی تھی۔ خود ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ بیڈ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا اور مسکراتے لہجے میں گویا ہوا۔

"مجھے [illegible] یقین نہیں آ رہا کہ تم خود چل کر اس گھر تک آئی ہو۔ اگر سارے گلے شکوے اور [illegible] نظر انداز کر دی جائیں تو میں کہوں گا یہ دن میری زندگی کا خوبصورت اور یادگار ترین دن ہے۔"

ہارڈی کے [illegible] دل میں کئی [illegible] ایک ساتھ بجھ گئے۔ اس نے کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ پھر نظر نیچی کر لی۔

فرخ نے بے چینی سے پہلو بدل کر پوچھا۔

"نازش! تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟ ـــــ مجھے اپنے جی کا سارا غبار نکال ڈالو۔ اچھا ہوا آج تم خود ہی آ گئی ہو۔ اب مجھے گالیاں دو، برا بھلا کہو، پتھر مارو، سنگسار کر ڈالو مجھے۔ میں اف تک نہ کروں گا۔ کہہ ڈالو ـــــ کہو جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔"

اس کی بات سن کر نازش کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا سا پڑ گیا۔ اس نے بولنے کے لیے منہ کھولا مگر بول نہ پائی۔

فرخ اس کی دلی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ اچانک نازش کی قوت برداشت جواب دے گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی وہ سکتے کے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔

اسے اب تک گمان بھی نہ گزرا تھا کہ وہ اس حد تک ٹوٹ بھی چکی ہے۔

وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اتنے برسوں کی چھوٹی موٹی محرومیوں کے بعد آج وہ پوری طرح ہی کی طرح سنبھل چکی ہوگی اور یہ بات پوچھنے کے لیے آئی ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے وہ اپنے کزن کا پیچھا کیوں لے کر آیا تھا؟

وہ چپ چاپ اسے دھیرے سے بولتی رہی۔

یہ تو وہ پہلی ہی اتفاقی کمزوری تھی جب اسے پہلی بار فرخ کی حقیقت کا علم ہوا تھا وہ اس وقت سے آج تک نازش نے اپنے آنسوؤں کو پی کے کیا گزارا تھا۔ ایک لمحہ بھی تو ایسا نہ آیا تھا اس بے ایمان شخص کے جھوٹ پر ... لیکن یہ سب ... تو خود داری کا پاس رہا تھا اور انا کا غرور۔

وہ خیال سے کہیں ڈالے بیٹھا تھا۔

بہت وقت بیت گیا۔

تب وہ بہت ملامت سے بھرائی ہوئی آواز میں مخاطب ہوا۔

"اتنا ماتم تو مرنے والوں کا بھی نہیں کیا جاتا ... اب نازش! بس ... دیکھا ہے یہ تم کو ... تمہارے یہ آنسو پیچھے سے لائق بھی نہیں تھا ... لیکن اب بہت الٹ ہو چکا ہے۔ یہ آنسو میرے دل پر گر رہے ہیں۔ اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دو۔"

اس نے نہایت عاجزی سے ہاتھ جوڑ دیے۔

نازش نے بہ مشکل منہ صاف کیا اور اٹک اٹک کر بولی۔ "یہ ـــــ نیچے کیجئے ہاتھ ـــــ کیا بات ہے؟"

اس نے پھیکی مسکراہٹ سے دریافت کیا۔ "اچھا پھر بتاؤ ـــــ تم کیا کہہ رہی تھیں؟"

اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔ "میں ـــــ کچھ کہنے نہیں آئی ہوں ـــــ بلکہ ـــــ سننے کے لیے آئی ہوں۔ مجھے اپنا محرم راز بنا لو ـــــ میں آپ کی داستان الم سننے کے لیے آئی ہوں۔ سنا ہے سنائیں گے نا؟" اس نے سوالیہ انداز سے اس کی طرف دیکھا۔

ایک لمحے کو فرخ کی صورت ست کر رہ گئی۔

یوں محسوس ہوا اس کی ساری جان آنکھوں میں سمٹ آئی ہو۔ لیکن فوراً ہی اس نے اپنی حالت پر قابو پایا اور مسکرانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"کیا کرو گی تم ایک عام سی داستان سن کر؟"

وہ آنسو پی کر بولی۔ "بس ـــــ میرا جی چاہتا ہے۔"

"اچھا ـــــ پہلے وعدہ کرو کہ جو کچھ میں بتاؤں اسے قلمی دنیا لگا کر یا کسی کو تم سے کہانی تو نہ کہو گی؟ کیونکہ یہ ایک عام سی کہانی ہے جو دنیا کے ہر فرد کو پیش آ سکتی ہے۔"

"میں ـــــ سن رہی ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی۔ "آپ سنائیے ـــــ لیکن پھر شروع سے شروع ہو۔"

✖●✖

فرزانہ اور دلگیر اماں بی فرحت کے ساتھ واپس آ گئے تو پورا گھر جگمگا اٹھا جمائیں کر رہا تھا۔

آج ان کے سمدھی سید احمد کا سوم ہو گیا تھا۔ وہاں کا ماحول اس قدر افسردہ اور دل ہلا دینے والا تھا کہ باوجود کوشش کے بھی وہ مزید رنگ نہیں ... دو دن ہی رہ گئے تھے۔

سورج ڈوب چکا تھا۔ گھر میں اندھیرا ... تھا۔ خاموشی بھی۔ اس گھر کے ساتھ کرائے داروں کے آنگن سے مظفر کے بچوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے کرایہ اماں بی بول کر وہ سے پکاریں۔

"اے بی مظفرو ـــــ کدھر ہو تم؟ ـــــ ہائے اللہ ہی کے کہاں گئے۔"

لیکن مظفر گھر میں ہوتی تو جواب دیتی ... فرحت ... جانے لگا تھا۔ بجلی آتے ہی سارا ماحول اجلا اجلا ہو گیا۔

تیج کا دروازہ کھول کر کرائے داری ... کی آواز میں گویا بولی۔

"ارے گھبرا کیوں گئیں آپا سارا ... بڑے اماں فرحت کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ پاکیزہ ہر روز کی طرح ... اماں ... آج ... جائیں گی۔ کھڑی کیوں ہیں؟"

"اور مظفر کہاں ہے؟" اماں بی نے اس کی صورت غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

کرائے داری نے تو یہ بھی ... اپنی ... کرنے کی بیں شرافت کے ساتھ۔ وہ بچوں کو لے کر ...

اسے میں بیٹے کی جانی والوں کے پاس آ گئے۔ گھر کے خاموش ماحول میں رونق کے آثار پیدا ہو گئے۔

اماں بی کے تخت پر خاک ہی خاک پڑی تھی۔ فرحت نے تخت پوش خوب جھاڑ کر دوبارہ بچھا دیا تھا۔ اماں بی ایک گہرا سانس لے کر بیٹھ گئیں اور چاروں طرف نگاہیں دوڑا کر افسردگی سے بولیں۔

"معلوم ہوتا ہے کوئی یہاں رہتا ہی نہیں۔ نی بوا بھی نہیں آ رہیں کیا؟"

کرائے داری اتنی دیر میں عبداللہ کو اٹھا لائی تھی۔ دوسرے پلنگ پر اسے لٹاتے ہوئے بولی۔

"وہ غریب تو ہر روز آتی ہے بے گھر اسے گھر کھلانے کو کام وحدہ کو نکالتے ہیں۔ بچوں کی طرح لاڈ کر کو خود آنے سے رہی۔"

اماں بی نے گھورتے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مطلب؟ ـــــ پہیلیاں مت بجھوا بھئی۔"

فرحت بھی تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

وہ عبداللہ کے منہ میں دودھ سے بھری بوتل دیتے ہوئے بولی۔ "بھئی سیدھی سی بات ہے۔ مظفر کو اپنے گھر سے پھرنے سے فرصت ملیں کہ گھر میں رکے۔ نی بوا جتنی دفعہ بھی آئی اسے دروازے پر قفل ملا۔ اپنی طرف سے میں نے آنے نہیں دیا کہ کہیں کوئی اونچ نیچ نہ ہو جائے۔"

"غضب خدا کا۔" اماں بی ماتھا پیٹ کر بولیں۔ "آج نے بچوں کی اماں ہو گئی مگر اس لڑکی نے کوئی ڈھنگ کا کام کر کے نہ دکھایا۔ اب بتاؤ بھلا اس کے پیر جانے کے دن ہیں یا گھر بار سنبھالنے کے۔ ہم دیکھ رہے ہیں گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ مظہر کے بھی ہوش گھٹتے جا رہے ہیں۔ [illegible] اولاد کی بھلائی کے لیے کچھ [illegible] ان بچوں کے پیچھے اور [illegible] ہے نہ پیچھے [illegible] [illegible] تو سب کیا کر گئے میں۔ اور اب [illegible] اختیار کیا ہے کہ [illegible] بھی اور [illegible] میاں کے ہمراہ نکل گئیں تفریح [illegible] پر۔ ہم کہتے ہیں شرافت حسین کو بھی اس لڑکی نے پوری طرح [illegible] جیسا کر لیا ہے۔"

"چھوڑیے اماں!" فرحت نے ان کا غم و غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔ "آپ اتنا جی کیوں جلاتی ہیں، وہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔"

وہ [illegible] کر بولیں۔ "[illegible] اب وہ کہیں [illegible] [illegible] اس معصوم بچے [illegible] [illegible] اور [illegible] ہم کہتے ہیں [illegible] [illegible] اس [illegible] [illegible] ہے [illegible] [illegible] چاہتی اس [illegible] ہے [illegible] کوئی [illegible]"

کرائے وارثی رومال سے [illegible] ہوئے بولی۔

"[illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible] ہے کہ [illegible] [illegible] بات [illegible] سے [illegible] ہے [illegible]"

اماں بی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کیا [illegible] [illegible] سامنے [illegible] [illegible] [illegible] ہمارے [illegible] [illegible] ہیں [illegible] [illegible] سامنے کی کی بی سی کر [illegible] تمہاری پیشانی پر بل نہیں پڑتا۔"

کرائے وارثی خفیف سا مسکرا کر خاموش رہی۔

فرحت اس کی طرف دیکھتے ہوئے دانستہ دھیرے سے بولا۔ "آج تو ہماری اماں جان سے بیٹھ گئی ہیں۔ خدا خیر کرے۔"

اماں بی نے واضح سنا۔ اس کی پیٹھ پر تھپڑ لگا کر بولیں۔ "تم تو اپنی حرکت سے ہی جاؤ بیٹے۔ سب تمہارا ہی کیا دھرا ہے۔ اگر آغاز میں ہی ہمارے کہنے پر چلتے ہوئے اور اس کے رونے دھونے کی خاطر داریاں کرتے ہوئے اسے مستقل ٹھہرنے کی اجازت نہ دیتے تو یہ حالات بھی نہ ہوتے۔ کر ملتان نہیں گئی تھی تو تیرا، علیحدہ گھر لے کر دیتی۔ اب ایک گھر میں رہتے ہوئے وہ دو ہر طرح کی ذمہ داری سے بچ گئی۔ انہیں کی شرافت نے حریم سونے پر سہاگہ کر دیا......"

فرحت کان پکڑتے ہوئے گھر سے ہو کر بولا۔ "اللہ میری توبہ...... اب آئی میری شامت۔"

تو بچا۔"

اماں بی نے فوراً ٹوکا۔ "آپ کہاں چلے میاں! ذرا اپنی [illegible] کو کیا [illegible] جاؤ۔"

وہ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "آتا ہوں، آتا ہوں۔ ذرا جا کر یہ لباس تبدیل کر لوں۔"

کرائے وارثی منہ بسور کر بیٹھ گئی۔

ایک دم وہ دونوں ٹھٹک کر سامنے دیکھنے لگیں جہاں فرحت الٹے قدموں بھاگا چلا آ رہا تھا۔ چہرے کی رنگت فق تھی۔

"اماں......!" اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔ "کمرہ سارا الٹ پلٹ پڑا ہے۔ کوئی ہمارے گھر میں گھس گیا۔"

"گھس گیا؟ کون گھس گیا؟" اماں بی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یقیناً کوئی چور ہوگا۔"

فرحت جواب دیے بغیر الٹے قدموں [illegible] کر کے دوبارہ چلا گیا۔ یہ دونوں آگے پیچھے بھاگتی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

[illegible] [illegible] کمرے میں [illegible] کوئی بھی [illegible] سے [illegible] دکھائی [illegible]

اماں بی کے [illegible] بے اختیار [illegible]

"[illegible] یہ کیا [illegible] [illegible]"

ان کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] استعمال کی چیزوں کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible]

کرائے وارثی [illegible]

اماں بی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اطمینان ہوا کہ اس کا قیمتی [illegible] تو [illegible]

فرحت کمرے [illegible] [illegible] کو اپنے [illegible] [illegible] پر جھلا اور [illegible] [illegible] [illegible] گھس گیا۔ اماں بی [illegible] [illegible] [illegible] بیٹھی ہوئی تھیں۔

"بچوں کے اندر گھر تو یوں ہو گیا جیسے اخبار خانہ۔ ہم کہتے ہیں مظہر نے کیا کھانا پینا بھی ترک کر دیا ہے؟"

کرائے وارثی نے باورچی خانے کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا۔ "ترک کا ہے کو کر دیا؟ باورچی خانے میں جا کر دیکھیے، جھوٹے برتنوں کا انبار لگا ہے۔ دن رات بازار کا پکا ہوا کھانا آ رہا تھا۔ وہ تو جب تک گھر میں نہیں جاتی۔ فرحت کو بھی اعتراض ہوتا ہے نہ فکر فاقہ۔"

"اللہ توبہ" اماں بی نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "اس بھولی لڑکی نے تو ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ بھلا وہ کیا گھر بسائے گی۔" یہ دیکھ کر اطمینان حاصل ہوا تھا کہ اس روز فرحت کے سر کی ٹوپی میں بیٹھ کی گھر کے اپنی مرضی سے چلی گئی تھی اور پھر بڑی معقولیت سے تمہارے ساتھ آ گئی تھی۔ مگر

ہمیں پتہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں اکیلے گھر میں یہ پلنگ توڑا کرے گی۔ غضب خدا کا، اتنے بچوں کو کھلا
شرافت حسین بازار سے کیسے لے آتے تھے؟ بھلا گھر بیٹھی عورتوں کے یہ ڈھنگ رنگ ہوتے ہیں؟"
ابھی اماں بی چپ نہ ہوئی تھیں کہ باہر کا دروازہ دھڑ دھڑایا جانے لگا۔ کرائے دار نے آ کر
ڈیوڑھی کی زنجیر گرا دی۔
معطر سادھی کا بچہ اٹھائے، زور زور سے چپل کی ایڑیاں بجاتی اندر داخل ہوئی اور دھم سے آ کر
پلنگ پر پڑ رہی اور زور سے بولی۔
"ہائے..... آج تو تھک کر چور ہو گئے۔"
وہ چھوٹے بچے ساتھ تھے۔ شرافت چاچا اپنی دکان پر چلے گئے تھے۔ جب وہ اپنے پیر چپل کی
قید سے آزاد کر رہی تھی، عین اسی وقت فرحت تیار ہو کر باہر آیا۔
اس نے تھکا ہارا پسینے بہاتے چادرے اتارتے ہوئے اپنے آنسو لائے ہوئے چپل دیکھے۔ گھر ہوا کیا؟
گھر سے باہر نکلا چلا گیا۔
اب اماں بی نے بھی معطر کی بیچ میں کی طرف رخ کیا۔ ساڑھی سے لے کر چپل تک ساری وہ بھی
بازو کی زیب تن کئے ہوئے تھی۔ اماں بی نے ملامت اور آگ سے بولیں۔
"اے بی بی..... تم اپنی عمر اور حیثیت کا کچھ خیال کرو، کیوں یہ کپڑے پہن کر نکلتی ہو؟"
وہ جتاتی اور اتراہٹ سے بولی، "آخر میں شادی ہونے کی کیا بات ہے..... آخر کو
ہمارے بھائی کا ہی مال ہے۔"
اماں بی اس کی صورت دیکھ کر رہ گئیں۔ پھر وہ خود ہی بولی۔
"آپ تو بس بچہ تم ہم کو..... بھابھی بیچاری کو تو اس بات کا کچھ بھی نہیں..... ان کی بھی سسرال
جس کی اولاد کیسی ہے؟"
"کون معطر؟" اماں بی نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ [illegible] وہ پہلے سے
معلق باپ کا انتقال ہو گیا تھا اور وہ اپنے سسرال میں بھی چل بسی تھی۔
"ہونہہ....." معطر ہونٹ چبا کر بولی۔ "اس کی وہ چھپا پیار (بیوہ بال) تو پڑے ہوئے
اور وہ بیوہ ہونے والی تھی [illegible] حیثیت کر لا کے رہی
تھی۔ سمجھا رہی تھیں۔ میں بھی لانے کی ہوں گی اپنے ساتھ۔"
اماں بی اس کے خیالات پر کڑھ کر رہ گئیں۔ "تم تو ہمیشہ ہی بے تکی اڑایا کرتی ہو۔ مجھے تو بہت ہی
بیوہ ماں اور رکھ رکھاؤ والی بی بی معلوم ہوتی تھیں۔ وہاں ہر کوئی ان کے خلق اور ملنساری کی تعریف کر رہا تھا۔
تم نے ان کی شخصیت میں بھی کیڑے نکال دیے۔"
معطر تیوری چڑھا کر بولی۔ "تو اور سن لو..... میں کیوں کیڑے نکالنے لگی؟ وہ تھیں ہی مغرور اور
متکبر والی۔"

***

خریف کی فصل تیار ہو چکی تھی۔
مکئی، کپاس، جوار کے پودوں کی کٹائی کے بعد گندم کی بوائی بھی شروع ہونے والی تھی۔
مصروفیت کا وہ عالم تھا کہ رنگیلی کے ویر کو تمام تمام دن سر کھجانے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ آج کل اس کا زیادہ
وقت کھیتوں میں ہی گزرتا۔ دن ڈھلے گھر کا رخ کرتا۔ صبح سویرے منہ اندھیرے دوبارہ گھر سے

نکل کر جاتا۔ دن رات کی ذمہ داری اسے ہر لمحہ چوکس اور ہوشیار رہنے پر آمادہ رکھتی۔
بہت زمانے کے بعد وہ ماں تیری کے بار بار اکسانے پر اپنے بزرگوں کے گاؤں گیا تھا مگر وہاں بھی
بس دو دن کر کے بھی جو دو چار دن لگ گئے۔ یہ گاؤں قصور شہر سے کچھ دور کئی کوس کے فاصلے پر واقع
تھا۔ وہاں اس کی برادری کے کئی گھرانے آباد تھے مگر سوئے اتفاق اسے اپنی لاڈلی بہن کے لئے کوئی
رشتہ بھی پسند نہ آ سکا اور وہ چپ چاپ ہی رخصت ہو کر دوبارہ گھر آ گیا تھا۔ آ کر اس نے ماں
تیری کو کیا جواب دیا؟ رنگیلی لاکھ کوشش کے باوجود کچھ نہ پا سکی تھی۔
وہ کئی روز سے ملاقات کو ترس رہی تھی مگر بس آج ایک دو بار ہاں کر کے ہی۔ اصلا نے بڑی تھی
سے کھیتی کے حجرے میں بلایا تھا۔ یہ حجرہ کھیتی اور کھیتوں کھلیانوں سے باہر ایک طرف بہت سے خود رو
پودوں، درختوں، جھاڑیوں اور گھاس وغیرہ سے آباد و قائم تھا۔ [illegible] کثرت ہونے کی وجہ سے کھیتی کے
اوزار [illegible] اسی جگہ چارے کے لئے محفوظ رکھے جاتے تھے۔ دن کے وقت یہیں وہ آرام بھی کرتے تھے۔
کھیتی دھوپ [illegible] سے نیچے اتر کر سارے آنگن میں پھیل چکی تھی۔ دوسری طرف تیری چھوٹی
اپنے کھیل بیٹھی تھی۔ جب سارے کام دھندے سے فارغ ہو کر ماں تیری سے جھوٹ کا بول کر نکلی
تھی وہ گئی۔
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
حجرے میں داخل ہوئی۔
گرمیاں ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔ [illegible] ادھر ادھر [illegible] گھوم رہی
تھیں۔ [illegible]
ملاقاتیں کرتے تھے۔ دن کے اس سے [illegible] چپ چاپ [illegible] ہوتے تھے۔
رنگیلی نے [illegible] کے ساتھ ادھر ادھر تاک جھانک کرنے لگی۔ اچانک اس کی آنکھیں ساکت رہ
گئیں۔ [illegible] سوکھی میں جیسے جان ہی نہ ہو۔
اس کی نگاہوں کے سامنے دور تک زمین پر پاس کے کھیت کھڑے تھے اور چھوٹے چھوٹے پودوں کی
ہریالی باراتی اتری ہوئی تھی۔ اس نے دونوں سے دور کے سفید سفید پھول جیسے چھوٹ کر باہر
نکل آئے تھے۔ سب میں دہشت زدہ کر دینے والا منظر تھا کہ اسی بڑی بڑی فصل کے بیچ اس کا ویر
چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا چلا آ رہا تھا..... اس کا رخ اسی طرف تھا۔ رنگیلی کا اوپر کا سانس اوپر اور
نیچے کا نیچے رہ گیا۔
گو اس وقت وہ دیکھ تو چکی تھی مگر اس کا دھڑ کا کبھی بھی حجرے میں داخل ہو سکتا تھا۔ جنگ راہ فرار آگے
تھی نہ پیچھے۔
ویر کے شانے سے حسب معمول بندوق اور اس کی مخصوص چادر لٹکی جھول رہی تھی اور وہ کسی خیال
میں مست آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ لہراتی فصلوں کی سرسراہٹوں کے سوا ہر آواز پر سکوت چھایا تھا۔ رنگیلی
کی رنگت دھلے لٹھے کی طرح سپید پڑ گئی۔ عین اسی وقت سناٹے میں گھوڑا دوڑنے کی آواز گونجنے لگی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

دیکھتے ہی دیکھتے ایک تنومند مشکی گھوڑا [illegible] سے دور نکل گیا۔

گھڑ سوار نے ویرہ کو دیکھ کر شاید راسیں کھینچی تھیں۔ گھوڑا ہنہناتا ہوا اس کے قریب جا کر رک گیا۔ وہ بھی چھلانگ مار کے فصل سے باہر نکلا اور گھوڑے کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک [illegible] چوکس اور مستعد دکھائی دینے لگا مگر انداز معذرت خواہانہ تھا۔

گھوڑے پر سوار بھی اونچی شخصیت کا چہرہ تو وہ نہیں دیکھ سکی تھی۔ ہاں اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ کوئی بہت رعب داب والا بندہ تھا۔ اس نے گردن اکڑا کر بھاری گمبھیر آواز میں کہا۔

"کہیں بھی___ تم آج کل نہر کے نشیب والے کھیتوں کی طرف نہیں جاتے۔ کپاس کی چھائی کا بھی انتظام کرنا ہے۔ خریف کی فصل بالکل تیار کھڑی ہے۔ اب اور کتنی تاخیر سے کام لو گے۔"

ویرہ نے معذرت خواہانہ لہجے میں جواب دیا۔ "سائیں! میری [illegible] کی وجہ سے [illegible] آپ کو معلوم ہے میں کسی کام میں غفلت نہیں کرتا۔ [illegible] کا انتظام ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔"

"کیا ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا؟" گھڑ سوار کا لہجہ تیز اور تیکھا تھا۔ "نہر کے نشیب والے کھیتوں میں ابھی پانی بھی نہیں لگا ہے۔"

"جی___ جی [illegible]"

"[illegible] جھنجلاہٹ ابھر آئی۔ "کپاس بھی [illegible] ہے اور نواب صاحب کے [illegible] کھیتوں میں [illegible] تھیں [illegible] ہوتے ہی [illegible]"

ویرہ [illegible] گردن جھکائے کھڑا رہا۔ وہ آدمی دم بخود چپ کیا تھا۔

ویرہ کی [illegible] گھڑ سوار کا [illegible] کیا۔ [illegible] کرتا تھا۔

[illegible] نظر آ جائے [illegible] اور [illegible] کی ساری فصل تباہ ہو جائے گی۔"

اس کے [illegible] بھاری [illegible] آواز میں بولا۔ "[illegible] بڑا افسوس ہے جی۔ معافی [illegible] میں اس پر [illegible] کر رہا ہوں۔"

"کرو گے کیا؟" اس [illegible] سے پوچھا گیا۔

ویرہ نے فوراً عاجزی سے جواب دیا۔ "آج ہی [illegible] کے [illegible] اوپر سے [illegible] اس کے بعد [illegible] کرنے والوں کا بھی بندوبست کرتا ہے۔"

"ہاں___ یہ ٹھیک ہے۔" اب گھڑ سوار کی آواز میں جھنجلاہٹ کی بجائے نرمی اور [illegible] تھی۔ "ہم [illegible] بہت [illegible] بھول چوک [illegible] ہو سکتی ہے۔ [illegible] سے کام لینے کا وقت [illegible] ہے۔ فوراً [illegible] کرو۔ پہلے ہی بہت خرابی ہو چکی ہے۔" پھر [illegible] حکم [illegible] کیا۔ "ہم نہر کے پل کی طرف جا رہے ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔ تمہیں وہاں اتار دیں گے۔"

ویرہ [illegible] پیچھے سوار ہو گیا۔ اس نے [illegible] اور [illegible] چابک [illegible] دی تھی۔ [illegible] آئی تھی۔ بندوق ہاتھ میں دبا لی گی۔

سوار نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اپنے عقب میں گرد کا غبار چھوڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ تھوڑی دیر ٹاپوں کی آواز گونجتی رہی۔

ویران جوہڑ میں تنہا کھڑی رنگلی جیسے خواب سے چونک پڑی۔

"یہ___ یہ کون تھا؟"

اس نے سوچا ضرور مگر غور کرنے کا موقع نہیں تھا۔ وہاں سے دوڑ پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔ آج تو کوئی نیکی کام آ گئی تھی کہ وہ ویرہ کی نظر میں آنے سے بال بال بچ گئی تھی۔ ممکن تھا وہ کسی کام سے جوہڑ میں آ نکلتا تب کیا ہوتا۔ رنگلی کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔ اس میں [illegible] کے انتظار کی جرأت بھی نہ رہی۔

گھر آ کر وہ سیدھی لیٹ گئی۔ اس کی آنکھیں جھپک گئیں۔ جاگی تو کمرے میں [illegible] اندھیرا تھا۔ وہ اٹھ کر [illegible] آنگن میں آئی۔ دن کا [illegible] چلا تھا۔ [illegible] دھوپ کی کوئی کرن [illegible] معمول [illegible] خاموشی چھائی تھی۔ اس نے [illegible] شام کا دھندلکا [illegible] تھا۔ یہ اچھا [illegible] ایک [illegible] شام تھی۔

رنگلی [illegible] مال تجری نے [illegible] بیٹھے پکار کر [illegible] کو کہا۔

"[illegible] آج تیرے [illegible] کے لیے۔

روٹی [illegible] پکا لو گی۔"

رنگلی نے [illegible]

مال تجری نے [illegible] جواب دیا [illegible]

رنگلی [illegible] میں [illegible] رکھ کر [illegible] اور خود اٹھ کر مال تجری کے پاس آ گئی۔

کمرے میں [illegible] شام جلدی ہی کالی پڑ گئی تھی۔ اندھیرے میں اضافہ ہو گیا۔ [illegible]

مال تجری نے گرم روٹی کا [illegible] چنگاریاں [illegible] نظر آ رہی تھیں۔

رنگلی نے اٹھ کر [illegible] دکھائی دینے لگی تھی۔

اس نے [illegible] میں دیا سلائی جلا کر لالٹین روشن کی اور کیلی پر لٹکا دی۔

مال تجری نے آہستہ [illegible] پوچھا۔ "کیا پکایا آج کا ہے رنگلی؟"

"باجرے کی روٹی اور سرسوں کا ساگ۔" [illegible] وہ دوبارہ [illegible] آئی تو [illegible] محسوس کی۔ [illegible] میں ایک دم اضافہ ہو گیا تھا۔ سردی [illegible] رات سے زیادہ تھی۔ اس نے [illegible] جلدی جلدی باجرے کی [illegible] روٹی [illegible] ساگ اور [illegible] کے گلاس میں پانی بھر کر [illegible] مال کو دے آئی۔

"شاباش ہے۔" مال تجری خوش ہو کر بولی۔

"ماں [illegible]" وہ [illegible] آئی تو [illegible] سے رک گئی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کوئی اس کی طرف سے پیٹھ کیے چولہے پر ہاتھ سینک رہا تھا۔ آہٹ پر اس نے گھوم کر دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ملیں۔

ایک کی نگاہوں میں شرارت تھی تو دوسری طرف حیرت اور سراسیمگی۔ اگلے ہی پل وہ ایک مضطرب لہر کی طرح تڑپ کر اس کے سامنے جا بیٹھی۔

"احمد! ..... احمد! تم آ گئے؟ تمہیں ڈر نہیں لگا؟"

وہ شوخ سی ہنسی ہنسا۔ آواز دبا کر بولا۔ "کس سے ڈروں؟ آخر کس سے ڈرتی رہتی ہو ہر روز؟"

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "میرا ابا ..... میرے سر پر دی بندوق۔"

وہ اطمینان سے بیٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تمہارا ابا تو کمائی کے لیے گیا ہے دوسرے گاؤں۔ بندوق کس کی گئی۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟" وہ حیرت زدہ ہو گئی تھی۔ پھر چونک کر معصومیت سے دوسرا سوال کر ڈالا۔

"سو سے تھوڑی نے ہی بیٹھا؟ اور دل کی بات ہی کر رہے ہو احمد؟"

احمد کے مسلسل مسکراتے چہرے پر [illegible] کے تاثر پیدا ہوئے۔ وہ گڑبڑا سا گیا مگر پھر فوراً سنبھل کر بولا۔

"اس کو کہتے ہیں اپنا کوتوال ہو [illegible] کے متعلق آئی تھیں اور گھر کے پر بیٹھا دیکھ لیا۔"

"مطلب ہے [illegible] احمد؟" ریٹلی نے [illegible] پوچھا [illegible] سنا [illegible]۔

"[illegible]"

"[illegible]" آیا ہوں۔

وہ کی طرف سے [illegible] ہو گئی تھی۔ وہ خوشی خوشی [illegible] لگے گی۔ جاڑے کی سرد رات سنسان ہوتی چلی گئی۔ [illegible] باہر کی طرف میں نکلا۔ [illegible] ریٹلی کا چہرہ دمک رہا تھا۔ [illegible] معلوم ہی [illegible] محسوس ہو رہی تھی۔ [illegible] احمد کی آنکھوں میں چراغ جھلملا رہے تھے۔ لبوں پر خوشی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔ چراغ کی روشنی میں وہ [illegible] دیکھ رہا تھا۔ پوری فضا میں گہرا سناٹا تھا۔

رات پھولوں سے لدی رات کی رانی کی طرح مہک رہی تھی۔ ریٹلی نے گردن اونچی کی۔ اس کی طرف دیکھا۔ آہستہ سے بولی۔

"میں کمزور بیلی کی طرح تم سے لپٹ کر کہاں آ رہی ہوں احمد؟"

"تصور؟" وہ تڑپا۔ بڑے رسان سے پوچھا۔ "ہاں ..... کس میں ہمت ہے تمہیں بھگانے کی؟ میرے سوا کون؟"

"جوگن" اس کے لہجے میں چاندنی کی ہنسی آ گئی۔ وہ دیر چپ رہ کر ہنس دیا۔ مسکراتے لب تھے۔ سنجیدگی سے بیچ گئے۔

"بندوق چلے یا بھالا۔ تلوار ہو یا توپ۔ ایسی ہر کوشش حرف غلط کی طرح مٹا دی جائے گی۔ اپنے دماغ سے بھی یہ وہم نکال دینا۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

جاڑے کی سرد اور لہو کو جما دینے والی ٹھٹھرتی رات گزرتی جا رہی تھی۔ سناٹا بہت گہرا تھا۔ گھر کے لوگ سے میں لپٹی بستی سو رہی تھی۔ ہاں تیری کی طرح غفلت کی نیند سو رہی تھی۔

پالے کا قہر گہرا اور گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

اس کی بات سن کر ریٹلی کا بدن موٹی چادر میں کپکپا کر رہ گیا۔ اس نے نظر چرا کر احمد کو دیکھنا چاہا مگر تاب نہ لا سکی۔

چراغ کی روشنی میں اس کے مسکراتے رہنے والے نقوش جگمگانے لگے تھے۔

وہ وادی ہر جگہ وادی اور

عاشق رہا کئے اور

کرتے تے [illegible] عشق [illegible] کوئی نہ کوئی

اس دوراں نہ [illegible] کی لے [illegible]

وہ وادی ہر جگہ وادی اور

گلی گلی [illegible] سے سوالی [illegible]

[illegible] [illegible] اس [illegible] اور

عاشق رہا کئے اور

✿✿✿

بسا اوقات شاعر اور حیات کا وہ [illegible] سے ہی سانسیں رک گئی ہیں مگر جب ایک اس حقیقت [illegible] سے گزر رہی ہوتی ہے

[illegible] جانتا ہے۔

مگر ہاں ..... اس سانحے سے عالم وجود میں آنے والی ہر چیز کا [illegible] اس کے اثرات [illegible]

اس کے ساتھ ساتھ عالم [illegible] ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہاں بھی [illegible] سعید احمد [illegible] [illegible] مسعود چھوڑ گئے۔ [illegible] تھا کہ وہ تعلق [illegible] گئی۔ یہ جدائی [illegible] ساتھ تھی بلکہ دائمی جدائی تھی۔

اسے ان کے [illegible] رخصت کے بعد دن گزر گئے تھے مگر فریدہ اپنے [illegible] سے متعلق تھا۔ سارا دن بند دروازے کے [illegible] پاس [illegible] چاہیے بیٹھے [illegible] اور فرحت نے اس پر توجہ دی اور کی نہ کسی صورت سمجھا بجھا کر گھر کی محدود فضاؤں سے باہر نکالا۔ دونوں ہر وقت اپنے سسرال کی خبر گیری کر رہے تھے۔ ابا میاں نے بھی دو تین چکر لگائے تھے۔ سعید احمد کے بعد انہیں منہاج الدین صاحب کی طرف سے صبر کو لگ گیا تھا۔

مگر منزل کی بات ہی تھی۔ وہ بے چارے اس اچانک سانحے سے بالکل ہی صاحب فراش ہو کر رہ گئے تھے۔ صدمے کی شدت نے انہیں سعید احمد کے سفر آخرت میں بھی شریک ہونے سے محروم کر دیا تھا۔ صف ماتم اس گھر میں بچھی تو گھر کا ان کے پاس آ بیٹھ گیا تھا۔ ابا میاں دونوں گھروں میں مسلسل حاضری دے رہے تھے۔ زندگی بھر میں یہ دو بچے اور مخلص دوست تھے ان کے۔ فرحت کے ابا کے ساتھ ان بھی بہت پہلے داغ مفارقت دے گئے تھے۔

فرحت کی اماں بھی ایک مخلص اور محبت ہوتی تھیں۔ ابھی تک انہوں نے ایک مرتبہ بھی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

[illegible] کو لے جانے کا ذکر نہیں کیا تھا۔

سعید احمد کی بیوی عدت میں بیٹھی تھیں۔ ان کی ساری اولاد [illegible] ہو گئی تھی۔ پہاڑوں سے وادی اور سمندروں سے گہری [illegible] ہونے کے باوجود انہیں اپنے تمام بچوں کے محسوسات کا مکمل ادراک اور آگاہی تھی۔ سب کو بہ وقت قرآن تعلیم پڑھ کر باپ کو بخشنے کی تلقین کرتی رہتیں۔ [illegible] بھی آ چکی تھیں۔ کبھی تو تمام دن ان کی آواز سنائی نہ دے پاتی۔ حقیقتاً انہیں بھی سعید احمد سے والہانہ لگاؤ اور گہری محبت تھی۔

بقول شاعر۔

بہت دنوں سے وہ گمبھیر خامشی ہے فراز
کہ لوگ اپنے خیالوں سے آپ ڈرنے لگے

یعنی زندگی کے اپنے ہی رنگ ڈھنگ اور تقاضے ہیں۔

ایک دن صبح ہی صبح نانیا کا فون آ گیا۔

یوں تو اس کا اور مرد ہادی کا سعدیہ سے مسلسل رابطہ تھا مگر اس روز نانیا بہت سخت گھبرائے اور شرمندہ لہجے میں اسے اصرار کر کے [illegible] اس نے اپنی حالت کا واسطہ دیا اور اس کی ضرورت [illegible] آج کی تو اتنے دنوں میں سعدیہ [illegible] کی کیفیت سے بے حال ہو گئی اور باپ کی اچانک جدائی کے المیے نے اسے [illegible] وہ بے بس سی ہو گئی۔

اس دن اس نے نازیہ کو قریب [illegible] کی۔ اچانک [illegible] کے [illegible] اچھل پڑی اور اس نے [illegible] ڈاکٹر کو دکھانے [illegible]۔ بہت پریشان [illegible] معمولی شکایت کی [illegible]۔

نازیہ کی حالت اور اس کے [illegible] سعدیہ نے [illegible] بہلا کر کسی نہ کسی صورت ڈاکٹر سلمان کے پاس لے آئی۔

باپ کی سی شفقت اور محبت [illegible] سعدیہ کو [illegible] تھا مگر وہ ایک حقیقت کے [illegible] زندگی اپنے تقاضے پورے کرتی ہے۔

ڈاکٹر سلمان کے پاس پہنچ کر معلوم ہوا کہ بھائی جان [illegible] بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب بہت پیار سے ملے۔ سعدیہ [illegible] شفقت [illegible] جب نازش [illegible] کہ اس کے گلے [illegible] دونوں کی ہچکی نکل گئی۔

نازش پہلے سے ہی دل گرفتہ اور اداس تھی۔

کون روتا ہے کسی اور کی خاطر اے دوست!
سب کو اپنی ہی کسی بات پہ رونا آیا

ڈاکٹر صاحب اور [illegible] ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ ڈاکٹر سے حالات سن کر انہیں بھی افسوس ہوا۔ سعدیہ کی حالت سے [illegible] ہوئے۔ [illegible] کو چند ہدایات دے کر یہ دونوں گاڑی لے کر باہر چلے گئے اور کھانا پیک کرا لائے۔

کھانا سب نے مل کر کھایا۔

انہوں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ سعدیہ کا چیک اپ شام میں ہوگا۔

سعدیہ نازش کے ساتھ اپنے [illegible] کرنے میں آئی تو دونوں کے درمیان تفصیلی باتیں ہوئیں۔

نازش نے اسے فرخ سے ملاقات کا حال بھی کہہ سنایا۔

سعدیہ نے اسے سرزنش کی۔

"تم کس قدر عقل سے پیدل ہو گئی ہو نازش! [illegible] واقف حال تھا مگر تم ایک تنہا شخص کے گھر چلی کیسے گئیں؟ ... خدا کی پناہ!"

وہ شرمندہ لہجے میں بولی۔ "پھر کیا کرتی؟ سوچ سوچ کر میرے دماغ کی چولیں ہل چکی تھیں۔"

سعدیہ نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اچھا پھر تم کو اس نے اپنی کیا کہانی سنائی؟ اور تمہیں یقین آ گیا؟"

نازش کے چہرے پر معصوم مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ دھیرے سے بولی۔

"اس نے [illegible] کہا تھا کہ ... میری کہانی ایک عام سی کہانی ہے جس میں تمہیں بالکل کوئی نیا پن نظر نہیں آئے گا۔ اس نے بتایا کہ میری زندگی کو [illegible] مستقبل کا کوئی واضح خاکہ ترتیب [illegible] پایا تھا [illegible] آخری [illegible] سال تھا۔ میں نے [illegible] تک [illegible] شادی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔"

"بہت خوب!" سعدیہ کی زبان سے [illegible]

نازش بولتی رہی۔ "وہ کہہ رہا تھا [illegible] قدیم روایات اور عادتوں کے تحت [illegible] تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے [illegible] مرضی اور ارادوں کے مالک و مختار بھی ہیں۔ [illegible] مرضی [illegible] کے خلاف [illegible] مجبوری کے تحت مجھے خود ہی ہامی بھرنی پڑی اور [illegible] آزمائش میں [illegible] کے لئے پیش کر دیا [illegible] روایات کی تکمیل میں [illegible] ان کی نظر انتخاب [illegible] حالات میں پڑ گئی۔ اور میں بیزار ہونے کے باوجود انکار کی جرأت نہ کر سکا تھا۔"

نازش کے رخسار [illegible] آنسو [illegible] سعدیہ اپنی ہتھیلیوں میں اس کا ہاتھ تھامے آہستہ آہستہ پیار سے تھپک رہی تھی۔ وہ پھر بولنے لگی۔

"مجھے اندر سے خوب معلوم تھا سعدیہ کہ وہ سچ ہی داستان سنا رہا ہے کیونکہ [illegible] مجبور طور پر [illegible] اپنے ماضی میں [illegible] اپنے ہی چند حروف تک محدود ہے مگر خود اس کی تبدیلی [illegible] سب [illegible] گھر میں [illegible] ہونے کے باوجود [illegible] کے ٹکڑے [illegible] ہاتھ لگے [illegible] ٹکڑوں کی طرح [illegible] دور دور بکھرے ہوئے تھے۔ [illegible] مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں یہ ساری باتیں تمہیں بہت پہلے بتا دیتا [illegible] اور تمہارے درمیان کوئی شے حائل رکھنے کا قطعی [illegible] تھا جس کا نام آج فریب، دھوکہ، دغا بازی اور [illegible] آشنائی بن چکا ہے۔ لیکن نازش! اب بھی میں نے ایسا کرنا چاہا [illegible] الفاظ میرے لبوں سے لپٹ کر رہ گئے۔ [illegible] اپنی [illegible] سے شکست کھا جاتا۔ شاید لاشعوری طور پر میں تمہیں [illegible] کھونا نہیں چاہتا تھا۔ تمہاری وہ دلنشین مسکراہٹیں، تبسم ریز نظریں، پھول کھلاتا لہجہ اور شگفتگی [illegible] باتیں [illegible] میرے اختیار میں نہ تھا۔ نازش! آج جبکہ تم نے خود اجازت دی ہے تو یوں محسوس کر رہا ہوں [illegible] کہ اگر یہ سب نہ کہہ سکا تو میرا سینہ شق ہو جائے گا۔ اس لئے خدا کے لئے مجھے یہ کہنے دو کہ میں [illegible]

شادی شدہ ہوں مگر تم ہی وہ پہلی اور آخری لڑکی ہو جسے دیکھ کر دل شدت سے چاہا تھا کہ تمہیں پوری کائنات سے چرا لیا جائے۔ تمہیں مجھ سے گلہ ہوگا میری سوچ، میرا دل ..... سب تمہارا تھا حالانکہ میں ایک اچھی اور خدمت گزار بیوی کا شوہر ہوں۔ مگر تمہارے ساتھ گزارے ہوئے پل ہی میرا اصل اثاثہ ہیں۔ کاش! تم مجھے اس وقت ملی ہوتیں جب میں آزاد تھا۔ کاش! ہم تم ایک منزل کے راہی ہوتے۔" سعدیہ اپنا آپ سنبھالا لینے کے باوجود مجھے جھٹکے پر جھٹکا لگ رہا تھا تاہم میں نے ہی کرا کر اس سے پوچھ ہی لیا۔

"مجھے اپنی بیوی کے متعلق بتایئے ..... وہ کیسی ہے؟"

اس نے فوراً کھلے دل سے اعتراف کیا۔ "اچھی ہے ..... بہت اچھی ..... بڑی قابل تعریف۔ اس نے آج تک مجھے شکایت کا موقع نہیں دیا۔ انتہائی خاموش سادہ اور چپ چاپ سی عورت [illegible] ہوئی۔ اس نے کبھی مجھ سے کسی چیز کی فرمائش کی نہ شکوہ شکایت۔ [illegible] اسے کوئی نہیں ہوتا۔ اس کا شعار صرف خدمت کرنا ہے۔ شروع شروع میں مجھے اس کی طرف [illegible] گوارا تھا۔ ہر وقت بیمار اور چپ رہنے والی [illegible] موت۔ مگر آہستہ آہستہ اپنے خاموش [illegible] میرے اتنے قریب ہو گئی کہ میں اس کی شدید ترین ہمدردی میں مبتلا ہو گیا [illegible] کیونکہ میرے دل کے نہاں خانوں میں اس کے لیے [illegible] ہمدردی کے احساسات [illegible] ہمدردی کا احساس بڑا ظالم ہوتا ہے [illegible] میں نے اپنی پوری زندگی اور دل کی تمام تمنائیں [illegible] کا مطالبہ رہنے لگا ہے [illegible] دوسری شادی کرلو۔ کیونکہ [illegible] کہ مگر اب میں ان سب کو [illegible] ہوں۔"

میں نے کہا۔ "آپ اسے اپنے ساتھ یہاں اپنے پاس لا کر کیوں نہیں رکھتے؟"

وہ چونک کر میری [illegible] "ہاں ..... اگر تم کہتی ہو تو ٹھیک ہی ہو گی۔ یہاں کراچی میں اس کا علاج بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اب میں ایسا ہی کروں گا۔"

سعدیہ نے چونک کر پوچھا۔ "اچھا ..... تم اسے یہ مشورہ بھی دے آئیں؟"

"ہاں ..... تو؟" نازش نے گڑبڑا کر سعدیہ سے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے تم کو اور تم ان دونوں کا تو بھلا ہو جائے۔ لیکن سے اس طرح وہ دونوں ایک دوسرے پر قبضہ رہتے ہیں۔"

"بات تو تم نے بڑی گہری اور سلجھے کی کی۔" سعدیہ نے آگے بڑھ کر تحسین نظروں سے دیکھا۔

"لیکن ..... حقیقت یہ ہے کہ پورا قصہ نہایت ہی اپنی نوعیت کا نرالا قصہ ہے جس میں تمہارا کردار بہت با حوصلہ ہے۔"

نازش کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ آ گئی مگر وہ سعدیہ کو گھورتا کر خفگی سے گویا ہوئی۔

"یہ سارا شر پھیلایا ہوا اصل میں تمہارا ہے۔"

"میرا .....؟" سعدیہ نے حیرت زدہ ہو گئی۔

"جی ہاں ..... سو فیصد آپ کا۔" نازش چہک کر بولی۔ "اب سنیے معصومیت سے کہہ رہی ہو۔ "میرا؟" بھول گئی اپنے میاں کے ساتھ تم ہی مون پر جاتے ہوئے میرے نام خط لکھ گئی تھیں۔ اور تم نے

فرخ کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب نہ دے جاتیں تو شاید یہ حالات اور یہ قصہ بھی نہ ہوتا۔ اس لیے اصل راز دار بھی تم ہو۔"

سعدیہ سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں بھولی نہیں ہوں، سب یاد ہے۔ لیکن یہ تو تمہیں بھی اعتراف ہوگا کہ فرخ میں سوائے اس کے کہ وہ شادی شدہ ہے، باقی تو کسی طرح کا عیب و جب نہیں ہے۔ برسر روزگار بھی ہے۔ بس یہی کوتاہی میرے پیش نظر تھی۔ اندر کے حالات کرید نے سے معلوم تھے۔ اب اس امر رہی میں میرا کیا قصور؟"

"چلو بے ایمان تھکی گی۔" نازش نے ناز سے ایک چپت رسید کر ہی دی۔ "باتیں کوئی ان سے سیکھے۔ محترمہ یہ میں ہی ہوں جو برداشت کر گئی اور بڑا المیہ گزر جانے کے باوجود زندہ سلامت بیٹھی ہوں۔ میری جگہ کوئی کمزور اعصاب ہوتی تو کھسک گئی ہوتی۔"

سعدیہ کو اس بات سے سو فیصد اتفاق تھا اور وہ اس کے ان کمالات کے احساسات سے بھی نابلد نہیں تھی مگر اس وقت اس کی باتوں میں ان طعنوں سے خریدہ رکھنا چاہتی تھی۔ اس کی بات کو بظاہر ہنسی میں اڑا کر کہنے لگی۔

"ہاں ہاں ..... آپ تو رستم و سہراب کی [illegible] کیا کہنے آپ کے مضبوط اعصاب کے۔ مضبوط اعصاب کی جب میں بڑی تکذیب [illegible] یاد آئیں۔"

نازش نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "[illegible] دونوں کو؟"

سعدیہ نے شوخی سے جواب دیا۔ [illegible]

"اللہ میری توبہ۔" نازش نے [illegible] کہ تم نے لے کر اڑا دیا تھا میں بھی ہنس ہنس [illegible] ..... [illegible] وضاحت کرو۔ میں نے کیا کیا ان کے ساتھ؟"

سعدیہ زبان سے بولی۔ "ارے احمق لڑکی اتنی سی بات! یہ کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملانا کو یہاں اسلام آباد سے کراچی [illegible] مگر [illegible] کی اب ان دونوں کی خیر و خوشی [illegible] میاں بیوی کو ان تمام [illegible] اللہ بھی تمہیں اس کا اجر دے گا۔ واہ ..... نازش اچھا خوب ترکیب کرائی اللہ نے۔"

"اللہ ..... سعدیہ کیا کہہ رہی ہو؟" نازش کا رنگ [illegible] ہو گیا۔ "بخدا! میری نیت تو بالکل صاف تھی۔ میں کیوں ان کا برا چاہتی بھلا؟ ..... ہی وضاحت میں تو ان کے خیر خواہ ہونے کی حیثیت ہوں۔"

"شیر و شکر؟" سعدیہ شرارت سے ہنسی۔ آج وہ بہت دنوں کے بعد ہنسی تھی۔ نازش سے باتیں کر کے اس کی ذہنی تکان اترتی جا رہی تھی۔ اسے چھیڑنے میں اسے لطف آنے لگا تھا۔ بولی۔

"شیر و شکر ہوتے ہوتے کہیں شیر و بکری نہ ہو جائیں، بے چارے۔"

نازش بھی اس کے ساتھ کھسیانی سی ہنسنے لگی۔

تھوڑی دیر تک دونوں یونہی بے تکی سی باتیں کر کے ہنستی رہیں۔ سعدیہ کا اصل مقصد نازش کو ٹینشن سے نکالنا تھا۔

کافی دیر کے بعد وہ اس کی پیٹھ تھپک کر بولی۔ "ویسے نازش! تمہارے جذبے بھی قابل قدر ہیں اور ارادے بھی نیک۔ یاد رکھو، اچھی نیت کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ رہتا ہے اور وہی پاک ہستی اپنا

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

اور وہ بھی سکتی ہے۔ بلکہ وہ تو محض لاچار ہے۔ مگر اسے بے ریا اور بے لوث ہو کر شرکا ہے۔ تم نے بھی بہت جرات مندانہ اقدام اٹھایا اور فرخ کو جمل کے ہمراہ بیت ہو جانے کی رائے دے کر خود کو سرخرو کیا ہے۔ اس طرح سے تو کی امکان اس بات کا ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو سمجھنے کے قابل ہو سکتے ہیں اور جیسا کہ فرخ نے اپنی بیوی کے علاج کے حوالے سے کہا تو یہ بھی نہایت خوش آئند اقدام ہو گا۔ یہ حقیقت بھی خارج از امکان نہیں ہے کہ تم دونوں کو ایک دوسرے کو فراموش کر دینا آسان ہو جائے گا۔"

پھر وہ بغور نازش کو دیکھ کر بولی۔ "ارے ہاں ——— یہ تو بتاؤ وہ کب سے کر آنے کا بتایا؟"

نازش نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ رات تک وہ لوگ آ چکے ہوں گے۔ آج رات ڈنر کے بعد سے گھر آنے کا وعدہ کیا ہے سب نے۔"

سعدیہ حیرت سے چیخ پڑی۔ "اس کا مطلب ہے کہ ——— میں بھی جا کر سکتی ہوں ان کا استقبال۔"

نازش نے ہنس کر اسے چھیڑا۔ "کیوں چاچی جان ابھی سے جانے کی پڑ گئی ہیں۔"

"ارے تو کیا سب مجھ سے ہی ملنے آ رہے ہیں۔ تمہیں تکلیف؟"

"ہائے نہیں ——— سعدیہ ٹھیک ——— نازش خوشی کے اس سے لپٹ گئی۔ "تم یہاں رہو تو سب آ جائیں۔ ساری رات تمہاری محفل میں گھومتی ہوں۔"

سعدیہ دیکھ دیر تک اس کی خوشی دیکھتی رہی، پھر مسکرا کر بولی۔

"ایک دو دن سے زیادہ نہیں رکیں گی۔ ابھی گھر پہنچے گے۔"

"تم ——— یعنی سسرال تمہاری؟"

"جی ہاں ——— بہت عرصے بعد سسرال کا منہ دیکھنے کو ملے گا۔"

"اسے جانے ——— نازش نے ہنس کر اسے دھپ رسید کر ڈالی۔ "تم حافظ بھی ہو رات بھی تو ہے مجھ پر یا کرو۔ شادی کیا ہوئی، بچے اور میاں کے ہو جانے کے بعد سب کو فراموش کر کے اپنے سسرال پر عاشق ہو گئیں۔"

سعدیہ نے جواب نہیں دیا۔ ہنسنے لگی۔

ان کے پیچھے پیچھے ڈاکٹر آپا اور بیگم ہی سے آ رہی۔

"سہیلیوں، سہیلیوں کی میٹنگ برخواست ہو تو گزارش ہے کہ لیڈی ڈاکٹر صاحب کلینک میں تشریف لے آئی ہیں کہ محترمہ سعدیہ ناز "حاضر ہوں۔"

"یا اللہ توبہ ——— ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کے ہیں۔" نازش نے ڈاکٹر کو جانے کا کہتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر سعدیہ کو آپ کیا بیماری لگا رہے ہیں کہ آتے ہی حکیم ڈاکٹر ہونے لگا۔"

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے یا ڈاکٹر جانیں۔" ڈاکٹر نے جلت میں جواب دیا اور جلدی جلدی چلتے ہوئے سعدیہ کا ہاتھ پکڑ کر کلینک چل دیا۔ وہ بھی مسکراتی ہوئی چل دی۔

نازش رات کے کھانے کے انتظام کے لئے اٹھ گئی۔ بھائی جان کی غیر موجودگی کی وجہ سے خاصی ٹینس ہو گئی تھی آج۔ سعدیہ اور ڈاکٹر کی تو نہیں، فرخ اور اس کی بیوی کی آمد کے خیال سے بہت مضطرب تھی۔

روشن دن کب کا ختم ہو چکا تھا۔ رات کی سیاہ زلفیں سارے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی برقی قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ چاندنی ہوا، جل اور خود نازش کچن میں مصروف

تھیں۔ تب ڈاکٹر سعدیہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

ان دونوں کے پیچھے ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔ نرس ڈرپ کا سامان سنبھالے ہوئے تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے آتے ہی زور زور سے شور مچا دیا۔

"ارے بھئی نازش، ادھر آؤ۔ جلدی بتاؤ تمہاری دوست کو کہاں شفٹ کیا جائے ——— اب جلد یہ دو دن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ انہیں ہلنے بھی دیا جائے۔ دونوں ہی بہت نازک اور احمق ہیں۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ سعدیہ کو صبح و شام ایک ایک ڈرپ لگے گی۔ کمزوری دیکھ رہی ہو اس کی؟"

نازش بوکھلائی ہوئی بھاگی۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر کے دوران ہی سعدیہ کو صوفے پر لٹا کر ڈرپ سیٹ کر دی تھی۔ ڈاکٹر کا چہرہ کسی اندرونی خوشی سے جگمگا رہا تھا۔

سعدیہ نازش کی بوکھلاہٹ دیکھ کر زیر لب مسکرائی۔

میں اس نے نازش کی اطلاع بھی۔ ڈرائنگ روم میں فرخ اور اس کی مسز داخل ہو چکے تھے۔ نازش کے علاوہ سعدیہ اور ڈاکٹر کی آنکھوں میں بھی شناسائی کے آثار تھے ——— !

❖❖❖

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

"رخشندہ ___"

نازش کے کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے ایک نام نکل کر ڈرائنگ روم کی محدود فضاؤں میں گونج گیا۔ ... سب نے سنا۔

"رخشندہ ___"

سعدیہ نے ناظر کی طرف دیکھتے ہوئے زیر لب دہرایا۔ دونوں کو ایک وقت ہی پتہ رخشی کی سالگرہ یاد آ گئی تھی۔ تھوڑے سے فرق ... وہی آنکھیں، ویسی ہی جیسی کی جیسی ہوا کرتی تھی۔

وہی گوری گوری، خوب صورت ... بالوں والی رخشندہ۔

نازش دوڑ کر اس سے گلے ... آنکھوں میں آنسو تھے۔ فرخ کو ... تعارف کرانے کی۔ یہاں تو ... بکھرے تھے۔ وہ چپ چاپ ... بھی ہاتھ والے سب کو دیکھ رہا تھا۔ ... ہو رہے تھے ___ حیرت، خوشی اور ... کے۔

"واہ بھئی واہ ___" ڈاکٹر صاحب خوش دلی سے مسکرائے۔ "آپ سب ایک ہی ... سے فارغ التحصیل ہیں ___ یہ بھی خوب صورت حال ہے۔"

ناظر اور فرخ ...

رخشندہ، سعدیہ کے پاس جا بیٹھی تھی۔ کچھ شکری، خاموش سی۔ نازش والی تو بہت پہلے سے ہی ... ہوئی تھی۔ ... ایک دم پیش آنے والے واقعات نے اس کے ہاتھ ہی ... سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں تھا۔ وہ سب کی خاطر و تواضع کے لئے ... کچن میں جا گھسی۔

ایک ایسے خاص موقع پر بھائی غیر موجود تھی۔ یہ بات اس کے لئے بہت باعث ... رہی تھی۔

ذرا دیر کی ملاقات سے رخشندہ کو معلوم ہو گیا کہ سعدیہ اور ناظر کے مابین کیا رشتہ ہے اور یہ کہ اس وقت اسے ڈرپ کیوں لگی ہوئی ہے۔

"یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے۔" اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں ایک خوبصورت جھلملاہٹ نظر آنے لگی۔ "لیکن اپنا بہت زیادہ خیال رکھو۔ اور مبارک ہو۔" وہ سعدیہ پر جھک کر بڑے پیار سے سرگوشی میں بولی۔

"شکریہ ___" سعدیہ نے نرمی سے اس کا ملائم ہاتھ تھام کر جواب دیا۔ اور ساتھ ہی استفسار کیا۔

"تم دونوں کیوں اکیلے ہو؟ ___ بچے کہاں ہیں؟"

رخشندہ کے چہرے سے سایہ سا گزر گیا۔ ... مسکرا کر جواب دیا۔

"بچے ہوں تو نظر آئیں نا ___ ہم اس نعمت سے محروم ہیں۔"

سعدیہ نے بے تکلفانہ انداز میں اسے چھیڑا۔ "ہوں ___ اسی لئے تو اتنی اسمارٹ ہو اب تک۔"

یہ دونوں بہت آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھیں۔

سامنے صوفوں پر ڈاکٹر سلمان، ناظر اور فرخ کی محفل جمی ہوئی تھی۔ فرخ کا دھیان بیک وقت دونوں طرف تھا۔ وہ اس عجیب اتفاق پر اب تک ششدر تھا کہ اس کی بیوی نازش کی کلاس فیلو نکل آئی۔ فی الوقت وہ کسی اظہار خیال کی پوزیشن میں نہ رہا تھا۔

نرس کو ڈاکٹر صاحب نے تھوڑی دیر کے لئے واپس کلینک بھیج دیا تھا۔ خود ڈرپ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

کھانے کے بعد ڈاکٹر صاحب کلینک چلے گئے۔ ناظر اور فرخ باتیں کرتے، ٹہلتے ہوئے باہر نکل گئے۔ سعدیہ کے پاس نرس آ گئی تھی۔ ڈرپ ابھی باقی تھی مگر اب تھوڑی کا ... ہو گیا تھا۔ نازش، رخشندہ کے ساتھ وہاں سے ہٹ گئی۔ رخشندہ ... میں تھی۔ ... اس کے ... انداز میں داخل ہو گئے۔

"نازش! تمہارے گھر والوں کو ... معلومات ہیں؟"

"پاگل ہوئی ہو کیا؟" نازش نے ... "میرے گھر والوں کو بھلا کیا معلوم ہو سکتا ہے؟ ... اس واقعے کے ..."

... خاموشی ... رخسار پر ڈھلک گئے۔ اس ... کے جانے اور ... ایکسیڈنٹ کا قصہ لے چلا۔

رخشندہ ...

تھوڑی دیر کے بعد آنسوؤں کی بارش تھمی تو رخشندہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تمہیں ایکسیڈنٹ کا بھی معلوم ہے ... کے بعد اور اپنی شادی سے پہلے ایک ... انتقال کی ... سے ... یہ پوچھو میرا کیا حال ہوا ___ ... نازش! اسی تقدیر ... ہماری ... اور اپنے ساتھ اپنے ... نازش! میں تمہاری ... مجرم ہوں ___ اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دو۔"

ایک دفعہ پھر اس کی آنکھیں بھر آئیں اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ نازش نے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ پیار سے کہنے لگی۔

"خاموش ہو جاؤ ___ ان آنسوؤں کو پونچھ ڈالو رخشندہ ___ دنیا میں ہم سب اپنے اپنے مقدر کا لکھا بھگتنے کے لئے ہی آتے ہیں۔ اور قسمت کا لکھا کوئی نہیں ٹال سکتا۔ خود کو دوش مت دو۔ نہ ... کر کے اپنے آپ کو ہلکان کرو۔"

"کاش! مجھے کسی نے روکا نہ ہوتا۔" رخشندہ آنکھیں خشک کرتے ہوئے بولی۔ "تو میں ہر صورت تم سے ملنے کے لئے ضرور آ جاتی۔ اس وقت میں بہت سمجھا بجھا کر اپنے آپ کو یہاں نہ آنے پر ... کر گئی تھی۔ اور جب واپس ... تو میری دنیا بدل چکی تھی ___ امی تو پہلے ہی مدت سے ... رہی تھیں۔ اس صدمے کے بعد میری بھی روح اور جان کو گھن لگ گیا تھا۔ مجھ پر ہر سانس میں

کانٹوں کی چبھن اور کھٹک تھی۔ انہی حالات میں ـــــ ابی پر مرض الموت کی سختی طاری ہوئی اور ان کی آخری خواہش کے احترام میں ـــــ میں اور [illegible] نکاح کے بندھن میں بندھ گئے۔"

رشنہ چند جملوں میں زندگی بھر کی حکایت سنا کر خاموش ہو گئی۔ دارش نے پُرتجسس انداز میں دریافت کیا۔

"ابی نے تمہیں ـــــ"

"ہاں ـــــ تم ٹھیک سمجھیں۔" رشنہ نے اس کی بات کاٹ کر جواب دیا۔ "مجھ سے انہوں نے وعدہ لیا تھا کہ ـــــ میں آئندہ زندگی کے کسی موڑ پر تم سے ملنے کی کوشش مت کروں۔ میرے لیے ان کی آخری نصیحت بھی تھی۔ دارش! تم تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ تمہاری کمی میری نگاہوں میں [illegible] ـــــ وہ میری نجات دہندہ ہیں۔ میں ان سے کیا ہوا وعدہ مر کر بھی توڑنے کا تصور نہیں کر سکتی۔ اس لیے [illegible] چاہتے ہوئے بھی تم سے کبھی رابطہ نہیں کیا۔"

"اور ـــــ آج؟" دارش نے [illegible]

"ہاں ـــــ آج تو یہ عہد ٹوٹ گیا۔" رشنہ نے بھی اس کے انداز میں جواب دیا۔ [illegible]

[illegible]

"اچھا [illegible]"

[illegible]

رشنہ [illegible]

⁂

سو یر حویلی کے ماحول میں واپس آئی تو دیکھنے والی آنکھیں اسے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں۔ [illegible]

[illegible] آنکھیں گہری ہو گئی تھیں، جن میں کچھ کھو دینے کی کسک جم کر بیٹھ گئی تھی۔

سب سے پہلے دادا اس کے کمرے میں تعزیت کے لیے پہنچے۔ اس کی حالت دیکھ کر [illegible] کیفیت بھول گئی۔ وہ واقعی اس حد تک سوچ بھول کر بیٹھ چکی تھی کہ قابلِ رحم لگ رہی تھی۔ [illegible] تمام رنگ کر آئی تھی۔ [illegible] نے جلدی سے سہارا دے کر اسے پلنگ پر لٹایا۔ اس کے پیچھے سو بابا بھی آ گئیں۔ انہوں نے نہایت دلسوزی سے سو یر کو کھینچ کر اپنا کر گلے سے لگایا [illegible] اور تسلی دلاسہ دے کر اپنے قریب بٹھایا اور سب کی فرداً فرداً خیر و عافیت دریافت کی۔ [illegible] میں اس کی دلجوئی کی۔

تھوڑی دیر میں پھول بوا بھی بھاگتی ہوئی آ گئیں اور [illegible]

رشتے کے ناطے [illegible] نے بھی چھپتے چھپاتے پہنچ کر تعزیت کی۔

پائی حویلی کے [illegible] خوشی سے بھولی [illegible] کے دکھ میں شامل ہونے گئی۔ [illegible] سے بیاہ بہت خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ اس روز بہت رات تک اس کے پاس رہ کر اپنا حال احوال [illegible] رہی۔ اس کی لڑکیوں نے بھی [illegible] کا والہانہ استقبال کیا تھا۔

رات کو سب اپنی اپنی طرف چلے گئے تو سونے سے پہلے [illegible] نے اسے شناسا نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے یہ بہت زیادتی ہے [illegible] تمہاری۔ نہ تو تم نے خود ہی انکشاف کیا اور نہ ہی مجھے اب [illegible] کی اجازت دی۔ بھلا ایسی خوشخبری چھپانے کی ہوتی ہے؟ ـــــ کم از کم پھوپھی جان کو تو بتانے دیا ہوتا۔"

"آپ بے کار ہی فکر کرتے ہیں ـــــ ایسی خوشخبریاں واقعی چھپنے والی ہوتی ہیں نہ چھپانے والی۔ وقت آنے پر سب کو خود معلوم ہو جائے گا۔"

"اور ـــــ [illegible]" [illegible] نے [illegible] سے دریافت کیا۔

"مجھے بھی نہیں [illegible]" [illegible] نے [illegible] جواب دیا۔ [illegible] "اس معاملے میں تو آپ بہت ہی [illegible]"

[illegible]

[illegible]

"کیا ہوا دلہن؟"

"آپ نے ـــــ [illegible] جان؟" انہوں نے [illegible] لہجے میں دریافت کیا۔ "یہ مجھے ـــــ [illegible] لگ رہی ہے؟"

چچی جان نے فوراً ہی جواب دیا۔ "ہاں ـــــ تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔ ہم نے کل شام [illegible] انہیں حویلی میں داخل ہوتے ہی [illegible] بہت کمزور اور [illegible] ہو گئی ہیں۔ یہاں سے تو بالکل بحال اور چاق و چوبند گئی تھیں۔" پھر خود ہی انہوں نے لہجے میں اضافہ کیا۔ "سچ ہے، باپ کی شفقت سے محروم ہو جانا آسان نہیں ہوتا۔"

نہیں معلوم ہوا تھا زمانی بیگم کا دماغ کہیں اور ہی تھا۔ وہ اندر ہی اندر کسی گتھی کو سلجھانے میں مصروف رہیں۔ سو یر دو بارہ ان کے قریب سے گزر کر گئی تو تب بھی انہوں نے چوری چوری اسے گہری نظر سے دیکھا۔ اس بار چچی جان خود نہ آئی تھیں کیونکہ پاندان میں [illegible] بیٹھی تھیں۔ اپنی بات پوری کر کے انہوں نے مزید استفسار کیا نہ تجسس۔

زمانی بیگم نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

اتفاق دیکھیے ـــــ اسی رات دادا کو دورہ اٹھا۔ ساعت ادھر تھی نہ ادھر ـــــ ٹھیک نصف شب کو

سے تھا۔

اپنے پیشے میں ماہر اور تجربہ کار دایہ فوراً حاضر ہو گئی۔ تیاری تو پہلی ہی پر لے کی تھی۔ چچی جان اور زمانی بیگم پہلے ہی سے موجود تھیں۔ سعدیہ بھی کمرے کے آس پاس ٹہلتی رہی۔ ساس بیگم کے رعب اور لاتعلقی کی وجہ سے وہ دور دور رہنے پر مجبور رہتی تھی۔ مبادا انہیں کوئی حرکت ناگوار گزر جائے۔

چچی جان فوراً اپنی تدبیروں پر عمل پیرا ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اس دفعہ اپنے تعلیمات اور وظیفوں، چلے وظائف اور منتوں مرادوں پر انحصار کیا تھا کہ زمانی بیگم کے ساتھ ساتھ تانیہ کو بھی یقین کامل تھا کہ اس بار ضرور بیٹا ہی ہو گا۔ ان تمام کوششوں اور پے در پے منتوں اور اٹھتے بیٹھتے بار بار بیٹے کی دعا نے سب کو بہت پرامید کر دیا تھا۔ حالانکہ سعدیہ دل ہی دل میں ان طریقوں کو غلط سمجھنے کے باوجود تانیہ کو سمجھانے سے گریز ہی کرتی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس طرح سے تانیہ کی تسلی میں زیادہ ہی اضافہ ہوا تھا۔

خدا خدا کر کے وقت گزرا اور صبح فجر کے بعد خدا نے تانیہ کی مشکل حل کر دی .... وہ بھی دو جڑواں لڑکیوں کی صورت میں۔

زمانی بیگم پیچ و تاب کھا کر چلی گئیں۔ تانیہ پر غم اور صدمے کی انتہا سے غشی طاری ہونے لگی۔ چچی جان بھی کچھ ...

پوری حویلی پر ایک ہول سا طاری ہو گیا۔ زمانی بیگم جو اپنی خواب گاہ میں گئیں تو باہر آنے کا نام نہ لیا۔ سب مرد سارے بغیر ناشتہ کیے اپنی اپنی حویلی کے باہر جانے لگے۔

چچی جان اٹھ کر اپنی روتی ہوئی ... کی نشست کو بھی چھوڑ گئیں۔ آج وہ سعدیہ کے دل و دماغ پر بہت بھاری بوجھ ... زندگی میں پہلی بار انہیں ... صورت ماننے کو تیار نہ تھا۔ آج ان کی ساری ریاضتیں اکارت چلی گئی تھیں۔

دن چڑھے تک ... حویلی میں ... سوگ کی سی کیفیت ... اور اداس کسم سے تھے۔ سب کی صورتیں اتری ہوئی تھیں۔

پھوپھو بھی اپنی کوٹھڑی سے بھاگی ہوئی آئیں اور چچی جان کے گلے لگ کر رو رہی تھیں۔ مگر انہوں نے نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اس روز شکستہ سی چپ کی چادر اوڑھے رہیں۔ خاموشی سے اپنے کام سے الگ تھلگ رہیں۔

ان مشکل گھڑیوں میں سعدیہ کا دم تھا جو ایک طرف دایہ کے ساتھ مل کر تانیہ کو سنبھالے ہوئے تھی، دوسری طرف تانیہ کی دو ننھی بچیاں تھیں اور تیسری طرف نومولود بچیاں اور ان کی تیمارداری کی ذمہ داریاں۔ اسے اپنے سر پیر کا ہوش نہ تھا۔ بیک وقت ساری ذمہ داریاں نبھانا چاہ رہی تھی اور نبھا بھی رہی تھی۔ زمانی بیگم کے عمل اور رد عمل دونوں پر اسے افسوس بھی تھا اور حیرت بھی۔ لیکن فی الوقت اسے ہر بات سے نظر انداز کر کے تانیہ پر توجہ دینی تھی۔

تانیہ کی جڑواں لڑکیوں کی پیدائش پر سب سے زیادہ دل دیے سرور بابا کا رہا تھا۔ دن چڑھے وہ خود زچہ خانے میں آ گئیں۔ بچیوں کو پیار کر کے اور تانیہ کو ڈھیروں دعاؤں سے نواز کر گئی تھیں۔ کسی طرح کا صدمہ ہوا تھا تو انہوں نے کسی قدر سے اس کا اظہار کیا۔

پھپھی تک زمانی بیگم نے کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھال لیا اور اپنے معمولات پر لوٹ آئیں۔ سعدیہ ...

پہلے کی شکست خاموش ہی ہو کر رہ گئی تھیں۔

لیکن تانیہ کو کسی صورت صبر نہ آتا تھا۔

جہاں بیٹے جو دو بچیوں کو نگاہ اٹھا کر بھی دیکھتی ہو۔ اس نے دونوں میں سے ایک کو بھی نظر بھر کر دیکھا تھا۔ روز روز کر آنکھیں سوجا لی تھیں۔ آتی گرمیوں اور سست رہتی کہ سارا دن منہ لپیٹے پڑی رہتی یا روتی رہتی۔ بڑی بچیوں کے علاوہ نومولود کو بھی سعدیہ سنبھالتی اور دن رات کے ہر کام میں مصروف رہتی تھی۔

زمانی بیگم چند دن الگ تھلگ رہنے کے بعد خود ہی سے زچہ خانے میں آنے جانے لگی تھیں لیکن ماں بیٹی کے درمیان گفت و شنید منقطع تھی۔ ایک اجنبی دیوار درمیان قائم تھی۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ تانیہ اپنے آپ تک سے غافل رہتی ہے۔ سعدیہ اسے کھلا پلا کر رکھتی ہے تو ٹھیک، ورنہ بے پروا سے ہوئی۔ زمانی بیگم کی بیٹی کو اس حالت میں دیکھ کر جیسے جی ہی نہیں بھرتا تھا۔

سعدیہ جس خلوص نیت سے خدمت میں مصروف رہتی اور بچیوں سے خصوصی شفقت و محبت کا رویہ روا رکھ رہی تھی وہ کسی سے چھپا نہ رہا تھا۔ وہ ان کی بچیوں کی بڑی ممانی لگتی تھی مگر ان میں ایک خاص نرمی آئی تھی۔ جو کہ سسرال میں آنے کے بعد پہلی بار سعدیہ کو ملی۔ ایک ایسی مثالی کردار رہا تھا۔ پھر بھی طرح طرح کی باتیں کرتے کے ہاں سے سارے خاندان کو ایک نقطہ نکالا تھا۔ لیکن اپنی زبان سے اس کا اظہار کر کے ان کا کوئی پاک فائدہ شفقت رویے کا کچھ اثر میں پڑ جاتی تھی۔

تانیہ کی سسرال اطلاع جا پہنچی تھی مگر ابھی تک وہاں سے آیا نہ تھا۔ زمانی بیگم کو دونوں طرف سے بھی کوئی خیر خبر نہ ملی تھی۔ ان کی ... یہ سب تو سمجھ سکتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب ان کو اپنی بیٹی سے ... اور بچیوں کی ... کی ان میں جیتی تھیں ان دونوں بچیوں کی صحت سلامت زچہ خانے میں لاتی تھیں۔

ایک روز زمانی بیگم ... سب سے ملنے جانے لگیں ... تو سعدیہ سے رہا نہ گیا۔

سعدیہ اپنی فطری نرمی سے تانیہ کے کمرے میں جا کر بچیوں کے پیار بھرے میٹھے انداز میں انہیں سمجھا رہی تھی۔

"آپا! آج سے میں آپ سے ایک بات کہنے والی ہوں ... " بالآخر آپ کے سامنے میں کیا اور صبر بھی سمجھایا۔ مگر میں اپنی طرف سے یہ کہتی ہوں کہ اب بھی میں آپ سے یہ بات کہتی ہوں کہ یہ بیٹیاں آپ کی اور سب کی ہیں۔

آپا! مجھے میری جسارت پر معاف کر دیجئے گا۔ میں کیسے ان بچیوں کے وجود سے منکر رہنا یا انکار کرنا ایک ناقابل معافی گناہ ہے۔ یہ تو بھی بہت معصوم اور بے زبان ہوتی ہیں .... کیا ان کی پیدائش میں خود ان کا کوئی قصور ہوتا ہے؟

آپا! بچی تو ہمارے پیارے نبی کا سلام ہوتی ہے۔ ان کے وجود سے نفرت اور حقارت کے اظہار کا ہمارا مذہب سخت مخالف ہے۔ ہمارا دین ایک مکمل دین ہے اور اس کی تعلیمات اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہم اپنی بچیوں کو حقیر سمجھیں۔ ذرا سی دیر کو غور کیجئے۔ میں، آپ، امی، سب ہم سب اسی صنف سے تعلق نہیں رکھتیں؟ .... ہم نے بھی تو اپنی ماؤں کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ تو پھر ہمارے والدین نے انہیں گھروں سے نکال تو نہیں پھینکا۔ انہوں نے بھی تو انہیں اپنے سینوں سے لگا کر پالا پوسا، پرورش کیا ہے۔ کیا آپ اپنے ہی آخری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے منحرف

ہونے کا تصور کر سکتی ہیں؟ ..... قرآن اور حدیث کے حوالے کیوں نہیں یاد؟ ..... یہ دور جہالت نہیں، جب لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

"آپا! لڑکیوں کی صنف تو بہت ہی برکت والی اور معصوم صنف ہے۔ لڑکیاں تو نازک پھول جیسی، رنگین دھاگوں سے بنے ہوئے ریشم کے پھول ہوتی ہیں، جو صاف و شفاف چادروں، تکیے کے غلافوں، کشن، میز پوشوں پر کڑھے سجتے سنورتے اور گھر کے مکینوں کو خوش کرتے رہتے ہیں ..... ہمیں کوئی حق نہیں کہ ریشم کے ان خوش رنگ پھولوں کو وجود سے مسل ڈالیں ..... بالکل تیرے جیسی ..... ہمیں ان سے دور رکھیں ..... انہیں نگاہ نفرت سے جھلسانے کی بجائے خوشبو کی طرح سانسوں میں بسانا چاہیے۔ ریشم کے ان پھولوں کو ان کا حق دینے میں بخل یا جاہل عارفانہ سے کام لینا ٹھیک نہیں [illegible] آپ کا حق ہے ..... اس نے بیٹی کو اپنا [illegible] گندھا ہے ..... اس نے بیٹیوں کو بے وقت گھٹنوں کے تیز سے اکھاڑا ہے ..... تمہاری [illegible] سے جھلا کر رکھا اور معصوم سانسوں کی گھٹی ریت بنایا ہے ..... ہاں! بیٹیاں خوش نصیب گھرانوں میں پیدا ہوتی ہیں آپا! بیٹوں کی طرح محبت نہیں دی گئی، بیٹیاں بھی تو رحمت ہیں ..... [illegible] حساب کتاب تو رب نے ضرور لینا ہے ..... اس نے آپ کو رحمت والی بنایا۔ وہ بھی انمول اور قیمتی اولاد ..... [illegible] ہے ..... سراسر رحمت ہی رحمت ہے اور جواب طلب کی گئی ہے ..... [illegible] جواب دے گئے آپا!"

گڑے گڑے دل بچے کے دل [illegible] نے قدموں لوٹنے اور اپنی خوب کو بھی فتح کر دیا۔

صدیوں کا [illegible] آنکھوں سے [illegible] سے سوال جواب وقت بہت ہی گئی اور وقت کے اس پار سازی کا سرمایہ کرنا جھلسا دیا تھا۔

کسی کی [illegible]

انہوں نے [illegible]
ان کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو اتر آئے۔

✖●✖

"میرا پتا ہی پھول ٹوٹ دتی، تیری الفراں دی گل وچ
تیرے گل نے پھل کر دے، تیرا جوبن دن دی چھاں
ایہہ چھاواں سدا نہیں رہنیاں، دو جاندے رب دا ناں
ای رب کی گویئے، اج آ گئے ایس گراں
اساں ہجٹ دویہر گزار لئی، اساں بیتوں نہیں پچھاں
اساں پیچ نہیں پائے جوگیاں، اساں دل نہیں ہنسی تھاں
کس کچے پا کے بیٹھنا ایہہ دنیا اک سراں
تیرے جھوں دوگاں گوڑے، ای گل مسافر پاں
تیرے گل نے پھل کر دے، تیرا جوبن دن دی چھاں"

اکتارے کی مدھر تانوں کے ساتھ بابے بیجے کی پرسوز آواز ہم آہنگ ہو رہی تھی۔ یوں جیسے پانیوں میں کوئی چپکے ہوئے موتیے کا گجرا توڑ کر دھیرے دھیرے ایک ایک پھول بہا رہا ہو.....!

سارے گھر میں دور جا سے بچھڑ کر جانے والی آواز کی کیفیت بکھرائی بکھر رہی تھی۔ ماں تجری بے خودی کے عالم میں گلی سے پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ دور جنگل کے بیچے رنگین تعریفوں کا [illegible] ری تھی مگر بے اجیاں اسی طرف تھا۔ دل وہاں وہیں تھے۔

بابا جی اور اس کا اکتارہ دونوں نے مل کر سماں باندھ دیا تھا۔

آخر میں وہ بار بار ایک ہی الاپ دہرا رہا تھا۔

"ایہہ چھاواں سدا نہیں رہنیاں، دو جاندے رب دا ناں
کس کچے پا کے بیٹھنا، ایہہ دنیا اک سراں
..... ایہہ دنیا اک سراں"

تجری کر ماں تجری کا گھر بیوں بھر آیا وہ آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

وہ کوئی سے جیا کر بیٹے سے [illegible] چھوڑ کر [illegible] میں چھپا۔ محسوسات سے خالی وہ بھی نہیں تھا۔ ساز اور آواز سیدھے دل پر اثر کر رہے تھے۔ گھر میں تجری کے آنسو دیکھ کر وہ دھیرے سے کھکارا۔

"تک بھی کر بابا ..... آج بہت [illegible]"

بابے نے آنکھیں کھول کر دیکھا [illegible] کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔

[illegible] میں جو ٹوٹ گیا۔

[illegible] کیفیت دور جاری اپنی اصل حالت میں آ گئے تھے۔

وہ ماں تجری کے قریب بیٹھ گیا اور [illegible]

"بس کر جا بابا ..... [illegible]"

بابا تجری [illegible] کرتے [illegible] آج [illegible] سے دل کے بہت گہرے تک [illegible] گاؤں کا دل [illegible] آیا تھا۔

ماں تجری اسی [illegible] تجری اپنی [illegible] ہوئی تھی اور پھلی پھلی [illegible] رنگ کا [illegible] رکھا تھا۔

اس کی [illegible] نے مذاق کیا۔

"آج بہن سارای [illegible] ہے ..... بابا [illegible]"

بابے بیجے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اطمینان سے جواب دیا۔ "جادو میں کیسی [illegible] جادو ہے

تیرے پوچھیاں نے۔"

"پو بیٹے .....؟" دیر نے حیران ہو کر دریافت کیا۔ "میرے پو بیٹے کیسے ہے بابا؟" میں سمجھ نہیں آئی۔"

"آہو ..... تجھیں کیسے علم پچھیا؟" بابے بیجے نے تجی کی نے منہ سے بتا کر جواب دیا۔ "ساری گل بات میں تجھیں بتاتا ہوں۔ کول بیٹھ جا میرے۔"

پھر اپنی داڑھی کے کچھوی بالوں میں ہاتھ مارتا ہوا مسکرایا۔ "بہت سوہنا رشتہ ہے کاکا! ..... اپنی ذات برادری کے بندے ہیں۔ چنگے کھاتے پیتے۔ دل کے ریجے والے ..... منڈا چنگا ہوا لگا ہوا ہے۔ وادوہ جوان گھر اپنی رکھی بہت رختی بانسی ہے گی۔"

دیر نے اس کی بات بہت غور سے سنی۔ تجری کی سے سوال کیا۔ "ایہہ رشتہ ..... دیا کس نے؟"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"تیرے کو کون؟" بابے نے قہقہہ لگا کر جواب دیا۔ "میں آپ خود تھوڑا ہے۔ بڑے گھر سے تے بھی لوگ ہیں۔ آج ریلی کے رشتے کے لیے آئیں گے۔ جی کو مجھے لگیں تو کوئی تھوڑی دیر کر سوچ سمجھ کر دیا کی تر تجھ رکھ لینا۔"

"ہوں ۔۔۔ اچھا ۔۔۔" وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر ہنس کر بولا۔ "اس لئے ماں جی تیار ہو کے بیچ صحن کے بیٹھی ہے۔"

"تے ہور۔" ماں تجری نے بھی زبان کھولی۔ آج اسے بات بات پر ہنسی آئے جا رہی تھی۔

"ساڈے ویہڑے نے آئے ہور انہیں خوش نہ ہوئیے؟"

اس کی بات پر وہ بھی ہنس پڑا۔ "ماں! بڑے رشتہ ہو جاوا میں تو تیں نچ جاواں گی۔"

"نچ وی آواں ۔۔۔ نچ وی آؤ تجرا" ماں تجری گردن ہلا کر ہنستے ہوئے بولی۔ "میں چاہتی ہوں سارے ویہڑے نچ جے تے سب ٹھیک ٹھاک ہو جے۔ ساری کی رونق رہتی ہوں۔ [illegible] کوئی دن نکل جے تے [illegible] وے ہوں۔ سب ٹھیک ٹھاک ہو۔ نچ جے تے ہور دھوم دھڑکا ہو [illegible] ہو سکدا اے بھلا؟"

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔" اس نے بہت محبت اور تجری کی [illegible] میں ہاں ملائی۔

بابے نے خوش ہو کر [illegible] جیسے [illegible] میں اس [illegible] پڑے ہیں۔ تب تک موسم بہت [illegible] کی [illegible] گرمی کی [illegible] ہو جانے کی۔ تعریف کی [illegible] "اس نے [illegible] سے سب کو دیکھا۔

"تب دا کھانا ۔۔۔" [illegible] ایک بار اس کی [illegible] کرتے ہوئے [illegible] کی۔

ماں تجری اور بابا بھی اس وقت بہت خوش اور مگن نظر آ رہے تھے۔ [illegible] ہونے کا خیال انہیں بھی خوش کر رہا تھا۔

مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے [illegible] کر کے خود اپنے ہاتھوں سے گھر میں [illegible] کر کے دو تین [illegible] ڈال دیں۔

گھروں کا [illegible] ریلی [illegible] سے [illegible] کھانے میں لگا گئی تھی مگر اب [illegible] چولہے کے قریب [illegible] میں [illegible] بیٹھی تھی۔ اب سے پہلے اسے کبھی [illegible] کر دیا تھا آج کی شام اس کے لئے عذاب بن جانے کی۔ باہر کی چارپائی والی ساری باتوں کی آواز صاف اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ ہر لفظ ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا۔ [illegible] اور چہروں کی مانند برس رہا تھا۔ اس کا جسم ہولے لرز رہا تھا۔ سینے میں دل پتے کی طرح کانپنے لگا تھا۔

ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی اور بڑے سے ویہڑے سے دھوپ اڑ کر اونچے ہوتے ہوئے [illegible] آخری منڈیر کو چھونے لگی تھی۔ تب باہر کا دروازہ کھول کر تین عورتیں اور دو مرد گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ دونوں مرد بوڑھے اور سیدھے سادھے والے تھے۔ ایک لاٹھی ٹیک کر چل رہا تھا۔ دونوں نے سفید لبے کرتے اور تہ بند پہن رکھی تھیں۔ عورتوں نے بھی خوب اجلی اجلی چادریں سر پر لے رکھی تھیں۔ آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر [illegible] چمک رہا تھا۔ [illegible] کے بعد سب [illegible] صحن میں [illegible] پر براجمان ہو گئے۔ بیچ میں ماں تجری بیٹھی تھی۔

اس نے وہیں سے بھی پکار کر بولی۔ "کون ہے رنگی؟"

فوراً ہی اسے اپنی بھول کا احساس ہو گیا کہ آج کے اہم دن اس کا دوست نام لے کر پکارنا چاہئے۔ بابے نے اسے بھی ہدایت کر رکھی تھی۔ چنانچہ اس نے سانس روک کر ایک لمحہ توقف کیا۔ پھر تجسس زیادہ دبی آواز میں دوبارہ آواز جاری کیا۔

"ہی تجھاں ۔۔۔ کون ہے؟ آ کے سانوں ویکھ لے۔" عزت ادھر وا والا۔"

لا کھ نہ چاہتے ہوئے رنگی کپکپاتے وجود کو سنبھالے چولہے کے کنٹرول میں گری سے دوہر اٹھی کر شرمندہ لوٹنے لگی۔

مہمانوں اور میزبانوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ تبادلۂ خیال ہونے لگا۔ وہاں کیا کیا باتیں ہوئیں، کیسے کیسے مرحلے طے ہوتے رہے؟ رنگی کچھ بھی نہ سن سکی۔ اس کے سنتے ہوئے محسوسات پر جیسے برف جم گئی تھی۔

محفل برخاست ہوئی۔ آنے والے رخصت ہو گئے۔ رات گہری ہو گئی۔ کھانے پینے سے فراغت پا کر سب سو گئے۔ ماں تجری کے خراٹے گونجنے لگے مگر رنگی کی آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ نیند اس سے کوسوں دور تھی۔

پوری رات اس نے کانٹوں پر گزار دی۔ صبح [illegible] ہو گیا۔ مگر اس نے معمولات کے سارے کام کاج نمٹائے۔ بابے اور [illegible] ماں تجری کو ناشتہ کرایا۔ وہ اس نے رات سے ایک لفظ بھی نہ بولا تھا۔ [illegible] رخصت ہو گئی۔

جب تک اس نے ساری [illegible] کی جھاڑو [illegible] تب تک موسم [illegible] اسے پھر گھر کے سب سے پہلے [illegible] آتے [illegible] آنکھ سے اندر داخل ہو کر اس نے ہر طرف سے [illegible] جا کر [illegible] ہر طرف سے خالی [illegible] تھا۔ [illegible] ابھی [illegible] کیا تھا۔

اس نے [illegible] آگ [illegible] کرنا شروع کیا۔

دل میں بار بار [illegible] آ رہا تھا کہ وہ [illegible] کا چکر بھی [illegible] رنگی کی رونق [illegible] کا وقت ہو رہا تھا۔ ماں تجری تو [illegible] کر کے اس کو روٹی پانی [illegible] واپس لوٹ آئی۔

گزری شام کو وہ بہت سارے [illegible] لے کر آیا تھا۔ مزار کی طرف آتے آتے وہ بینگنوں کو گرم راکھوں کی راکھ میں دبا آئی تھی۔ گھر پہنچ کر اس نے بھنے ہوئے بینگن نکال کر دیکھے سب تیار اور نرم ہو چکے تھے۔

سب سے پہلے اس نے آٹا گوندھ کر رکھا۔ پیاز کاٹ کر جلدی جلدی بینگنوں کا بھرتہ تیار کیا۔ روٹی پکا کر چنگیر میں رکھی پھر ماں تجری سے آ کر پوچھا۔

"ماں! روٹی لاواں؟"

"اپنی بھتیجی؟" ماں نے چونک کر پوچھا۔ "تو کدھر چلی؟"

"ماں! کپڑے بہت گندے ہو گئے۔" رنگی نے منہ بنا کر جواب دیا۔ "ساری کو بیاں دا سہو چل جائیں کپڑے لے کے دھونے۔ میں بھی جاواں؟"

"اچھا ۔۔۔ ٹھیک ہے۔" ماں نے مطمئن ہو کر ہنکارا بھرا۔ "روٹی گھر چنگیر پر رکھ جا۔ میں آپ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

لے لیوں۔"

رنگلی کے بنے سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا۔ لمحوں میں اس نے جو کھو دیا تھا [illegible] کی مراد پوری نہ ہو سکی۔ ڈھولا وہاں ہوتا تو اسے ملتا۔ اس بے چارے کو کیا خبر کہ اس کی جوگن اس کی تلاش میں جنگلوں، بیابانوں اور کھلیانوں کی خاک چھانتی پھر رہی ہے؟

حالانکہ [illegible] سے اس کا پنڈا آگ کی طرح تپ رہا تھا۔ [illegible] گھر [illegible] میں سلگنے والی آنچ اس سے سوا تھی۔ وچھوڑے کے درد کی [illegible] شدید [illegible] جھیلنی جا رہی تھی۔

جب دونوں مقامات پر ڈھولا نہ ملا تو دل میں اُبال سے اٹھنے لگے۔ آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ پی ڈھولا کی طرف سے شکایات سے لبریز ہو گیا۔

ایک آخری امید کے ساتھ اس کے قدم خود بخود [illegible] کھنڈر کی طرف بڑھنے لگے۔ [illegible] خاصا فاصلہ تھا مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔ دل میں شکوے بھی تھے اور دعائیں بھی۔

[illegible]

اتفاق سے راہوں میں اسے کوئی بھی نہ ملا [illegible] ہوتی ہوئی وہاں مرگھٹ پہنچی [illegible] دھوپ کی تمازت [illegible] درختوں کے پیچھے [illegible] گہری چھاؤں تھی۔ مرگھٹ کی [illegible] سناٹوں کا راج تھا [illegible] بھول چکے تھے۔ اس نے ایک وحشت کا عالم تھا [illegible] بارشوں نے [illegible] پہ جالے لٹک رہے تھے۔

وہ ہر منظر سے بے نیاز ہو کے [illegible] کی طرح سر [illegible] ہوتی ہوئی [illegible] چلتی چلی گئی جو قدرے بہتر حالت میں تھا اور ڈھولا یہیں ملنے کے لئے آیا کرتا تھا۔

کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی ایک بڑے بڑے پروں والی دہشت ناک چمگادڑ کسی کونے سے برآمد ہوئی اور زناٹے کی آواز کے ساتھ گول گول گھومنے لگی۔ اس کے پروں کی پھٹ پھٹ مرگھٹ کے ہولناک سکوت میں ارتعاش پیدا کرنے لگی۔ مگر رنگلی اس سے خوفزدہ ہونے کی بجائے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے ڈھولا کو تلاش کرنے لگی۔ مگر ڈھولا کہیں تو دکھائی دیتا۔ سارا کھنڈر خالی پڑا سنسان رہا تھا۔

مایوس ہو کر وہ واپس چلی۔

عین اسی وقت چمگادڑ نے بھی باہر کا رخ کیا اور اس کے سر پر سے پھڑپھڑاتی ہوئی اڑتی چلی گئی۔ ایک بار پھر پھڑپھڑاہٹ سے سناٹا گونج اٹھا۔ رنگلی تو ڈرے بغیر باہر نکل آئی۔ اس وقت وہ دنیا اور دنیا میں ہونے والے انقلابات سے بے نیاز اور بے پروا نظر آ رہی تھی۔ غنیمت ہوا کہ کسی [illegible] میں کوئی [illegible] موجود نہ تھا ورنہ اس "ملاقات" کو بھی غیر معمولی نہ سمجھا۔

واپسی کا سفر اس نے نہایت دل گرفتگی کے عالم میں طے کیا۔ قدم کہیں رکھتی تھی، پڑ کہیں رہا تھا۔ جنگل، کھیت، کھلیان، باغات سب کے سب آنکھوں کے سامنے گول گول گھوم رہے تھے۔ حتیٰ کہ گھر کی دہلیز عبور کر کے وہ اندر پہنچی تو ہوش گم تھے۔ وہ غشی کے عالم میں باہر ہی چارپائی پہ جا گری۔

کل سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔

اس کا ڈھولا کہاں چلا گیا تھا وہ کس سے معلوم کرے [illegible] بے خبر تھی وہ۔ بھلا کس نے ایسا بھی دل لگایا ہو گا [illegible] معصوم تھی وہ۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کا ڈھولا کون ہے؟ کہاں سے آتا ہے؟ اور پھر کہاں چلا جاتا ہے [illegible]

ان دونوں کو ملتے ہوئے [illegible]

[illegible] جب وہ بہت زیادہ بڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ ماں باپ دونوں ہی آگے پیچھے [illegible] چل بسے [illegible]

[illegible]

رنگلی سارا سارا دن [illegible] کھیتوں [illegible] تھی [illegible] پھر سے [illegible] کی بھینس کے پیچھے [illegible] رہتی۔ طبیعت [illegible] کچھ [illegible] کی رہتی۔

ایسے میں ایک دن [illegible] کوئی چپکے سے اس کے قریب آ بیٹھا۔

بس یہی ان دونوں کی پہلی ملاقات تھی۔

وہ پردیس سے آئے ہوئے [illegible] تھا۔ اس کی معصومیت سے لبریز من موہنی باتیں سنتا۔ اس کے گیتوں کے معنی مطلب جھولی سے سمجھنے کی کوشش میں رہتا [illegible] رنگلی اسے گھر [illegible] احاطے کے اندر ایک کھنڈر [illegible] تعمیر شدہ مگر اس کے [illegible] تھے [illegible] مزار شریف تھا۔ صاحب مزار سے بہت سی کرامات وابستہ تھیں۔ اس احاطے کے اندر تمام دن عقیدت مندوں کا میلہ لگا رہتا۔ اردگرد کے تمام علاقوں میں دھوم تھی باباولی اللہ کی۔ وہ کون کون سی [illegible] تھیں جو لوگ یہاں مانگتے اور پھر [illegible] چلے آتے تھے۔

اسی [illegible] والی نہروں کے [illegible] رنگلی پر ان [illegible] گئی۔ اس نے تو اس کی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

پیدائش پر اس کا نام "شاداں" رکھا تھا مگر ریشمی حکومتوں کی نسبت سے اسے "ریشی" کہہ کر پکارنے والا بابا عجیب تھا... اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ریشی ہو گئی۔ شاداں کو سب بھول گئے۔

وہ بچپن سے لے کر آج تک اس کی ایک ایک ادا پر نثار تھا۔ محض اسی بچی کی خاطر اس نے آج تک شادی نہ کی تھی کہ نہ معلوم کیسی بھاوج لے آئے اور ریشی کی زندگی تنگ ہو جائے۔ اسے ریشی سے اولاد کی محبت اور اندھا بھروسا تھا۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو جاتی اس کا یہ اعتماد ٹوٹنا تو دور کی بات، کمزور ہونا بھی ناممکن تھا۔

ریشی دو دن تک شدید بخار میں پڑی بھٹکتی رہی مگر ماں تیری کو اس نے کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ وہ کسی کے لیے وہ سے یہ نکل گیا تھا۔ وہ وقت آیا ... جب ادھورا شعور دیوار پھلانگ کے آ پہنچا۔

ریشی کی حالت دیکھ کر وہ سناٹے میں رہ گیا۔ وہ گلاب کی کلی مرجھا چکی تھی۔ بڑی بڑی وہ بھٹ ... آنکھوں میں لو [illegible]

پوری حقیقت جان کر اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔

اور پھر ... بیگم ملک نے چپ ہی سادھ رکھا۔

رات اپنے آخری پہر میں ہی تھی جب [illegible] کے پاس پہنچا تھا۔ پورا قصہ سننے کے بعد اس نے ایک پل کی تاخیر کیے بغیر اسے [illegible] پر بٹھایا اور [illegible] معلوم نہیں کہاں لے گیا۔

چند گھنٹوں کے اندر اندر دونوں [illegible] بندھ چکے تھے۔

صبح ہونے سے پہلے وہ اسے گھر چھوڑ گیا [illegible] "میں [illegible]"

تم اس [illegible] وقت تک [illegible] شادی [illegible]

ظاہر ہو کر [illegible]

سینوں میں [illegible]

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

***

دیکھتے ہی دیکھتے وقت بدل گیا۔

سید احمد آئے، آ کر [illegible] اپنے دیوانی گھر [illegible] اور [illegible] پر چلے بھی گئے۔ یہی دستور دنیا ہے۔

وہ تو چلے گئے تھے پیچھے ان کی باتیں، ان کی یادیں اور ان کی اولادیں باقی تھیں۔ کہتے ہیں۔

"زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو"

تو سچ ہی کہتے ہیں۔

زبان خلق پر ان کے لیے تعریفی اور توصیفی جملے تھے۔ ظاہر ہے ان کا کردار تعریف و توصیف کے قابل ہو گا۔ بھی اپنے بیگانے سب ان کے جانے کے بعد بھی اچھے الفاظ میں ذکر کرتے تھے اور مسلسل یاد کر رہے ہوتے تھے۔

اس گھرانے کی دلجوئی کے خیال سے فرحت کی اماں بی مسلسل گاہے بگاہے آتی رہتیں۔ ان کے آ جانے سے سید احمد کی بیوہ کو بہت راحت اور تقویت کا احساس رہتا۔ وہ فرحت کی بھی ممنون تھیں جو باہر کی دنیا میں حمید اور مجید کا نگراں بنا ہوا تھا اور وقتاً فوقتاً دونوں بھائیوں کی رہبری کرتا رہتا تھا۔

سید احمد کو اس دار فانی سے کوچ کیے کچھ عرصے سے زیادہ کی مدت بیت چکی تھی مگر ان کے بچوں کو ہلال تازہ ترین ساتھ لگتا تھا۔

حالانکہ ہونے کو دنیا داری کے تمام کام ہو رہے تھے۔ ایک خوفناک بریک کے بعد زندگی رواں دواں ہو گئی تھی مگر جو ایک کمی اور محرومی کی فضا تھی، وہ دونوں میں کانٹے کی طرح گڑ کر چبھ کر رہ گئی تھی۔

گلابی جاڑوں کے دن شروع ہو چکے تھے۔ دن کافی چھوٹے ہونے لگے تھے۔

آج کل سید احمد کی بیوی سارا سارا دن خاصی مصروف رہنے لگی تھیں۔ بسا اوقات راتوں کو بھی لیمپ لالٹین کی روشنی میں اپنا مشن جاری و ساری رکھتیں۔

حمید، مجید ویسا اسکول بدستور خوش اسلوبی سے جا رہی تھیں۔ حمید بھی باقاعدہ اپنے کاروبار کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

اسکول کے ایک شفیق ماسٹر جی [illegible] کے لیے ملازمت کی تلاش تھی یا پتا چلا تو [illegible] حمید گھر لے آئی تھی۔ بیگم سید نے اسے معقول مشاہرہ پر اپنے پاس رکھ لیا۔ اس طرح انہیں کام کی بہت سہولت میسر آ گئی تھی۔ [illegible] دونوں بچیں اسکول چلی جاتیں تو گھر کے بہت سے [illegible] کام بھی بہت [illegible] ہوتی تھیں۔ [illegible] ہر وقت کوشش میں رہتیں کہ گھر کے کام کاج کی طرف [illegible] یہ مسئلہ بڑی حد تک حل ہو گیا تھا [illegible] اطمینان تھا۔

دن کے کوئی [illegible] بجے ہوں گے۔

[illegible] مصروف تھیں۔ [illegible] سلائی مشین [illegible] داخل ہوئیں اور پلنگ پر بیٹھ کر ہانپنے لگیں۔

سید احمد کے انتقال کے [illegible] رہتی تھیں [illegible] گھر بھی چلی جایا کرتی تھیں۔

"ارے شفیقہ! ذرا پانی پلانا۔" انہوں نے پکار کر کہا۔

"جی اچھا۔" شفیقہ نے مستعدی سے جواب دیا اور فوراً ہی گلاس بھر کے پانی لے آئی۔

"کیا کر رہی ہے؟" دادی نے پانی پی کر اسے تنقیدی نگاہوں سے گھورا۔

اس نے سادگی سے جواب دیا۔ "بی بی جی کی گھٹڑیاں سی رہی ہوں۔ آج ہی سے دادی جی سے کہا ہے آپ اپنا سلائی کا کام کرتی رہیں، کھانا میں پکاؤں گی۔ بہت مزے کی گھٹڑیاں تیار کرتی ہوں۔ آپ سب انگلیاں چاٹتے رہ جائیں گے۔"

گھٹڑیوں کا ذکر سن کر دادی خوش ہو گئیں۔ اسے گویا سات خون معاف کر کے کہا۔

"شاباش! ... یہ کیا تو نے سولہ آنے کا کام۔"

سید احمد کی بیوی مسکرانے لگیں۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ منہاج الدین صاحب کی بیگم آ گئیں۔ دادی انہیں دیکھ کر کھل اٹھیں اور ہاتھوں ہاتھ لیا۔

"آؤ، آؤ صفیہ! ــــ بہت دن لگائے اس دفعہ۔ گھر میں سب خیر صلا تو ہے؟"

وہ برقعہ اتارتے ہوئے اداسی سے بولیں۔ "ہاں اماں! خیریت ہی سمجھیں۔ ماسٹر صاحب کی طرف سے فکر مندی لاحق ہے۔"

سعید احمد کی بیوی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا زیادہ طبیعت خراب ہو گئی؟ ــــ آپ نے اطلاع بھی نہ کروائی۔"

صفیہ بیگم نے ٹھنڈا سانس بھر کر جواب دیا۔ "ان کی طبیعت کی خرابی تو معمول کی بات ہو گئی۔ سعید بھائی کے انتقال سے بالکل ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھے ہیں۔ گھڑی بھر کا بھروسہ نہیں کرتے۔"

"مولا خیر کرے گا۔" دادی نے دعائیہ انداز میں کہا۔ "تم بھی مرواریہ جپایا کرو صبح و شام۔ سلامتی ہی کا واسطہ [illegible]۔"

"ہائے اللہ۔ آپ ذرا ان کا کھانا تو دیکھیں کبھی آ کر۔" صفیہ بیگم نے عاجزی سے جواب دیا۔ "کھانے کا نام کھانا رہ گیا ہے۔ چڑیا کی طرح چگتے ہیں، کھانا کہاں کا ہے۔"

"ارے بیگم کے کھانے کا بیان ہو رہا ہے؟ ذرا ہم بھی تو سنیں۔" اچانک کھلے دروازے سے اماں بی داخل ہو گئیں اور آتے ہی سوال کیا۔

دادی اماں بھی زیادہ خوش ہو کر بولیں۔ "ہو گئی، آج تو دروازے کے گھر میں خوشیاں بھول رہی ہیں۔"

سعید احمد کی بیوی نے مسکرا کر [illegible] جواب دیا۔ "ہم ماسٹر صاحب کی بات کر رہے تھے۔ [illegible] کی بیوی نے بچوں کیا [illegible]۔"

اماں بی نے سنجیدہ ہو کر مشورہ دیا۔ "[illegible] مکمل فرصت میں شادی دے دو۔ بہت کھل جائیں گے۔"

دادی مسکرا کر بولیں۔ "ابھی تو [illegible] کا میلا ہوا اور شادی بیاہوں کی باتیں ہونے لگیں۔ ابھی [illegible] کر سکتے ہیں۔ کم سے کم ایک سال تک تو سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کسی برسی کے بعد کچھ سوچا جائے گا۔"

اماں بی نے سعید احمد کی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں بھئی ــــ کیا ہی فیصلہ ہوا ہے کیا؟ ــــ برسی کو تو آدھا سال پڑا ہے۔"

صفیہ بیگم بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

وہ بے چاری مشکل میں پڑ کر چپ کی چپ رہ گئیں۔

اماں بی بھڑک کر کہنے لگیں۔ "خدا اور رسول نے ایسا کچھ نہیں فرمایا۔ یہ سب باتیں ہم ہی لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ اور ان گھڑت باتوں پر ایسے یقین سے عمل کرتے چلے جاتے ہیں۔ کام وہ کریں جس کی شریعت بھی اجازت دے اور جس میں سب کی فلاح ہو۔ باقی سب شیطانی کام ہیں۔"

"یہ ــــ آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔" اب سعید احمد کی بیوی نے سنبھل کر کہا۔ "ہماری اماں بیٹے کی محبت میں کچھ بھی کہہ سکتی ہیں۔ ان کی محبت ہر طرح کی ملاوٹ اور بناوٹ سے پاک ہے۔ ہر شک و شبہ سے بالاتر۔"

دادی جذباتی کو قدرے تسلی ہوئی۔ نرم لہجے میں بولیں۔

"اب تو زمانہ بدل گیا۔ ورنہ ہمارے وقت میں دیکھتیں کتنی سختی اور پابندی سے سوئم، دسواں، بیسواں، چالیسواں ہوا کرتا تھا۔ دو ماہی نیاز، تین ماہی نیاز، چھ ماہی نیاز اور پھر برسی کی نیاز ہوا کرتی

تھی۔ مجال نہیں تھی کسی کی کہ برسی وغیرہ سے پہلے کوئی خوشی یا خیر صلا کی محفل ہو جائے۔ آخر جانے والے کا سوگ بھی کیا جانا چاہیے یا نہیں؟"

پھر انہوں نے اپنا روئے سخن بطور خاص صفیہ بیگم کی طرف موڑ لیا۔

"ہاں بھئی صفیہ! تم سعید احمد کی برسی سے پہلے تو سراج میاں کی شادی کا خیال مت ظاہر کرو۔ بس پہلے برسی ہو جانے دو۔"

صفیہ بیگم روہانسی ہو کر بولیں۔

"اماں! کمال کرتی ہیں آپ تو۔ خدا کے واسطے اتنی بھی بات تو مت کریں۔ آپ کو تو ماسٹر صاحب کی حالت معلوم ہی ہے۔ اب تو جوں جوں وقت گزر رہا ہے انہیں زیادہ سے زیادہ سراج میاں کی شادی کی لگن ستاتی جا رہی ہے۔ [illegible] تو کہے گمان کرتا ہے جیسے [illegible] ہو گئے ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ چپکے سے آنسو پونچھنے لگیں۔

دادی کے دکھے دل پر گھونسا سا لگا۔ وہ شرمندگی ہو کر ان کی صورت تکنے لگیں۔

سعید احمد کی بیوی اپنی جگہ سے اٹھ کر صفیہ کے قریب آ گئیں اور انہیں گلے سے لگا کر رونے لگیں۔ دادی کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔

وقت اور حالات کچھ ایک سوگوار سے تھے۔

اماں بی اور دادی بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

قدرے توقف کر کے اماں بی نے دونوں کو تسلی دی [illegible] "جو ہونے سے کام تو [illegible] اس کا دامن چاہ ضروری ہے۔ آگے پیچھے ہاتھ بھلا کر سب رخصت ہو جاتے ہیں۔ [illegible] باقی رہے نام اللہ کا۔"

دادی نے [illegible] دوپٹے کے پلو سے [illegible] آنکھیں [illegible] دیکھ کر [illegible]

دادی تو بھی مستقل ہچکی [illegible] آنکھیں خشک کرتی جا رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد ماحول [illegible] ہوا تو دادی کا لہجہ بالکل بدلا ہوا تھا۔ انہوں نے محبت آمیز نرم لہجے میں صفیہ بیگم کو مخاطب کر کے کہا۔

"دیکھو تم ہماری طرف سے کبھی بھی میلا گریہ دل میں مت رکھنا۔ حق تو یہ ہے کہ حمیدہ ہماری بھی، تمہاری ہی بچی ہے۔ شریف آدمی ایک دفعہ زبان سے کوئی قول دیتا ہے تو پھر دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے، اسے اپنا وعدہ یاد رہتا ہے۔ اپنی امانت کو تم جب چاہو دو بول پڑھوا کے لے جانے کا اختیار رکھتی ہو۔ دونوں دوستوں کی جو آخری بات چیت ہوئی ہے شادی کے معاملے میں، تو اس وقت میں خود ان کے بیچ موجود تھی۔ سب کچھ طے ہو گیا تھا۔ مگر افسوس ــــ"

ان کی آواز رندھ گئی۔

سعید احمد کی بیوی کی آنکھیں دوبارہ برس پڑیں۔ مگر دادی نے فوراً سنبھالا لیا اور بولیں۔

"بس ــــ میرے مولا کو منظور نہ ہوا۔ ورنہ اب تک تو تم بہو والی ہو گئیں اگر سعید احمد کو مہلت مل جاتی۔ مگر تم رنجیدہ نہ ہو۔ مولا جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے۔ اب ذرا ہم اپنی بڑی بچی کی طرف سے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

فارغ ہو گئیں۔ پھر سدرہ نے چاہا تو مل بیٹھ کر فوراً تاریخ طے کر لیں گے۔ تم جانو اتنی مدت کے بعد تو خدا کر کے اب بڑی والی کا پاؤں بھاری ہوا ہے۔"

محفل میں ایک دم گرم جوشی کے آثار پیدا ہو گئے۔ اماں بی خوش ہو کر گویا ہوئیں۔

"ہاں ماشاء اللہ۔ اللہ نظر بد سے بچائے۔ اس خوشخبری سے دل باغ باغ ہو گیا۔ سعدیہ صاحب اولاد ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر دلی اطمینان کی بات کیا ہو گی۔"

صفیہ بیگم بھی افسردگی کے جال سے نکل آئیں اور بڑے خلوص سے بولیں۔

"ہاں بھئی مبارک ہو۔ اللہ ہم سب کی مراد پوری کرے۔ سچ پوچھو تو اب سعدیہ کی طرف سے میرے سر میں خاک، نا امیدی سی لاحق ہونے لگی تھی۔ ماشاء اللہ اس کے ساتھ کی تو دو دو تین تین بچوں کی مائیں بن گئیں مگر سعدیہ کی خالی گود دیکھ کر کلیجے سے زیادہ ہول ہونے لگا تھا۔ اللہ جیسے والی اولاد دے اس کو۔"

اماں بی نے مسکرا کر اضافہ کیا۔ "میری آپا درست کہتی ہیں ـــــ وہ قدرت والا جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔ اس کی مصلحت کو ہم گناہ گار بندے کہاں سمجھتے اور پرکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔"

دادی صفیہ فلسفیانہ انداز میں بولیں [illegible] اوپر والے کی مصلحت وہ خود ہی جان سکتا ہے۔ اب دیکھو سعید احمد کے مقدر میں [illegible] اولاد کا [illegible] تھا۔ بیٹے کون سی چیت پٹ ہو گئے گزر کھیلتے جاتے دادا کو [illegible] کوئی بڑی طرف سے خوا سے خوشیاں دیکھنے قسمت میں لکھا تھا تو کیسے ممکن [illegible] سے۔ ماشاء اللہ گود میں کھلا سکے۔ مگر سعدیہ کی طرف سے ایسی کوئی خوشی ان کی زندگی میں [illegible] مولا کی مصلحت تو دیکھو کہ جس بیٹے وہ رخصت ہوئے، اسی [illegible]

دادی سے مزید بیان نہ ہو سکا اور وہ چپ ہو گئیں۔

گھر کے ماحول پر گہرا سناٹا چھا گیا۔

پھر اماں بی نے موضوع بدل دیا اور کہنے لگیں "بس [illegible] ہم تو یہ کہتے ہیں کہ [illegible] اپنا کام جو صاف ہو تو بھی چاہتی رہیں کی۔ وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔"

وہ باورچی خانے کی طرف چل دیں بولیں۔ "دادی کیسے ہو سکتا ہے اور کام کا کیا ہے تو ہوتا رہتا ہے۔ وقت کھانے کے لئے بعد سلائی کڑھائی لے کر بیٹھ جاتی ہوں۔"

اماں بی کے ہوئے کو سے آنکھ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولیں۔ "یہ تو بہت اچھا کرتی ہو معلوم ہوتے ہیں۔ شاید جوڑا ہے کسی کا؟"

دادی نے سرگوشی میں بتایا۔ "ارے بہت سگھڑ اور گن والی ہے میری بہو۔ اتنا پہاڑوں سے لگا بھاری صدمہ گزر گیا۔ دکھو میاں کے غم میں سوکھ کر کانٹا ہو رہی ہے مگر اپنی ذمہ داری سے غافل نہیں ہے۔ عدت کے دن گزرتے ہی کمر کس کے کھڑی ہو گئی ہے۔ ایک طرف سعدیہ کا جہیز تیار کر رہی ہے تو دوسری طرف حمیدہ کے جہیز کی تیاری پکڑ رکھی ہے۔ دن رات سلائی کڑھائی میں مصروف رہتی ہے۔ لڑکیاں فارغ ہو جاتی ہیں تو ان کو بھی گھیر کے بیٹھ جاتی ہے۔ رات کے پچھلے پہر تک کر حال کرتی ہے وہ دونوں بھی۔ مگر خیال ہے کہ اتنی محنت مشقت کے باوجود بھی یاد اللہ سے غفلت اور کوتاہی نہیں ہے۔ آدھی رات کے بعد مصلے پر ہی ملے گی۔ بچوں سے بھی باپ کو اشتیاق ہے۔"

صفیہ بیگم اور اماں بی ان کی باتیں غور سے سن رہی تھیں۔

Famous Urdu Novels

Free Pdf Library

باتوں باتوں میں وقت کا پتہ ہی نہ چلا اور لڑکیاں اسکول سے واپس آ گئیں۔

سب سے دعائیں وصول کرنے کے بعد حمیدہ، تمیدہ نے فوراً ہی باورچی خانے کا رخ کیا۔ شفیقہ نے والی دو کیا پورا کر رکھا تھا۔ قلفیوں کا سامان تیار کرنے کے بعد اب وہ خانہ روٹیاں پکا کر بات میں رکھتی جا رہی تھی۔ آج اپنی کارکردگی پر پھولے نہ سما رہی تھی۔ حمیدہ سے تعریف سن کر اس کی خوشی دوبالا ہو گئی۔ ہاتھ اور بھی تیزی سے چلنے لگے۔

لیکن بہر حال ـــــ ایک سالن سے تو کام نہیں چل سکتا تھا۔ حمیدہ نے فوراً قیمہ کو دو دو کر قیمہ مٹر اور بھونے کھڑی ہو گئی۔ اتنی دیر میں شفیقہ روٹی پکا کر فارغ ہو گئی تھی۔ دوسرا چولہا خالی ہوتے ہی حمیدہ نے بڑی پھرتی سے آستینیں چڑھا لیں اور زعفرانی سویاں تیار کرنے لگی۔

لڑکیوں نے مل کر آدھے گھنٹے کے اندر اندر دستر خوان لگا دیا۔ کھانا چنا اور ہاتھ دھو کر سب آ بیٹھے۔ کھانا تو بھی اچھا تھا مگر قلفیوں کی بہت تعریف ہوئی۔ شفیقہ کو خاص طور پر پیار کر کے خوب شاباش دی گئی۔ اماں بی نے اسی وقت اپنا بٹوہ نکال کر اسے پچاس روپے انعام دیا۔

ان کی دیکھا دیکھی صفیہ بیگم نے بھی اس کی حوصلہ افزائی کی اور نقد انعام سے نوازا۔ مارے خوشی پھولی مسرت سے سارے بیگم کے پاس نہیں [illegible] تھے۔ آج اس کی محنت کا بدلا اسے ملا تھا۔

کھانے کے بعد ساری بچیوں سے مل کر اور تھوڑی دیر کے لئے لیٹ رہیں۔ اس دوران بھی دادی صفیہ کے بچنے اور قرآن [illegible] سے گفتگو ہوتے رہے۔

دن ڈھلنے سے ہو کر اٹھیں تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ حمیدہ نے وضو میں ہی جس بھگو دیا تھا۔ بڑی مرچیں اور [illegible] گی والا [illegible] تھا۔ حمیدہ نے چائے دم کی اور [illegible] دستر خوان پر سجا دی۔

شفیقہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ آج بہت خوش اور مسرور ہو رہی تھی۔

شام کے کھانے کے بعد اماں بی اور صفیہ بیگم بھی رخصت ہو گئے۔

※●※

تایا نے ابھی سوا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ ایک روز دادی بیگم، بچی جان کو مخاطب کر کے گویا ہوئیں۔

"بچی جان! ابھی آپ ٹھیک سمجھیں ـــــ کہ یہ ـــــ"

کچھ کہتے کہتے وہ رک گئیں۔ چہرے پر تذبذب کے آثار تھے۔

بچی جان نے حیرت سے ان کی بات کو بمشکل قریب سے چال بھری سعدیہ کو دیکھا جو تایا کی ایک پچی گود میں لئے بیٹھی تھی، جو جھولا جھلاتی ہوئی باتیں کرتی جا رہی تھی۔

"کیا کہہ رہی تھیں تم؟" انہوں نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔ انداز سمجھ گئیں کہ وہ سعدیہ کے متعلق کوئی بات کہہ رہی تھیں مگر کھل کر کہہ بھی نہیں پا رہی تھیں۔

تھوڑی دیر وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا رہیں۔ پھر قدرے رک رک کر بولیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ـــــ جب یہ دوسرے گھر سے ہیں تو پھر احتیاط کیوں نہیں کر رہیں؟ ہر وقت اس بڑی بچی کو کیوں گود میں لئے گھومتی ہیں؟"

بچی جان اچھل پڑیں۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو دادی؟"

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" انہوں نے قطعیت سے کہہ کر پان کی گلوری منہ میں رکھی اور آہستہ

سے بولیں۔ "ہمارا خیال ہے ان لوگوں نے سرور بھائی کو بھی لاعلم رکھا ہے۔ ورنہ وہ قیامت برپا کر دیتیں۔ مگر کبھی بے احتیاطیاں کرنے نہ دیتی۔"

بچی جان آنکھیں پھاڑ پھاڑ انہیں دیکھے جا رہی تھیں۔ اول تو ان کا انکشاف اور دوسرے سعدیہ کا ذکر۔ آج تو سورج مغرب سے طلوع ہو رہا تھا!

جب حیرت میں کمی واقع ہوئی تو انہوں نے مشکوک انداز میں پوچھا۔ "کہیں سے تو یہ بات سننے میں آئی نہیں۔ مگر تمہیں کیسے معلوم ہے؟"

زہرائی بیگم نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔ "انسان کا اپنا بھی تو کوئی تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس حقیقت میں مبالغے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ہم تو چال دیکھ کر شناخت کر چکے تھے۔ آپ معلوم نہیں کیسی بوڑھی ہو رہی ہیں جو اب تک حیرت زدہ بیٹھی ہیں۔ ہم تو اسی دن کی یہ بات کہنے آئے ہیں کہ [illegible] نے بھی [illegible] کا عہد کر رکھا تھا۔ اب خود ہی سمجھئے۔ ان اشخاص کی جلدی کا کہ سرور بھائی کے کانوں میں ضرور ڈالتے رہئے۔"

گو کہ وہ دونوں آہستہ آواز میں باتیں کر رہی تھیں مگر شگفتہ ان کی گفتگو کا ایک ایک حرف سن چکی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا وہ [illegible] سے زیادہ کھل رہی تھیں۔ [illegible] میں وہ آگے ہو رہے تھے۔

[illegible] کسی طرح [illegible] جہاں سے گئے تھے۔ وہ بھی دھوکے [illegible] سوالی [illegible] کہ ان کی وساطت سے آج تک [illegible] لیا تھا؟

غضب ہو گیا [illegible]

وہ کروٹیں بدل بدل کر بے حال ہوئی جا رہی تھیں۔ کسی پہلو قرار نہ تھا۔ [illegible] سے [illegible] جا رہا تھا۔ [illegible] بات کو کہاں کی کہاں [illegible] پہنچا دی گئی۔

[illegible] سے اعصاب کھنچ اٹھے۔

سعدیہ کے [illegible] کا ذکر [illegible] کروٹ بدلا تھا۔ ایک دم آنکھیں [illegible] ہو گئیں کہ وہ خود سراپا [illegible] جا رہی تھیں۔ [illegible] بھول اور تربیت، غم و غصے کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ ساری [illegible] اسی کیفیت کی نذر ہو گئی۔ زہرائی بیگم کے خلاف دل میں [illegible] جذبات سے لبریز ہو گیا۔

ایک کہاوت ہے کہ "کمہار پر بس نہ چلا تو گدھے کے کان اینٹھے"

چنانچہ شگفتہ بیگم کو بھی اچانک پھول بوا یاد آ گئیں۔

وقت ضائع کئے بغیر انہوں نے پھول بوا کی کوٹھری کا رخ کیا۔

"بوا۔۔۔!" انہوں نے سوتی ہوئی بوا کو جا جھنجوڑا۔ "کیسی منت مان کر آئی تھیں تم [illegible] کے مزار پر؟"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں اور گھبرا کر ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

"اب میرا منہ کیا تک رہی ہو۔۔۔ جواب دو۔ کیا پوچھ رہی ہوں تم سے؟"

ان کا غیظ و غضب محسوس کر کے بوا تھر تھر کانپنے لگیں۔ منہ سے نکلا۔

"دلہن بیگم! کیا جواب دوں جب سوال ہی سمجھ میں نہیں آیا۔"

"اچھا۔۔۔ بہت خوب۔" وہ چمک کر بولیں۔ "اب کیسی بن رہی ہو کہ سوال سمجھ میں نہیں آیا۔ ٹھہر جاؤ۔ ابھی سمجھاتی ہوں۔" انہوں نے گھوم کر کوٹھری کا کواڑ بند کر کے اندر سے زنجیر چڑھا دی اور ان کے بہت قریب بیٹھ کر زہر خند ہو کر کہنے لگیں۔

"تمہیں ایک ذرا سے کام کے لئے میں نے اپنے بارہ تولے کے کنگن بھینٹ چڑھا دیئے اور میرا کام تم پھر بھی نہ کر کے آئیں۔ اب یاد آیا یا نہیں؟ دیکھو جھوٹ مت بولنا۔ سچ سچ اگل دو۔ میرا کام کیوں نہیں آئیں؟۔۔۔ "اس" نے کیا مجھ سے زیادہ تگڑا نذرانہ دے دیا تھا؟"

"کس نے بیگم؟۔۔۔ یہ آپ کس کے لئے فرما رہی ہیں؟"

شگفتہ نے نفرت سے ناک سکیڑ کر ہاتھ سے ٹھوکا اور جل کر جواب دیا۔

"تمہاری اس منت خوری چڑیل کے لئے پوچھ رہی ہوں جو تمہیں [illegible] میں بیٹھ کر محلوں کے خواب دیکھے دیکھے دوسروں کے گھروں کو ویران کرنے کے لئے یہاں تک رسائی حاصل کر چکی ہے۔ بلکہ کبھی کی [illegible]۔"

پھول بوا [illegible] تھیں مگر [illegible] تھیں یہاں کی۔ لاکھ نہ چاہتے ہوئے بھی مصلحت سے کام لینے پر مجبور تھیں۔ آہستہ سے بولیں۔

"آپ کا خیال غلط ہے۔ مجھے کسی [illegible] میں آئی۔"

"اچھا۔۔۔ تو بیگم تم سے جس کام [illegible] میں نے تاکید کی تھی وہ کیوں نہیں؟"

"اس میں میرا کیا قصور دلہن بیگم [illegible] دیا تھا۔"

"ہونہہ۔۔۔ [illegible] تیزی سے کہا۔ "[illegible] کی جگہ بھی نہیں کی اور اس حرام زادی کو بھی۔ [illegible] اس حویلی کے اندر [illegible]"

بچی [illegible] رسائی [illegible] کسی کو کوئی [illegible] نہ دے۔

چونکہ بی بی کی پوزیشن تھی۔ [illegible] ذرا دم تک بھرا ہوا تھا۔ کچھ سوچ کر انہوں نے اپنی بہن شگفتہ کے [illegible] اور بہت دیر تک اس سے [illegible] میں مصروف رہیں۔

بہن سے انہوں نے بڑے سخت [illegible] میں [illegible] کیا۔

"بے بے والے دیئے تم نے مجھے۔۔۔ میں سمجھی تھی کہ خون تھوک تھوک کر مر جائے گی۔ ایڑیاں رگڑے گی۔ فاخر دوسری شادی کرلے گا ورنہ اسے حویلی سے نکال باہر کرے گا۔ اس کے بچے پر سوت [illegible] دے گی۔ مگر یہاں تو سارے تعویذ گنڈے الٹے ہو گئے۔ بلکہ وہ خالہ جان کی بھی منظور نظر بنی ہیں۔۔۔ کیسی فکر مندی اور دلار کے ساتھ فرما رہی تھیں۔۔۔ یہ اتنی بڑی لڑکی کو گود میں کیوں اٹھائے ہیں۔۔۔ خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو۔"

شگفتہ نے منہ بگاڑ کر زہرائی بیگم کی نقل اتاری۔ آج وہ سچ مچ غم و غصے سے کھول رہی تھیں۔

زہرائی بیگم نے بچی جان کو جو بات بڑے یقین اور بھروسے سے بتائی تھی، وہ شام سے پہلے پہلے سرور بھائی کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ اور صبح تصدیق کے لئے پوری حویلی میں گھوم گئی تھی۔

بچی جان کی طرح تایا ابا اور سرور بھائی بھی اچھل پڑے تھے۔

سرور بابی نے سوچ سوچ کر کہا تھا۔

"ارے ہاں..... ہمیں فاخر کی دلہن لگ بھی کچھ دوہری دوہری سی رہی تھیں۔ بہت دعائیں دیں مگر جہد بی کا سبب سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔ اور اس فاخر کو تو دیکھو۔ ہمیں کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ پاپی کہیں کا۔ خدا نے بڑا کرم کیا کہ زبانی نے کھوج لگا لیا ورنہ تو ہم لاعلم ہی رہتے۔ یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

نانی بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں اور خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھیں۔ اسے کئی حسنوں میں بھرپور خوشی ہوئی تھی۔

خبر ایسی معمولی نہیں تھی کہ گھر کے مردوں کے کانوں تک جانے سے محفوظ رہ جاتی۔ سرور بابی نے بذات خود فاخر سے تصدیق کے بعد [illegible] بابا کی تھی کہ یہ خوشخبری چھپانے کا [illegible] ہم لا علم ہی [illegible] اللہ کے بیٹے [illegible] کا معاملہ تھا۔ اور پھر [illegible] بھی یہ سوچ آیا تھا۔

سرور بابی کو خدا کا شکر کے سوچ [illegible] تھا۔ انھوں نے ایک [illegible] بچا ڈالی تھی۔ تصدیق کے بعد وہیں کے اندر انھوں نے [illegible] میاں [illegible] صاحب اور فاخر کے ہاں مٹھائیوں کے ٹوکرے [illegible] خوشی منانے اور صدقہ نکالنے میں [illegible] کچھ ان کے علاوہ [illegible]

حویلی کے معمولی ترین ملازم سے [illegible] کھائی اور سرور بابی کی طرف سے ایک ایک جوڑا دیا تھا۔

زبانی بیگم اس تمام [illegible] سب کچھ سرور بابی کی طرف سے ہو رہا تھا مگر زبانی بیگم نے کوئی تنقید کی نہ اعتراض۔

ان کے طبیعت سے بڑی [illegible] کر کے شگفتہ دن رات ان کی مٹی پر قسمت رہی تھیں۔ اور وقت بے وقت [illegible] کی حالت پر [illegible] سے خوشخبری کی مٹھائی کا [illegible] دے ماری تھی۔

سرور بابی کی جانب سے سعدیہ کی حرکات اور سکنات پر کڑی اہتمام کے احکامات صادر ہو چکے تھے بلکہ لاگو ہو گئے تھے اور ان سے منحرف ہونا نا ممکن تھا۔ اور بیچاری زبانی بیگم بھی چوکنی تھیں۔ سب کی خدمات کو خود قربان کیا تھا۔ سعدیہ کی نگرانی وہ آنکھوں آنکھوں میں کرتی رہتیں اور ان کو کو کیا خود سعدیہ کو بھی احساس نہ ہوتا۔

چار ماہ گزر جانے کے بعد اس کی کیفیت میں تجود ہجری کی طرف مائل ہوتی چلی گئی۔ فاخر اس کا ایک ایک پل خیال رکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر معائنہ کے لیے جب بھی لیڈی ڈاکٹر سے چیک اپ کا وقت آتا وہ بیچ سے گاڑی نکال کر اسے لے آتا۔ ڈاکٹر معائنہ نے اپنے ہی کی جو تشخیص کے پیش نظر سعدیہ کے کئی طویل ترین ٹیسٹ بھی کئے تھے جنھیں فاخر نے فوراً سے پیشتر ٹیسٹ ترین ہیچیدگیوں سے کرا کے رپورٹس ان کے حوالے کر دی تھیں۔

قرض کہ شادی کے بعد سعدیہ اس دور کو اپنی زندگی کا سنہری دور کہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ بچا جب تک کہ اس کی عام صحت پر ان خصوصی زمانے کے خصوصی اثرات نمایاں دکھائی دینے لگے تھے۔ سرور بابی اٹھتے بیٹھتے اللہ آمین کرتی تھیں۔

ماشاء اللہ اللہ کی عجب اتنا روپ، ایسا حسن اور اس قدر دلکشی..... دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی رہ جاتیں۔ اس کے اندر سے جیسے طوفانی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر پھیلنے لگی تھیں۔ سر سے پیر تک ایک پیاری سی خوبصورتی اور ملائمت بھی کشش تھی، جو اس کے وجود میں سما گئی تھی۔

شاید یہ ماں بننے کا مقدس احساس تھا اور سب کی توجہ اور محبت کہ آج کل اس کی زندگی کا ہر ہر پل خوش و خرم گزر رہا تھا۔ ایک عورت کی ذکاوت حس اسے اندر سے بتا چکی تھی کہ بالآخر اس نے زبانی بیگم کے بے پناہ رعب و دبدبے اور مطلق العنان فطرت کو فتح کر لیا ہے۔ گو کہ بظاہر دونوں میں کوئی رابطہ نہ تھا مگر اس کی روح میں ایک بے پناہ اطمینان کی لہر خوشگوار راحت کر گئی تھی۔

سرور بابی آج کل اندر ہی اندر بھی اور علی الاعلان بھی بہت سی تیاریوں میں مصروف رہنے لگی تھیں۔ سعدیہ کو زیادہ سے زیادہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنے لگی تھیں۔ یہی حال زبانی بیگم اور نیلی چچی کا بھی تھا مگر وہ لوگ برملا اس بات کا اظہار کرنے سے گریزاں رہتی تھیں۔

ایک رات سرور بابی سو کے تھیں کہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں۔ ان کا دل بیٹھے بھی اللہ سے دھڑک رہا تھا اور پیر پائیں بیٹھے سے تھی۔ بہت بے چینی اور اذیت کی کہ پھر وہ تمام رات وہ بمشکل سو سکیں۔ ان کی دلی کیفیت بے قابو ہو کر اسی بے کلی میں محسوس کر رہی تھی۔ [illegible] اور خواب کی تاویلیں دے رہی تھیں۔ بھلائی رہیں فکر کی صورت قرار دل پا رہا تھا۔

صبح سب سے پہلے انھوں نے ناشتے [illegible] سعدیہ کو اپنی خواب گاہ میں طلب کر لیا۔ وہ دونوں میاں بیوی بیٹھے سے خود آ گئے۔

"امی جی جان! خیر تو ہے..... طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" فاخر نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

انھوں نے [illegible] اضطراب چھپاتے ہوئے اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔ "ہم بہ فضل خدا بالکل ٹھیک ہیں۔ تم سناؤ کیسی جا رہی ہو؟"

فاخر نے [illegible] [illegible] ہے کوئی خوشخبری تو جب ہو گا۔"

"ارے ہٹو! تم تو ماں کی کھال نکالنے لگے ہو۔" بابی نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اگر نیند خراب ہوئی ہے تو دوسری بات ہے۔"

"نیند..... خراب....." وہ سعدیہ کی طرف دیکھ کر چونک پڑیں۔ "نیند آنے کی تو خراب ہوگی نا؟"

"کیوں؟" انھوں نے بری طرح چونک کر پوچھا۔ "کیوں بھئی! تمھیں آج کل نیند نہیں آ رہی کیا؟ پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

سعدیہ نے آنکھوں آنکھوں میں فاخر کو اس کی شرارت پر گھورا اور جلدی سے بولی۔

"جی..... یونہی الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں۔ پھوپھی جان! اللہ کا شکر ہے۔ نیند میں پوری لے رہی ہوں۔"

سرور بابی نے گھور کر فاخر کی طرف دیکھا۔ وہ جلدی سے بولا۔

"اصل میں پھوپھی جان ڈاکٹر نے انھیں ہر روز صبح ایک گھنٹے تک ٹہلنے کا مشورہ دیا ہے۔ لہٰذا اسے داری میں نے اپنے ذمے لے لی ہے۔ صبح منہ اندھیرے انھیں جگا کر حویلی کی چھت پر چہل قدمی کرا رہا ہوں۔"

بابی کے چہرے پر اطمینان کے آثار پیدا ہوئے۔ "ہاں ____ یہ تم بہت اچھا کرتے ہو۔ شاباش خوش رہو۔" انہوں نے خوش ہو کر دعا دی۔ تھوڑی دیر سوچتی رہیں۔ پھر فاخر کی طرف دیکھتے ہوئے [illegible] کو غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

"رات ہم نے عجیب سا خواب دیکھا کہ گھبرا کے آنکھ کھل گئی۔ تب سے ایک الجھن میں مبتلا ہیں۔ ہم نے سوچا ہے کہ تم دونوں کسی بزرگ کے مزار شریف پر حاضری دے کر آ جاؤ تو بہتر ہے۔"

یہ دونوں حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔ دونوں کی حیرت رفع کرنے کے لیے بتانے لگیں۔

"دراصل ____ ہم نے ایک بہت عالی شان مسجد خواب میں دیکھی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ دیکھا ہے۔ مگر ضروری نہیں کہ تمہیں بتایا جائے۔ ہمیں خیال ہوا ممکن ہے ہم نے کوئی منت مان کر ہم بھول گئے ہوں۔ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ تم دونوں کل ہی وہاں حاضری دے کر آ جاؤ۔ [illegible] کریں۔ وہ تم آ رہے ہیں۔"

اس روز تمام دن [illegible] بابی نے اسی بات کی رٹ لگائے رکھی۔ [illegible] فاخر بھی پھوپھو کی پریشانی کے پیش نظر [illegible] مان گیا۔ [illegible] نے خصوصی انتظام کیا اور سعدیہ کو [illegible] پھوپھو کی خوشنودی کے [illegible] خوشی بھی ہو گئی۔

اگلی صبح فاخر سعدیہ کو لے کر [illegible] روانہ ہو گیا۔

آس پاس کے مناظر کو سعدیہ [illegible] دیکھ رہی تھی۔ [illegible] جنگل [illegible] رات [illegible] بھی کے بارہ بج گئے۔ فاخر اس کی خوشی سے خوش ہو رہا تھا۔

[illegible]

فاخر کی گاڑی [illegible] سے اندر داخل ہوئی اور پکی زمین پر [illegible] کے پیچھے جا کر رک گئی۔

پورے احاطے میں حیرت انگیز طور پر [illegible] کے علاوہ باقی کوئی زائرین [illegible] نظر نہیں آ رہے تھے۔

سعدیہ کے سکوت میں عظیم الشان مسجد کے پیچھے [illegible] کھڑے تھے۔

گاڑی سے نیچے اتر کر سعدیہ نے سر پر بابی کی اوڑھائی ہوئی بڑی سی چادر اچھی طرح سے چاروں اطراف کھینچی اور فاخر کے پیچھے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی مزار کی اندرونی عمارت کی طرف بڑھنے لگی۔

اندرونی عمارت کی نفاست اور خوبصورتی دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی۔ مزار کے قریب پہنچ کر اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ فاخر نے قبر شریف کے سرہانے کی طرف کھڑا ہو گیا اور فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھا لیے۔ سعدیہ نے بھی اس کی تقلید کی۔

عین اسی لمحے ____

مزار کی محدود فضا میں ایک سسکی گونج گئی۔

سعدیہ نے گھبرا کر ہاتھ گرا دیے۔ اس کی نگاہوں کے عین سامنے کوئی مزار کی جالیاں پکڑے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ فاخر کو متوجہ کرتی، پھر وہ سسکیاں گونجنے لگیں۔

ایک لمحے کی تاخیر کے بعد فاخر اس کی طرف لپکا۔

"کون ہو تم؟ ____ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

اچانک مزار کا ایک بوڑھا سا مجاور اندر داخل ہوا اور مودب ہو کر بولا۔

"سائیں! آپ کے کہنے پر ہم نے سب کا داخلہ یہاں بند کر رکھا ہے۔ مگر ایک بندہ نہیں مانتا۔ کہتا ہے ہماری گھر والی ____ لو وہ خود ہی آ گیا۔" کہتے کہتے اس نے مڑ کر دیکھا۔

"شاکر بھائی صاحب ____" فاخر کی زبان لڑکھڑا گئی۔ اس کی آواز جالیاں پکڑ کر جھکی ہوئی لڑکی کی چیخ میں دب کر رہ گئی۔

"امداد ____!"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY
Famous Urdu Novels
Free pdf Library

"ہائے وے اماں! ..... میں مر گئی ہاں۔"

پھر میں چیخ کر رلا دینے والی ایک ملفوف آواز میں دونوں بھائی [illegible] شریف کی خاموش فضا میں گونج گئی۔ شاکر بھائی جو ناظر اور سعدیہ کو دیکھ کر ٹھٹک گئے تھے، ایک ہی جست میں [illegible] حصے میں [illegible] اور اذیت کی شدت سے بے ہوش ہونے والی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ضبط کی کوشش میں اس نے اپنے ہونٹ [illegible] آنکھیں [illegible] جاری تھیں۔ رخساروں پر زردی [illegible] اور خون [illegible] مسلسل [illegible] پر تلخی کی سی کیفیت طاری [illegible] سے سرک کر شانوں سے بھی ڈھلک گئی۔ شاکر بھائی بے قراری سے [illegible] تھے۔ چادر کیا سرکی [illegible] کھڑے ناظر اور سعدیہ کے سامنے [illegible] مثال تھا ..... وہ حسن بھی کیا معصوم بھی اور [illegible]

[illegible] وہ ہوش [illegible] کی آنکھوں میں [illegible] کی اذیت سے [illegible] کر رہ گئی۔ اس کے باوجود اس کا حسن [illegible] اور دیکھ کر ان دونوں کو خدا یاد آ گیا۔

"ہائے ماں ..... " وہ [illegible] شاکر بھائی کی گرفت سے نکل کر انھوں نے ہر [illegible] سعدیہ پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی۔ پھر بھائی کو مخاطب کر کے بھی سے انگریزی میں بولے۔

"یہ میری بیوی ہے ..... اور اب مجرم [illegible] ہونے والے بچے کی ماں۔"

[illegible] سے میں [illegible] ناظر [illegible] دیکھ رہا تھا۔ شاکر بھائی کی کھی ہوئی بات دونوں نے بخوبی سن [illegible] انداز میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انھیں دیکھنے لگے۔

ناظر کو تو یوں ہی محسوس ہوا تھا کہ جیسے کسی نے اونچے اور بلند و بالا پہاڑ سے اسے دھکا دے دیا ہو۔ آنکھوں کے آگے شفیق بھائی کا سراپا لہرا گیا۔

سعدیہ کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ ایک شادی شدہ عورت کی ذکاوت حس نے اسے خود بخود بہت کچھ سمجھا دیا۔ مزید کسی بھی چیز پر غور کرنے کا موقع نہ تھا نہ وقت۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ دروازے میں کھڑی عورت کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ اس کے قریب جا کر آہستہ سے دریافت کیا۔

"بابا آپ کا گھر کہاں ہے؟ ..... گھر میں کوئی عورت ہے؟"

ادھیڑ عمر عورت نے فوراً اسے مختصر تعاون کیا۔

"جی سائیں ..... جی ..... ادھر احاطے کے اندر ہی گھر بار ہے۔ ہاں بے وارہوں۔"

سعدیہ نے گھوم کر دیکھا تو دونوں بھائی پیچھے میں ترتیب بے بسی کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

"بھائی صاحب جلدی کیجیے۔"

اس نے دبی دبی آواز میں کہہ کر اس مرتع حسن کی طرف اشارہ کیا جو شاخ گل کی طرح بکھری پڑی تھی۔ اس کی تشنجی کیفیت دیکھ کر شاکر بھائی کے ہاتھ بھی پھولے جا رہے تھے۔ انھوں نے بڑی احتیاط سے اسے گود میں اٹھایا اور بڑی عجلت میں سعدیہ کے پیچھے چل دیے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ سب سے آگے عجاہد، اس کے پیچھے سعدیہ، سعدیہ کے عقب میں شاکر بھائی ریشی کو اٹھائے اور سب کے تعاقب میں ناظر مزار شریف سے برآمد ہوئے۔ باہر گہرا سکوت طاری تھا۔ بیرونی نیموں کی چھاؤں میں ایک بھی زائر دکھائی نہ دے رہا تھا۔ آج بیرونی آہنی گیٹ نہایت پارداری کے ساتھ اندر سے بند تھا اس لیے ہر طرف سناٹوں کا راج تھا۔ اصل میں تو یہ خصوصی انتظام ایک معمول سے وقفے کے لیے ناظر نے کرایا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ عین اسی خصوصی وقفے میں کسی نے عجاہد کی انگلی سے ریشی امری کی تلاش میں آنے والے شاکر بھائی داخل ہو گئے۔

[illegible] سب [illegible] تیز قدموں سے پہنچے۔ [illegible] کے پھاٹک سے نکل کر عجاہد تیزی سے ایک طرف کو اور آگے بڑھ کر ایک بچے مکان کے بند دروازے پر دستک دینے لگا۔ دروازہ [illegible] ایک بوڑھی عورت نے جھانک کر دیکھا اللہ خیر [illegible] کے میں پوچھا۔

"سخیر [illegible] ..... یہ کون ہے ..... ؟"

"ہر [illegible]" عجاہد نے [illegible] دونوں پٹ کھول دیے۔

سب ایک دوسرے کے پیچھے [illegible]

سامنے ایک [illegible] تھا۔ [illegible] میں کماس پھونس کا ایک چھپر پڑا تھا۔ [illegible] چھائی تھی۔ مکان کے مکینوں نے [illegible] تھا۔ چولہے میں اس وقت بھی ایک [illegible] رہا تھا۔ چولہا گرم تھا۔ [illegible] سے ایک [illegible] ہی کی [illegible] میں [illegible] رہا تھا۔ قریب ہی [illegible] پچھی ہوئی تھی۔

عجاہد [illegible] کر کے [illegible] کی طرف دوڑ کر [illegible] ہوئے کر رہے تھے۔ دروازے میں ایک بوڑھی سی کھڑی تھی۔

عجاہد [illegible] کھول کر [illegible] ایک صاف ستھرا کمرہ تھا۔ فرش پر چٹائی بچھی تھی۔ مغرب کی طرف کھڑکی کے نیچے [illegible] باہر نکل گیا۔ فوراً ہی دو بڑی [illegible] داخل ہوئی اور [illegible] کمرے کی طرف سے [illegible] کو اشارہ کیا۔

شاکر بھائی نے آہستگی سے اسے چارپائی پر لٹا دیا مگر خود زیادہ دیر وہاں ٹھہر نہ سکے۔ دونوں بھائیوں کے جاتے ہی ایک دوسری عورت بڑا سا لوٹا لے کر اندر داخل ہوئی۔

"ایہہ ..... میری نوں (بہو) ججیساں اے۔" بوڑھی عورت نے سعدیہ کو بتایا پھر اسے مخاطب کر کے ہدایت دی۔ "جا ..... تاتا پانی گرم کر۔"

وہ سعدیہ اور ریشی کو خود دیکھتی ہوئی الٹے قدموں باہر نکل گئی۔ ریشی کا ہر عضو آہستہ آہستہ پھڑک رہا تھا۔ بدن پر بار بار تشنج کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ منہ سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں اور وہ بہت تکلیف اور اذیت کے عالم میں ہاتھ پیر پٹخ رہی تھی۔ بوڑھی عورت نے اس کے ہاتھ پیر سیدھے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کرتے ہوئے سعدیہ نے دریافت کیا۔

"نہیں، تمہیں آنا ہے؟"

سعدیہ نے پوچھتے ہوئے بھی اس کا مفہوم سمجھ گئی۔ حالانکہ اس وقت وہ خود بے انتہا گھبرائی ہوئی سی حیران و پریشان تھی۔ تاہم بڑے سبھاؤ سے جواب دیا۔

"ہم ادھر..... زیارت کے لیے آئے تھے۔ یہ میرے شوہر کی..... بھابی ہے۔ اس کی اچانک ہی طبیعت خراب ہو گئی۔"

بوڑھی عورت سادگی سے مسکرائی اور ہمدردی سے بولی۔ "آہو..... اس ویلے ہی کوئی نہ کوئی تیر تیس ہوتی۔ مولا خیر میرے گی۔"

"اس کی....." سعدیہ نے ریلی کی طرف اشارہ کر کے خوشگوار سے پوچھا۔ "یہ..... میرے بے خطیں ہے۔ اس کی جان کو تو کوئی خطرہ نہیں؟"

بوڑھی عورت کے چہرے سے سایہ سا گزر گیا۔ جھجکی اور دھیمی سے بولی۔

"وشے! ایہہ کی گل کر رہی آ..... سچی پچھو تو موت زندگی کا دیا ہوتا ہے۔ جند سے وہاں اوہ نکلنا آسان نہیں۔"

سعدیہ کے چہرے پر وحشت کے آثار نظر آنے لگے۔ بوڑھی عورت نے اپنا بیان جاری رکھا۔ اس کا لہجہ نرم اور مشفق تھا۔ "پر مولا دی مہربانی..... بچہ ٹھیک ہو جائے گا تے ماں وی بچ جائے گی۔ دل تگڑا رکھ..... وہ اپنے پاس ہو گئے۔ اوہ مولا تیرے نال ہے۔"

سعدیہ حیرت زدہ ہو گئی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ فاخر کو بتا دے کہ یہ کسی لیڈی ڈاکٹر کا انتظام ہو جائے۔ اس وقت وہ باہر نکل رہی تھی تو بوڑھی عورت ریلی کا معائنہ کرتے ہوئے بولی۔ "کوئی گل نئیں..... وہ بچ جائے گی۔"

"میری دھی (بیٹی) وی انج ہی ہوئی سی۔ میں نے سنبھال لئی سی۔ چند دن پچھے آئیاں۔ ہوتے ہیں بچے اپنے کسی ویلے..... کوئی مشکل نہ کیسی۔"

شاکر بھائی اور فاخر نے سعدیہ کو پیچھے پیچھے آتے دیکھ لیا تھا۔ تاہم فاخر قریب جا کر اس نے جلدی جلدی ریلی کی صورت حال واضح کی۔ وہاں پر وہ کمرے کے دروازے پر تھی کہ اس نے بوڑھی عورت کی اونچی آواز سنی۔ وہ مصروف ہو کر رہ گئی۔

"ہاں..... بے بے! ایہہ تاں ریلی آ۔"

"ریلی کون؟" بوڑھی عورت نے حیرت کے انداز میں دریافت کیا۔

اس نے اسی تیز آواز میں جواب دیا۔ "ہاں..... حشمت خان دی دھی ریلی ہے۔ اپنے ویر کے ساتھ اس پنڈ وچ رہندی اے..... ماں تیری بچی والی ان کے پاس ہوتی اے۔ ماں باپ بھی دی۔ کون نہ جانے ایس نوں؟"

✱●✱

شاکر بھائی کا یہ وقت ہو چکا تھا۔ ریلی کو اندر چھوڑ کر آنے کے بعد سے اب تک انہوں نے چند جملوں میں اپنی پوری داستان فاخر کو سنا دی تھی۔ معلوم نہیں قدرت ان سے کھلوا رہی تھی یا کسی راز دار کی ضرورت سمجھتے ہوئے انہوں نے کشمکش میں بھائی کو ضروری حالات سے آگاہ کیا تھا۔ تاہم کچھ بھی تھا۔ فاخر دل ہی دل میں ان کے جذبۂ صادق کو محسوس کر کے دنگ رہ گیا تھا۔ گو کہ پاس اب بھی

حسن نے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ خود بھی بھائی کے دل معاملات میں دخل اندازی کا اہل نہ سمجھتا تھا۔ تاہم ان کے ایک وقت رنگین اور سنگین حال دل نے اسے اندر سے لرزہ براندام کر دیا تھا۔ عشق جیسا جذبہ ہو شامل ہو رہے تھے۔ اگر وہ بذات خود بیان نہ کر رہے ہوتے تو یقیناً وہ ان واقعات کی صحت سے انکار کر دیتا۔ اسے کبھی خواب میں بھی گمان نہ گزرا تھا کہ زندگی کا ایسا روپ دیکھنے کو ملے گا۔

سعدیہ کے جانے کے بعد شاکر بھائی گردن جھکا کر گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ چہرے سے شدید پریشانی جھلک رہی تھی۔ باہر میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی جس میں کسی کسی وقت ریلی کی دبی دبی کراہ شامل ہو کر انہیں تڑپا جاتی۔

دونوں کے کمرے میں کھڑے بیٹھے وہ لا تعلق کے سامنے لائے ہو گئے۔ وقت دبے پاؤں گزرتا جا رہا تھا۔ ہوا کے تیز جھونکے درختوں کے درمیان سے گزرتے۔ سرسراہٹیں ابھرتیں۔ کالی کالی بیلیاں لہرا گئیں۔

فاخر نے نگاہیں اٹھا کر بھائی کو دیکھا۔ چہرے سے ان کو پریشان چہرہ دیکھ کر پھر آہستہ سے گویا ہوا۔ "میرے خیال میں ایک لیڈی ڈاکٹر کا بلانا بہتر ہوتا۔ اگر آپ کی رائے ہو تو میں لے آؤں اسے؟"

"کیا وہ آ جائے گی ہمارے ساتھ؟"

"آ تو جائے گی..... جب اس کو پتہ چلے گا۔"

"نہیں..... میرا مطلب ہے۔" شاکر بھائی الجھن کا شکار ہو گئے۔ "تم لیڈی ڈاکٹر کو یہاں اس گھر میں بذات خود لے کر آؤ گے تو ایک قصہ بن جائے گا۔" انہوں نے اشارے سے کہا۔ "تم میں نے سوچا تو معلوم نہیں کیا ہو جائے۔ ڈر لگتا ہے مجھے۔"

"آپ فکر نہ کیجیے۔" فاخر نے انہیں تسلی دی۔ "کسی کو کچھ معلوم نہ ہو گا۔ کار میں باہر کھڑی ہے۔ گھر پہنچ کر میں پہلی فرصت میں جب ان کو بتاؤں گا تو یقیناً وہ فوراً آ جائیں گی۔ امید ہے وہ لیڈی ڈاکٹر ضرور آ جائے گی۔"

شاکر بھائی فکر سے بولے۔ "ہاں، ایک صورت زیادہ ہی نہ بگڑ جائے۔"

دونوں وہاں سے اٹھ کر باہر آئے تو فاخر کی نظر بھائی کی جیپ پر پڑی جو کسی صورت اطلاع نہ ہو سکے۔ فاخر نے ان کا خیال کرتے ہوئے پوچھا..... جس وقت گزر رہا تھا۔ شاکر بھائی کی پریشانی بڑھ رہی تھی۔ فاخر نے جھجکتے ہوئے دریافت کیا۔

"بھائی صاحب! آپ کی جیپ کہاں ہے؟"

انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔ "آج صبح سے میرا اتفاق ہوا تھا ورنہ میں کب کا اسے شہر کے کسی ہسپتال میں لے جا چکا ہوتا۔ اب اس سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ قبل میں نے اپنی جیپ پرانے مرگھٹ کے عقب میں چھوڑ کر یہاں تک کا سفر پیدل کیا تھا مگر اب تو حالات مزید بگڑ گئے ہیں۔"

فاخر نے چونک کر پوچھا۔ "کون آپ کا پیچھا کر رہا تھا؟ آپ پہچانتے ہیں اسے؟"

"خوب جان پہچان ہے۔" شاکر بھائی نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "وہ اس کا دیور ہے۔ جو ہر وقت بندوق اٹھائے اپنے اس نادیدہ دشمن کو پاگل کی طرح تلاش کرتا پھرتا ہے جو اصل میں میں ہوں۔ اور اس سے تم بھی واقف ہو۔"

پھر فاخر کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر تشکر کی انداز میں گویا ہوئے۔ "اب تم تنہا لیڈی ڈاکٹر

[illegible] تو آگے جنگل میں بھی ساتھ چلوں گا۔"

چند منٹ کے اندر اندر وہ دونوں ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو کر باہر آ گئے۔ فائزہ [illegible] میں مبتلا ہونے کے باوجود چپ تھا۔

چلتے وقت گھوڑے کے علاوہ شاکر بھائی نے چادر سے [illegible] بھی ڈھانپ لیے تھے اور اب وہ دونوں بھائی سامنے سے منہ چھپائے ہوئے تھے۔ صرف آنکھیں کھلی نظر آ رہی تھیں۔ دن کا [illegible] تھا۔ آسمان پر چھائے ہوئے گرد کے [illegible] غبار کے عقب میں ڈوبتا سورج [illegible] کی طرح دہک رہا تھا۔ مغربی افق پر سرخی اور سرخ روشنیاں تیر رہی تھیں۔ ہرے بھرے کھیتوں کے درمیان جس پگڈنڈی پر ان کا گھوڑا اڑا جا رہا تھا، وہ [illegible] کی۔

جلد ہی کھیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب دونوں طرف کیکر کے درخت اور گھنی جھاڑیاں ہو [illegible] سایہ [illegible] رہا تھا۔ شاکر بھائی آگے بیٹھے نہایت مہارت سے [illegible] گھوڑا دوڑا رہے تھے۔ جھاڑیوں کے بیچ [illegible] درخت کے اونچے نیچے ٹیلوں کی [illegible] رہے تھے۔

اونچی گھاس اور جھاڑیاں [illegible] سے دور دور ہو گئے۔ اب ان کے راستے میں چھوٹا سا جنگل میدان آ گیا تھا۔ [illegible] گھوڑے کی [illegible] فائزہ نے چونک کر [illegible] پریشان ہو کر بولا۔

"بھائی صاحب! میرا خیال ہے [illegible]"

"مجھے معلوم ہے۔" انہوں نے [illegible] اطمینان سے بولے۔ "وہ کم از کم دو گھوڑے اور چار افراد ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ [illegible] ہیں۔ [illegible] حوصلہ رکھو۔"

اسی بات پر [illegible] آدھ کوس کے فاصلے پر نظر آنے والے [illegible] اور بلند و بالا شیشم کے درختوں کی طرف [illegible]

[illegible]

"[illegible] کیا کرتے [illegible]"

"ایسا کیا تو ہم [illegible] گھوڑا [illegible] واپس [illegible]"

فائزہ ان کے [illegible] بہت [illegible] کوئی [illegible] نظر آ رہا تھا۔ [illegible] وہ ٹیلے کے اندر تھے۔

چاروں طرف [illegible] جنگل تھا۔ دونوں [illegible] درختوں کے پیچھے تھے۔ شام کے [illegible] اپنے شانوں کے بیچ [illegible] سے بھاگ رہے تھے۔ ہر طرف [illegible] کا عالم تھا۔ شاکر بھائی نے گھوڑے کی رفتار [illegible] کم کر لی۔ وہ چند قدم ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ [illegible] سامنے سے [illegible] کوئی نہ دیا۔ [illegible] خطرے کا احساس ہوا۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بھائی صاحب! آپ غلط آ گئے ہیں۔ یہ جنگل تو ویسے بھی بہت خطرناک ہے۔"

شاکر بھائی جواب دینے کی بجائے متلاشی نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہے تھے۔

[illegible] کی چیخ نکل گئی تھی اور بڑی بڑی آنکھوں میں پتلیوں کی [illegible] خطرے کے [illegible] احساس نے ان کی نس نس میں بجلیاں بھر دی تھیں۔

"[illegible] بچاؤ!" دفعتاً وہ زور سے چیخے اور ساتھ ہی گھوڑے کو [illegible] واپسی کے لیے ایڑ لگا دی۔ گھوڑا پوری طاقت سے پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر ہنہنایا۔ فائزہ اور شاکر تو بچ گئے مگر سامنے سے آنے والی دونوں گولیاں گھوڑے کے سینے میں پیوست ہو گئیں۔

شاکر بھائی نے حواس بحال [illegible] سنبھال کر گھوڑا روکنے کی کوشش کی مگر زخمی ہو کر وہ اس قدر تکلیف میں تھا کہ [illegible] دونوں بھائی [illegible] اس اثنا میں سورج غروب ہو چکا تھا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ جنگل کے اس حصے میں [illegible]

[illegible] بھائی صاحب کے [illegible]

اسی وقت ایک طرف سے [illegible] کی تیز روشنی ابھری۔ [illegible] درختوں کے [illegible]

[illegible]

"حشمت خان [illegible]"

"[illegible]"

[illegible]

دونوں بھائی [illegible]

[illegible] حشمت خان [illegible]

[illegible]

موت حق ہی گیا۔ لہٰذا ایک مرتبہ پھر شاکر بھائی کے سامنے آتے ہی حشمت خان نے دھائیں سے فائر کر دیا۔

گولی چیختی ہوئی نکلی اور شاکر بھائی کی اڑتی قمیص میں سوراخ کرتی ہوئی سائیں سائیں کرتی جنگل کے اندھیروں میں گم ہو گئی۔ ایک بار پھر گولی کی آواز سے جنگل کا سکوت مجروح ہو گیا اور سرسبز درختوں کے جھنڈ سے درختوں پر بسنے پرندے پھڑپھڑاتے ہوئے اپنی اپنی بولیاں بولتے اڑ گئے۔

شاکر اور قادر کی بے جگری اور شہ زوری نے جلد ہی حملہ آوروں میں سے ہر ایک کو دو دو تین تین زخموں سے نواز ڈالا تھا۔

زخمی تو دونوں بھائی بھی ہو چکے تھے مگر دونوں کے اور خصوصاً شاکر بھائی کے دم خم میں بال برابر بھی فرق نہ آیا تھا۔ وہ اسی تیزی اور پھرتی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ وہ بھی کلہاڑی سے جو ابھی تک سلامت تھی اور ٹوٹی نہ تھی۔

اس دوران وہ حملہ آور جو شاکر بھائی کے پیچھے اڈے سے زمین بوس ہوا تھا، معلوم نہیں کب کہاں سے ان حملہ آوروں کے نرغے میں گھس گیا اور بڑی آسانی کے ساتھ اس نے چالاکی کر شاکر بھائی کی ٹانگ پوری طاقت سے کھینچ لی۔ تو وہ دور جا گرے مگر شاکر بھائی بھی بڑی طرح لڑکھڑا گئے۔ لڑکھڑا کر سنبھلنے کے دوران ہی شاکر بھائی نے دیکھا کہ ایک حملہ آور کی تیز دھار کلہاڑی کی زد میں ہے۔ انہوں نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے بچانا چاہا اور خود سامنے آ گئے۔ ان کی لکڑی اور کلہاڑی دونوں آپس میں ٹکرا گئیں۔ لکڑی ٹوٹ کر دور جا گری۔ حملہ آوروں نے انہیں نرغے میں لے لیا۔ ان کے جسم میں بیک وقت کئی جگہ سے ایک ایک ہاتھ لمبے خنجر اور کلہاڑی کا وار ہوتے ہوئے ... شاکر بھائی پھر بھی لڑتے رہے اور حملہ آوروں پر حملے بھی کرتے رہے۔ لیکن لکڑی ٹوٹ جانے کی وجہ سے ... حملہ آوروں کے گھیرے میں آ گئے تھے۔ پھر ایک ہو گیا۔

پیچھے کھڑا ہوا قادر بھی حشمت خان کی بندوق کی زد میں تھا۔ شاکر بھائی لڑکھڑا کر رہ گئے۔ انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی کا ٹکڑا پوری طاقت سے کھینچ کر مارا جو سیدھا حشمت خان کے ہاتھ پر لگا۔ بندوق چھوٹ کر شاکر بھائی کے قدموں میں آ گری۔ حشمت خان گھبرا کر پیچھے اور دھکیل کر پوری طاقت سے ان کے سر پر لات دے ماری۔ شاکر بھائی نے جھک کر بندوق اٹھائی اور نہایت اطمینان سے ساری گولیاں حشمت خان کے سینے میں اتار دیں ——— پورے جنگل کی فضا زوردار دھماکوں سے گونج اٹھی۔

شاکر بھائی حقارت سے بڑبڑائے۔

”مجھے ——— افسوس ہے حشمت! ——— حالانکہ میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔“

عین اسی وقت کسی نے پیچھے سے کلہاڑی کا ایسا بھرپور وار کیا کہ کلہاڑی کا تیز دھار پھل شاکر بھائی کے سر میں اترتا چلا گیا ———

اپنا مضبوط ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر انہوں نے سنبھلنے کی کوشش کی اور لڑکھڑا کر گر پڑے۔

چراغ بجھ گیا ——— بہت بھیانک جنگل پر ہولناک اندھیرا چھا گیا ———!

✕●✕

نازیہ کی بڑی بیٹی سبک کی رسم بھی ہو چکی تھی۔ دونوں گھروں میں زور و شور سے تیاریاں ہو رہی

تھیں۔ سید احمد کے انتقال کے بعد یہ پہلی خوشی کی تقریب تھی جو منعقد ہو رہی تھی۔ یوں بھی سعادت بھی کی سسرال کا تھا اس لیے سید احمد کی بیوی بڑھ چڑھ کر شامل ہو رہی تھیں چونکہ بیٹی کے سسرال میں سارا کام بڑی کے ذمے۔ یوں بھی ماشاءاللہ اب بہت عرصے سے انہیں کوئی مالی تردد لاحق نہ رہا تھا۔ حمید کے ساتھ ساتھ مجید بھی دکانداری میں اس کا مددگار ہو گیا تھا۔ اسی طرح سید احمد کے بعد جو ایک مالی خلا پیدا ہوا تھا وہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ ہاں۔ بس وہ خود ہی نہ رہے تھے دنیا میں۔

جمعۃ المبارک کا دن تھا اور شام کی تقریب۔

نازیہ کے بار بار اصرار کی وجہ سے طے پایا کہ حمیدہ، مجیدہ والی کے ہمراہ صبح ہی چلی جائیں جبکہ لڑکے جمعے کی نماز پڑھ کر آ جائیں گے۔ چنانچہ حمیدہ اور مجیدہ نے اسکول سے چھٹی کر لی۔ شفیقہ کو ایک دن پہلے ہی چھٹی دے دی تھی۔ صبح سویرے اٹھ کر دونوں بہنوں نے گھر کے سب کام کاج سے جلدی جلدی فرصت پائی۔ بھائیوں کے کپڑوں میں استری کر کے دے دیے۔ پھر خود تک سک سے تیار ہو گئیں۔

چونکہ دادی صغریٰ بھی جانے کو تھیں اور رات سے تیار ہو گئی تھیں لہٰذا ناشتے کے بعد انہیں بھی تیار ہونے میں مدد دی۔ اچھا خاصا خنکی کا موسم ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنی گرم شال بھی رکھ لی۔ دس بجے کے قریب حمید ٹیکسی لے آیا اور سب خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔ نازیہ کے سسرال میں سب نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ... دادی صغریٰ تو خوب اپنے موڈ میں تھیں ... اماں بی نے استقبال کیا۔ آج صغریٰ بھی خوب اچھے موڈ میں تھیں۔ نازیہ سے ملتے ہوئے بولیں۔

”آہا ——— اللہ شکر ہے جاتے ——— آج تو سسرال والوں نے اپنے سارے ننھیال والوں کو آنے پر مجبور کر ڈالا ہے۔“ ——— خوش آمدید۔

دادی صغریٰ نے پہلے ...

”ارے بھئی ننھیال، ددھیال دونوں کا مقابلہ بھی آج ہو گا۔ دیکھتے ہیں کون زور آور نکلتا ہے۔“

سید احمد کی بیوی نے مسکرا کر اپنی ناراضگی کی۔

”ارے اماں! اللہ سے ڈرو۔ یہاں کون کس کا مقابلہ کرنے بیٹھا ہے؟ بعض وقت آپ تو بس غضب کی باتیں کرتی ہیں۔“

صغریٰ نے قہقہہ لگا کر بولیں۔ ”آپ بیگم پریشان ہو گئیں۔ خالہ جان! انہیں تو دادی کی چھیڑ چھاڑ اور باتوں میں مزہ آتا ہے، آپ نے انہیں روک دیا۔“

سید احمد کی بیوی سے پہلے ہی دادی صغریٰ دوبارہ بول اٹھیں۔

”سبک کی یہ بات تو خیر بجا ہے۔ تمہارے منہ سے اور باتیں کرتی ہیں مگر تم اس کی پھوپھی بھی نہیں ہو، بس سسرالوں والی باتیں کرتی ہے۔“

سب کے ساتھ اماں بی بھی ہنس پڑیں۔ صغریٰ کہاں ہار ماننے والی تھیں، اور بھی زیادہ ہنس کر بولیں۔

”اچھا ——— تو اسی لیے آپ نے زوردار مقابلہ ننھیال اور ددھیال کا کیا ہے۔ چلئے یوں ہی سہی۔ دونوں ہی زبانی کلامی باتیں۔ اب ذرا اپنا اپنا زور تو لگائے۔ ہم بھی اپنی بغلیں جھانکتے ہیں۔ فیصلہ ہو جائے گا۔“

اماں بی اس کا مطلب سمجھ کر سنجیدہ ہو گئیں اور آہستہ سے گویا ہوئیں۔

”بچکانی ہو گیا؟ ——— مذاق کی بات کو یہ کون سا رنگ دے رہی ہو؟“

تھی وہ ان بی کے اندر گئی اور ٹرے سے ایک پھول کا ہار اٹھا کر لے آئی اور سب کو دکھاتے ہوئے [illegible] سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"آپ نے دادی اماں جانے پھر مقابلہ؟"

ہر کوئی اس کے پھوہڑ پن پر حیرت زدہ تھا۔

بچے والوں کے خیر مقدم کے لیے تو نازیہ بھی مسکراتی ہوئی آ چکی تھی۔ نند کی ساری گفتگو اس نے برداشت خود کی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے ہمیشہ بڑی نند سمجھ کر اس کی ہر زیادتی کو برداشت کیا تھا کبھی حد چھوڑ کر کسی سخت سست کا جواب نہیں دیا تھا مگر آج اسے برا معلوم ہوا۔

تقریب کے لحاظ سے گھر میں قریب اور دور کے بھی عزیز دار موجود تھے۔ خود اماں بی کی صورت اتر گئی۔ انھیں بے حد ندامت کا احساس ہوا لیکن اس سے قبل کہ کوئی ہڑبڑی ہوتی، دادی کے اشارے پر سیدہ اور نجمہ نے اپنی ہولی کو مسکرا کر سب سامان دکھانا شروع کر دیا۔ سید احمد کی بیوی نے [illegible] کے لیے چہرے پر خوشگوار حیرت قائم کر لی اور خوش ہو کر تفصیلات بتانے لگیں۔

آج اماں بی کے گھر میں [illegible] کے پیچھے دالان [illegible] اور پھولوں کی [illegible] میں ہر جگہ [illegible] چاندنی کے [illegible] بچھے تھے۔ تقریب کے [illegible] چہل پہل اور رونق تھی۔ معطر کے بخت و معیار نے سب کو اس طرف [illegible] سب [illegible] میں آ گئے۔ وہ قسمت ہوا کر فرحت کسی کام سے باہر [illegible] آیا لیکن ساس کی صورت دیکھ کر چپ ہو گئی۔ [illegible] بہنوں کی [illegible] ہوئی۔ یوں ایک بڑی ہڑبڑی ہوتے ہوتے رہ گئی۔

[illegible] ہوئی اور [illegible] سے ہر چیز [illegible] اور مناسب آئی تھی۔ فرحت اور نجمہ بہنوں کے دو دو جوڑے [illegible] ساس کے [illegible] کے ساتھ [illegible] کی [illegible] کوئی رنگ کا [illegible] وہ چیز جو اس نے [illegible] وقت [illegible] معطر [illegible] کے میاں کے [illegible] جوڑے [illegible] کر [illegible] معطر کا [illegible] کا [illegible] رہ گیا۔

ایک [illegible] سرخی [illegible] میں [illegible] گئی۔

"اے ایک ذرا دادی کی [illegible] کوئی [illegible] گھر بھر کے [illegible] کے ساتھ [illegible] کے جوڑے بھی آ گئے۔ وہ تو [illegible] کی سسرال والے [illegible] بہت [illegible] اچھے لوگ ہیں۔"

یہ تبصرہ سب نے [illegible] سنا۔

سید احمد کی بیوی کی آنکھیں ذرا کی ذرا نم ہوئیں مگر کمال ضبط سے کام لیا۔ ظاہر ہے وہ لڑکیوں والی تھیں اور ایک لڑکی کی بھری سسرال میں کھڑی تھیں۔ [illegible] کے تبصرے نے دادی کا [illegible] چڑھا دیا۔ انھوں نے جھٹ پٹ اپنے [illegible] سے بندھا ہوا [illegible] کھولا اور ایک خوبصورت سی [illegible] کر اپنی [illegible] اور معطر کی طرف دیکھ کر رعب سے بولیں۔

"[illegible] —— یہی [illegible] کا تحفہ ہے تمہاری [illegible] کے لیے۔"

معطر نے ان سے [illegible] لے کر کھولی۔ اس میں نہایت قیمتی اور خوبصورت سی [illegible] کا

[illegible] بڑی چمک دمک رہی تھی۔ اس نے مرعوب ہو کر [illegible] دادی کے ہاتھ میں دے دی۔ سب [illegible] ہاتھوں ہاتھ گھومتی گئی۔ سب تعریف کر رہے تھے۔ تھوڑے وقفے کے بعد معطر نے بھی ایک [illegible] نکالی اور بڑے فخر سے مسکراتے ہوئے دادی عشرتی کو دی اور زور سے اعلان کیا۔

"یہ پھوپھی کی طرف سے تحفہ آپ کی نواسی [illegible] کے لیے۔"

اس [illegible] کے اندر ایک طلائی انگوٹھی رکھی جھلملا رہی تھی۔ حالانکہ بالیوں کی نسبت وزن میں انگوٹھی بہت ہلکی اور نازک سی تھی تاہم تھی تو سونے کی۔ شاید اسی لیے معطر مارے [illegible] کے آسمان پر چڑھی جا رہی تھی۔ دادی عشرتی سے رہا نہ گیا۔ انھوں نے بات مار ہی دی۔

"ددھیال کی [illegible] سے ننھیال کا [illegible] جھوٹی [illegible] اب [illegible] رہو۔"

وہ بھی [illegible] دال [illegible] مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "یہ تو وقت ہی بتائے گا کون [illegible] وزن دار ہے۔"

اماں بی یہ ساری [illegible] بازی [illegible] وقت کے [illegible] میں کر رہی تھیں۔ بچی کا [illegible] بہت [illegible] پہنے [illegible] سے پہلے ہی [illegible] اتار لی۔

"معطر! بھی [illegible] بیٹھ جایا کرو [illegible] بیٹھے ہیں اور بے کار کی [illegible] کر [illegible] بیٹھ گئی۔ [illegible] بیٹھ [illegible] تم۔"

اس نے [illegible] اماں کی طرف دیکھا [illegible] ہوئی اپنی [illegible] میں مصروف ہو گئی۔ اس کی [illegible] کی جانب [illegible]

"ہاں —— [illegible]"

[illegible] ہو کر عشرتی دادی کے [illegible] ان کی [illegible] بڑ گئی۔ [illegible] سے پہلے کی طرح [illegible] چار [illegible] لگی۔ [illegible] اماں بی [illegible] اور عشرتی دادی [illegible] گئیں۔ [illegible] ایک [illegible] کر [illegible] تھا۔ سید احمد کے فرش پر [illegible] بچھا ہوا [illegible] گئے تھے۔ ایک طرف اماں بی کا [illegible] چاندی کا [illegible] گھومنے ایک عورت [illegible] پان بنانے جا رہی تھی۔ چاندی کے [illegible] میں پانوں کی گلوریاں [illegible] رکھی گئی تھیں۔ قریب ہی چاندی کا [illegible] رکھا تھا۔

اماں بی انھیں نہایت عزت و تکریم سے [illegible] کے [illegible] کر رہی تھیں۔ "[illegible] تھا مہمانوں کو سیدھے [illegible] لا کر بٹھائے۔ مگر آج تو ایسا طوفان بدتمیزی مچا ہوا ہے کہ [illegible] خانے میں خوشی کی آوازیں نہیں جا رہی۔ اور یہ ہماری صاحبزادی تو [illegible] اور [illegible] ہیں۔"

سید احمد کی بیوی نے ہنس کر بات ٹال دی اور موضوع بدلنے کو بولیں۔ "ماشاء اللہ! آج پہلی کی تقریب سید میں آپ نے خوب ہی [illegible] نکالی ہے۔"

دادی عشرتی نے بھی ان کے لکھنؤ کی قدیم بیگمات کے لباس کو [illegible] نظروں سے جانچا۔ اس وقت وہ سفید ململ کے باریک کام دار والے [illegible] ہوئے دوپٹے، سفید [illegible] کی [illegible] اور آسمانی رنگ کے [illegible] پائنچوں کے پاجامے میں ملبوس تھیں۔ ہاتھوں میں [illegible] کڑے، انگلیوں میں ایک بھاری سی انگوٹھی، ایک [illegible] اور گلے میں [illegible] زنجیر پہنے تھیں اور حقیقت میں بہت اچھی معلوم ہو رہی تھیں۔ ان کی شخصیت کا [illegible] اور تمکنت انھیں لاکھوں میں ممتاز رکھنے کی صلاحیت سے مالا مال تھی۔

انھوں نے پان بنانے والی کو پہلے سے [illegible] اور آہستہ سے بولیں۔

"ہم آپ سے معیز کی طرف سے دست بستہ معذرت خواہ ہیں۔ اس وقت اس نے واقعی بہت بچپنے کا مظاہرہ کیا تھا اور......"

سعید احمد کی بیوی نے ان کی بات کاٹ دی اور نہایت محبت اور خلوص سے ان کے ہاتھ تھام کر تسلی دی۔

"آپ ہرگز کوئی تردد مت کیجیے۔ کچھ انہونی نہیں ہو گئی اس وقت۔ معیز بھی ہماری ہی بچی ہے اور بچی بچی کی باتوں کا کیا برا منانا۔"

عفرہ کی دادی نے بھی فراخ دلی سے ہاں میں ہاں ملائی۔

"فرحت کی اماں! اس فضول بات کو کیوں طول دے رہی ہو۔ ایسے موقعوں پر سب کچھ چلتا ہے۔ بچی تو بچی ہے، بھی سنا پڑتا ہے۔ بس معاف کرو۔"

تھوڑی دیر میں وہ اٹھ کر باہر چلی گئیں تو دادی رضوانہ سے بولیں۔ "مجھے تو یہ دادی معلوم ہوتی ہے۔ ان کی بچی نے ایک کہی تو ہم نے بھی دس سنا دیں۔ حساب برابر۔"

سعید احمد کی بیوی پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ آج وہ بے چاری اتنی ہی مکمل کر بیٹھی تھیں۔

اب خاصا وقت گزر چکا تھا۔ مہمانوں کی باقاعدہ آمد شروع ہو گئی تھی۔ رنگ برنگے لباسوں کی سرسراہٹ، بچوں کی کلکاریوں اور عورتوں کی گفتگو سے گھر کا ماحول جاگ اٹھا تھا۔ صحن میں بچوں کا شور و غل بھی شامل تھا۔ ادھر مردانے میں مردوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ عورتوں کو باورچی خانے کے کام سے فرصت نہ تھی۔ ادھر عفرہ ابھی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی کہ دادی نے پکارا۔

"تمہاری خالہ اور سعدیہ آنے والی ہیں۔ کہہ رہی تھیں کہ ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ ان کے آ جانے کے بعد رسم شروع ہو گی۔"

عفرہ نے بچی کے ساتھ ساتھ ہاتھ ملا کر کہا۔ "عفرہ کی ڈھیروں دعائیں۔" دادی ان سے ملاقات بھی کرتی تو خوش ہوتیں۔

خالہ نے جواب دیا۔ "ہاں..... ایسا ہی ہو تو کتنی اچھی بات ہے۔ لیکن آج کل تو زمانہ بدل گیا ہے۔ معیز کے بعد ہی دیکھ لو، آج کل ان لوگوں کا اپنا معیار ہے۔"

سعیدہ نے پر اشتیاق لہجے میں ماں سے پوچھا۔ "امی جان! اس اپنا کی سسرال میں کون کون آئے گا پھپھو؟"

"نہیں، خیر سے۔" انہوں نے بہت جلدی سے منع کر دیا۔ "کوئی کام پڑ گیا ہو گا۔ تم فون کر کے اسے پریشان مت کرو۔"

اس کا جواب سن کر وہ خاموش ہو گئی۔

اس دوران مہمان خواتین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ رسم کے لیے معیز کی ساس صاحبہ آ پہنچیں۔ مگر سعدیہ اور عفرہ کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا۔ ابھی اپنی مصروفیات کے باوجود بھی ان کو اس کا خیال آتا رہا۔

مبک آج ماشاء اللہ چار سال، چار ماہ اور چار دن کی ہو گئی تھی اور اماں بی نے بڑے چاؤ اور ارمانوں کے ساتھ اس کی رسم بسم اللہ کروائی تھی۔ اس کی دینی اور دنیاوی تعلیمات کا گویا آغاز کیا تھا۔ مہمان خواتین نے انہیں ڈھیروں مبارک باد دے کر نہال کر دیا تھا۔ وہ خوشی کے بھرپور احساس سے

بھی کھلی پڑ رہی تھیں۔ ظاہر ہے سالہا سال کی مسلسل جدوجہد اور دعاؤں کے بعد ان کے انگنائی میں کھیلنے والی ننھی کلی تو خیر پوتی کی رسم بسم اللہ تھی۔

ننھی منی مبک ڈھائی جان کے ہاں کا جوڑا پہنے سجے ہوئے بچوں کے ہاروں میں بچی شرما شرما کر حلقے کے درمیان بیٹھی جھوم جھوم کر سبق پڑھ رہی تھی۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔

معیز ہماری اور اس کے گھر والوں کی مسکراہٹیں اور چہکاریں کہاں برداشت کرتی۔ رسم کے ختم ہوتے ہی سب کو چیرتی پھاڑتی مبک تک پہنچ گئی۔ دونوں بانہیں پھیلا کر بچی کو گود میں بھر لیا اور چٹاچٹ بلائیں لیتی ہوئی زور سے سنا کر کہنے لگی۔

"اور یہ تو میرے عبداللہ کی امانت ہے۔ صاف کہے دیتی ہوں، کبھی کوئی بھی بیچ میں آنے کی جرأت نہ کرے۔ ہم جو بھی منگنی کر لیں گے..... لیکن گیارہ مئی بعد اپنی بہو بنا کر رخصت کروا لوں گی۔" اس نے چیخ کر کہنے کے انداز میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سب نے گھبرا کر سب دیکھتے۔

سعیدہ جلدی سے ماں کے پاس میں آ کر بیٹھ گئی اور اس کے کان میں دھیرے سے سرگوشی کی۔ "آپ یہ کیا فضول کام کر رہی ہیں۔ خالہ بی نے تو ابھی عبداللہ کو دیکھا بھی نہیں۔"

سعید احمد کی بیوی کا دل بھی دہل سا گیا۔ معیز کی جلدی اور سعیدہ کی بے چینی کہاں مبک غریب اور کہاں بے چارہ اپنے آپ میں مگن عبداللہ۔ مارے گھبراہٹ کے وہ محفل سے اٹھ کر باورچی خانے کی طرف آ گئیں۔ اچانک ان کو احساس ہوا کہ شرافت علی کی دہشت زدہ آواز گونج رہی ہے۔ دو تین بار عبداللہ بھی آوازیں دے کر چلے گئے۔

"غضب ہو گیا..... معیز کے کانوں سے کچھ نکلے اور پھر کانوں کی بھری محفل کا رنگ اڑ گیا ہے..... کوئی بہت عجیب اور لوگوں کی ساری محفل دیکھ رہی ہے۔ کوئی اچانک بہت ہی نازک سی چیز تھی۔" سب پریشان تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہی بات بدل گئی ہے۔

※●※

آج کل ڈاکٹر صاحب کے ہاں تو خوب رونق لگی ہوئی تھی۔

بھائی کی شادی سے فارغ ہو کر بھابی اپنی خوشی خوشی اور مطمئن آئی تھیں۔ ساتھ وہ چار مہمانوں کو بھی لے آئی تھیں۔ ادھر بچے سٹاف فرحت کے گھر کے سب چھوٹے تمام ان ایک دعا پڑھ رہی تھی دن گزرا۔

کبھی کیرم بورڈ کی بازیاں جمتیں تو کبھی کرکٹ کھیلی جاتی۔ کبھی بچوں کی طرح لان کے درختوں پر کھڑا بچاؤ کی ہو رہی ہے تو ادھر میں ٹی وی دیکھا جا رہا ہے۔ شام کو ڈاکٹر کلینک میں جا بیٹھتے اور نہایت سنجیدگی سے مریضوں کی عیادت اور خدمت میں مصروف ہو جاتے۔

بھابی کی ملاقات فرخ کی بیوی رخشندہ سے بھی ہو گئی تھی۔ بھابی کو اس کی کم گو، خاموش طبیعت بہت بھائی تھی۔ بچوں کے نہ ہونے کا افسوس بھی ہوا تھا۔ وہ اکثر اسے اپنے ہاں آنے کا اصرار کرتی رہتیں۔ رخشندہ سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ کراچی بھر میں ان دونوں میاں بیوی کا کوئی قریبی عزیز نہ تھا اس لیے فرخ کے بیرون ملک جانے کے بعد رخشندہ اپنے گھر میں تنہا رہ جاتی تھی۔ چنانچہ بھابی اور بچوں نے اسے نہایت کھلے دل سے اپنے ہاں مدعو کر لیا۔ فرخ بھی مطمئن ہو کر گئے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

صبح ہی سینٹر جاتے ہوئے ڈراپ کر جایا کرتا تھا۔

رخشندہ خود بھی ڈاکٹر صاحب کے پاس آنا پسند کرتی تھی۔ اول تو یہاں بچوں کی وجہ سے اس کا دل خوب بہلتا تھا۔ دوسرے نازش کی پیاری اور جی دونوں دو بچیوں اور مشفق خاطر میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہونے پاتا تھا۔

نازش نے بھی اپنے آپ کو بہت حد تک سنبھال لیا تھا۔

یہ انکشاف ہونے کے بعد کہ فرخ کی بیوی دراصل رخشندہ ہے، اس کے خوف، دکھ اور ایک انجانے سے دو جدائی کی خلش جاتی رہی تھی۔ کیونکہ وہ فرخ سے بات نہیں کرتی تھی۔ سینٹر جانا بالکل ہی ترک کر دیا تھا۔ اس کے باوجود گھر کا کوئی فرد اس ٹوٹ پھوٹ کی شناخت نہ کر سکا جس سے اسے دوچار ہونا پڑا تھا۔

وقت رفتہ رفتہ تمام حالات معمول پر آ گئے۔ جاتے جاتے صحبت بھی اسے خوب اچھی طرح کچھ سمجھا کر گئی تھی۔ اس دوران بھائی تو بے حد ہی غیر موجود تھیں۔ ملاقات کی وجہ سے [illegible] رہتے تھے [illegible] فرخ اور ان کی بیوی کے [illegible] مستقل [illegible] لیا اور ان کے بیچ [illegible] سا خیال بھی [illegible] کامیاب ہو جائے۔

[illegible]

ایک شام فرخ نے ڈاکٹر صاحب [illegible] کے ساتھ ہی واپسی کی دعوت دی۔ ڈاکٹر صاحب نے [illegible] اندر گھر میں [illegible] بھائی تحت حیران رہ گئے [illegible] ذرا سلطانہ باجی جو [illegible] ملاقات کے بعد وہ بھی رخشندہ سے مانوس ہو گئی تھیں۔ [illegible]

"ارے فرخ [illegible] کس دوست [illegible] بچاری [illegible] ہو گئی ہوں۔ [illegible]" سلطانہ [illegible] کرتے۔

بھائی ایک کے [illegible] ابھی تک حیرت زدہ تھیں، اٹھ کر بولیں۔

"وہ آپ کا کہنا درست ہے [illegible] مگر باجی اگر آج [illegible] کر جا سکتے تھے۔"

"ارے جانے [illegible] آج کل کے شوہروں میں احساس ذمہ داری کہاں ہے بھلا۔"

وقت میں نازش ہنستی ہوئی اوپر سے آئی اور یہ اطلاع دی۔

"ارے بھائی جان! آپ نے سنا آج رخشندہ کی سالگرہ ہے۔ فون آیا ہے اس کا۔ کہہ رہی ہے بچی تو منانی نہیں، اگر آپ سب آ جائیں تو دھوم دھام سے منائیں گے۔"

"اللہ میری توبہ۔" بھائی نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "ایک تو ان مرد حضرات نے واقعی آگ لگا رکھی ہے۔ ایک وہ فرخ کھیلنے والے اور دوسرے وہ ڈاکٹر صاحب کھلانے والے۔ ذرا سی دیر میں ہم نے بے چاری رخشندہ کو بیمار کر ڈالا۔"

سلطانہ باجی ہنسنے لگیں۔

تھوڑی دیر کے بعد نازش نے یاد دہانی کرائی۔

"اب کیا کرنا ہے بھائی جان! [illegible] چلنا ہے یا نہیں؟"

"چلنا کیوں نہیں ہے۔" انہوں نے قطعیت سے جواب دیا۔ "لیکن تم ہمارا حال دیکھ رہی ہو۔

موسم میں کیسے شہر یہ پڑے، زکام کا تحفہ دے گیا ہے؟ بلکہ خطرے بھی بڑھ گیا ہے۔ اس لئے جلدی [illegible] دھیان دے کر سنو۔ ایسا کرو کہ تم اور سلطانہ باجی سب بچوں کو لے کر چلے جاؤ۔ وقت تو اب بچا نہیں ہے۔ وہ غریب تیاری بھی تو کرے۔"

"ارے واہ [illegible]" نازش ٹھنک کر بولی۔ "آپ کے بغیر کیا خاک مزہ آئے گا۔ اور پھر ہم سب بھی تو ہوں گے۔ اور تحفہ وغیرہ؟"

"کوہ ست۔" بھائی [illegible] "وہ جو بے چاری پردیس میں اکیلی تمہاری امید پر بیٹھی ہے تو پھر؟ بس اب بحث مت کرو۔ تمہارے بھائی جان وہ چکر میں تم سب کو چھوڑ آئیں گے۔ وہیں جا کر تیار ہو جانا [illegible] اور رہا تحفہ تو وہ میری بہت عمدہ سا ڈرامہ پیک کر رکھی ہیں میرے پاس۔ بس لفافہ بھی لے جانا۔"

تھوڑی ہی دیر میں [illegible] سب چلے گئے اور گھر خالی تھا۔

اس روز ڈاکٹر صاحب نے کلینک بھی جلد بند کر دیا۔ سیدھے اپنے کمرے میں چھینکتے ہوئے آئے اور ہاتھ پھیلا کر گویا ہوئے۔

"واہ [illegible] بیگم ہم تو [illegible] کرنے کی ترکیب اچھی ہے۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" بیگم نے [illegible] دریافت کیا۔

"مطلب یہ کہ [illegible]" ڈاکٹر صاحب [illegible] کہتے ہوئے کمرے میں داخل کر کے دکھایا۔

"چھپ چھپ کے [illegible] کہاں [illegible] گی

[illegible]"

"یا وحشت!" وہ ہنس پڑیں۔ "آپ کو یاد [illegible] کرنا چاہئے۔ [illegible] ہوں گے۔"

"اور ساتھ میں گھر [illegible] تو بیچے" انہوں نے بیگم کے قریب بیٹھتے ہوئے [illegible] گنگنانے لگے۔

"آوارہ ہے کہاں ہے دنیا بھری جوانی ہے
بچے گئے [illegible] ستاروں کا کارواں ہے
آوارہ ہے کہاں ہے [illegible]"

بھائی نے گھبرا کر انہیں منع کیا اور جلدی سے بولیں۔

"ارے خدا کے واسطے چپ ہو جائیے۔ آج کیا کھا لیا آپ نے؟ [illegible] ابھی سے تاروں کا کارواں کہاں چلا گیا؟ فلک تو خالی پڑا ہے تاروں سے۔"

"اچھا تو پھر جلدی سے دیر ہو جائے۔ سب کو روانہ کر کے آپ اکیلے گھر میں کیوں ڈیرے ڈالے بیٹھی ہیں؟ [illegible] کوئی تو سبب ہو گا۔"

"ارے کہیں آپ سٹھیا تو نہیں گئے؟" وہ جھلاہٹ میں اٹھ کر بیٹھ گئیں اور بجتی ناک پر رومال رکھ کر بولیں۔ "ہر بات میں معنی و مطلب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ آپ میری حالت دیکھ نہیں رہے تھے کیا؟ [illegible] وہاں جا کے بھی فلو کے جراثیم پھیلاتی۔"

"کیا قیامت تھی؟" ڈاکٹر صاحب اٹھ کر ان کے لئے انجکشن تیار کرتے ہوئے بولے۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"تمہارے بچوں سے ہمارے مریضوں میں اضافہ ہو جاتا۔ ہماری "دکانداری" چمک جاتی۔"
"خدا کی پناہ..... باتیں کرنا کوئی آپ سے سیکھے۔"
ڈاکٹر صاحب نے جواب دیے بغیر بیوی کو انجکشن لگایا اور دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر وہیں آ بیٹھے۔
"کیوں..... آج کھانا کھانے کا پروگرام نہیں ہے؟" بھابی نے چڑے چڑے سے دریافت کیا۔
"ہے..... کیوں نہیں۔" وہ ہنسی تیز انداز میں مسکرائے۔ "مگر آج دیر سے کھائیں گے۔ آپ کی وہ صاحب ہیں نا چاندنی، انہیں منع کر کے آئے ہیں۔"
"کیوں بھلا؟..... دوپہر کا کھانا تو وقت پر کھایا تھا آپ نے۔"
"ارے یار! سمجھا کرو نا۔" وہ بے اختیار ہنس پڑے۔ "آپ کے ہاں تو بنتی ہیں وہ دالیں..... ماش کی دال اور قیمہ مٹر۔ وہاں سے آگے کے چار پانچ اقسام کے کھانے۔ پھر وہ کون کھائے گا؟"
"اچھا تو یہ..... " وہ ہنسنے لگیں۔ "کوئی نے تو کیا کہے کہ ڈاکٹر صاحب [illegible] ہیں جیسے کبھی اچھا کھانا کھایا ہو۔ شرم آ رہی ہے [illegible]"
"سچ میں کھانے کی شرم..... [illegible] کے انتظار سے ساتھ ہی لے گیا [illegible]"
کیا چاہتی ہیں آپ، ہم آج بھی [illegible]
"بولو....." بھابی نے ان کی [illegible] پکڑ لی۔ "[illegible]"
پھر یاد آ گئی سعدیہ کی خاطر۔
"[illegible]" [illegible] افسوس کرنے [illegible]
"ارے ہاں..... خوب یاد دلایا۔" بھابی نے چونک کر کہا۔ "اس بارے میں آپ نے کوئی تفصیل نہیں بتائی۔ [illegible]"
ڈاکٹر صاحب [illegible] بھابی نے انہیں [illegible] ہوئے پوچھا۔
"خیریت تو ہے..... آپ اس قدر سنجیدہ کیوں ہو گئے؟"
"ہاں..... ہاں..... کوئی خاص بات نہیں۔ یونہی ایک خیال آ گیا تھا۔"
"کیا خیال؟..... کوئی چھپانے والی بات ہے؟"
"اوہو..... کہہ دیا نا، کوئی بات نہیں ہے۔"
"میں مان نہیں سکتی۔" بھابی نے جم کر کہا۔ "کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔"
"ارے بھئی....." وہ جھلا کر بولے۔ "آپ تو پیچھے ہی پڑ جاتی ہیں۔ بات فقط اتنی سی ہے کہ وہ بچہ تو ماشاء اللہ..... مگر مجھے شبہ ہے کہ وہ کچھ [illegible] ہے۔ فی الوقت کوئی [illegible] ممکن نہیں۔ اب تو [illegible] کے بعد ہی صورت حال واضح ہو سکے گی۔"
مارے وحشت کے بھابی چیخ اٹھیں۔
"یہ..... کیا کہہ رہے ہیں آپ؟..... یہ وقت کا مذاق اچھا نہیں ہوتا۔"
"تو مذاق کون کر رہا ہے آپ سے؟..... ایسا بے درد سمجھا ہے کیا؟ صد افسوس۔"
"تو پھر..... یہ بے دردی کیا اڑائے جا رہے ہیں؟"

"بے دردی کی نہیں ہے بیگم صاحبہ، یہ سو فیصد درد ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے نہایت متانت سے جواب دیا۔ "اس سلسلے میں ہم نے ڈاکٹر کو بھی ضروری بریفنگ دے دی ہے۔ ہدایت کر دی ہے کہ مقررہ وقت سے دو دن قبل ڈاکٹر سعدیہ کو [illegible] میں ایڈمٹ کرا دے۔ وہاں الٹراساؤنڈ کرا لے۔"
بھابی اب تک سینے پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھیں۔ دیر تک ان سے بولا نہ گیا۔ قبل اس کے کہ ڈاکٹر صاحب مزید کچھ بولتے، فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انہوں نے ریسیور کان سے لگا لیا۔
"ہیلو..... ڈاکٹر عثمان اسپیکنگ..... اوہ ہاں کہو!"
وہ دم سے دوبارہ بیٹھ گئے اور بات کرتے ہوئے بولے۔
"شکریہ..... کسی نے [illegible] کے بھائی صاحب شاکر کو..... شوٹ کر دیا..... ارے بھائی صاحب انہیں ایک دفعہ پہلے بھی کسی نے گولیاں ماری تھیں۔"

×●×

اندر ہونے والی باتیں [illegible] ان کی سعدیہ [illegible] پہنچ بھی گئی مگر اس سے پہلے کہ وہ اندر داخل ہوتی [illegible] باہر نکل آئی۔ سعدیہ کو دیکھ کر رازداری سے بولی۔
"اندر جانے سے پہلے [illegible]" پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے کے آخری کونے میں لے گئی اور پوچھا۔ "[illegible]"
سعدیہ نے [illegible] جواب [illegible] "ہاں بھابی۔"
[illegible]
"وہ..... ہاں..... بھئی شادی؟" اس نے [illegible] سے دریافت کیا۔
[illegible]
ایک لمحے [illegible] اور تھا، ذہن پر زور دیا کہ کیا جواب دے۔ [illegible]
وہ جان کا زور لگا کر چیخی تھی۔
"نی بھیان!..... وہ..... وہ..... رب تیرا بھلا کرے..... [illegible]"
سب سوال و جواب ادھورے چھوڑ کر وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ پڑی۔ اس کے پیچھے سعدیہ بھی۔
دونوں اماں وغیرہ کے کمرے میں پہنچیں تو وہاں کا نقشہ بدل چکا تھا۔ بے بے نور دانیہ کو دونوں ہاتھوں میں تھامے [illegible] نظروں سے ریکی کی طرف دیکھ رہی تھی جو لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔
"پانی..... گرم پانی!" بے بے نے حکم دیا۔ بھیان ایک دفعہ پھر باہر دوڑ گئی۔
سعدیہ حیرت و مسرت کے بے پایاں احساس کے ساتھ نو زائیدہ کو دیکھے گئی [illegible] کہیں ریکی بیگم دیکھ پاتیں تو بلا مبالغہ چیخ پڑتیں۔
"ارے..... [illegible]"
بے بے نے نہلا دھلا کر بچہ سعدیہ کی گود میں ڈال دیا اور خود نہایت توجہ سے داری اور خوش اسلوبی کے ساتھ ریکی کو سنبھالنے، سنوارنے لگیں۔ اب سعدیہ کو ہوش آیا۔ سب سے پہلے تو [illegible] باہر جا

چاہیے تھی تاکہ دونوں بھائی لیڈی ڈاکٹر کے حصول کی غرض سے آزاد ہو سکیں۔ مگر جواد نے اطلاع دی۔

"جی وہ تو کب کے گھوڑی لے کر جا چکے۔"

وہ بے بس بچی کی طرح پھڑپھڑا کر رہ گئی۔

وقتی طور سے بات ٹل جانے کے باوجود تجمل کا سوال سعدیہ کے سر پر لٹکتی تلوار کی طرح اٹکا ہوا تھا۔ بہو، ساس کی نسبت بہت تیز تھی۔ تھوڑی دیر میں جب سب کام درست ہو چکے تو دونوں ساس بہو آ بیٹھیں۔ ربیلی پر کئی گھنٹوں کی بیگار کے بعد گہری نیند طاری تھی۔ اس کا بچہ بھی سو رہا تھا۔ سعدیہ نے اپنی کلائی سے سونے کی چوڑی اتار کر بے بے کو دے دی۔ جو تھوڑی سی "ہاں ہاں" کے بعد اس نے رکھ لی اور دونوں خوش خوش اٹھ کر چلی گئیں۔ پھر اس کے بعد تجمل نے سعدیہ سے وہ سوال بھی نہیں دہرایا۔

یہ نومبر کی آخری تاریخوں کی ویران شام تھی۔ شام گہری چادر اوڑھ کر گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ کمرے میں بلا کا اندھیرا تھا۔ سعدیہ اٹھ کر باہر آ گئی۔ آج ایک بے قرار [illegible] زندگی کی اس عجیب و غریب اتفاقات سے یہ شام [illegible] شدت کے ساتھ [illegible] انتظار تھا۔ وہ گھر کے برآمدے میں آ گئی۔ [illegible] خالی پڑا ہوا تھا [illegible] دھوپ [illegible] سورج کے [illegible] بکھیر دی۔ [illegible] تھی [illegible] احساس [illegible] تھا۔ کمرے میں [illegible]

مچھر کے [illegible] میں [illegible] سے [illegible] زیادہ [illegible] اور [illegible] کے سامنے [illegible] تھا۔ کمرے میں واپس آئی اور [illegible] ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ [illegible] بچہ گہری نیند میں تھے۔

سعدیہ باہر سے آہٹ پر کان لگائے بے قراری سے [illegible] کی پٹی پر بیٹھ کر وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔ [illegible] ہر طرف [illegible] دھواں اور [illegible] تھیں۔ وقت رینگ رینگ کر گزر رہا تھا۔ تیل [illegible] کی [illegible] شل ہو گئے۔ مگر [illegible] مسلسل الجھن اور فکر مندی سے وہ ایک بالکل نئے ماحول اور جداگانہ حالات میں لیٹ کر آرام کرنے کا تصور کر سکتی تھی اور نہ ہی [illegible]

فکر کھائے جا رہی تھی کہ دونوں بھائی اب تک واپس کیوں نہیں آئے تھے؟ ساتھ ہی ہول بھی رہی تھی کہ سردار پھوپھی کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ انہوں نے تو ویسے ہی کسی کے علم میں لائے بغیر ان دونوں کو بستی روانہ کیا تھا۔ معلوم نہیں بعد میں کسی کو بتایا تھا یا نہیں۔ مگر اب تک تو مارے پریشانی اور ہول کے ان کے چھکے چھوٹ چکے ہوں گے۔

اس وقت جب ہر طرف پالا پڑ رہا تھا اور ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ربیلی ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔ اس کی زبان سے ایک ہی فقرہ نکل رہا تھا۔

"ہائے وے میریا [illegible] ہائے وے میریا [illegible]"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پوری طرح نہ جاگنے کے باوجود سعدیہ جلدی سے اس کے قریب بیٹھی اور پچکار کر نرم آواز میں بولی۔

"سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ تم پریشان مت ہو۔"

ربیلی اب سعدیہ کو غور سے دیکھنے لگی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

"تم کون ہو؟"

سعدیہ کو وقت نہ ہوئی۔ پیار سے جواب دیا۔ [illegible]

"تمہارے [illegible] کے بھائی کی بیوی۔" ساتھ ہی اسے تعارف کے اس انداز پر ہنسی بھی آ گئی۔

ربیلی نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور فریاد کرنے کے انداز میں بولی۔

"نہیں نہ [illegible] دونوں [illegible]

اور سے [illegible] ہائے [illegible]"

سعدیہ کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔ روتی ہوئی ربیلی کی بات اس نے سمجھی تھی [illegible] آنسو پونچھ کر اسے تسلی دی۔

"نہ رو [illegible] سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"[illegible] دیر ہو گئی۔ [illegible]"

[illegible] سعدیہ نے [illegible] اور موضوع بدل دیا۔ "یہ تو بتاؤ [illegible] تمہاری شادی [illegible]"

"[illegible] کو [illegible] ہی۔" ربیلی آسانی اور سادگی سے بتانے لگی۔ [illegible]

[illegible]

سعدیہ کے [illegible]

"[illegible] تم [illegible] بتاؤ [illegible]"

ربیلی کے زرد اور خشک گالوں پر سرخی دوڑ گئی۔

"[illegible] ہے۔ [illegible] کے کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ [illegible] ایک سے [illegible] تو اس نے [illegible]"

اچانک ربیلی نے دوبارہ بین کر کر کے رونا شروع کر دیا۔

"ہائے میرا [illegible] ہائے میرا [illegible] ہائے [illegible] کیوں [illegible]"

اس کی عجیب و غریب باتیں سن سن کر خود سعدیہ کا دل ڈوبنے لگا۔ بچہ کسمسا کر رونے لگا۔

"[illegible]" سعدیہ نے جلدی سے تولیے میں لپٹے ہوئے بچے کو اٹھا لیا جس بے چارے کو ابھی کپڑے بھی نہیں پہنائے گئے تھے۔ سعدیہ نے ربیلی کے قریب آ کر کہا۔

"دیکھو! تم نے رو رو کر اس معصوم کو بھی پریشان کر دیا۔ آنے دو اس کے ابا جان اور چچا جان کو۔ شکایت ہو گی تمہاری۔"

ربیلی نے اسے پرے کر دیا اور بدستور آنسو بہاتی رہی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"یہ تو بھی غلط بات ہے۔" سعدیہ نے دوپٹہ حوصلہ کرکے کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ، اس کا نام کیا رکھو گی؟ ..... چلو خیر، ہم مت رکھو۔ اس ننھے کا نام میں رکھے دے رہی ہوں۔"

کچھ دیر غور کرکے وہ مسکرائی۔ "اس کا نام ہم رکھ رہے ہیں جناب! ..... عاشر ..... عاشر شاکر حسین۔ ٹھیک ہے؟"

سعدیہ کے خاموش ہوتے ہی یکایک کمرے کا دروازہ دھڑ سے کھلا۔ دونوں چونک کر سامنے دیکھنے لگیں۔ چراغ کی دھندلی روشنی میں سامنے دیوار پر ایک پرچھائیں لہرائی۔ دروازے کے قریب مجسم لاپرواہ سے بجائے چادر کھڑا کانپ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں وحشت سے پھٹی ہوئی تھیں اور رنگت زرد پڑ چکی تھی۔

"بی بی جی! ..... بی بی جی! ....." اس کے حلق سے بے ربط سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ جب کوشش کے باوجود کچھ کہہ نہ پایا تو بلند آواز میں پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ تب سعدیہ نے غور سے دیکھا، چادر کے عقب میں بچوں، پھوپھی اور وہ کھڑی تھیں۔

سعدیہ پر نگاہ پڑتے ہی وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔

سعدیہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔

xxx

حویلی کے در و دیوار سے کرب ناک آہوں اور دلدوز سسکیوں کا ایک سیل رواں تھا جو ان کے جگر لخت لخت کو خوفناک سیلاب کی طرح بہا لے جا رہا تھا۔ آنکھوں کی برسات میں مسلسل بھیگتے کے باوجود کوئی فرد قرار نہ پاتا تھا، سب ہی بے تاب تھے۔

زلیخا بیگم تو بیٹے کے غم میں نڈھال پڑی تھیں، ان کی پرچھائیں تک بیٹھ رہی تھی۔ مگر شاکر بھائی صاحب کی لاش دیکھ کر ہم سب ہونے والے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے چہرے پر آتا تھا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی ناگہانی آفت پر اشک آلود اور حیرت زدہ نہ ہو۔

عاشر قریب کو تو بھائی کا آخری دیدار تک نصیب نہ ہو سکا۔ شوہر کے زخمی ہونے کے بعد وہ ہوش و حواس میں ہی کب تھی۔ بے ہوشی میں اسے جب ہوش آیا تو شاکر بھائی کا سوگم بھی ہو چکا تھا۔ اس سانحے کے بعد اس کی ذہنی صلاحیت نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔

ابا میاں اپنی پوری زندگی کے سب سے خوفناک ترین دور سے گزر رہے تھے۔ حالانکہ انہوں نے پچاس سالہ زندگی زمینداری میں خون خرابے اور قتل، جھگڑوں کے معاملات نمٹائے ہوں گے مگر بدقسمتی سے یہ معاملہ سب میں زیادہ نازک اور پیچیدہ تھا جس کی سب سے سنگین وجہ یہ تھی کہ اس واقعہ کے دو مرتکب سے واقف ہی نہیں تھے۔ اول تو بہت عرصے سے شاکر بھائی نے انہیں زمینداری کے معاملات سے آزاد کر ڈالا تھا، دوسرے خود ان کی اپنی بھی دلچسپی شہری معاملات سے زیادہ ہو چکی تھی مگر اچانک آ پڑنے والی اس آفت نے انہیں اس قابل بھی نہیں چھوڑا تھا کہ وہ بیٹے کی جوان مرگی پر ہی کھل کر آنسو بھی بہا سکیں۔ دن رات پولیس کا چکر تھا اور ابا میاں۔

واردات عجیب و غریب انداز سے ہوئی تھی۔

کوئی بھی ایسا نشان نہ تھا جو پوری طرح پورا واقعہ سمجھ سکتا ہو۔ کوئی ڈاکو ایسی کوشش رہا تھا تو کوئی حوالہ بھی

کہ وہاں کچھ رہا تھا۔

وہی ہجڑیں کوششوں کے باوجود ابا میاں شاکر بھائی کی کٹی لاش کو پوسٹ مارٹم کی دست برد سے بچا لینے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ وہ انہیں پوسٹ مارٹم کے بعد حویلی لا سکے تھے۔

حویلی میں دونوں خود و لوبان کا دھواں لہرا رہا تھا۔ پھیلتا رہا۔ دکھ کا سایہ بن کر فضاؤں میں منڈلاتا رہا۔ مظفر گڑھ سے داور حسین صاحب مع اپنے بچوں کے آ پہنچے تھے۔ شگفتہ بھی میاں اور بچوں کے ہمراہ تھی۔ وہ شور و غوغا، ماتم اور بین تھے کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ شاکر بھائی سب اپنے اپنے رشتے اور اپنے اپنے تعلق کو رو رہے تھے۔

داور حسین جوان بیٹی کی بیوگی پر بیٹھے سکتے میں آ گئے تھے۔ چھوٹے بھائی کی حالت دیکھ کر حسنے آہ و نالے کے بھی لائق نہ رہے تھے۔

وقوعے کے مقام سے ابا میاں کو گن مین حشمت خان کی لاش بھی ملی تھی جس کے سینے میں بیک وقت کئی گولیاں نے سوراخ کر ڈالے تھے اور واردات کا سب سے حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ اس کے سینے میں اتری ہوئی تمام گولیاں خود اس کی اپنی بندوق کی تھیں۔

اگلے چند دنوں کے اندر اندر کئی کہانیاں منظر عام پر آ چکی تھیں۔ ان کہانیوں میں وہ کہانی بھی تھی جو بالکل ہی مہمل تھی۔

حویلی سے باہر نکل کر ان کہانیوں نے حویلی کی خواتین کی حالت تک پہنچ پائی تھیں۔ شگفتہ بیگم نے جھنجلا کر اپنے آنسو پونچھ کر اپنے جذبات کو جوں توں آگ لگاتے اور بھڑکانے والی شگفتہ بھی موجود تھی۔ وہ ان کی آنکھوں میں کھٹکتی رہتی۔ دونوں بہنوں میں بیہودہ الزام لگا کر رکھ دی جاتی تھیں۔

پانچ ایک روز شگفتہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، ہونے والی بات پر کیوں کہہ ڈالا۔ "مرنے والے مر گئے، کس کی خاطر؟ ..... ادھر ہونے والے کی جان گئی، اور کس کی جان بچانے میں یہ سب کچھ ہوا ہے؟ ..... وہی جو عاشر کی ماں ہے اس لائی گئی ہے، اور جس نے ہماری خاندانی عزت کو داغ لگا دیا ہے۔ ..... تو بھی دیکھنا اس لڑکی نے ہمارا کیا حال کر دیا ہے۔"

پگلی جیسی نے تو آنکھوں کو رگڑ کر اپنی گود میں رکھ لیا اور رونے لگی۔

"ہائے وہ تیرا ہی بیٹا ہے، وہ تیرے بچوں کو کیا ہو گیا؟ ..... کس کے لیے وہ اپنا دل بہلا رہی ہوں؟"

سعدیہ بھی موجود تھی۔ کسی وجہ سے باہر نہیں گئی تھی۔ شگفتہ نے گھور کر بولا۔

"اس کے لیے کہ رو رہی ہوں میں ..... اس کے لیے جس کے عاشق کو بچانے کی خاطر میرے دونوں بھائی حویلی کے جنگل میں مارے گئے۔"

چاروں اطراف ایک خوفناک سناٹا چھا گیا۔

سعدیہ کے کانوں تو جیسے بہرے ہو گئے ..... ہر کوئی ایک ایک کر حیرت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

جواب کیا دے سکتی تھی۔

اگلے ہی دن شاکر بھائی کا چالیسواں تھا اور آج ہی عاشر ہسپتال سے گھر آنے کو تھا۔ قیامت کی گھڑی تھی اور عذابوں کی ساعت۔

کسی نہ کسی صورت اٹھ کر اپنی خواب گاہ میں آ تو گئی مگر دل کی دھڑکنیں قابو میں نہ تھیں۔ اسے سارے دنوں میں وہ سب کب، کیسے لگے کی موت نہ مری جو تقدیر نے ایک ایسا تیر بھی

اپنے ترکش میں سنبھال رکھا تھا جس کا ہر تیر ایک سے بڑھ کر ایک زہریلا اور ہلاکت خیز تھا۔

پورے گھر کی عورتیں اور ایک زہر افشانی!

اٹھو آنے کی عجیب سے ... تو اسے علم نہ ہو سکا کہ کسی نے اس بے بنیاد اور سراسر غلط اور شرمناک الزام کا یقین کیا تھا یا نہیں مگر اندر سے اس کی طبیعت ضرور خراب ہو گئی۔

رہ رہ کر توہین کا زہریلا اثر رگ و پے میں اترنے لگا لیکن اس وقت قدرت اس پر بہت مہربان تھی اور اسی لیے فائز آ پہنچا۔ وہ وقتی طور سے اپنا دکھ بھول کر اس میں لگ گئی۔ پوری حویلی میں ایک بار پھر کہرام مچ گیا تھا۔ آہ و فغاں کا ایک طوفان بلاخیز تھا جس نے حویلی کے در و دیوار کو لپیٹ میں لے لیا تھا۔ شگفتہ فائز کو دیکھ کر بے قرار ہو کر چیخی تھی اور اپنی جان کو پیٹتے پیٹتے بے ہوش ہو کر گر گئی تھی۔

خود فائز بہت کمزور ہو چکا تھا۔ گو کہ اس کے زخم مندمل ہو گئے تھے مگر نقاہت بہت زیادہ تھی۔ بھائی کی جدائی نے اسے نچوڑ دیا تھا۔

بہت رات گئے وہ اپنی خواب گاہ میں آیا تو ... سعدیہ ... ہو رہی تھی۔ ہاتھ پیر ... اور آنکھوں کے آگے ... اندھیرے ... آ رہے تھے۔ کمر ... درد کی شدید ... اٹھ رہی تھی اور اٹھ اٹھ کر ... ہو رہی تھی۔ ... اس کے ... ہو رہا تھا مگر وہ ... تھی۔ لیکن ... ہونے کے باوجود ... بہت ساری باتوں کے بعد ... کو احساس ہوا۔

"کیوں ... کیا بات ہے؟" اس نے ... دریافت کیا۔

"معلوم نہیں۔" اس نے ایک گہری ... سے جواب دیا۔ "بہت دیر سے ... لگ رہا ہے۔"

"کیا ... کھایا؟"

"نہیں۔"

وہ اسے گہری نظر سے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا۔

فوراً ہی سرور بانو ... اپنے ... کو سنبھالتی ہوئی ... آگے آگے ... سعدیہ کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ اس کی کمر میں درد تو اسی دن سے ہو رہا تھا جب تمام دن رنگیلے کے ساتھ ... رہا تھا پھر اس کے بعد حویلی والوں کا ... رویہ ... تھا۔ وہ کسی سے اپنا حال نہ کہہ سکی۔ شاکر بھائی کی موت نے سب کے ... اس دن سے آج تک اس نے ایک ... کی ... سانس کی خبر ... گھر ... کا خیال رکھنے کی فکر میں ... رہی تھی۔

مگر آج اس کی پرواہ کسی کو بھی نہ تھی۔

سرور بانو نے فوراً اپنے ہاں کی پرانی دایہ کو بلا لیا۔ نہ کہیں جانے کی مہلت، نہ سوچنے کا وقت تھا۔ اسی کے ہاتھوں سعدیہ کے ہاں بچی کی پیدائش عمل میں آ گئی۔ سرور بانو نے شکر ادا کیا۔ خوشی اور بے پایاں مسرت کے احساس سے کانپتی ہوئی وہ خود باہر یہ خوشخبری دینے آ گئیں۔

آخر کو تھا تو اپنا ہی خون۔ زمانی بیگم سے رہا نہ گیا تو وہ آ گئیں اور پردے کے پیچھے سے چھپ کر ننھی سی پوتی کو دیکھنے لگیں۔ یہاں فائز سعدیہ کے قریب بیٹھا تھا۔ سعدیہ کی سرگوشی ابھری۔

"کل بھائی صاحب کا چالیسواں ہے ... امی کیسے آئیں گی؟"

"صبح سویرے سب پہنچ جائیں گے۔ فرحت اور ... بھی آ جائیں گے۔"

فائز کے جواب سے وہ مطمئن ہو گئی۔

"چلیے یہ بہت اچھا ہوا ... سب کی موجودگی ضروری تھی۔ اب میری بات غور سے سنیے۔ وہاں سے چلتے وقت میں نے تمہاری بڑی بی بی کو بہت کچھ دے کر آمادہ کر لیا تھا کہ ہر صورت میں شاکر بھائی کی بیوی اور بچے کو سب سے چھپا کر حفاظت سے رکھے۔ اس بچے کا نام میں نے عاشر شاکر حسین رکھوایا ہے۔ اور یہ بھی کہ آپ نے اپنی صاحبزادی ... کیا نام تجویز کیا؟"

اس کی مدھری ہنسی کے ساتھ گہری سی ایک ہچکی بھی جڑی ہوئی تھی۔ دونوں آوازیں ایک ساتھ فضا میں گونج گئیں۔

پہلے موت کا ماتم ... پر کیا، آئینہ لاؤ
میں اپنی زندگی کی آخری تصویر دیکھوں گا

❖❖○❖❖

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ویراں ہے لرزتا ہے تو در کانپ رہا ہے
بچھڑے ہو تو اجڑا ہوا گھر کانپ رہا ہے
یا تو بھری چھاؤں ہے یہ خوف مسلط
یا تیرے بنا بیں بھی شجر کانپ رہا ہے
پچھلے کئی دنوں کا میں بھی اجڑ کے صدمے
دل میں تری یادوں کا شرر کانپ رہا ہے

زمانی بیگم زخمی ہرنی کی طرح تڑپ کر باہر نکل آئیں اور سعدیہ پر جھکتے ہوئے جھنجھوڑ کر بولنے لگیں۔

"چاند سی دلہن!۔۔۔۔ چاند سی دلہن!"

انہوں نے دیکھا سعدیہ کا ایک ہاتھ ڈھلک گیا ہے، دوسرا اس کی ٹوٹی چوڑیوں کے ٹکڑوں پر اور [illegible] پڑا ہوا ہے۔

زمانی بیگم نے تڑپ کر اس کی آنکھیں دیکھیں اور دل کی آواز میں چلائیں۔

"ہمیں معاف کیے بغیر کہاں چل دیں دلہن!۔۔۔۔ الٰہی یہ کیا ہو گیا؟"

اس کو کھینچے وہ دیوانی کی طرح اس پر جھک گئیں، ایک ہاتھ ان کے سینے پر رکھ کر [illegible] اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے گال تھپتھپانے لگیں۔

"سعدیہ۔۔۔۔ بیٹی" ہچکی سی آئی اور آخری وقت ان کی زبان سے ادا ہوا اور اس کی بازگشت سارے محل میں گونج گئی۔

لیکن اس سے پہلے کہ حویلی کی وہ بہو جو مہمان بن کر چند سال پہلے اتری تھی، ساس کی پیار بھری پکار سنتی، دونوں کے درمیان موت کے سایے پورے حائل ہوتے چلے گئے۔

زمانی بیگم کو اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنے کی حسرت ہی رہ گئی۔ اور وہ بڑی بڑی حسین آنکھیں جو آج صبح تک زندگی کی جوت سے جگمگا رہی تھیں، بے نور ہو گئیں۔۔۔۔ پنجرہ خالی رہ گیا۔ روح پرواز کر گئی۔

"نہیں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ کرب و اذیت کی انتہا کو چھوتے ہوئے گڑگڑائیں۔

دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر اس کا معصوم چہرہ تھاما اور بے اختیار پیشانی کو بوسہ دیا جس پر سہاگ کا سیاہ نشان آج پوری تابانی کے ساتھ جھلمل جھلمل کر رہا تھا۔

زمانی بیگم کی وہ پتھر آنکھیں جو سعدیہ کی طرف اٹھتیں تو وہ کبھی اس کی موجودگی کے احساس سے ہی غیض و غضب سے لبریز ہو جایا کرتی تھیں، ان لمحوں میں پرنالہ بن گئیں۔

انہوں نے سعدیہ کی پشت کو اپنے سینے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"دلہن!۔۔۔۔ چاند سی دلہن!"

ان کی سرد مہری اور کم آمیزی ٹوٹ پھوٹ کر آنسوؤں میں بہہ چلی۔

آج سے ٹھیک چالیس دن پہلے جوان بیٹے کا جانکاہ صدمہ جھیل لینے والی ماں اس وقت ضبط و برداشت کا دامن چھوڑ کر اپنے خودساختہ خول سے باہر نکل آئیں۔ اذیت، کلفت ریزہ ریزہ ہو گیا۔ ان کے سینے سے جیسے پارہ پارہ دل و جگر کے پرخچے اڑ گئے۔ وہ اپنی زندگی میں پہلی بار کسی [illegible] اور دل گرفتہ حقیقت کے بے رحم شکنجے میں گرفتار ہو گئیں کہ با آواز بلند بین کرنے لگیں۔

ان کی فریادیں حویلی بھر میں سنائی دے رہی تھیں۔

"آہ۔۔۔۔ اوہ! کیا بھرا ہوا سامنے آیا۔۔۔۔ یہ آج کیسی انہونی ہو گئی؟۔۔۔۔ ہم تو لٹ گئے۔۔۔۔ بے موت مارے گئے۔۔۔۔ ارے کوئی ہے جو ہمیں اس سے معافی دلائے؟"

وہ چیخ چیخ کر دہائی دے رہی تھیں۔ دل کا درد سے جو حال تھا تو اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگیں۔

سب سے پہلے سرور باجی ہانپتی کانپتی اندر آئیں۔ اول تو سعدیہ کے کمرے میں زمانی بیگم کی موجودگی ہی ناقابل یقین تھی اور پھر ان کی پاگلوں جیسی حالت۔ وہ بے چاری سناٹے میں رہ گئیں۔

باجی کو دیکھ کر وہ ایک چیخ مار کر ان سے لپٹ گئیں۔

"دیکھو باجی! کس طرح اسے [illegible] سو رہی ہے۔۔۔۔ آپ تو بڑی چاہت سے آج کے دن کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔۔ اس کا آخری دیدار کرنے آئی ہیں؟"

پھر انہوں نے سسکنے کے عالم میں [illegible] کی طرف اشارہ کیا۔

"دیکھیے۔۔۔۔ دیکھیے اس کا [illegible] ابھی اپنی ماں سے ہمیں معافی نہیں [illegible]"

"ہائے۔۔۔۔ [illegible]"

سرور باجی نے [illegible] کیوں اللہ نے [illegible]۔۔۔۔ کیا دکھوں کے موسم [illegible] جاتے رہے؟"

زمانی بیگم نے اپنے بال نوچتے ہوئے جواب دیا۔ "[illegible] ہماری بدنصیبیوں اور نحوستوں نے [illegible] ہم نے ایک نیک روح پر [illegible] کھائیں۔۔۔۔ اس نے [illegible] اپنی زندگی میں [illegible] ہماری اولاد کے ساتھ [illegible]۔۔۔۔ [illegible] ہم نے اس کی زندگی کے آخری [illegible]۔۔۔۔ ہائے وہ [illegible]۔۔۔۔ ہائے اب ہم کیسے زندہ رہیں گے؟"

سرور باجی نے زور سے ان کے ہاتھ جھٹک ڈالے اور تڑپ کر سعدیہ کی طرف دوڑیں۔

مگر ——

اب وہاں کیا باقی بچا تھا، بلبل اڑ چکی تھی۔۔۔۔ قفس خالی پڑا تھا۔

وہ پوری جان سے کانپ گئیں اور چیخ مار کے وہیں بیٹھ گئیں۔ صورت ڈھلے ہوئے تنکے کی طرح [illegible] گئی۔

زمانی بیگم ہر طرف سے مایوس ہو کر ایک دفعہ پھر ان کے پاس آ گئیں۔ ان لمحات میں ان کے [illegible]
[illegible] تھے۔ وحشت زدہ آنکھیں پھٹی پھٹی ہو رہی تھیں۔ دلی کیفیت چہروں سے ظاہر ہو رہی تھی
لجاجت سے بولیں۔

"باجی! آپ کی تو بہت لاڈلی دلہن ہے یہ ——— ہمیں معافی دلا دیجئے نا اس سے ——— ورنہ ہم
کیسے جئیں گے؟"

سرور باجی نے ایک قہر آلود نگاہ ان پر ڈالی مگر زبان بند رکھی۔

وہ خود ہی سر پیٹ پیٹ کر دہائی دینے لگیں۔

"ہائے لوگو ہم لٹ گئے ——— برباد ہو گئے ——— یہ کیسی بجلی ہمارے نشیمن پر آ گری ہے
پل بھر میں سب کچھ جلا کر خاک کر ڈالا ——— ہم کس کو دوش دیں [illegible] ——— [illegible]
[illegible] تمہارے ضمیر کی [illegible] اب ہمیں [illegible] سے [illegible] کی۔ اُف اُف [illegible]
[illegible] ۔ اب ہمیں قبر کی تاریکیوں میں بھی [illegible]
نصیب نہیں ہو سکے گا۔"

ان کی [illegible] عالم میں [illegible] ہوئی [illegible] بھی کو [illegible] کر دیا۔ سب [illegible] طرف [illegible]
[illegible] ذرا سی دیر میں سب [illegible] ہو گئے۔

وہ ایک [illegible] کا ہاتھ پکڑ رہی تھیں [illegible] کے پاس لا رہی تھیں۔ [illegible]
[illegible] میں بیٹھا [illegible] آنکھوں سے [illegible] جیسے [illegible]
[illegible] سے [illegible] آواز نکل رہی تھی [illegible]
[illegible] تک [illegible] ہیں۔

اسی عالم میں [illegible]

گزری رات۔ چودھویں کی حسین رات تھی۔ مگر یہی رات حویلی کے مکینوں کے لیے [illegible]
[illegible] ہو گئی۔ [illegible] داغ چھوڑ گئی تھی۔ [illegible]
[illegible] دل و دماغ [illegible] آ پہنچا تھا۔

چودھویں رات کا چاند پھیکی دنیا کا سفر طے کر رہا تھا [illegible] مسافر کی طرح [illegible]
گالوں میں [illegible] جا رہا تھا۔ چاندنی [illegible] سے [illegible] جا رہی تھی۔ [illegible] اپنی آخری [illegible]
[illegible] جھلملا کر [illegible] چلے جا رہے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے [illegible] کی روح پر [illegible] سے [illegible]۔ [illegible]
والے انسان، چرند پرند آنکھیں مل کر اٹھنے لگے۔ دن کا اجالا [illegible] پھیلتا چلا گیا۔

حویلی کا بلند و بالا عظیم الشان پھاٹک کھل گیا تھا۔

آج شاکر بھائی صاحب کا چالیسواں تھا۔

بھائی تو بھائی، بیوی بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی شاکر کو۔

کائنات خاموش اور دم بخود تھی۔

باہر صفوں اور کرسیوں پر معموم صورت آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ [illegible]
میں کہرام مچا ہوا تھا۔

آنے والوں کو تو یوں بھی تھا۔ مگر یہاں پہنچ کر ان کے منہ حیرت و تاسف سے کھلے کے کھلے

[illegible] جا رہے تھے۔ دہمبر کی خنک رات تھی [illegible] رات سست پڑ چکی تھی۔ دن نکل آیا تھا مگر ان کے اثرات
[illegible] دکھائی نہ دے رہے تھے۔ وہی رات کی تاریکی، خوف کی اور بے حد تاریکی کا راج لگ رہا تھا۔
[illegible] کا اجالا دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا دوپہر کے روپ میں داخل ہو گیا مگر حویلی کے مکینوں کی حالت
میں کوئی تغیر نہ آ سکا۔

[illegible] کے سسرال والے آ پہنچے۔

[illegible] ملاقاتی ہو کر دوسرے مہمانوں کی طرح وہ بھی شاکر بھائی کے چالیسویں میں ہی شرکت
کے لیے آئے تھے۔ یہاں پہنچ کر دوسرے سانحے نے دل ہلا ڈالے۔

سعید احمد کی [illegible] آکر [illegible] ہوئے [illegible] کی طرح [illegible] کر رہی تھیں۔ [illegible]
[illegible] کی آوازوں سے حویلی کے در و دیوار لرز اٹھے۔

زمانی بیگم مسلسل [illegible] رہی تھیں۔ آنکھوں کے سوتے خشک تھے۔ حویلی کے ایک ایک
کمرے میں یوں [illegible] کی طرح گھوم رہی تھیں جیسے کچھ کھو گیا ہے۔

عصر کی اذان ہوتے ہی [illegible] پڑ [illegible] دن کا خاتمہ ہو گیا۔
[illegible] ڈھلنے لگا۔

[illegible] آنسو خشک کرتے ہوئے [illegible]

"وہ [illegible] تمہارا [illegible] بڑی بہو کا آشیانہ تو
اجڑ ہی تھا۔ چھوٹے بیٹے کی بھی دنیا [illegible] سب کو چھوڑ کر جا رہی ہے اس کی
[illegible]"

زمانی بیگم [illegible] ہیں۔ ہماری [illegible] ہے۔"
[illegible] کر دکھائے [illegible] اور تمہاری جان ایک کر دیں گے ہم۔"

[illegible] اس طرح سے [illegible]
[illegible] وہ [illegible] رخصت کرو۔ چالیس دن پہلے دے
کے رخصت کیا اب [illegible] خدا کو سونپ۔"

زمانی بیگم نے [illegible] جواب دیا۔ "[illegible] کو سونپ دیں اور
[illegible] کس کے حوالے کر کے جا رہی ہے [illegible] آپ نے؟ [illegible]
[illegible] معاف کرانے [illegible] اجازت [illegible] تھے۔ [illegible]
ہے کہ ہم اس کے بغیر اپنے ضمیر کی آواز سے ہی مر جائیں گے۔"

سننے والے ان جیسی مطلق العنان حکمران کی کمزوری کے منہ سے ایسی انوکھی باتیں سن کر
حیرت اور وحشت میں مبتلا تھے اور زار و قطار رو بھی رہے تھے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
[illegible] خیال بھی تھا کہ زمانی بیگم کے ان حالات، دماغ پر بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ اس لیے اس وقت وہ
اپنے حواس میں نہیں ہیں۔

دلاور حسین صاحب کی بیوی زبیدہ ان کا ہاتھ تھام کر سعدیہ کے قریب لے گئیں اور آہستہ سے
بولیں۔ "دیکھو یہ وقت دوبارہ ہاتھ نہ آئے گا۔ بہت دکھی ہیں۔ باہر سے مرد جلدی کا کہہ رہے
ہیں۔ اس سے اپنی خطائیں بھی معاف کروا لو اور خود بھی اسے سب کا کہا سنا معاف کر دو۔"

[illegible] کے کورے تھے کی چیدیوں میں سعدیہ کے طوفانی حسن اور بے جان لبوں پر خاموش اور

معصوم مسکراہٹ نے زمانی بیگم کو مبہوت کر دیا۔ آج وہ پہلی مرتبہ اور ساتھ ہی آخری بار اس [illegible] بغور دیکھ رہی تھیں۔ جس سے وہ اپنی زندگی میں کبھی بھی مخاطب نہیں ہوئی تھیں۔ وہ پلکیں جھپکے بغیر اسے حیران ہو کر دیکھے گئیں۔

ان کا غیر معمولی سکوت توڑنے کے لیے ان کی بہن نے دوبارہ اکسایا۔

"چلو آگے بڑھو.... ہمت سے کام لو.... معافی تلافی کر لینے سے عزت پہ کوئی حرف نہیں آتا.... دیر مت کرو۔"

"ثمرہ؟" زمانی بیگم نے بے تابی کے عالم میں دریافت کیا۔ "یہ ثمرہ ہے؟"

ان کی بہن لاجواب سی ہو گئیں۔

اچانک زمانی بیگم پوری قوت سے چلا اٹھیں۔

"نہیں.... یہ ثمرہ نہیں ہے.... اسے ثمرہ مت کہو.... ہمارے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ خدا کے لیے اسے [illegible] مت کہو.... یہ تو دلہن ہے.... فاخر کی دلہن.... اسے دلہن ہی رہنے دو۔ یہ کیا بتا دیا؟.... پھر اس سے [illegible] معاف کر دے۔"

[illegible] آنسوؤں کی لڑیاں نکل گئیں۔

[illegible] کے سسرال اور [illegible] گے گئے سے کی دعائیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ کوئی بھی ان کو دلاسہ دینے [illegible]

زمانی بیگم کی حالت محسوس [illegible] وہ جنازے کے قریب آ کے [illegible] رہی تھیں [illegible] اٹھا لے جانے [illegible]

کبھی [illegible] کی صورت [illegible] سے [illegible] زمانی بیگم تک [illegible] جانے میں کامیاب ہو گئے۔

[illegible] سے [illegible]

"ابا میاں! [illegible] کی [illegible] لاش کو [illegible] ہے۔ [illegible] کی [illegible] کرتے ہوئے کے قریب کی [illegible] ہیں۔"

انہوں نے [illegible] آواز میں جواب دیا۔ "کرنے دو جو بھی کر رہی ہیں۔"

[illegible] تیز آواز میں بولیں۔ "دشمنوں کے ساتھ [illegible] کہیں نہ جانے دیں۔"

ابا میاں سب کی باتیں سنتے ہوئے آگے بڑھے اور بیوی کا ہاتھ تھام کر بولے۔

"تمہیں بانی کی خبر نہیں لی آپ نے؟ اصل محبت انہی کو بے دلہن سے۔ وہ تو یوں بھی ان کی [illegible] سے آ گئی ہیں۔ اب ہم ہی ان کا خیال نہ کریں گے تو کون کرے گا؟"

زمانی بیگم نے ان کی طرف بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "اچھی بات ہے.... ہم بھی کر کے دکھا دیں گے۔ مگر ہمیں کون معاف کرے گا فاخر کی دلہن سے؟.... وہ تو چل دی اپنے آخری گھر۔ ہم تو اپنے ضمیر سے چومیں اور ملنے تنہا جینے کے لیے اکیلے رہ گئے اتنی بڑی حویلی میں۔ ہمیں کون تسلی دے گا؟"

ابا میاں نے ان کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا اور ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کمال محبت اور ملائمت سے بولے۔

"ہم موجود ہیں۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو؟ اب ہم اور فاخر بھی تم سے دور نہیں جائیں گے

[illegible] کے بکھیڑوں میں جا کر کھو جائیں۔ اور پھر ہمارے پاس فاخر کی دلہن کی نشانی بھی تو ہو گی تسلی کے لیے۔ تم اسے اپنے کلیجے سے لگا کر رکھنا۔ سکون مل جائے گا۔ اس کے علاوہ ہم تمہیں فاخر سے معافی مانگنے کا طریقہ بھی بتا دیں گے۔ حوصلہ رکھو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

زمانی بیگم پھوٹ پڑیں۔ کم گو اور کم آمیز شوہر کی زبان سے ہمدردی اور غمگساری کے الفاظ سن کر بے قرار ہو اٹھیں۔ خشک آنکھوں کے سوتے پھر سے پھوٹ پڑے اور وہ ہچکیاں مار مار کر رونے لگیں۔

دیا بھری گراں لمحوں کے بیچ ابا میاں نے انہیں بانہوں کے حلقے میں سمیٹ لیا۔ دونوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

وہ آئے سرہانے میرے بال بکھرائے ہوئے
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

X●X

بادل شام سے ہی گھر گھر کر آ رہے تھے۔

ہوائیں اور [illegible] برق [illegible] چل رہی تھیں [illegible] دیکھتے ہی دیکھتے زوردار بارش ہونے لگی۔ فضائیں اور ہوائیں [illegible] گئیں۔

جوں جوں شام گہری ہوتی گئی [illegible] سے [illegible] تر ہوتی چلی گئی۔

فرخ [illegible] کے انتہائی [illegible] ایک [illegible] کر [illegible] کھڑی تھیں اور لگا ہوا تھا۔ کبھی کبھی نظریں [illegible] سے [illegible] ہو رہی تھی۔

[illegible] کی [illegible] سے [illegible] جا رہی تھی۔

اور [illegible]

تصویر کو [illegible] دے کر [illegible] وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ پوری کائنات خواب [illegible] کے [illegible] ایک [illegible] اور سونے کے [illegible] سے [illegible] والی تصویر پر [illegible] وہاں [illegible] بھول [illegible] لگی تھیں۔

سفید [illegible] کی [illegible] مسکراہٹ والا [illegible] حقیقت [illegible] کر اس کے کندھے پر [illegible] کے [illegible] ہو گیا [illegible] فرخ [illegible] لگا۔

اس بار فرخ نے آنکھوں سے [illegible] کی طرف دیکھا اور [illegible] تصویر کے روبرو جا کھڑی ہوئی۔

اسے محسوس ہوا جیسے تصویر میں سے ننھا بچہ نکل کر اس کے روبرو آ گیا ہو۔ غلا کر اپنی میٹھی آواز میں بولا ہو۔

"امی! ا.... میرے پیارے امی جی ا.... آپ میرے امی جی ہیں نا؟"

فرخ کے دل و دماغ سے ایک انجانی سی، وہ آشنا سی لہر گزری اور بے حد شفقت و محبت سے لبریز خوشبودار جھونکوں سے معطر ہو گیا۔ کسی بے اختیار جذبے سے بے بس ہو کر اس نے اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں جیسے اس پیارے سے بچے کو اپنی آغوش میں سمیٹ لینا چاہتا ہو۔

اچانک رات کے سناٹے میں وال کلاک کی "ٹن ٹن" نے ارتعاش سا پیدا کر دیا۔

وہ بری طرح چونک کر ہوش و حواس کی دنیا میں آ گیا۔ اب نہ وہ ننھا بچہ تھا نہ اس کی معصوم

FAKOS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

آواز۔ بلکہ وہ اسی انداز میں کاغذ کی بے جان شے سے چپکا ہوا اپنے تن من سے انداز میں مگن رہا تھا جس طرح سے خود فرخ نے آئے رنگوں سے سجا کر سجا دیا تھا۔

خود فرخ کے ہونٹوں پر بھی بے خودی کے خیال سے تبسم جاگ اٹھا۔

وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا بیڈ تک آیا اور چاہا کہ لائٹ آف کر کے چپ چاپ آنکھیں موند لے کہ دفعتاً رخشندہ کی نیند آلود آواز ابھری۔

"ہائے۔ آپ نے کھانا تو کھایا ہی نہ ہوگا۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ مگر اس سے پہلے کہ بیڈ سے نیچے اترتی، فرخ نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔

"نہیں ــــ رہنے دو۔ مجھے بھوک بالکل نہیں ہے۔"

"کیوں؟" رخشندہ نے حیران ہو کر دریافت کیا۔ اس کی نیند بھری آنکھوں میں اچانک ہی پریشانی بھی جھانک رہی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" فرخ نے [illegible] تسلی دی۔ "حقیقت میں بھوک نہیں ہے مجھے۔"

"نہیں ــــ مجھے تو ــــ [illegible]"

"اوف ــــ" وہ بڑبڑا کر [illegible] "میں ابھی کھانا لے کر آتا ہوں۔"

وہ اسے ششدر چھوڑ کر ہوا کے [illegible] کمرے سے نکل گیا۔

رخشندہ حیرت سے بیٹھی رہ گئی۔ جب … ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی … واقعہ … سے ہی … تھی اور … میں بھی بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا … کوشش کے بھی اس کے پیچھے … تک نہ جا سکی … دماغ لگا کے وہ اس کی …

کچھ دیر بعد … واپس آ گیا۔

ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے کے علاوہ … میں … کافی بھری ہوئی تھی۔

رخشندہ آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔

"کھاؤ ــــ کھاؤ جان من! خوب کھاؤ۔ خوب بچے۔"

وہ سوچ میں آ کر زور سے ہنس پڑا۔ پھر خود ہی اصرار کر کے اسے کھلانے لگا۔ وہ حیران تو بہت تھی مگر پھر خاموش ہی رہی۔

انڈوں اور کافی سے … کے بعد فرخ نے سارے جھوٹے برتن ٹرے میں … ڈھیر کر دیے اور سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

"ابھی چلی ــــ بہت ہو چکی۔ یہ برتن صبح جائیں گے کچن میں۔ باہر غضب کی سردی ہے۔ معلوم نہیں یہ یہاں والی برسات کس موسم سے تعلق رکھتی ہے۔"

رخشندہ نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "کراچی کے موسم سے کیا ڈرنا۔ آپ دراصل اپنے علاقے کی برفانی سردیوں کو بھول گئے ہیں۔ ورنہ وہاں تو شاید سارا سال ایسا ہی ہوتا ہے۔"

فرخ نے لاپروائی سے کہا۔ "ہاں ایسا ہی ہے۔ میں ساری باتیں بھول گیا بالکل۔"

رخشندہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ "واقعی انسان جہاں رہنے لگتا ہے بعض اوقات وہیں کا ہو جاتا ہے۔ جب میں کراچی یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی تو بھول جایا کرتی تھی کہ میں شمالی علاقہ جات کی رہنے والی ہوں ــــ"

کہتے کہتے یکلخت وہ ٹھٹک گئی اور سہم کر شوہر کی صورت تکنے لگی۔

مگر وہ معلوم نہیں کس دھیان میں تھا۔ سگریٹ کا ایک گہرا کش لگا کر دھواں اگلا اور اسے نیم باز آنکھوں سے تکتا ہوا بولا۔

"اب تو ہم دونوں ہی کراچی والے ہیں۔ کیوں؟"

وہ بھی بھی نگاہوں سے اسے [illegible] معلوم وہ کیا کہنے والا تھا۔

"جواب نہیں دیا تم نے؟" اس نے سگریٹ سے سگریٹ سلگا کر دوبارہ دریافت کیا۔

رخشندہ خفیف آمیزی سے مسکرائی۔ "میرا مطلب ہے ٹھیک ہی کہا آپ نے ــــ جہاں آپ وہاں میں۔"

"ویری گڈ ــــ ویری ہائی۔" وہ … "سوچ رہا ہوں اگر تم چاہو گی تو بعد میں ہم اپنے علاقے میں بھی جا کر رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ … سے تعلق ہے۔ … آف آرٹ کہیں بھی ہم جا سکتے ہیں۔ وہاں ہماری …"

"کیوں نہیں ــــ اس میں کیا شک …" [illegible] میں ہاں ملائی۔ مگر اٹھ کر پوچھا۔

"بعد میں؟ ــــ کیا مراد ہے آپ کی؟"

فرخ اس کے … جواب میں جان آ گئی۔ ابھرتے ہوئے پوچھا۔

"سنیے نا ــــ کیا بات ہے؟ آج آپ … کیوں کر رہے ہیں؟"

"یار! میرا مطلب ہے … جب ہم … تھک جائیں گے اور … کے پرشور ہنگاموں سے تنگ آ چکے ہوں گے تو پھر ہم اپنے مرکز کی طرف دوبارہ لوٹ جائیں گے۔ ان … اونچی نیچی … میں … کی ڈھلوان چھتوں والے مکانوں میں جہاں سے زندگی کا آغاز کیا تھا ہم ــــ"

وہ کہتے کہتے تھم گیا اور سگریٹ کا آخری ٹکڑا ایش ٹرے میں ڈال کر بولا۔ "اس سے پہلے ــــ"

وہ ایک دفعہ پھر رکا۔ جھک کر اس کی پرجوش آنکھوں میں جھانک کر بولا۔ "اس سے پہلے ہم اپنی فیملی تو مکمل کر لیں۔"

"اف خدایا!" وہ جھینپ کر پیچھے ہٹ گئی۔ "آپ تو ــــ بہت ہی خراب ہیں۔"

"آپ سے کم مسز رخشندہ فرخ!" فرخ نے برجستہ کہا۔ "ہم تو فقط بقول آپ کے 'خراب' ہی ہیں مگر آپ تو دھوکے باز ہیں۔ جھوٹی ہیں، بد تمیز ہیں۔ شوہر سے 'کچھ' چھپانے والی ہیں۔"

رخشندہ ایک دفعہ پھر دل ہی دل میں ڈر گئی۔ جیسے کوئی ناخوشگوار سی لہر لوٹ آئی۔ آنکھوں میں بکھرے سوال گڈمڈ ہونے لگے۔ چہرے کی مسکراہٹ دھندلا گئی۔ چاروں طرف بکھری ان دیکھی پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو اور الوہی مہک میں تیرنے کی … کے … کی تسکین حاصل ہو گی۔ روح کی گہری گہرائیوں میں ایک حسرت کلبلائی۔

"کاش! ماضی میں بھی میں نے اپنا کردار اچھا اور بے داغ رکھا ہوتا تو آج مجھے کسی کے سامنے یوں شرمندگی نہ ہوتی۔ اپنے ہی شوہر کی خلوت گاہ میں اس کی زبان سے ادا ہونے والا ہر جملہ مجھے [illegible] کی بجائے چبھتا رہا ہوتا۔"

اچانک وال کلاک کی ٹن ٹن دور تک کمرے میں گونج گئی۔

اس کی سوچوں سے بے خبر فرخ نے شرارت بھری مسکراہٹ سے اس پر وار کیا اور [illegible] انداز میں کہا۔ "وہ جو بزرگ کہہ گئے ہیں، [illegible] ساتھ کو آنچ نہیں ہوتی، تو وہ سو فیصد درست ہے۔ کبھی میں تمہاری دیدہ دلیری پر حیران ہوں۔"

"دیدہ دلیری؟" رشنہ نے حیران ہو کر سر اٹھایا۔

"جی ہاں" فرخ نے جوش و خروش سے مسکرا کر جواب دیا۔ "[illegible] کہ ایک تو [illegible] اوپر سے سینہ زوری، [illegible] کے انجام تک پہنچا کر [illegible] بھائی کے پاس۔ وہیں [illegible] ان کے سامنے تم سے وہ دو ہاتھ ہوں گے۔"

رشنہ [illegible] سیدھی ہو بیٹھی۔ "یہ آپ ... کیا کہہ رہے ہیں آپ ... بھائی جان نے کیا کہا ہے آپ سے؟"

"یہ پوچھو کیا نہیں کہہ دیا انہوں نے [illegible]" انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ تم دونوں ہی بہت [illegible] اور [illegible] ہو [illegible] کی خبر سے [illegible] بے وقوف اور احمق ہو۔ میں یہ سب [illegible] قدر [illegible] بار بار [illegible] معاف [illegible]

"[illegible] اب بس کیجئے ... بہت ہو چکا۔" رشنہ نے بے اختیار شرمندہ ہو کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

وہ خاموش ہو کر [illegible] اس کی طرف دیکھنے لگا [illegible] چپ رہے [illegible] پھر وہ ایک گہرا سانس لے کر متانت سے بولا۔

"رشنہ! کیا تم [illegible] ہو کر بھی خوشی کی خبر سے خوش ہوئی صرف اور صرف تمہارا ہی حق ہے۔ باقی سب لاتعلق ہیں؟"

وہ جلدی سے بول پڑی۔ "میں نے کب ایسا کہا؟"

"تم نے کبھی کہا ... اگر چاہا تو ایسا ہی۔ اپنا رویہ یاد کرو ذرا۔"

وہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔ آنکھیں گیلی سی ہو گئیں۔ جب فرخ نے فوراً ہی اسے مزید ستانے کا خیال چھوڑ دیا۔ محبت آمیز اپنائیت کے ساتھ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"چلو شانت ہو جاؤ۔ میں اپنی ساری کہی باتیں واپس لیتا ہوں بلکہ جن جن جملوں سے تمہیں رنج پہنچا ہے وہ واپس لیتا ہوں۔ رشنہ! مجھے معاف کر دو۔ مجھے تم سے جو خوشی ملنے کی نوید ملی ہے، وہ معمولی نہیں ہے۔ میری تمام زندگی کا نچوڑ ہے یہ خوشخبری۔"

رشنہ کے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ڈاکٹر سلمان صاحب کی بیگم نے انہیں پوری حکایت اور اپنی کارگزاری سے آگاہ کر دیا ہے۔

وہ دوبارہ غیر معمولی نرم اور ملائم لہجے میں گویا ہوا۔ "در اصل ہم دونوں کو بھائی جان کا ممنون

احسان ہونا چاہیے جن کی توجہ اور اپنائیت نے ہمیں بھی ایک نارمل ازدواجی زندگی کی طرف لوٹایا ہے۔ ورنہ تم ہی سوچو، ہم نے کبھی اولاد نہ ہونے کے سلسلے میں کسی ڈاکٹر سے رجوع کیا ہے؟ میرا تو یہ حال ہے کہ شاید لاشعوری طور سے اس کمی کو محسوس ضرور کرتا رہا ہوں لیکن پوری طرح بھی اس محرومی کو مجھ کر بھی اقدام نہ کر سکا۔ یہ ہماری کم عقلی نہیں تو اور کیا ہے؟"

رشنہ جو سر جھکائے خجلت سے اس کی تمام باتیں سنے جا رہی تھی، اچانک اس کی طرف دیکھتے ہوئے شوخی سے بولی۔

"اب چھوڑیے بھی۔ ویسے آپ درست ہیں۔"

"بہت خوب۔" فرخ نے ترکی بہ ترکی کہا۔ "یا ڈاکٹر سلمان کی کو بھی کلام ہو گیا۔"

رشنہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی۔ "[illegible] کہتی ہے تو بھائی جان کے پاس؟"

"کیوں نہیں۔" اس نے خفگیت سے جواب دیا اور اس کی خوشی سے گئے گئے۔ "ان کے سامنے چل کر ہی [illegible] ہو گی۔"

"وہ [illegible] ہوئی۔" رشنہ مجھے بھی تمہیں ہمیشہ کسا کر ہنسنے لگی۔ "میں نے [illegible] ہی۔" "خوشخبری" کی صحت سے [illegible] ہے۔ وہاں [illegible] آپ [illegible] کو کہہ دیا۔ [illegible] اب اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ان سے [illegible] چلا جائے۔"

فرخ نے چشمے [illegible] آف [illegible]

[illegible] ہونے کی وجہ سے [illegible]

بادل [illegible] ہوئے تھے کہ بارش [illegible] ہو گئی۔ سردی کے [illegible] پچاروں [illegible] ہو کر ڈاکٹر سلمان کے [illegible]

یہاں [illegible] ایک [illegible] خبر کو [illegible] ڈاکٹر سلمان سمیت پورا گھر ڈرائنگ روم میں جمع تھا۔ سب کے [illegible] بہت [illegible] بھائی جان اور [illegible] رونے جا رہی تھیں۔ [illegible]

[illegible] اور سلمان بھی آنسوؤں سے رو رہے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نجانے [illegible] کے [illegible] تالیاں [illegible] بار بار [illegible] سے ہاتھ مل رہے تھے۔ چہرے سے [illegible] خوشی [illegible] ہو [illegible] تھا۔

ڈرائنگ روم کے دروازے [illegible] چادر [illegible] کر [illegible] رہی تھی۔

"[illegible] سعد بیٹا۔"

فرخ اور رشنہ بھی ہنستے خوش خوش آئے تھے، آتے ہی کم کر رہ گئے تھے۔

باہر بادل بھی دھواں دھار برس رہے تھے۔

بارش بیٹ بیٹ کر برسنے لگی تھی۔ ہر طرف ایک وحشت کا سا سماں تھا۔

ж●ж

اماں بی کے گھٹنوں کے جوڑ کے درد یا ان کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ ایک آنکھ دباتی تھی، آنسو [illegible] رہے تھے۔ روتے روتے آنکھیں اس حد تک [illegible] ہو چکی تھیں کہ کھولنا محال تھا۔

باورچی خانے سے نکلی اور تیز تیز قدموں سے چلی اور ایک [illegible] میں اپنے ہوئے انڈے، [illegible] کالی مرچ اور چائے کا پیالہ رکھ کر تپائی پر [illegible] واپس چلی گئی۔

اماں بی، نازیہ کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت سے بولیں۔

"دلہن بیٹی! آنکھیں کھولو۔ دیکھو دوپہر ڈھل گئی۔ بھلا کب سویا ہوا تھا۔ گھنٹوں گزر گئے تمہارے منہ میں ایک کھیل اڑ کر رزق کی نہیں گئی۔ اس طرح تو کمزوری بڑھتی چلی جائے گی۔ اٹھو بیٹھو بیٹی!"

ان کے دلگیر لہجے کا شہد قطرہ قطرہ اس کی سماعت سے ٹکرایا۔

"اماں بی......!" نازیہ ان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"اماں بی!......اماں بی اب جینے کو دل نہیں چاہتا۔"

اماں بی آبدیدہ ہو گئیں۔ پچکار کر بولیں۔ "نہ میرے چاند اس طرح نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسی باتیں پسند نہیں۔ یہ تو قانونِ قدرت ہے۔ جو اس دنیائے فانی میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن لوٹ کر اسی کے پاس جانا......"

اس نے بلک کر بات کاٹ دی۔ "مگر میری اپا کے تو جانے کے دن نہیں تھے۔"

"کیا کہہ سکتے ہیں بیٹی!" اماں بی نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر جواب دیا۔ "کسی پر بھی اس کے چاہنے والوں کے چاہنے [illegible] نہیں ہیں۔ وہ اس کی مصلحت [illegible] انسان نہیں جان سکتا۔ نہ ہی وہ اس کے کاموں میں دخل دے سکتا ہے۔ قسمت [illegible] ہر کسی کو ہر حال میں تو قبول ہی کرنا پڑتا ہے۔"

اتنے میں کرائے داری بھی آ کے [illegible] ہو گئی۔

"ارے نہ...... جانے میں تو کسی [illegible] کر کے ہو گئے۔ یہ بھلا کیا کھائیں گی اور کیا کریں گی۔" [illegible]

اماں بی ہو پھر سے نازیہ کو سمجھانے جا رہی تھیں۔ کرائے داری کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

"دیکھو اس قدر [illegible] سے بیچاری نے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔"

انہیں تو کرائے داری کی [illegible] لگ رہی تھیں مگر تھی حوصلے والی عورت۔ ادھر سے گھر کو بھی سنبھالے ہوئے تھی۔

اماں بی، فرحت، نازیہ [illegible] کے گھر لوٹے تھے اور تب سے اب تک نازیہ کے آنسو تھم رہے تھے نہ اس نے کچھ کھایا پیا تھا۔

ببلی اسکول سے واپس آ کر چھوٹے بھائی کے ساتھ ٹیوشن پر چلی گئی تھی۔ ٹیوشن پر ہی وہ ہر شام پڑھتی تھی۔ مولوی صاحب بھی وہیں آتے تھے۔

"دلہن اگر تم کھاؤ گی نہیں تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔" کرائے داری نے محبت سے اس کی پیشانی چھو کر کہا۔ پھر فوراً ہی پریشان ہو کر بولی۔

"ارے بیٹی...... دلہن کو بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔ دیکھو ماتھا کس قدر دہک رہا ہے۔"

اماں بی نے فکرمندی سے جواب دیا۔ "ہاں...... یہی تو ہم محسوس کر رہے ہیں۔ فرحت آ جائے تو دیکھتے ہیں۔"

کرائے داری آگے بڑھ کر نازیہ کا سر دبانے لگی مگر اماں بی تخت سے اٹھ کر خود ہی باورچی خانے

میں گئیں۔ دوپہر میں انہوں نے اپنے ہاتھ سے پالک کی یخنی تیار کر کے رکھ دی تھی۔ جو گرم کر کے پیالہ بھر کر وہ واپس آ کر بولیں۔

"چلو دلہن! یہ پیالہ پورا پیالہ...... ورنہ ہم ابھی ڈانٹیں گے دیکھو پیو۔"

نازیہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور جلدی سے بولی۔ "یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟"

انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہی جو تم کرانا چاہ رہی ہو۔"

نازیہ نے بے بس ہو کر پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ کرائے داری بولی۔

"ذرا رکو ہم ابھی آتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ باورچی خانے میں گئی اور گرم پانی میں انڈے دوبارہ ڈال کر گرم کیے۔ چھیلے، دھو کر تھالی میں رکھ کر جانے سے پہلے ایک اور [illegible] پلیٹ میں رکھ کر ڈال دیا اور تھالی نازیہ کے سامنے رکھ کر بولی۔ "دلہن کچھ کھا لو بیٹی۔"

دوسرا انڈا اس نے اماں بی کی طرف بڑھا دیا۔ "مجھے معلوم ہے آپ نے بھی کچھ نہیں کھایا ہے۔"

اس نے جلدی جلدی ان کی بات ٹال دی۔ نازیہ نے چونک کر اماں بی کی طرف دیکھا جنہوں نے [illegible] سر جھکا کر انڈا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔

ان کی خاطر نازیہ بھی آہستہ آہستہ کھانے لگی۔

عصر کے بعد فرحت بھی آ گئی [illegible] اس وقت تک نازیہ کے بخار میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ رونے کی بجائے [illegible] گئی۔ اپنے بچوں کا شور سن کر بھی کچھ نہیں بولی۔ مسلسل اپنے [illegible] کی شادی میں کی گئی تھی اس لئے گھر میں تمام دن سناٹا رہا تھا۔

اماں بی نے فرحت [illegible] کی ضرورت ہے۔ دیکھو کس قدر بخار میں پھنک رہی ہے۔

فرحت نے نبض دیکھی۔ [illegible] ہاتھ کو [illegible] سے گرم پا کر پھر چیک کیا۔ بخار بھی تیز تھا۔

"اماں آپ فکر نہ کریں...... میں ڈاکٹر صاحب کو لے کر آتی ہوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ چلی جاتی نازیہ نے اس کی آستین پکڑ لی اور بلک کر بولی۔

"ڈاکٹر کو نہیں...... میری اپا کو بلا دیجئے۔"

جب سے وہ اپا کو اس حال میں اتری تھی۔ اس کی فریاد کہاں [illegible] سے بولی تھی۔ اس کی فریاد کہاں آواز گھر میں ہر جگہ گھوم گئی۔ ایک لمحے کے لئے سب سناٹے میں آ گئے اور ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔

پھر اماں بی آگے بڑھیں اور اسے گلے سے چمٹا کر خود بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"اماں بی!...... میری اپا...... اماں بی!...... میری اپا۔"

سسکیوں، ہچکیوں کے درمیان وہ رک رک کر فریاد کر رہی تھی۔ اس کے سینے میں غم و اندوہ کا ایک جہان ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ سگی ماں جائی سے بچھڑ جانے کا درد جدائی خون کے آنسو رلا رہا تھا۔ اس وقت اشکوں کے سیلاب میں اس کی ہستی تنکے کی طرح بے جان بہی جا رہی تھی۔

فرحت کی آنکھیں بھی ضبط کی کوشش میں سرخ ہو گئیں۔ نازیہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی

تھی۔ روتے روتے بے حال ہو گئی مگر قرار کسی پہلو نہ تھا۔

کرائے دارنی نے اپنے آنسو خشک کیے اور دونوں ساس بہو کے درمیان حائل ہو کر بولی۔

"صبر کرو دلہن! اس کے سوا بندہ بشر کیا کر سکتا ہے؟ اپنے ساتھ تم آپا کو بھی ہلکان کر رہی ہو۔ ان کے بڑھاپے کا دم ہے۔ خیال رکھو ان کا۔"

نازیہ کو تو جیسے آنسوؤں میں [illegible] ہو گی۔

کرائے دارنی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً دوسری ترکیب آزما ڈالی۔

"اپنے معصوم بچوں کا منہ دیکھو۔ کیسے پریشان ہو کر تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ اگر اپنا نہیں تو ان کا ہی دھیان کرو۔ ایک تمہارے پڑ جانے سے پورا گھر الٹ جاتا ہے۔ نہ کوئی پکانے ریندھنے والا ہے نہ دیکھ بھال کرنے والا۔ اگر تمہی حوصلہ نہ کرو گی تو بے چارہ اکیلا فرحت کون کون سی ذمہ داری اٹھائے گا؟ تمہارے سوا ان لوگوں کا کون ہے؟"

اس نے سمجھا بجھا کر ساس بہو کو علیحدہ کیا اور ہاتھ پکڑ کر نازیہ کو دوسرے کمرے میں لے آئی۔

نازیہ بھی روتے روتے نڈھال ہو چکی تھی۔ تھکے ہارے [illegible] ہو گئی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ فرحت ڈاکٹر صاحب کو لے کر آ گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے [illegible] کی۔ فرحت [illegible] تو اماں بی بچوں کو [illegible] کے پاس بیٹھی اس کا سر دبا رہی تھیں اور [illegible] آواز میں اس کے ساتھ [illegible] رہی تھی۔

[illegible] میں [illegible] کی گئی [illegible] چھوڑ گئی تھی۔ [illegible] اور دیکھ بھال کے لیے کرائے دارنی [illegible] اس وقت فرصت ہی فرصت تھی۔

وہ دیر تک نازیہ کے پاس موجود رہی۔ [illegible] وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آئی تو اماں بی کے پاس [illegible] بیٹھے تھے۔ [illegible] مصروف ہو گئے تھے۔ [illegible] گھر کے کام کاج [illegible] گھوم رہی تھی۔ نازیہ کی طبیعت کے پیش نظر اماں بی نے [illegible] کے لیے [illegible] لیا تھا۔ وہ خوشی [illegible] گئی۔

اماں بی جانتی تھیں کہ اس مشکل وقت میں بیٹی سے [illegible] ہے۔ یوں بھی وہ گھر میں [illegible] بیٹھی کب تھی۔

⌘●⌘

مکمل ہے آگہی حقیقت کی، انتقال کے بعد
میں زندگی تجھے سمجھا رہا ہوں، دیکھ بھال کے بعد
تری جدائی کے صدمے نے کر دیا پاگل
رہا ملال نہ کوئی ترے ملال کے بعد
پھر اس کی آنکھیں ندامت کے اشک لے ڈوبے
دل جاؤ سے اٹھتے ہوئے سوال کے بعد

وہ ایک بڑی سی قیمتی چادر کے بدلے میں اس جہان رنگ و بو میں آئی۔ وہ وقت اپنی خاص اور

[illegible] کسی کو بھی اس کا خیال نہ آیا اور رات کی [illegible] ضروری تھی۔

رات گزری، سارا دن بیت گیا مگر کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی اسے نہ دیکھا۔ وہ بھی تو بے سدھ پڑی رہی۔

صدمے کے آخری دیدار کے وقت حویلی کے درو دیوار بھی سسکیاں بھر بھر کر سرِ عام رو رہے تھے۔ علاوہ شفقت اور شگوفہ کے کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہو۔ ڈولی کیا اٹھی، موجود لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ حویلی بھر میں کہرام مچ گیا۔ زمانی بیگم نے یہ خیال کیے بغیر کہ اس کے پیچھے والے کس قدر حیران ہوں گے یہ سوچ کر کہ نہ معلوم ان کی بیٹی اپنی سسرال میں کتنی تنگ اور بے قدری کی وجہ رہی ہو گی، رو رو کر اس سے معافیاں مانگی تھیں۔ اپنا کیا دھرا چلا چلا کر سرِ عام بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کیا تھا۔

جب انسانوں سے بھری پری ہونے کے باوجود حویلی سونی ہو گئی ——— جب بارات واپس چلی گئی اور دلہن رخصت ہو گئی۔ مہمان [illegible] اور شور و غوغا سرد پڑ گیا تو رات کالی سے کالی اور تنہا سے تنہا ہوتی چلی گئی۔

اپنی خواب گاہ کی جانب جاتے ذاکر پھوپھی سرور جہاں کے پاس رکتا دیکھ کر بے خبر پڑا تھا۔ [illegible] کے انجکشن کے زیرِ اثر وہ ہر خیال سے غافل پڑا تھا۔

سرور باجی سوتی جاگتی کیفیت میں تھیں۔ [illegible] آہستہ آہستہ ان کا سر دبائے جا رہی تھیں۔ اچانک کسی خاص خیال کے تحت [illegible] آنکھیں کھولیں اور گھبرا کر پھولن کو مخاطب کیا۔

"ارے بوا! ذاکر کی بیٹی کہاں ہے؟ [illegible] دن بھر اس کم نصیب نو مولود کا کسی سے ذکر نہیں سنا۔"

پھولن بوا [illegible] آہ بھر کے [illegible] بیگم صاحبہ [illegible] دلہن صاحبہ کے جہانی صدمے نے دل و دماغ اپنے پیار کے کرب سے چور چور کر دیا۔

"ارے بوا! جلدی سے کوئی خیر خبر لو۔" باجی کپکپاتی ہوئی اپنے ہی زور میں اٹھ کر بیٹھ گئیں اور ماتھے پہ ہاتھ مار کر [illegible] [illegible] ماری۔ [illegible] بچے کی زندگی تو جیسے بھول گئی۔ ابھی وہ [illegible] کے انجکشن کب تک سہارا دیں گے؟"

پھولن بوا نے پھر گھٹنے سے اتر کر [illegible] چپ چاپ [illegible] کے اور پھر باجی کو [illegible] چھوڑ کر باہر آ گئیں۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ [illegible] قدم [illegible] آئیں اور قدرے [illegible] آواز میں بتایا۔

"بیگم! وہاں تو کسی کو بھی صاحبزادی کی خبر نہیں۔ چھی بیگم کو رُلا دے کر [illegible] آیا ہے اور وہ صدمے کی حالت میں پڑی ہیں۔ بڑی بیگم صاحبہ غافل ہیں۔ بہت صدمہ لیا ہے انہوں نے۔ [illegible] بھی [illegible] رہی ہیں۔ صاحبزادی سے وہ بھی لاعلم ہے۔ جانے کہاں گئی ہوتی ننھی شہزادی۔" بوا گھڑی گھڑی ہاتھ ملنے لگیں۔

سرور باجی بھی ہول گئیں۔ نام دل کڑا کر کے انہیں ڈانٹا۔

"کیا ہذیان بک رہی ہو بوا! ——— اے وہ مت جاؤ۔ ذاکر کی چچی اماں اور خالہ جان کے کمروں میں خوب اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھ کر آؤ۔ مگر جاؤ گرم زبان سے پوچھنا مت۔"

تمہاری جیتنجی سے وہ بے چاری مجھ جائیں گی۔ بچی خود سے نڈھال اور بے حال ہو رہی ہیں۔

بوا کو بھی طرح سمجھا کر بھیجنے کے بعد ہادی کے اپنے دل میں بری طرح وسوسے پیدا ہونے لگے۔ وہ بیٹھے بیٹھے لگ گئے۔ وہ دل ہی دل کی گہرائیوں سے بچی کی سلامتی کے لیے دعا گو تھیں۔

بوا کی واپسی سے پہلے ہی دروازہ ہلکا سا بج اٹھا۔ آہٹ پر ہادی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تانیا اکھڑی اکھڑی ہوئی اندر داخل ہو رہی تھی۔ تانیا کے پیچھے پیچھے بھون بوا بھی ایک دفعہ خفگی سے کپکپاتی آئیں۔ دبی آواز میں اطلاع دی۔

"بیگم صاحبہ! بچی بیٹا ہانی خالہ کے پاس کہیں بھی نہیں ہیں۔"

"یا اللہ خیر ۔۔۔" ہادی کلیجہ تھام کر رہ گئیں۔

"کون پھوپھی جان؟ ۔۔۔ کس کا پوچھ رہی ہیں آپ؟" تانیا نے فاخر کی طرف جاتے ہوئے رک کر دریافت کیا۔

سرور ہادی نے اس کی طرف شبہ بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "فاخر کی بچی کو، کہاں تم نے رکھیں؟"

"وہ ۔۔۔ میرے پاس ہے۔" تانیا نے فوراً جواب دیا۔

"الٰہی تیرا شکر ہے۔ احسان ہے مولا۔" [illegible] بے اختیار نکلا۔

"شکر ہے آپ نے فوراً ہی ہاتھ کر لیا [illegible]۔" [illegible] عورتوں کا ہجوم [illegible] بچی جان کو نکال لاتا۔ وقت بھی تو کیسا [illegible] تھا۔ ہائے پھوپھی جان گیا قدرت نے ایک انمول ہیرا ہماری جھولی [illegible] لیا۔ ہائے آنکھیں سوال کر رہی ہیں اس سوال صورت کو، جس نے ابھی [illegible] ۔۔۔ مگر انہوں نے اسے کوئی تسلی نہ دی۔

وہ بہت بہت رونے لگی۔ سرور ہادی اور بھون بوا بھی دلگرفتہ تھیں۔ سعدیہ کی باتیں سن کر دل رو رہا تھا۔

[illegible] ہادی کی حیرت [illegible] ایک [illegible] کی جو یہ کر رہی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ مگر اس وقت وہ احساس سے بے نیاز لگ رہی تھی۔ ایک ملال اس کی روح کو دیمک کی طرح چاٹے جا رہا تھا کہ وہ اپنی شکستہ روح کے کسی کام آ سکی تھی۔ جس نے قدم قدم پر اسے سہارے دیے تھے۔ بہر طور پر اپنے اس کی زندگی کی تھی۔ اپنے ساتھ کی ہوئی زیادتیاں وہ کسی صورت فراموش نہ کر پا رہی تھی۔

کچھ دیر کے بعد بے قراری کم ہوئی تو آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ "پتہ ہے بوا گوکہ انسان بھی آج رو رہا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو رو نہ رہی ہو۔ مگر پھوپھی جان! ابا جان نے کہ شگفتہ بھابی جان اور شگوفہ نے ایک آنسو بھی بہایا ہو۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ دونوں خوشی اور طمانیت سے نہال ہوئی جا رہی ہوں۔"

سرور ہادی نے فوراً اسے ٹوک دیا۔ "ایسے نہ کہو بیٹا خدا کے آگے توبہ کرو۔"

تانیا تنک کر بولی۔ "مجھے کیوں؟ خدا کے آگے توبہ تو ان بڑے بول بولنے والیوں کو کرنی چاہیے جو علی الاعلان دوسروں پر تہمتیں رکھتی پھرتی ہیں۔ اس کے باوجود ڈھٹائی کا عالم دیکھیے کہ ذرا سی بھی ندامت نہیں تھی۔"

سرور ہادی نے اکھڑ کر پوچھا۔ "کھل کر بتاؤ۔ پہیلیاں مت بھجواؤ۔ کیا ہوا شگفتہ اور شگوفہ نے؟"

تانیا غصے کی شدت سے ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "آپ کو کیا معلوم اس وقت آپ تھیں ہی کہاں۔ سارے گھر کی عورتوں کے سامنے شگفتہ بھابی نے زور زور سے کہا تھا "مرنے والے مر گئے کس کی خاطر اور زخمی ہونے والے ہسپتالوں میں پڑے ہیں کس کی وجہ سے؟ وہی جو خاندان میں باہر سے لائی گئی اور جس نے ہمارے خاندانی عزت کو داغ لگایا۔ ہائے ہم تو گویا میں لٹ گئی۔ اس نے میرا سہاگ اجاڑ لیا۔" ۔۔۔ اور جب بچی جان نے پوچھا کہ یہ سب کس کے لیے کہہ رہی ہو؟ تو انہوں نے سعدیہ کی طرف صاف صاف اشارہ کر کے جواب دیا۔ "اس کے لیے کہہ رہی ہوں۔ اس کے لیے جس کے عاشقوں کو پکڑنے کے لیے دونوں بھائی مرولی کے جنگل میں مارے گئے۔" ۔۔۔

ہائے پھوپھی جان! کچھ مت پوچھئے کہ سعدیہ کا کیا حال ہوا؟ لگتا تھا جیسے اس کا سارا خون نچوڑ لیا گیا۔ ہائے اللہ! بے غیرت منہ کی ہو کر وہ ہونٹ بند ۔۔۔ مرکر دکھا دیا یہاں کے پتھر دل لوگوں کو۔"

سرور ہادی سکتے کے عالم میں منہ کھولے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے۔ غصے سے بھڑک کر پوچھا۔

"ہوں ۔۔۔ اور ہادی کہاں تھیں اس وقت؟"

"آپ کو تو معلوم نہیں۔" تانیا نے [illegible] جواب دیا۔ "امی جان بذات خود موجود تھیں وہاں۔ قریبات [illegible] سب کچھ ہو رہا [illegible]۔"

"لطف خدا کا۔" سرور ہادی نے [illegible] مارے [illegible] کے دل پر [illegible] [illegible] ہوئی جان کی بات کی جان تھی موت سے لڑائی کی اور کسی کو بھی کانوں کان خبر نہیں۔ [illegible] کے آنسو بہا کر رکھا رہی تھیں۔

ایسے لوگوں سے بڑا نہ ہے [illegible] انہوں نے قتل کیا ہے کسی کی موت مار رہے ہیں ۔۔۔ وہ تو معصوم تھی مظلوم کی شہید ہوئی۔ حشر کے دن کیا منہ لے کر جائیں گی اس کے سامنے۔ [illegible] اب مرنے جیسے حساب مانگی جس میں اپنی موت یاد ہے [illegible] ۔۔۔ [illegible]"

مارے رنج اور صدمے کے زبان ان کے منہ سے نکل رہا تھا۔ ایک دم وہ ٹھٹک کر فاخر کی طرف دیکھنے لگیں۔ جو جانے کب سے نگاہیں اٹھائے ان دونوں کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ ہادی اور تانیا کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا تیر تو کمان سے نکل چکا تھا۔ فاخر اس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف سن چکا تھا۔

سرور ہادی بھی اس کی کیفیت سے واقف ہوئی تھیں۔ بیوی کے تمام آخری کام وہ چپ چاپ دیکھتا رہا تھا۔ میت اٹھتے وقت بھی اس کی آنکھوں اور ہونٹوں سے ایک جامد چپ جھلکتی رہی تھی۔ وہ قبرستان تک سب کے ہمراہ تھا لیکن چپ کی وہ مہر اس وقت یکلخت ٹوٹ گئی جب سعدیہ کو لحد میں اتارا جا رہا تھا۔ بہت سارے لوگوں کی گرفت سے نکل نکل گیا تھا۔ پاگلوں کی طرح قبر کی مٹی مٹھیاں بھر بھر کے اس نے اپنے سر پر ڈالی تھی۔

تانیا جلدی سے اس کے قریب جا کر نرمی سے بولی۔ "فیڈ پوری کر لی؟ اب طبیعت کیسی ہے؟"

خلاف عادت فاخر اس کی بات کا جواب دیے بغیر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے سنو تو ۔۔۔ کہاں چل دیے؟" وہ آگے بڑھ کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE LIBRARY

فاخر نے سرخ سرخ آنکھوں سے گھور کر اسے دیکھا اور ہاتھ جھٹک کر دروازے کی طرف بڑھ
چلا گیا۔ چاچا بوکھلا کر اس کے پیچھے لپکا مگر سرور ہاشی نے کچھ سوچ کر اسے روک دیا۔
”ادھر آ جاؤ چاچا اس کا تعاقب مت کرو۔ زیادہ بگڑ جائے گا۔“
وہ پریشان ہو کر بولی۔ ”کہیں شگفتہ بھابی کی طرف نہ چلے جائیں۔“
”سٹھیا گئی ہو کیا؟“ سرور ہاشی نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔ ”ہمارے گھر کی یہ روایات نہیں ہیں کہ مرد عورت ذات کے حق میں لگے۔ خواہ دل پر برچھیاں کیوں نہ چل جائیں۔ زمانی بیگم اور شگفتہ سے تو ہم نمٹ لیں گے۔ کاش اسی دن ہمارے سامنے وہ ایسی خرافات بکتی تو ہم اسی وقت اس کی دھجیاں اڑا دیتے۔“

✖●✖

وہ دن گیا.... اور پھر دوسرے دن آئے اور گئے مگر فاخر کبھی پلٹ کر حویلی نہ آیا۔
سب تڑپ کر رہ گئے اور دعا گو ہو گئے۔
ابا میاں نے کہاں کہاں نہ تلاش کرایا اسے۔ مگر اس کی خبر کہیں سے نہ ملی۔ اور دن پورے ہونے لگے۔ سرور ہاشی کا یہ حال تھا کہ

اڑتے اڑتے آس کا پنچھی دور افق میں ڈوب گیا
روتے روتے بیٹھ گئی آواز کسی سودائی کی

حقیقت کے بعد ڈھنگ سے وہ جانتا تھا صرف [illegible] اگر جو سعدیہ انجانے میں [illegible] حویلی میں جھک کر آہ و زاری اور دعاؤں [illegible] سعدیہ کی ناگہانی موت اور فاخر کی گمشدگی نے حویلی کے مکینوں کو [illegible] شگفتہ کے ..... ان کی صحت اور خیالات پر کوئی فرق نہ پڑا تھا۔

Famous Urdu Novels

کچھ عرصے بعد سب نے دیکھا زمانی بیگم پوتی کو گود میں لیے بیٹھی ہیں۔ اسی سعدیہ کی بیٹی کو حویلی میں آنے کے بعد جس کی صورت بھی دیکھی نہ [illegible] سعدیہ کی زبان سے [illegible] ہونے والا نام وہ [illegible] ”آپی فاخر“ [illegible] بھی تھی۔ وہ اسے دیکھ دیکھ کر جیتی رہتی تھیں۔ اس کے معمولی ترین رونے سے تڑپ جاتیں۔ اس کی پرورش پوری توجہ اور جانفشانی سے کر رہی تھیں۔ انہیں اس کی صورت میں فاخر اور سعدیہ ایک وقت ساتھ ساتھ نظر آتے تھے۔

شگفتہ کے سعدیہ کے لئے کئے گئے جملوں کو دہرا دہرا کر سرور ہاشی کی زبردست جھڑپ ہوئی تھی۔ انہوں نے انجان بننے کا ڈرامہ رچا رکھا تھا [illegible] سعدیہ کے بچے والے واقعے [illegible] روانہ ہوئے، انہوں نے [illegible] حسین صاحب کو بتا کر سب کے درمیان شگفتہ کی سعدیہ کو کی گئی الزام تراشیاں سنا ڈالی تھیں۔ حالانکہ اس روز فاخر کو غائب ہوئے دوسرا دن تھا جو ہم اپنے علاقے میں تلاش کرنے کے بعد ابا میاں نے اس خیال سے کہ کہیں فرحت کے ساتھ نہ چلا گیا ہو، ایک آدمی ان کے پیچھے روانہ کر دیا تھا اور زیادہ فکرمند بھی نہیں ہوئے تھے۔

بہر حال فاخر کی پریشانی کے باوجود سرور ہاشی نے ٹھیک ٹھاک ہنگامہ کر ڈالا۔ گو کہ کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ کیونکہ زمانی بیگم نے گہری خاموشی اختیار کئے رکھی۔ مگر یہ ہے کہ سرور ہاشی نے اپنے دل کا غبار خوب نکالا اور باپ سے بھی زوردار جھاڑ پڑوائی۔ شگفتہ نے وقتی طور پر پسپائی اختیار کر لی۔

اب رونے کے بہانے تو کمرہ ہی چھوڑ چکے تھے۔ کوئی غم منانے تک کی فرصت نہ نکلی۔ ان کے باپ اور پھوپھی کی بیماری [illegible] سے چپ چاپ تکتی رہیں۔ باقی رہیں زمانی بیگم تو وہ بھی اور ہی جوش میں تھیں۔ کسی بات پر بیمار کو انہوں نے توجہ نہ دی [illegible] اپنی طرف سے دخل در معقولات کیا۔ ان کی مسلسل خاموشی اور ایک جامد سکوت نے معاملہ طویل ہونے سے بچا لیا اور سرور ہاشی بھی بک جھک کر بالآخر خاموش ہو گئیں۔ ان کی بھڑاس خوب نکل گئی۔

اس واقعے کے فوراً بعد فاخر کی گمشدگی ایک اٹل حقیقت بن کر سامنے آ گئی۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ سب کی مایوسی میں اضافہ ہوتا گیا۔ زمانی بیگم نے تو پھر بھی اپنے آپ کو پوتی سے بہلانا شروع کر دیا تھا مگر سرور ہاشی بے چاری بھری بھری سی کی طرح [illegible] اب جاڑوں کی بھی اداس راتیں ہوتیں۔ گرمی کی سنسان [illegible] وہ ہر وقت [illegible] میں مصروف رہتیں۔ جاڑے کے اداس [illegible] مغفرت اور گمشدہ پیاری [illegible] کی سلامتی اور صحت کی دعائیں [illegible] زبان پر جاری رہتیں۔ ایک [illegible] ان کے ساتھ ساتھ رہتی تھیں۔

سعدیہ کے بعد سے وہ سرور ہاشی کی ملازمہ خاص بنتی چلی گئی۔ کچھ عرصہ بعد ہاشی نے انہیں ان کی کوٹھری کی جائے [illegible] طرف کے [illegible] سعدیہ کو یاد کرتی تھیں [illegible] اور تلاوت کلام پاک میں مصروف [illegible] تھیں۔ [illegible] آواز [illegible]

شاکر بھائی صاحب کے انتقال کے [illegible] ابا میاں [illegible] کر رہ گئی تھیں۔
جب تک [illegible] حسین صاحب [illegible] اپنے آپ کو سنبھالے رہے اور ہر طرف [illegible] فاخر کی تلاش [illegible] حویلی کے [illegible] سعدیہ کی [illegible] چھوڑ بیٹھے۔ [illegible] شاکر، فاخر کے بچوں کی طرف منتقل ہونے لگی۔

خصوصاً [illegible] میں [illegible] بیگم کے پاس [illegible] شاکر بھائی کے تینوں بچے [illegible] اور ان کے [illegible] ہاتھ [illegible] کرتے۔

زمانی بیگم کو سعدیہ کے آخری الفاظ جو اس نے فاخر سے کہے، خوب یاد تھے۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے اس کی بیٹی کا نام ”آپی“ رکھا تھا۔

شاکر بھائی صاحب کے آگے جو کچھ اس نے کہا تھا، وہ معاملہ پوری طرح واضح نہ ہونے کے باوجود انہوں نے ابا میاں سے کچھ تحقیقات کرنے پر اصرار کیا تھا مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا اور بات بے معنی ہو گئی۔

دونوں لڑکوں کی غیر موجودگی نے حویلی کے بیرونی معاملات بہت الجھا ڈالے تھے۔ ابا میاں اندر سے ایسے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے تھے کہ زمینوں سے انہیں کوئی خاص دلچسپی نہ رہی تھی۔ بچی جان کے [illegible] کے باوجود حویلی سے بس برائے نام ہی باہر نکلتے تھے۔ لہٰذا کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے چاچا کی ساس وزیر بیگم سے اس مسئلے میں مشورہ کیا۔ اس طرح ایک حتمی فیصلے کے بعد ابا میاں کے اکلوتے داماد طاہر بیگ اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ چند دن کے لئے اس حویلی میں آن بسے اور

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

یا انجام کی ذلالت سے بے خبر رہا ہے ہوا۔

طاہر بیگ نے آتے ہی زمینوں کا بیرونی انتظام سنبھال لیا اور ابا میاں کو بڑی تقویت کا احساس ہوا۔ حویلی کے اردگرد جو لوگ کھانے کو آ رہے تھے، دانیا اور طاہر کے بچوں کی موجودگی سے ان کی بے پناہ وحشت اور ویرانی میں کمی آ گئی۔

بیٹے کی حویلی میں آ بسنے کے ایک ڈیڑھ ماہ بعد ہی دانیا کے ہاں پھر ولادت ہوئی اور قسمت کی بات ملاحظہ ہو کہ اس بار، جبکہ اپنی اپنی جگہ میں کسی کو دھیان تھا نہ شمار تو خدائے بزرگ و برتر نے اس کی جھولی میں ایک صحت مند اور پیارا سا چاند بیٹے کی سوغات ڈال دی۔

بیٹا گود میں لے کر دانیا پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ آج اسے سعدیہ بے حد و حساب یاد آئی۔ اس کی مرحوم ماں، دعائیں، منتیں، تسلیاں، دلاسے، بات بات پر وہ خلوص دل سے سمجھاتا۔

اپنے اس لاڈلے کا نام دانیا نے بڑے چاؤ سے مرحوم بھائی کے نام سے ملا کر "سعد" [illegible] نے [illegible] کیا۔

[illegible]

ابا میاں [illegible] تھے۔ بچے [illegible] بھائی کے [illegible]

دانیا کی [illegible] گئی تھی [illegible] ڈال دی تھی۔ [illegible] کے ساتھ [illegible]

[illegible]

ایک [illegible] حویلی کے [illegible] کی [illegible] میں [illegible] آنکھوں میں [illegible] ہو چکا تھا۔

ٹھیک اسی طرح [illegible] کے درمیان [illegible] کی طرح [illegible] میں [illegible] ایک [illegible] جانے کے [illegible] سب [illegible] ذلالت اور [illegible] تھے گی۔

کبھی [illegible] جاتیں۔ کبھی ابا میاں [illegible] لیتے۔

آنکھوں [illegible] دانیا [illegible] میں [illegible] رہتی۔ [illegible] بیٹیاں تو [illegible] رہیں۔ [illegible] نے سعد پر بھی اسی کو فوقیت دیتی نظر آتی۔

اور جب کبھی [illegible] جہاں نشست گاہ میں آ جاتیں تو پھر آنے کے [illegible] دیکھنے والے ہوتے۔ مگر [illegible] ہے کہ کبھی کسی دوسرے بچے نے معمولی ترین احتجاج یا اعتراض بھی کیا ہو۔ کیونکہ ــــ وہ سب کے سب بھی تو اسی "پری جمال" پر عاشق رہتے تھے۔

***

کتنے [illegible] ہوں [illegible] ہے تو
میں تجھے سوچ بھی نہیں سکتا
اتنا بے بس ہوں، تیری سوچ کو میں
ذہن سے نوچ بھی نہیں سکتا

اداس شام پر گہرا وحشت کا [illegible] کی مانند پھیلتا جا رہا تھا۔

شہر میں کئی دنوں سے کوئٹہ کی برفیلی ہواؤں نے ادھم مچا رکھا تھا۔ ان کے اونچے اونچے پہاڑ درختوں سے بے حال [illegible] گزر رہے تھے۔

نازش اسی کمرے کی بالکونی میں کھڑی باہر دیکھ رہی تھی، جو کبھی [illegible] میں سعدیہ اور فاخر کے تصرف میں رہا تھا۔ اب اس کے [illegible] آج اسے سعدیہ [illegible] یاد آ رہی تھی۔ جس روز سے اس کے مر جانے کے صدمے سے [illegible] کی آج کے [illegible] ہر گز نہیں [illegible] ہو سکتی ہے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے اونچی اونچی [illegible] آسمانوں کی وسعت میں ایک [illegible] جس کے [illegible] آسمانوں پر [illegible] تھے۔

خوبصورت [illegible] کی سرخی [illegible] ہوئی زمیں شہر کے بے پناہ [illegible] اور [illegible] سکوت کی [illegible] میں [illegible] کر رہے تھے۔

وہ خالی الذہنی کے انداز میں [illegible] کی طرف دیکھے جا رہی تھی، جہاں سے سعدیہ [illegible] جس پر وہ دونوں [illegible] وقت [illegible] ادھر ادھر کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ اس کے [illegible] شفاف پانی [illegible] کو موتیوں کی طرح [illegible] جس کی اونچی اونچی [illegible] اطراف پر [illegible] نظر آتی [illegible] سعدیہ تھی۔ وہ [illegible] سے [illegible] جا سکی تھی۔

نازش معلوم نہیں کب تک خیالات کی وادیوں میں بھٹکتی رہتی کہ چونک کر حال کی دنیا میں لوٹ آنا پڑا۔

[illegible] پر [illegible] نے دوڑ کر پھاٹک کھول دیا۔ آگے پیچھے دو گاڑیاں سرعت سے اندر داخل ہو گئیں۔ نازش نے جھک کر غور سے دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لے کر [illegible] ہو گئی۔

ڈاکٹر [illegible] کے علاوہ دوسری گاڑی [illegible] کی تھی جس میں رخشندہ بھی بیٹھی نظر آ رہی تھی۔ رخشندہ نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تھا مگر وہ ویسے ہی بالکونی میں کھڑی رہی۔ اندر کر [illegible] کی [illegible] بے حسی طاری تھی۔

تھوڑی دیر میں زینوں پر آہٹ جاگی اور اس کے پیچھے سے رخشندہ [illegible] برآمد ہوئی۔ آتے ہی اسے [illegible] کر لیا۔

"لو ہو ــــ [illegible] صاحبہ یہاں مراقبے میں کھڑی ہیں۔ چلو بھی اب نیچے چلو۔ یہاں کیا رکھا ہے سوائے ٹھنڈی ٹھار ہواؤں کے۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ہاذش نے ایک گہرا سانس لے کر اداسی سے جواب دیا۔

"نہیں رشتہ! نہیں...... سارا دن وہیں تو رہتی ہوں۔ ابھی میں نہیں جا رہی بیٹے۔ بھائی جان سے تم کوئی بہانہ کر دو جا کر۔"

رشتہ دو آنکھیں پھاڑ کر بولی: "اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے اپنے پاس سے بھگا رہی ہو۔"

اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔ "یہ تمہارے دماغ کا فتور ہے۔ بھگا تو نہیں رہی ہوں بلکہ عرض کر رہی ہوں کہ میں ابھی نیچے نہیں جا رہی۔"

"اور وہ جو تمہارے دو دو بھائی صاحبان آئے ہیں، ماہ دولت آئی ہوں، کیا ان کی خاطر تواضع نہ کرو گی؟"

ہاذش نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔ "بھئی تم بھی کیوں نہیں ان بھائی جان کے پاس کے لیے... اور پھر... اور پھوپھو بابا بھی تو موجود ہیں۔ میری جان کو چھوڑ دو نا۔"

رشتہ نے اس کی ناک پکڑ کر ہلا دی اور شوخی سے بولی۔ "تمہاری کمی سے بھائی جان ہو گئی ہیں... بس... اس وقت تو تمہیں معاف کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کسی خاص مشورے کے لیے تشریف لائے ہیں... تمہیں اتفاق کرو گی۔"

ہاذش نے اسے مشکوک ہو کر دیکھا... "کیا مشورہ ہے...... کہیں پھر کوئی فتنہ تو نہیں جگا لیا گھر میں۔"

"فتنہ کیا؟" رشتہ اس کی بات پر جلدی جلدی کہنے لگی۔ "ہم دونوں نے سوچا ہے کہ تمہارے پاس آ جائیں۔"

ہاذش نے [illegible]

"ہاں...... ہاں۔" اس نے خوشی سے منہ لال کر کے جواب دیا۔ "وہاں بھی تو ہم رہنے کے قابل ہیں۔ یہاں ڈاکٹر اور مریض کی کوئی کمی تو نہیں ہے... ڈاکٹر صاحب کی آمد ہی سے ہم نے ... بہت آسانی ہو جائے گی۔ وہاں اکیلی ہی رہتی ہوں۔ اور پھر آج کل ویسے بھی وہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔" "آخری بات ہے، وہ تو ضرور آؤ گی۔"

ہاذش نے اسے پیچھے سے گھورا اور نرمی سے ... اس کی آنکھوں میں چمکیں ڈال کر بیکار پر ٹھہرا۔

"ہوں...... تو یہ بات ہے۔ چلو خیر، ہمیں انکار ہے۔"

رشتہ نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر اسے گلے لگا لیا اور آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر کر نیچے چلی گئی۔ اس وقت وہ بہت خوش تھی۔ ہاذش اسے سوچتی ہوئی نظروں سے بغور دیکھتی رہی... آنکھوں کے آگے وہ کرسیوں کا سراپا لہراتے جا رہا تھا...... رشتہ کی ہنسی سے اس کی ہنسی یاد آ رہی تھی۔ اور اب اس کی ہی بات سے وہ بھی سونے پر سہاگہ ہو گیا تھا۔

رشتہ کے جانے کے بعد وہ دوبارہ باہر کی طرف متوجہ ہو گئی اور اختر وہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی... بے بجھنے کا وقت ہو گیا تھا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی پھول بابا نے باہر کی لائٹس جلا دی تھیں اور اب ہر جگہ اجالے سر سراتے نظر آنے لگے تھے۔

کسی طرح ملنے آ جانے والے کے خیال سے پھول بابا نے بڑے گیٹ کی چھوٹی کھڑکی کو کنڈا لگا

چھوڑ کر اس پر ایک تسلط بچھا لیا اور مغرب کی نماز پڑھنے کے لیے نیت باندھ لی۔

ہاذش بھی چونک کر اپنے الٹے سیدھے خیالات کی یلغار سے باہر نکل آئی اور چاہا کہ نماز کی ادائیگی کے لیے بالکونی سے ہٹ جائے کہ اچانک اس کی نگاہیں ایک عجیب و غریب منظر پر ٹھٹک کر ٹھہر گئیں۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کھلی کھڑکی سے ایک ہیولا اندر داخل ہوا۔ چند لمحے کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر اس کی نظروں کا مرکز شاید نماز پڑھنے والے پھول بابا بن گئے۔ کیونکہ وہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔

ہاذش کا دل سینے میں زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کیونکہ آنے والا ٹھیک پھول بابا کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جبکہ بابا بے چارے بے خبر تھے۔

اچانک ہاذش کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

کون ہے یہ قزاق؟" اس نے کھڑے کھڑے ہوئے ہولے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔

اب وہ اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے جھول رہا تھا۔ پلک جھپکتے ہاذش نے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ یہاں سے گھوم کر آنے والا گول زینہ جس پر کسی کی موجودگی کا پتہ نہ تھا۔

"بھائی جان!...... بھائی جان......" وہ [illegible] کی طرف لپکتے ہوئے چلائی۔ "باہر قزاق بھائی کھڑے ہیں۔ پھول بابا بھی وہیں ہیں کی طرف آگے بڑھے ہیں۔"

وہ قریب پہنچ کر زمین پر گرنے سے بچی... پھول بابا سلام پھیر چکے تھے۔ اور سب آگے پیچھے دوڑتے آ رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا [illegible] ہاذش کی طرف بڑھ کر ہاتھ رکھ دیا اور بہت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"سعدیہ!...... تم کہاں تھیں سعدیہ...... آج کتنی مشکل سے ملی ہو؟"

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

✿✿○✿✿

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

وقت کا پنچھی اپنے نوکیلے پنجوں میں لمحوں کی ست رنگی ڈور تھامے کہیں سے کہیں پہنچا اور سعدیہ اور شاکر بھائی کے انتقال کو وقت کے سرد و گرم تھپیڑوں میں دفن ہوئے پورے چودہ برس کی مدت گزر ہی چلی گئی۔

حویلی کے مکینوں کے دلوں سے اُن کی جدائی کا غم بتدریج کم ہوتا ہوا ایک گہرے اور انمٹ داغ میں تبدیل ہوتا گیا۔ سب لوگ اور حالات [illegible] معمول کی کیفیت میں آتے گئے کہ قدرت کے بھی انتظامات ہیں اور دنیا کا نظام ایسے ہی اصولوں پر قائم ہے۔

گرمی آئی، جاڑا آیا۔ برسات کی رم جھم [illegible] نرم سویروں کا روپ دھارتی گئیں۔ بہار اور خزاں ایک دوسرے کا تعاقب [illegible] گزرتی گئیں۔

موسموں کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ حویلی کے اندرونی اور بیرونی معاملات میں بھی بہت سی غیر معمولی تبدیلیاں آتی گئیں۔

تایا میاں اور طاہر بیگ صاحب کی [illegible] سے [illegible] حویلی میں ہی آکر آباد ہو گئے تھے۔ ابا میاں نے بیٹی داماد کو اپنے پاس ہی بلا لیا تھا۔ حویلی کے دیگر لوگوں کو ان کے آ جانے سے بڑی تقویت اور [illegible] محسوس ہوا تھا۔

ابا میاں کا وقت طاہر بیگ کی وجہ سے اچھا گزرنے لگا تھا۔ مردانے میں اب پہلے سے زیادہ چہل پہل رہنے لگی تھی۔ [illegible] میں [illegible] کوئی نہ کوئی سواری آتی رہتی اور حویلی کے لئے بہت رونق رہتی۔

طاہر بیگ بہت خوش گفتار اور اخلاق کے [illegible] انسان تھے۔ میل ملاپ بڑھانے اور دل [illegible] کے عادی ہونے کی وجہ سے ان کے [illegible] بھی کم نہیں تھے۔ ان کے [illegible] کا آنا جانا رہتا تھا۔

حویلی کے مردانے حصے کا رکھ رکھاؤ انہوں نے بہت حد تک تبدیل کر ڈالا تھا۔ [illegible] پرانی طرز والا بھاری بھرکم ساز و سامان ہٹا کر نئی ساخت کا فرنیچر ڈلوایا تھا۔ برآمدوں کو رنگ و روغن کروا کے خوبصورت اور قیمتی پینٹنگز سے آراستہ کروایا تھا۔ ہر جگہ دبیز قالین اور جدید پردے لٹکے دکھائی دیتے تھے۔ یکے بعد دیگرے دونوں بیٹوں کی ناگہانی جدائی نے ابا میاں کو نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔

لاکھ سنبھالا لینے کے باوجود وہ کافی عرصے تک صاحب فراش رہے تھے۔ خصوصاً ظافر کے بچے کے غائب ہو جانے نے ان کی راتوں کی نیندیں حرام کر ڈالی تھیں۔ اندر سے وہ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔

پہلے پہل گھر کی تمام خواتین کے درمیان انہوں نے نہایت حوصلہ مندی اور بہادری کا مظاہرہ کئے رکھا۔ دن رات ان سب کا غم غلط کرنے کی کوششوں میں مصروف رہے۔ اس سلسلے میں [illegible]

انہیں سخت رویہ بھی اپنانا پڑا۔ ڈانٹ ڈپٹ اور پھٹکاروں کا بھی سہارا لینا پڑا۔ کسی کے آنسو پونچھے، کسی کو پیار دلار سے بہلایا۔ سہارے کے سارے روتے سسکتے رشتوں کے درمیان اپنا آپ سنبھالے رکھنا کسی تجربے سے کم نہ تھا۔

ابا میاں بہت دنوں تک اپنے کنبے کی ڈگمگ ڈولتی کشتی کے پتوار بڑی جواں مردی کے ساتھ تھامے حالات کے سامنے سینہ سپر رہے۔ ان دنوں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ طوفانوں کے بیچ اور بپھرے سمندر میں واحد بلند و بالا چٹان ہیں، جس کے آہنی جگر سے ہر وقت ان کے پیاروں کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو، آہ و زاریاں، اشکوں کی نہ ٹوٹنے والی لڑیاں اور جگر میں چھید کر دینے والی کرب انگیز آہیں سر پہ فلک موجوں کی طرح ٹکراتی رہتی تھیں مگر وہ سب کو حوصلے اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

اندر ہی اندر انہوں نے حتی الامکان ظافر کو تلاش کرنے کی ہر کوشش کر ڈالی تھی مگر معلوم نہیں اسے زمین کھا گئی یا آسمان۔ تاہم انہوں نے ناامید ہوئے بغیر ابھی تک اس کی جستجو جاری رکھی۔

اسی زندگی کے کڑے ترین دور میں ان کے اور رانی بیگم کے بیچ [illegible] رہنے والا [illegible] مہری کا نقاب [illegible] اور ایک دوسرے [illegible] والے غیر محسوس انداز میں قریب ہوتے چلے گئے۔ [illegible] اپنی ادھیڑ زندگی میں ایک [illegible] طلب کرنے کے بعد پھر سے اجنبیت کا پردہ چاک کر کے آپس میں [illegible] چلے گئے۔

شاید یہ [illegible] حویلی [illegible] ایک [illegible] کے والدین ہونے کے [illegible] ابا میاں اور رانی بیگم [illegible] ایک دوسرے کے [illegible] حاصل رہے تھے۔ ایک حویلی [illegible] کے ساتھ [illegible] رہنے لگے تھے۔ ابا میاں اپنے [illegible] کے مطابق [illegible] تھا تو رانی بیگم بھی [illegible] لگی تھیں۔ [illegible] ہوں۔ زندگی [illegible]

اسی کو تو کہتے ہیں [illegible]

پھر ایک [illegible] انقلاب دیکھنے میں آیا۔

کہتے ہیں [illegible] لمحوں کی تہوں میں موجود ہوتا ہے [illegible] کسی وقت ہر غم کا مرہم [illegible] آنسوؤں کے [illegible]

یہاں ان لوگوں کے ساتھ بھی ہوا۔

مگر پھر ایسا ہوا کہ بس انہی دنوں میں ابا میاں لڑکھڑا گئے۔ [illegible] سب کا سہارا بنتے تھک گئے [illegible] کی مکمل گمشدگی کا انہیں یقین آ گیا تھا۔ بہرحال ایک ناقابل علاج بیماری اور ناامیدی نے [illegible] قدر سے پچھاڑ ڈالا تھا۔ وہ [illegible] سے چاروں شانوں چت ایسے گرے کہ پھر انہیں اپنے [illegible] کا ہوش نہ رہا۔

[illegible] صاحب گھبرا کر بہاولپور سے آ گئے اور جنید [illegible] بھائی کی پٹی سے لگے بیٹھے رہے۔

پریشانی سی پریشانی تھی۔

اس پریشان کن مرحلے پر زبانی بیگم بڑھ کر سامنے آئیں اور ایک خدمت گزار بیوی کا بہترین کردار ادا کیا کہ تمام زندگی کے تقاضوں کی کسر پوری کر دی۔ دھیروں فرائض کے ہوتے ہوئے بھی دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات۔ بالآخر اپنی انتھک جدوجہد اور جانفشانی سے شوہر کو زندگی کی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔

اور یوں دونوں ایک جان دو قالب بن گئے۔

سعدیہ اور فاخر کی یادگار آپس دونوں کے درمیان ایک مضبوط زنجیر بن کر ابھری۔ دادا صاحب اور دادی جان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور تھی۔

ابا میاں نے دونوں بیٹوں اور بہو کے گزر جانے اور اپنی طویل علالت کے بعد [illegible] چھوڑ دیا تھا۔ یا تو حویلی کے اندر رہتے تھے یا [illegible] میر صاحب کے ہاں بیٹھے ہوتے تھے۔ میر صاحب [illegible] ابا میاں کی [illegible] کے ساتھ [illegible] تھی۔ [illegible] ہو کر میر صاحب اپنی [illegible] بیگمات کے ساتھ آ کر حال ہی میں جہاں آباد ہوئے تھے اور ابا میاں کی حویلی کے قریب ترین پڑوسی تھے۔

"[illegible]" کی [illegible] پر مشتمل تھی۔ میر صاحب [illegible] سامنے [illegible] میں [illegible] اور تمام [illegible] کر دیا تھا اس [illegible] سے [illegible] کر دو سارے کا سارا [illegible] کیا تھا۔ [illegible] کے [illegible] بیٹی تھی جس کے [illegible] تھا۔ [illegible] ایک [illegible] میر صاحب بیٹے [illegible] ماشاء اللہ صاحب [illegible] تھے۔

ابا میاں کا [illegible]

ان کے بعد طاہر بیگ نے [illegible] کا بوجھ اٹھا لیا تھا۔

[illegible] معاملات [illegible] کے بعد ابا میاں کو [illegible] کی طرف سے بہت اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ طاہر بیگ نے بھی بہت [illegible] اور [illegible] کا ثبوت دیا تھا۔ فصلوں کی [illegible] اور [illegible] کے اندر [illegible] میں پوری طرح خود کو گم کر لیا تھا۔ ان کی موجودگی سے ابا میاں کو بہت اطمینان، سکون اور طمانیت کا احساس گہرا ہوتا چلا گیا۔

طاہر بیگ اپنی فطرت میں تھے بھی بہت مخلص اور راست گو۔

رفتہ رفتہ انہوں نے اپنا تمام تر تعلق سسرال سے ہی جوڑ لیا تھا۔ بے در بے سانحات کے بعد بڑے ابا میاں صاحب فراش ہوئے تھے۔ طاہر بیگ تو زمینوں کے معاملات میں الجھ گئے تھے۔ حویلی کے کئی ملازموں نے کام سے جی چرانا شروع کر دیا تھا۔ ان کی بدحواسی اس حد تک پہنچی تھی کہ خوبصورت لان جنگل کا سماں پیش کرنے لگا تھا۔ پھول پتے بکھر کر ویران ہو گئے۔ درختوں کی گھنی شاخیں [illegible] ویرانے سے الجھ گئے۔ وہ ہری بھری کیاریاں جو خوش رنگ پھولوں کے انبار سے لدی رہتی تھیں اجڑ گئیں۔

طاہر بیگ نے جب اس طرف توجہ دی تو سب سے پہلے حرام خوروں کو نکال باہر کیا۔ پھر نئے

ملازموں کو درست کر کے لان کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھولوں اور گھاس کے تختوں کو دوبارہ ٹھیک کروایا۔ [illegible] پر جو تھکی چڑھ چکی تھی اس سب کو صاف کروا دیا۔ احاطے کی باڑھوں کو کٹوا چھٹوا کر برابر کروایا۔ باہر سے عمدہ عمدہ نایاب پھولوں کی قلمیں منگوا کر از سرنو پائیں باغ کی سجاوٹ کی۔ جا بجا ٹوٹ پھوٹ کو مرمت کروا کے پوری حویلی کو نیا رنگ و روغن کروایا۔

انہی تمام تبدیلیوں نے جہاں ماحول پر ایک خوشگوار تاثر قائم کیا تھا وہیں طاہر بیگ پر سب کا یقین اور اعتماد مزید مستحکم کیا تھا اور وہ داماد کے ساتھ ساتھ حویلی کے بیٹے کی طرح ہر دلعزیز ہو گئے تھے۔

اسی طرح ان کی بیوی تانیا کا کردار بھی حویلی کی اندرونی دنیا میں نہایت قابل تعریف اور کھرا تھا بلکہ شفاف ترین تھا۔

وہ کم سنی میں اپنی والدہ زبانی بیگم کی تمام تر [illegible] معلوم ہونے لگی تھیں۔ وہی ادا وہی وقار، وہی [illegible] اور شکل و صورت [illegible] سے [illegible] حویلی [illegible] میں تھوڑا سا فرق ضرور تھا وقت گزرنے کے ساتھ [illegible] زبانی بیگم کی طرح [illegible] رعب [illegible] جا رہی تھیں۔ [illegible] گھڑی میں اپنے بیٹے [illegible] تانیا کی تھی کہ جب [illegible] کے [illegible] کی [illegible] سے گہری ہو گئیں [illegible] ہی اب [illegible] چکے تھے۔

سال گزرنے [illegible] سے [illegible] سب سے زیادہ اطمینان تھی سہارا تھا [illegible] زبانی بیگم کو [illegible] حفاظت اور [illegible] تھا۔ [illegible] حویلی کی [illegible] کیا تھا [illegible] وقت میں [illegible] اس [illegible] تھا۔ [illegible] تھا لیکن یہ سارا [illegible] آ گئے ہر وقت [illegible] کی رفاقت [illegible] حویلی اور [illegible] اپنی ساری [illegible] آنسوں کی [illegible]۔

[illegible]

چودہ سولہ سال کا عرصہ [illegible] تم ہو گیا تھا اور [illegible] بھی ہو گئی تھی۔

زبانی بیگم اور [illegible] کی [illegible] خیال کی [illegible] تھیں۔ [illegible] بھی جان۔ خود تانیا بھی اسی ماحول کی پروردہ تھیں [illegible] سال [illegible] کی لڑکیوں [illegible] آ۔ اوپر کے ماحول میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ [illegible] ایک [illegible] سے زبانی بیگم کے زیر سایہ بھی اس لئے بچیں [illegible] کی تو کریں جہاں چودہ پندرہ سال کی عمر کی بچیاں پر خصوصاً پردے کے حکم کے ساتھ آتی تھی۔

آپ اور اس کی دیگر ہم عمروں کی نظر بندی کا زمانہ آ گیا تھا۔ دادی جان، بھی جان، پھوپھی بلکہ حویلی کی معتبر ماماؤں تک ان سب کو اپنی نگاہوں کی حراست میں رکھنا فرض سمجھے بیٹھی تھیں۔ اللہ رکھے شاکر بھائی صاحب کے دونوں بیٹے شاہ کار اور وقار کے علاوہ تانیا کا بیٹا سعد بھی خوب جوان ہو چکے تھے۔ طاہر بیگ کے بھائیوں کی اولادوں میں ماشاء اللہ لڑکوں کی خاصی تعداد تھی۔ حویلی کے اندر بھی کا آنا جانا رہتا تھا۔ مگر ایسے وقت بڑی بوڑھیاں آنکھوں ہی آنکھوں میں لڑکیوں کو ایسا گھورتیں کہ ان کا خون خشک کر دیتیں۔ حتیٰ کہ وہ گھبرا کر پیچھے سے اندر کہیں نہ کہیں روپوش ہو جاتیں۔

بھی جان، جواب بالکل پھونس ہو چکی تھیں، اٹھتے بیٹھتے نصیحت کرتیں۔

"ہمارے ہاں کا یہ دستور نہیں ہے کہ جوان لڑکیاں، لڑکوں میں گھس گھس کر بیٹھیں۔"

"کسی غیر کے آگے ذرا ذرا سے ٹھٹھا مار کر ہنسیں۔"

"دیکھو! کہیں ننگے سر رہنا گناہ ہے۔"

"دوپٹہ پوری طرح سر ڈھانپ کر اوڑھتے ہیں ورنہ فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔"

"بڑوں کو بھی پلٹ کر جواب نہیں دینا چاہیے۔ خواہ وہ گھر کی ماما ہی کیوں نہ ہو۔"

ایسے اخلاقی لیکچر کا اثر سب لڑکیوں سے زیادہ آپ پر دیکھنے میں آتا تھا۔ وہ جوں جوں بڑی ہوتی گئی، خود سنجیدہ اور کم سخن ہوتی گئی تھی۔ حالانکہ جتنے لاڈ پیار اس کے ہوتے تھے اگر کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو معلوم نہیں کس قدر شوخ و چنچل اور نٹ کھٹ ہو جاتی۔

لیکن وہ بچپن سے اپنی دادی اور پھوپھی کے نقش قدم پر چلنے کی عادی تھی۔ گھر کی دیگر لڑکیاں [illegible] لڑکے بھی اس کے بچپن اور سادگی کو بعض اوقات [illegible] بنا جاتے۔ [illegible]

آپ جوں جوں بڑی ہوتی گئی اس کے رشتے دیکھے جانے لگے۔ [illegible]

نانی، خالاؤں اور ماموؤں کے [illegible] اور روح کی گہرائیوں میں جذب ہو جانے والا [illegible] ان کی طرف کشش کرتا تھا۔ جی چاہتا تھا سب کے ساتھ وہاں جائے تو بہت سارے دن وہیں ٹھہر کے رہے۔

نانی کی باتیں اور ماموؤں کا پیار [illegible] کی طرح کھینچتا۔ مگر وہ کبھی وہاں زیادہ نہ رہ پاتی۔ دادی زبیدہ بیگم اسے بھیج ہی نہ سکتی تھیں۔ انہیں آپ کے ننھیال والوں کی آزادی اور بے پردگی سخت ناپسند تھی۔ کیونکہ وہاں کی لڑکیاں نہایت اطمینان اور آزادی کے ساتھ بڑے بڑے مخلوط اداروں میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔

انہوں نے پوتی کو وہاں کبھی ہفتہ دس دن سے زیادہ رہنے نہ دیا تھا۔ گو کہ آپ کو وہاں رہنے کا بہت ارمان اور شوق تھا لیکن وہ دادی کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کر سکتی تھی۔ وہ ان کی [illegible] تھی۔ اس کی طبیعت میں قدرتاً بہت شرم اور مزاج میں وضعداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جس بات کو دادی ایک مرتبہ منع کر دیتیں، وہ بھول کر بھی وہ کام نہیں کرتی تھی۔

چنانچہ جوں جوں وہ بڑی ہوتی گئی دادی جان کی سمجھ دار اور فرمانبردار پوتی بنتی چلی گئی۔ لڑکوں کی محفل سے الگ اور بھاگی کہ سب نے مل کر اسے "بوڑھی روح" اور "پیر [illegible]" کہنے

[illegible] سے نوازا۔ مگر وہ کسی بھی [illegible] بلکہ اپنے بزرگوں کے کہنے پر چلنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتی۔

***

صحن سے احاطے میں موگرے کے پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے۔

صبح کے کوئی دس بجے ہوں گے۔

برآمدہ چھوٹے چھوٹے بچے بچیوں سے بھرا ہوا تھا۔

سب لڑکیاں سفید شلوار قمیص پر بڑے قاعدے سے ململ کے دوپٹے اوڑھے تھیں۔ لڑکے سفید کرتے شلوار پہنے قرینے سے سفید سفید ٹوپیاں لگائے تھے۔ سب اپنی اپنی رحل سامنے رکھے پالتی مارے بیٹھے مل مل کر اپنا سبق یاد کر رہے تھے۔ فضائیں قرآن حکیم کی پرتاثیر گنگناہٹوں سے شاد و آباد تھیں۔

خوشبو، دم بخود تھیں۔

موگرے کے پھولوں کی ہلکی ہلکی خوشبو ان معصوم گنگناہٹوں پر نثار ہو رہی تھی۔ دونوں ہی کیفیتیں بیک وقت ہر کسی کو گھیر لینے، اپنے آپ میں جذب کر لینے کی صلاحیت سے مالا مال تھیں۔

[illegible] ایک بار اندر داخل ہوتا تو تھوڑی دیر کے لیے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر ایک [illegible] کیفیت میں [illegible] ہو جاتا۔ [illegible] دوسری دنیا میں پہنچ گیا ہو۔

چاروں طرف گلدانوں میں سجے [illegible] کے انبار اور پس منظر میں سفید لباسوں میں ملبوس ننھے منے بچوں کی قطاریں [illegible] ان کے ننھے سے نکھرے ہوئے پاکیزہ پھول [illegible] دیکھنے والی آنکھوں [illegible] عجب تھا۔

[illegible] قرآن پاک [illegible] نہایت ترتیب کے ساتھ [illegible] پانی دینے [illegible] لڑکیاں [illegible] کاموں میں مصروف ہو جاتیں۔

سب بچے [illegible] کے حساب سے مختلف [illegible] ہوتے تھے۔ لڑکے اپنے حصے کے کام نمٹاتے۔ لڑکیاں اپنے [illegible] جاتی۔ نہ شور نہ ہنگامہ، نہ ہنسی مذاق۔ [illegible] ماحول میں ہر کام جلدی جلدی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا۔ [illegible] ہر طرف نفاست نظر آنے لگتی۔

شفاف پانیوں سے [illegible] کے بعد پھولوں کی [illegible] اور خوشبو میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا۔ [illegible] جسم و جاں کا احاطہ کر لیتی۔

لڑکوں کی ٹولیاں اپنے اپنے ذمے کے کام نمٹانے کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتیں۔ جہاں سے ان کی واپسی ایک گھنٹے کے بعد ہوتی۔ یہ ایک گھنٹے کا وقفہ دوپہر کے کھانے کے لیے ہوتا تھا۔

لڑکوں کے جانے کے بعد لڑکیاں جلدی جلدی منہ ہاتھ دھوتیں۔ چند ایک مل کر برآمدوں میں دسترخوان بچھاتیں اور پھر سب اپنے اپنے گھروں سے لایا ہوا کھانا [illegible]۔ نہایت اطمینان اور سنجیدگی سے سب [illegible] لڑکیاں کھانا کھانے کی دعا کے بعد کھانے میں مصروف ہو جاتیں۔ نہایت روح پرور منظر نگاہوں کے سامنے ہوتا۔ دسترخوان ہر قسم کے کھانوں، اچار، چٹنی اور [illegible]

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

چاولوں سے تیار ہوتے تھے۔

کھانے کے دوران بھی اس احاطے کے اندر کسی نوعیت کی امیری غریبی کی تخصیص کو دخل نہ تھا۔ ہر طرح کے گھرانوں کی بچیاں مل جل کر نہایت صبر و شکر اور سلیقے سے کھانے میں شریک رہتی تھیں۔

ہاں...... ایک احتیاط بلکہ تنبیہہ بہر صورت ہر کسی پر سختی کے ساتھ نافذ کر دی گئی تھی.... اور وہ یہ ہر لڑکی کا پانی پینے کا گلاس علیحدہ، اس کا ذاتی ہونا ضروری تھا۔ اس امر کی چیکنگ سختی سے کی جاتی تھی۔ برآمدے کے آخری گوشے کے سامنے بنے ہوئے ایک کمرے میں ٹھنڈے پانی کی مشین نصب تھی جو پانی ہر کسی کو اپنے گلاس سے پینا فرض تھا۔

کس قدر حکیمانہ اور مفید پابندی تھی!

ایک دور رس نتائج کی حامل احتیاطی پابندی۔

لکھنے اور سیکھنے والوں کے لیے تربیت کا ایک خاص پہلو تھا اس احاطے میں روز پلنے والی ننھی بچیاں بھی کچھ لینے سے پہلے ایک نہایت شفاف اصول سخت پر عمل پیرا ہو کر احاطے میں ہی سیکھنے کی حد میں داخل ہو جاتی تھیں۔ پھر چند ماہ تک مسلسل حاضری کے دوران انہی سکھنے کی وضاحت بہت سادہ الفاظ اور آسان زبان میں کر دی جاتی تھی۔

قرآن حکیم باترجمہ پڑھانے کے علاوہ یہاں ہر بچے کی خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا اس کی اخلاقی تربیت کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔

ہفتے کے دن عام تعطیل ہوا کرتی تھی ... صرف لڑکوں کی۔

لوکل لڑکیوں کو ایک گھنٹے کے لیے [illegible] آنا ہوتا تھا۔

اس ایک گھنٹے میں انہیں مختلف ایک کتاب سے مطالعہ کرائی جاتی تھی۔

"بہشتی زیور"

لڑکیوں کے لیے بے حد ضروری اور مفید معلومات مہیا کی جاتیں۔ کچھ گھریلو اور بنیادی اصولوں اور قاعدوں سے روشناس کرایا جاتا۔

مہینے میں ایک [illegible] غذائی معلومات کے لیے مخصوص تھا جس میں باورچی خانے کی صفائی ستھرائی سے لے کر کھانے پکانے کی ترکیب کے ساتھ ساتھ گھریلو ٹوٹکوں، چٹکلوں تک سے آگاہی دی جاتی تھی۔

ہفتے کے دن ان مخصوص اوقات میں اکثر بچیوں کے ساتھ کوئی "بجیاں" بھی چلی آتیں۔ کچھ پوچھنے، کچھ سننے کے لیے۔ ایسے مواقع پر انہیں بھی بہت خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے خوش آمدید کہا جاتا اور ان کے مسائل پر خصوصی توجہ دی جاتی۔ جو حل اس سلسلے کا حل ان کے دائرہ اختیار میں ہوتا۔

یہ سادہ اور بے کشش احاطہ اپنی محدود حد اور متعین کردہ راہ پر گزشتہ سولہ سترہ سالوں سے گامزن تھا۔ نہایت مستقل مزاجی اور تحمل و بردباری کے ساتھ۔ اس احاطے میں قائم دینی درس گاہ اپنی نوعیت کا اعلیٰ اور قابل تعریف مرکز تھی جہاں طلبہ و طالبات سے معاوضے کا ایک پیسہ بھی طلب نہیں کیا جاتا تھا۔ سب کچھ بلا معاوضہ تھا۔

فیس کیا ہوتی ہے؟ اور کس طرح وصول کی جاتی ہے؟ انہیں کوئی مطلب نہ تھا۔

رفاہ عامہ کی یہ خدمت بلا معاوضہ ہونے کی وجہ سے اور سادہ طریقہ تعلیم جس کا حقیقی مقصد بچوں کی اخلاقی تربیت تھی، چند سالوں میں مقبول عام ہو گئی تھی۔ یہی سبب تھا کہ یہ احاطہ ہر [illegible] تلاوت کلام

[illegible] کی گونج سے جگمگا دیتا تھا۔ بلکہ عجیب سی راحت تھی۔ یہاں پہنچ کر طبیعت از خود ہی ہلکی اور کسی نئی [illegible] سکون اور طمانیت سے لبریز ہو جاتی تھی۔

اندر سے تو کوئی بہت بڑی اور اعلیٰ و ارفع عمارت تھی نہ ہی جدید طرز تعمیر کے حسین و جمیل لان۔ نہ ہی قیمتی آرائش و زیبائش، قیمتی پردوں اور قیمتی فرنیچر سے مزین آفس اور بیٹھک...... مگر ہر طرح کی رونقیں یہاں آنا باعث فخر سمجھتی تھیں۔ مردوں کا آنا ممنوع تھا۔ تعلیم اٹھانے والے لڑکوں کا بھی بارہ سال کی عمر کے بعد آنا بند ہو جاتا تھا۔

احاطے میں چند سخت ترین پابندیوں کے بعد ہر طرح کے قاعدے اصولوں میں بے شمار نرمی، بہت ہی محبت، الفت و ملاطفت کے رویوں کا بھرپور عمل دخل تھا۔

پوری عمارت چار بڑے بڑے کمروں اور ان کے سامنے دو رویہ برآمدوں پر مشتمل تھی۔ درمیان میں ایک خاصا وسیع کچا کشادہ صحن تھا۔ جس کا تمام فرش کچا چھوڑ دیا گیا۔ کونوں میں ہر طرف کشادہ کیاریاں تھیں جن میں موتیے کے پھولوں سے لدے ہوئے بہار دکھلاتے پودے تھے۔

احاطے کی دیواروں پر چنبیلی کی بیلیں سرسرایا کرتی تھیں۔

بیرونی داخلی پھاٹک کے برابر بھی ایک اونچا سا چبوترہ تھا جہاں پینے کے ٹھنڈے پانی کی مشین نصب تھی۔ جس کا واحد [illegible] کمرے کی بیرونی دیواروں میں وضو کرنے کی ٹونٹیاں نصب تھیں۔ وضو سے بہنے والے پانی کی نالیاں سیدھی جا کر موتیے کے پودوں والی کیاریوں کو سیراب کرتی تھیں [illegible] احاطے کے اندر [illegible] لگے ہوئے [illegible] درخت بھی تھے۔ وضو کا پانی ان درختوں کو بھی سیراب کرتا تھا۔

ان درختوں نے ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کیا ہوا تھا اور فضا کی آلودگی میں اتفاق [illegible] مگر یہ [illegible] عبادت کا پہلو [illegible] ہر [illegible] عمل دخل [illegible] میں مل جاتا تھا [illegible] سارے درخت پھل دار تھے [illegible] اور جن کے پھل سے اترنے والا ایک ایک پھل راہ خدا میں دینے کے علاوہ یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں میں بانٹ دیا کرتا تھا۔

کسی خاص دن موتیے کے گچھے ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ موتیے کے پھولوں کو تھوڑا دودھ یا کبھی پھول ڈال دیے جاتے۔ شاید یہاں کے پھولوں کی غیر معمولی خوشبو، خوبصورتی [illegible] اور [illegible] کا راز بھی دودھ والی ترکیب تھی۔

اس روز......

صبح کے کوئی دس بجے ہوں گے۔

احاطے کی فضا میں حسب معمول تلاوت کلام پاک کی روح پرور آوازوں سے گونج رہی تھی۔

سب بچے اپنا اپنا سبق یاد کر رہے تھے۔

ان سب کی واحد معلم اور منتظم حسب معمول سب کی رہبری کر رہی تھیں۔ کسی کا سبق سن رہی تھیں، کسی کو آگے دے رہی تھیں۔ جن جن کا کچا ادھورا تھا، انہیں سرزنش بھی کرتی جا رہی تھیں۔

دفعتاً بیرونی پھاٹک پر کسی نے خاصی زور سے دستک دی۔

ایک لمبا تڑنگا لڑکا اٹھ کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"اجازت ہی لینے آئی ہیں۔" وہ مطلع کے قریب جا کے [illegible] بولے۔ "ایک بڑی گاڑی میں دو تین لڑکیاں اور ایک عورت آئی ہیں اور آپ سے ملنے کا اصرار کر رہی ہیں۔ میں [illegible] روک کر آپ سے اجازت لینے آیا ہوں۔"

مطلع قدرے پریشانی کے لہجے میں بولیں۔ "کیوں ملنا چاہتی ہیں؟ ...... ان کا مقصد تو معلوم کر لیجیے۔"

لڑکے نے ادب سے جواب دیا۔ "وہ کہہ رہی ہیں، ہمیں یہاں کی انچارج سے ملوا دیں۔ پھر ہم چلے جائیں گے۔"

"کیا کوئی مرد بھی ساتھ ہیں؟"

"جی ہاں۔" اس نے جلدی سے جواب دیا۔ "مگر میں نے انہیں یہاں کا قانون بتا دیا ہے کہ [illegible] اندر نہیں آ سکتے۔"

مطلع کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی، نرم لہجے میں کہا۔

"اچھا جاؤ ...... لے آؤ ان تینوں کو، مل لیتے ہیں۔"

اجازت پاتے ہی وہ تیزی سے گیا اور [illegible] کے ساتھ لے آیا۔ تینوں میں سے کوئی [illegible] [illegible]

مطلع نے آگے بڑھ کر آنے والیوں کا خیر مقدم کیا اور احترام سے اپنے قریب بٹھایا۔ [illegible] خیر و عافیت دریافت کی۔

[illegible] "[illegible] یہاں [illegible] آپ کیا فیس چارج کرتی ہیں؟"

مطلع نے سادگی سے جواب دیا۔ "کچھ نہیں۔"

تینوں نے حیران ہو کر ایک دوسری کو دیکھا۔ "پھر ...... اخراجات کس طرح پورے ہوتے ہیں یہاں کے؟"

مطلع نے کمال اطمینان سے دوبارہ جواب دیا مگر وضاحت کے ساتھ۔

"اخراجات یہاں کے بچوں ہی کی طرف سے [illegible]۔ یہ لوگوں کی مہربانیاں اور محبت ہے کہ وہ اپنے بچوں کو میرے پاس بھیجتے ہیں۔ ورنہ بہت بڑے بڑے دینی مکتب ہیں جہاں جدید ترین سہولتیں میسر ہیں۔ میرے لئے تو آپ یہ کہہ سکتی ہیں کہ [illegible] کا شوق ہے۔ میں بھی کس لائق ہوں۔"

یہ تینوں مطلع کی سادگی، صاف گوئی اور انکساری پر ششدر رہ گئیں۔

"کیا ...... یہاں صرف آپ ایک مطلع ہیں؟ ...... اور مالکان کون ہیں؟"

ایک محترمہ کے سوال پر وہ آہستہ سے بولیں۔

"میں بی بی! مالک تو وہی رب ہے جو خالق کائنات ہے۔ رہا سوال دیگر معلمات کا تو میں تنہا

ہوں۔ میری چند شاگردہ ہیں جو میری معاونت کرتی رہتی ہیں۔ بچے بھی اپنی مدد آپ کے عادی ہیں۔"

دھیرے دھیرے وہ تینوں اصل مقصد کی طرف آ گئیں۔

"اگر ...... کوئی دوسرا ادارہ، آپ کے ادارے میں ضم ہونے کا خواہش مند ہو تو آپ کا کیا جواب ہو گا؟"

مطلع نے بلا جھجک جواب دیا۔ "میں نے عرض کیا نا، یہ میری ایک ادنیٰ سی کوشش ہے اپنے رب کو راضی کرنے کی۔ ورنہ یہ کوئی بہت بڑا ادارہ [illegible] نہیں ہے۔ کوئی اس میں ضم ہو کر کیا پائے گا؟"

تیسری محترمہ نے قدرے جھجک کے انداز میں پوچھا۔ "آپ گویا بچوں کو مفت پڑھا رہی ہیں۔ لیکن کیا بلا معاوضہ اپنی خدمات جاری رکھنا اپنے آپ سے زیادتی نہیں ہے؟ ...... کیا دنیا میں آپ اکیلی ہیں؟ ...... آپ کیوں اتنی مشکل [illegible]؟"

مطلع نے تحمل سے جواب دیا۔ "[illegible] تو اپنی اپنی فطرت ہوتی ہے۔ جبکہ میں یہ سب کچھ اپنی ذات کی تسکین کے لئے کرتی ہوں۔ [illegible] نقصان سے [illegible]۔"

وہ تینوں لاجواب ہو گئی تھیں۔

[illegible]

ان تینوں کو رخصت کر کے مطلع جو کہ سید احمد کی بیوی تھیں، [illegible] کمرے میں پہنچیں۔ طبیعت پر بے پناہ افسردگی طاری ہو گئی تھی۔ [illegible] دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ [illegible]

"امی جان! ...... امی جان!" [illegible] نے پیچھے سے آ کر ان کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

"امی جان نے چائے بھجوائی ہے۔ مگر آپ کے مہمان تو چلے بھی گئے۔"

انہوں نے چونک کر آنکھیں خشک کر لیں۔ حمید کی چھوٹی بچی ان کی گود میں آ بیٹھی تھی۔

"ہاں بیٹی! مہمانوں کو جانے کی جلدی تھی نا۔" انہوں نے بچی کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

کمرے میں اب لڑکیاں وضو کر کے [illegible] شروع ہو گئی تھیں۔ کیونکہ عصر کی نماز ادا کرتے ہی دستر خوان بچھا دیے جاتے تھے۔

[illegible] اپنے اپنے گھروں سے کھانا کھا کر آیا کرتے تھے۔ اسی طرح بعد وہ پھر مدرسے میں دوبارہ درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہو جاتا تھا جو شام چار بجے اختتام پذیر ہوتا تھا۔

مدت گزر چکی تھی سید احمد کی بیوی کو یہ کار خیر انجام دیتے ہوئے۔ انہیں اپنی زندگی کے اس

سے دنیا سے گھر ابگاڑ پیدا ہو گیا تھا۔ والدہ البتہ تھی اکثر پڑھنے والے بچوں سے خود وہ [illegible] سے۔ سارا سارا دن مصروف رہتی تھیں۔

زندگی کا یہ مقام انہیں ایک دم ہی نہیں مل گیا تھا۔ بلکہ شوہر اور سعدیہ کی اچانک جدائی کے بعد وہ لمحے لمحے کی موت مرتی سسکتی رہی تھیں۔ شوہر کی موت کا گھاؤ ابھی پوری طرح مندمل نہ ہو پایا تھا کہ ان کے چہار دامن ہی بیٹی کا گھاؤ بھی لگ گیا۔ رو رو کر ان کی آنکھوں کے پپوٹے سفید ہو گئے تھے۔

تاہم بچوں کی تمام ذمہ داریوں اور اپنے فرائض سے کوتاہی نہ برتی تھیں۔ حمیدہ، شمیم، وحیدہ سب کی شادیوں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے فارغ اوقات کا مصرف یہ نکالا کہ محلے کے چند بچوں کو قرآن شریف پڑھانے لگیں۔ رفتہ رفتہ ان کا رجحان اور لوگوں کی دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔ بقول شاعر ـ

"لوگ آتے گئے، کارواں بنتا گیا"

اور ایک وقت ایسا آیا کہ حمیدہ، وحیدہ نے قریبی پلاٹ خرید کر جب [illegible] کے گھر ہوئے تو ان کے اصرار پر اپنے گھر کو مدرسے کی شکل دے دی۔

مدرسہ [illegible] کا نام بھی خود انہی کا تجویز کردہ تھا۔

[illegible]

چاہت دے دیتا ہے ماحول کی بے چینی کو
درد کو رنگ دے [illegible] سے بھر دیتا ہے
[illegible]
جس طرح ہو کوئی مشتاق لب دریائے [illegible]
وہ [illegible] ہے جس سے [illegible] تصویر حیات
تیرا [illegible] ہے —— ہاں ایک [illegible]

***

خار پھولوں کے عوض دے گئی دنیا ہم کو
خواب کیا دیکھا تھا تعبیر کیا ملی ہم کو
ہم نے تو دولتِ شبنم کی تمنا کی تھی
زندگی دے گئی تنہا ہوا صحرا ہم کو

بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ لیکن شکوہ کس سے کرے؟ شاید اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ اور تقدیر پر انسان کو راضی بہ رضا رہنا ہوتا ہے۔ [illegible] اور صبر و شکر سے [illegible] کرے یا رو دھو کر، بہر حال زندگی کو تو گزارنا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جو [illegible] صلح و آشتی کے مثبت رویوں میں پنہاں ہے، وہ منفی طور طریقوں اور غیر اخلاقی

[illegible] گھرانوں میں ہوتی تھیں وہ سکون، سہولت اور امن سے بیت جانے والی زندگی میں جہنم کے [illegible] کی تپش اور [illegible] ہے اور صبر و تحمل کے ساتھ ثابت قدمی عزت و وقار دیتا ہے۔

بس ایسا ہی کچھ سلوک زندگی نے نازیہ کے ساتھ روا رکھا تھا۔

لیکن جوابی کارروائی میں اس نے عزت و وقار کا راستہ اپنایا تھا۔

یہ سراسر اس کے والدین کی تربیت کا رکھ رکھاؤ تھا۔ ورنہ وہ آغاز سفر میں ہی حوصلہ ہار بیٹھتی اور وقت و حالات سے شکست و ریخت کھا کر بکھر چکی ہوتی۔

جب صبر و تحمل سے عزت و وقار کا راستہ اپنایا تو میاں اور ساس کی طرف سے بھرپور پیار و محبت کی مشتاق کلیاں بھی کھلیں۔ کم از کم ان دو رشتوں کو اس سے کبھی گلہ نہ رہا اور نہ ہی نازیہ نے کوئی شکوہ کیا۔

مگر اب شادی کے چودہ برس [illegible] کے لیے [illegible] "کیا [illegible]" کا جواب [illegible] کی تو وہ آنکھوں کے ساگر میں ڈبکیاں کھانے لگتی۔

[illegible]

اسے آپ سے [illegible]

[illegible]

رفتہ رفتہ [illegible] میں پھانسوں کا جنگل اگ آیا تھا۔

شاید اچھا اور برا [illegible] کے [illegible] تھا۔ ماشاء اللہ بہت سارے کے سارے [illegible] سب کے سب زیر تعلیم تھے۔ [illegible] ماشاء اللہ [illegible] سب اچھے [illegible] اداروں میں زیر تعلیم تھے۔

جوں جوں وقت آگے بڑھتا تھا، اماں بی کو ایک خصوصی تحفہ دے گیا تھا۔ آتے جاتے موسموں خصوصاً جاڑوں میں انہیں کثرت سے نزلہ زکام ہو جایا کرتا تھا۔ بڑھتے ہوئے سن کے ساتھ ساتھ انہیں سانس کی تکلیف ہو گئی تھی۔ اس لیے ٹھنڈے موسم میں وہ بہت تکلیف محسوس کرتی تھیں۔ چنانچہ نازیہ حتی الامکان ان کے علاج معالجے کا بہت خیال رکھا کرتی تھی۔ اخراجات پر [illegible] کبھی کبھی اماں بی کھسیا جاتیں۔ جل کر کہہ اٹھتیں۔

"ارے بھیا! ابھی تو انہیں تو یونہی پڑا رہنے دے۔ خود ہی اٹھ بیٹھیں گے لوٹ پوٹ ہو کر۔ مرے گل کا وہی حساب ہو گیا کہ —— اکیلا کہاں تک جاڑا چھوڑے گا۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

وہ بھی کرچیں ہو جاتا قریب کیا جواب دیتا۔ ماں جو کچھ کہتی تھیں اس میں ان کا بھی کیا قصور
کہاں تھا۔ مگر وہ بھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتا تھا۔ زندگی نے اس سے بھی بہت [illegible]
طرح وصول کیا تھا۔ اماں بی جب زیادہ تپ جاتیں تو بڑبڑاتی ہوئی چلی جاتی تھیں۔

"سب کیا دھرا تمہارا ہی ہے بھیا۔ اسی چنڈال مظہر کو یہاں رہ جانے کی اجازت دے کر زندگی اجیرن ہوئی۔ اب جیسا بویا ویسا کاٹو۔ رحم کرنے کی سزا بھگتو۔"

اکثر بات کہتے ہوئے بھی وہ محتاط رہتی تھیں کہ کہیں مظہر سن نہ رہا ہو۔ ورنہ اسی وقت بھیا کا [illegible] بن کر چمٹ جائے گی اور جان چھڑانا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔

وقت کے ساتھ ساتھ اماں بی کا دم خم دھیما ہو گیا تھا۔ اب وہ بیٹی کے حد میں لگنے کی بجائے اپنے پوتے پوتیوں میں لگی رہنے میں عافیت سمجھتی تھیں۔

[illegible]

آج وہ بیٹے کے [illegible] کرنے والی [illegible] دوسرے [illegible] فرحت [illegible] سوال [illegible]

[illegible] کی وجہ سے [illegible] شرافت [illegible]

[illegible] اماں بی نے [illegible] شرافت اپنے [illegible] کے ساتھ [illegible] گھر میں [illegible] جاتی [illegible]

[illegible] ان کی [illegible]

اپنی کم سنی اور [illegible] میں ان کی [illegible]

اگر دیکھا جائے تو مظہر نے بچوں کو مسلسل آزار پہنچانے کے لئے اور اس کی حد [illegible] اس کی [illegible]

دونوں اپنی اپنی فطرت سے مجبور تھیں۔

مظہر کے قالب میں [illegible] ہے جس کو اس نے [illegible] اس نے اپنے برسوں میں
ایک دن [illegible] سوچا [illegible] کی [illegible] اور اس [illegible] کے [illegible] ہوں گے [illegible]
اماں بی نے کہا [illegible] اس نے ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیا۔ شروع شروع میں شرافت
نے بھی نہایت [illegible] کے ساتھ اس کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ ہر قدم پر روک ٹوک کی کوشش میں
لگے رہتے تھے مگر ان سب چاروں کے [illegible] جانے کے [illegible] الگ [illegible] کے گھر میں جا بسا تو [illegible]
[illegible] بالکل [illegible] مجبوری وہ بھی اس کے [illegible] میں رہ جاتے اور آہستہ آہستہ غیر محسوس انداز میں
اس کے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔ ملتان میں وہ بچی کے سامان کی خاصی بڑی دکان کے مالک تھے۔
خود بھی محمد وائلڈ لائف تھے۔ ان کا گھر [illegible] سے بچانے کے لئے اور بیوی کی [illegible] دیکھتے ہوئے
ان کی والدہ نازنین بیگم نے انہیں ملتان کو خیرباد کہنے کی اجازت دے دی تھی۔ کوئی ایسے بڑے سرمایہ دار
تو تھے نہیں کہ یہاں بھی کوئی اونچے پیمانے پر کاروبار کر سکتے۔ فرحت کی کوشش سے ایک معمولی سی

[illegible] کر کے بیٹھ گئے تھے۔

مظہر نے گھر داری کے امور میں جس حد تک دلچسپی لی وہ کسی سے پوشیدہ نہ تھی۔ عبداللہ کی
[illegible] اور خصوصاً اس کی اندرونی کیفیت نے مظہر کو میاں اور بھائی کی نگاہ میں مزید مظلوم اور بے بس
[illegible] بنا کر رکھ دیا تھا۔ خود غرض طبیعت نے مزید ہونے پر سہاگے کا کام کیا۔ وہ کاہل سے کاہل، کام چور
سے کام چور ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ عبداللہ کی اضافی ذمہ داری گھرداری کے سر تھوپ دی۔ اس امر
میں تو خیر اس حقیقت کو دخل تھا کہ گھرداری ٹھہری ایک بے اولاد خاتون خانہ۔ بچوں کو ترسی ہوئی،
[illegible] جانے کی متمنی۔ وہ خود بچے پر خصوصی توجہ دینے لگی تھی۔ اور ہمدردی ہی ہمدردی، محبت ہی
محبت میں بچہ پال دیا۔ اس میں بھی [illegible] مظہر کو ہوا۔

عبداللہ بارہ برس کا ہو گیا تھا کہ گھرداری کے میاں کا [illegible] کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ وہ روتی
دھوتی اماں بی کا گھر چھوڑ گئی۔ تاہم اس کے اتنے عرصے کی مسلسل خدمت اور [illegible] کی وجہ سے
عبداللہ میں بہتری کے [illegible] نمایاں طور سے نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔

عبداللہ کے [illegible] سے فرحت نے [illegible] ایک میڈیکل اسٹور ہونے کی وجہ سے
[illegible] اور [illegible] بارہ برس کے [illegible] وہ حیرت
انگیز طور سے ایک [illegible] شخصیت [illegible] کے سوا وہ
بولنے سے [illegible] تھا۔ [illegible] اور آنکھوں کے پیچھے [illegible] نمایاں
فرق آیا تھا۔ اب پہلے کی طرح [illegible] رات [illegible] وہ گھر میں [illegible]
خود چلا جاتا تھا۔ [illegible] کی کوشش کرتا
تھا۔ یہ سب خوش آئند تبدیلیاں تھیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ شرافت میں بھی تبدیلی آئی تھی۔ اب کافی سالوں سے وہ اپنے گھر والوں
سے ملنے ملتان جانے لگے تھے [illegible] کے بعد چار دن کے
[illegible] بھی ایک ہی [illegible] لڑکوں نے [illegible] تھا۔ سب [illegible]
میں شروع سے ہی [illegible] والدین کی [illegible] کے بعد [illegible] اختیار کرتے
چلے گئے۔ [illegible] کے بھاری [illegible] کی بھی فرصت نصیب نہ ہوتی
تھی۔ اس لئے اتنے وقت [illegible] ہو گا۔

شرافت کو ملتان اور مظہر کو [illegible] سے کم فرصت ہوتی تھی۔ ایسی صورت میں بڑے والے کے
دکان سنبھالتے تھے۔ بس ایسے ہی [illegible] کے دوران ان دونوں میاں بیوی کو ان کی [illegible] کی
[illegible] سوال [illegible]

اماں بی اور نازیہ کو ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے قطعی احساس نہ ہو پایا اور دونوں لڑکے گھر کی دو
لڑکیوں کو لے کر بھاگ گئے اور جاتے جاتے مظہر کی جمع پونجی، زیورات اور جو قیمتی چیز ہاتھ لگی، اسے
لے اڑے۔ گھر میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ دونوں لڑکیاں بھی ایک ہی باپ کی تھیں۔

رات ہونے سے پہلے جنگل کی آگ کی طرح گھر میں یہ خبر گھوم گئی۔ سننے والوں نے
انگلیاں دانتوں میں دبا لیں۔ ہر طرف تھو تھو ہو گئی۔ اماں بی کے تو [illegible] میں لہو نہیں۔ یہ سارے
کی ساری عزت پل بھر میں خاک ہو گئی۔ وہ کونے کھدروں میں منہ دے کے رو گئیں۔ نازیہ والا سے
[illegible] ہار گئی۔

اتفاق کی بات کہ اسی شام شرافت علی بیٹے عمر کے ملتان گئے ہوئے تھے۔ اسی دوران ان کی [illegible] کے باپ نے ایف آئی آر درج کرا کے پولیس دروازے پہ لا کھڑی کی۔ تحقیقات جاری تھیں۔ گواہیاں اور شہادتیں ہو رہی تھیں کہ گھٹ سے شرافت علی رکشے پر اسٹیشن سے آ اترے۔ پولیس نے دروازے پہ ہی دھر لیا۔

معطر جو کچن سے گھومتی گھامتی، گلے عمر سے رپورٹ بھی تھی سو وہ بھاگی چلی آ رہی تھی۔ بد ذات تو سب کچھ دیکھ چکی تھی۔ دم بخود ہو گئی۔ گھر کے اندر دودھ پیتا بچہ رو رہا تھا۔ مارے ہولوں کے ان کی جان پہ بنی تھی۔ شرافت پہ بیتی تو معلوم ہو گئی تھی مگر یہ پتا نہ چل رہا تھا کہ باہر فرحت پہ کیا گزری۔ گھر اور پڑوس سے برا حال تھا۔

ایسے میں معطر نے کسی کی طرف توجہ دیے بغیر [illegible] شروع کر دیں۔ [illegible] گئی رہی، وہ تلی رہی کہ اماں اماں کی طبیعت بہت خراب ہے ——— اماں! چپ ہو جائیے ——— اماں! سن تو لیجئے! ——— مگر اس کی اماں تو آپے سے باہر ہو چکی تھی۔

[illegible] وہ باؤلی بلی کی طرح [illegible] مار رہی تھی [illegible] میں بیٹھ گئی۔ ان کے [illegible] ایک دھیلا [illegible] والے۔ اس کی [illegible] تلاش کر گئے تھے۔

باہر سے پولیس کے جاتے ہی [illegible] کرنے کے لئے دوڑ پڑیں۔ [illegible] کی [illegible] بچے کے پیچھے۔

معطر [illegible] سے بھی بھاگ رہی تھی۔

[illegible] کے [illegible] "[illegible]" کے مصداق معطر بھی [illegible] رہی تھی۔ [illegible] تو وہ [illegible] [illegible] آج [illegible] میں بھی اسے اپنی [illegible] کی۔

اس بیچ [illegible] کے [illegible] نے اپنا کھانا طلب کیا [illegible] تھا۔ اسے [illegible] دو۔ [illegible] کے [illegible] میں [illegible] سے [illegible] سے نوازا۔

[illegible] کے [illegible] فرحت [illegible] شرافت علی کے [illegible] کے بعد وہ ان کی ضمانت کرانے میں [illegible] تھا۔ [illegible] رات آنکھوں کو [illegible] کروانی پڑی۔ ایک تو فرحت کی خیر ہو جو کی میں گرفتاری عمل میں آئی تھی، دوسرے یہ کہ وہ آج کی کام سے اتنا لیٹ [illegible] کہ رات کے [illegible] اسٹور پہ پہنچا تھا۔

وہ آسیب زدہ رات پورے گھر نے شدید وحشت کے عالم میں گزاری۔ اس ایک واقعے نے فرحت کو بہت سنجیدہ کر ڈالا تھا۔ مگر بھی بھولی کو کیا کہہ سکتا تھا؟ اب تو معطر بہت ہی [illegible] تھی۔ جبل خود اس کے گھر ہی لٹ گیا تھا۔

پیچھے فرحت نے اگلے روز جبل کی ضمانت تو کروا لی تھی مگر یہ سوائے زمانے کسی شیطان کی آنت ثابت ہوا تھا۔

شرافت علی نے جو ملتان کا رخ کیا تو وہیں آ کے بھول گئے۔ گھر بار کا پورا خرچ فرحت کے کندھوں پہ آ گرا۔ اب ایسے میں [illegible] غریب کا گھر کیا اسٹور چلا پاتا؟ کس سے کہتی اور کیا کہتی؟ اپنی [illegible]

[illegible] سمیٹنا ہی پڑتا ہے۔ سو وہ بھی سمیٹ رہی تھی۔ خود اس کے بھائی ترقی کے زینے قدم بہ قدم [illegible] نے کہیں سے کہیں پہنچ گئے تھے۔ ان کے محلے میں بیٹیوں نے [illegible] ان کے گھروں نے قد بڑھا لئے تھے مگر یہ لوگ ایک مقام پر تھمے ہوئے تھے۔ گھر کے اخراجات اس قدر بڑھ چکے تھے کہ سانس لینا دوبھر تھا۔ سوال کا سر تھی بیٹے شب و روز دیت رہے تھے۔

✕●✕

"میرے آنگن میں آ کے ———!
تو مجھے سے تو دیکھو
مری سب گھر کیوں بکھرا بکھرا ہے
مرے [illegible] کے پار وہ
تمہارے راستے کی جو تھک ہو گئے ہیں
مرے گھر کے [illegible] اک وہ
وہ [illegible]
وہ [illegible] کرتے [illegible]
مرے [illegible]
مرے [illegible]
وہ آنکھ [illegible] کس قدر وحشت [illegible]
وہ [illegible] کا [illegible] پڑا ہے
وہ [illegible]
تمہارے [illegible]
وہ اک [illegible] سامنے [illegible]
وہ اک [illegible]
یہ [illegible]
مرے ہاتھوں میں [illegible]
مرے ہونٹوں سے [illegible]
تمہارے [illegible] کی [illegible]
مری پوروں میں سردی گھر گئی ہے
تمہارا انتظار حد سے بڑھ چکا ہے
مجھے [illegible]
میں تھک کر ٹوٹنے والا ہوا ہوں
میں خود سے رابطہ تو ڑ [illegible]
کبھی میں حوصلہ تو چھوڑ [illegible] ———"

[illegible] سے چلنے والی پروائی ——— عجیب ہی دل میں گھر جانے والا انداز [illegible] تھا اس کا۔ [illegible] اور [illegible] کی طرح [illegible]
کون تھا جو [illegible] نہ تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

اپنے برف جیسے سفید سفید گھنگھریالے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے الفاظ کے نگینوں سے مزین [illegible] پر بھی محفل کو اپنے درد کی ترنم سے بہا کر رکھ دیا۔

وہ سوز و گداز میں ڈوبا ہوا انداز، ہجر و فرقت کی کالی کاجل رات کے تیرہ لمحوں سے جنم لینے والی شاعرانہ نازک خیالی۔

شاعری ختم ہو گئی مگر اردگرد کھلے ہزاروں رنگ برنگے جنگلی پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو کے ریلے سے لپٹ لپٹ کر اس کی سنائی ہوئی شاعری سسکیاں بھر رہی تھی۔

تازہ، معطر اور ٹھنڈی ہواؤں سے [illegible] ہو گئے۔

نتھیا گلی کی یہ رومان پرور شام کچی کنواری دلہن کی طرح قدم بہ قدم بڑھتی تاریک رات میں ڈھلنے لگی تھی۔

"بہت خوب...... ایک دفعہ اور......"

[illegible] کے ایک قریبی ساتھی کے پیچھے سے کسی نے بڑی لجاجت سے اصرار کیا۔

فوراً ہی دوسری آواز نے بھی آواز سے آواز ملائی۔ دم بخود بیٹھے حاضرین محفل چونک اٹھے۔

سب بول اٹھے۔

"مکرر...... مکرر......"

پوری رات کا چاند ابھر کر اب سامنے آ گیا تھا [illegible] کے درختوں میں گھرا ہوا [illegible] چاندی کی [illegible] کرنوں میں [illegible] پر کھلے پیلے، سرخ اور سفید رنگ کے پھول اپنے فطری اور قدرتی حسن اور خوشبو سے [illegible] رہے تھے۔ [illegible] رہے تھے۔

[illegible]

طلسم ہوش ربا [illegible]

"بہت خوب صاحب!" کسی نے اسے پہچان کر زور سے اصرار کیا۔ "ایک دفعہ اور...... [illegible] صاحب!"

اتنے میں کوئی خوش ذوق [illegible] اس کے [illegible] سے اشتیاق سے پوچھا۔

"یہ جو شاعری آپ نے سنائی، اس کے شاعر بھی آپ ہیں؟"

وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ "جی نہیں...... شاعری [illegible] گنگنا لیتا ہوں۔"

"واہ...... کیا خوب [illegible] پایا ہے۔ ماشاء اللہ۔ اور [illegible] انتخاب [illegible]" سوال کرنے والے نے بھرپور [illegible] تعریف کی۔

کسی نے پیچھے سے لقمہ دیا۔ "ان کی سادگی پر مت جائیے۔ دیوان کے دیوان ذاتی شاعری کر ڈالی ہے۔ مگر افسوس کہ چھپاتے ہیں نہ کسی کو سناتے ہیں۔ [illegible] یہ حضرت۔"

سننے والوں کی آنکھوں میں حیرانی سی ابھر آئی تھی۔

سب کے پرزور اصرار پر اس نے وہ تو نہیں، دوسری چیز سنا کر اہلِ محفل کو تڑپا ڈالا۔ سننے والے جگر تھامے دم بخود بیٹھے سن رہے تھے۔

اس کا رقت آمیز ترنم چاندنی میں درد کے پھول کھلا رہا تھا۔

"میں ہوں، ترا خیال ہے اور چاند رات ہے
دل درد سے نڈھال ہے اور چاند رات ہے

آنکھوں میں چبھ گئیں تری یادوں کی کرچیاں
کاندھوں پہ غم کی شال ہے اور چاند رات ہے
دل توڑ کے خموش نظاروں کا کیا ملا
شبنم کا یہ سوال ہے اور چاند رات ہے
پھر اک گلی نے اوڑھ لیا ماتمی لباس
ہر پھول پُرملال ہے اور چاند رات ہے"

پھر جانے کیا ہوا؟

پڑھتے پڑھتے، بیٹھے بیٹھے اسے [illegible] ہو گیا۔ بمشکل آخری شعر مکمل کیا اور جو کچھ کہے بغیر اٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

[illegible] کی آواز کوئی ہوگی۔

وہ انہی راستوں سے چلتا ہوا ہوٹل کے اسی کمرے میں واپس آ گیا، جہاں برسوں پہلے وہ دونوں ساتھ ساتھ آ کر ٹھہرے تھے۔

کئی گھڑیاں [illegible] رات کا ایک [illegible]

وہ خود کو تسلیاں دے کر [illegible] یہ تو بہت مدت سے ہو رہا تھا اس کے ساتھ۔ کبھی [illegible]

اکثر وہ خود اپنی زبان سے اقرار کرتا تھا۔

[illegible] ترے بغیر

[illegible]

مگر [illegible] اس کی بات ہی [illegible] آنکھوں میں [illegible] کے لیے مخفی ہو جانے والا غم فرقت اس کے لیے [illegible] جدائی نے اسے ختم کر کے رکھ دیا [illegible] تھیں۔ وہ اصل میں [illegible]

[illegible]

گزشتہ چند برسوں سے [illegible] آج جہاں سے [illegible] وہاں [illegible] جب [illegible] دونوں ساتھ ساتھ [illegible] ہاتھوں میں ہاتھ دیے [illegible] پر [illegible] ایک انجانی درد [illegible] بے قراری اور گہرا اضطراب اس کی پوری ذات کا احاطہ کر لیتا۔ وہ ایک مضطرب روح کی طرح بے چین ہو جاتا۔ کیفیت یہ ہوتی کہ

جہاں جہاں ترے قدموں نے کھلائے تھے گلاب
وہاں وہاں دل وحشی پکار اٹھتا ہے

گھر کے لوگ اس کی افتاد طبع سے خوب آگاہ تھے۔ اس لیے کوئی بھی اس کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔

وہ آج شام ہی [illegible] سے [illegible] نتھیا گلی پہنچا تھا اور اس وقت اسی ہوٹل کے اسی کمرے اور اسی بیڈ پر تنہا لیٹا بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا جہاں مدتوں پہلے اس نے اپنے دل کے قرار کے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بھر لو قیام کیا تھا۔

گو کہ اب اس کا مستقل ٹھکانہ بالا کوٹ تھا مگر وہ ہر ویک اینڈ پر ان اطراف میں ضرور چکر لگا لیتا تھا۔ یہاں کی خوبصورت راتیں اسے وجہ قرار لگتیں۔ پہاڑوں کے وسیع دامنوں میں صنوبر اور شاہ بلوط کے پیڑوں کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے گہری وابستگی ہو گئی تھی۔ وہ تند و تیز اور ٹھنڈی ہوا سے لطف اٹھاتا جو کسی کی یادوں سے معطر اور آباد تھیں، اس کے رگ و پے میں زندگی کی حرارت جگاتی تھیں۔ یہاں کی فطری حسن سے مالا مال جانفزا زندگی سے بھرپور فضائیں اس کی جان بن گئی تھیں۔

نہ معلوم کتنی گہرے نارنجی رنگ کی خنک شامیں اس نے یہاں غروب آفتاب کا نظارہ کرتے بتا دی تھیں۔ اچانک ہی کوئی شور مچاتا مسرور آبی کے نہاں خانوں سے وارد ہوتا اور وہ دیکھتے دیکھتے پوری غزل یا نظم میں ڈھل جاتا۔ اور تب ایک گہرے سکون کا احساس اس پر چھا جاتا۔

ندی کے کنارے جنگلوں کے بیچ [illegible] ماضی کی اڑتی چلچلیوں تک پہنچ کر وہ ہر احساس سے غافل ہو جاتا اور اچانک خود سے بچھڑ جانے والے ساتھیوں کو تلاشتے سرسبز و شاداب [illegible] اور [illegible] کے گھنے سایوں تلے چہل قدمی کرتا۔ [illegible] ہر رنگ کے پھولوں کے درمیان سے گزرتے جنگلی گلابوں کی بے پناہ مہک میں کھو جاتا۔

خوابوں کا یہ [illegible] ایک [illegible] نہایت روانی سے جاری و ساری رہتا اور گھر سے دور کسی ہوٹل میں [illegible] اوقات [illegible] اور آسانی سے گزر جاتی۔ یہ تھے اس کے شب و روز۔

کوئی ملال [illegible] نہیں کرتے
تمہارے بعد [illegible] گفتگو نہیں کرتے
[illegible]
تمہاری یاد سے جب بھی وضو نہیں کرتے

میر صاحب اور ابا میاں دونوں [illegible] آمنے سامنے بیٹھے [illegible] کر رہے تھے۔

ان کے چاروں طرف [illegible] ہلکی ہلکی دھوپ بکھری ہوئی تھی جو [illegible] کو گدگدی کر رہی تھی۔

اونچے اونچے بلند و بالا درختوں سے پرندے جھنڈ کے جھنڈ چہکار کرتے گزر رہے تھے۔ باغ کے چاروں طرف میر صاحب کے گھر تک آنے والی سڑک کے دونوں طرف لہلہانے والے فالسے کے جھاڑ اپنی گول باہیں پھیلائے فاختہ مستی سے جھوم رہے تھے۔ جاڑوں کی سرد ہوائیں ان کی شادابی اور ہریالی چرا لے گئی تھیں۔ سارے ہرے والے پتے [illegible] جھڑ گئے تھے۔

ابا میاں نے چھڑی کی نوک میر صاحب کی طرف گھما کر کہا۔

"یہاں فالسے کے پودوں کی تک سمجھ میں نہیں آئی۔ اب دیکھو! یہ اداس رسیدہ ٹہنیاں کیسی وحشت زدہ لگ رہی ہیں۔"

میر صاحب جو کسی خیال میں مستغرق تھے، جھوم کر بولے۔

"ہم تمہاری طرح سبزی تھوڑی ہیں۔ ان خالی ٹہنیوں کی افادیت گرمیوں کے موسم میں سمجھ گے جب [illegible] فالسے کا شربت مفت ملے گا۔"

منتقل کر دیے گئے۔ آج کل ان کی حویلی میں خوب گہما گہمی اور رونقوں کا سماں تھا۔ طاہر بیگ کی بڑی بیٹی عفت جہاں کی شادی کی وجہ سے مصروفیت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ خود بھی آج کئی دن کے بعد ادھر آئے تھے۔

میر صاحب کچھ زیادہ ہی خاموش تھے۔ ابا میاں نے انہیں چھیڑا۔

"کیوں بھئی، خیریت تو ہے؟ ۔۔۔ معلوم ہوتا ہے "آمد" ہونے والی ہے۔"

انہوں نے ایک آنکھ کھول کر روانی سے جواب دیا۔

"فرقت کا اک پہاڑ ہوں دل پہ لیے ہوئے
چھاتی پہ کھاٹ، کھاٹ پہ بستر لیے ہوئے
[illegible]
[illegible] لیے ہوئے"

"لاحول ولا قوۃ" ابا میاں کھسیا گئے۔ "ہاں تمہیں ان خرافات کے سوا بھی کچھ آتا جاتا ہے؟"

"ہاں، ان خرافات کے سوا بھی ایک کام آتا ہے ہمیں۔" میر صاحب نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

پاؤں کی [illegible] سے ایک پان [illegible] کرتے [illegible] سے بولے۔

"ان خرافات کے علاوہ ہم [illegible] کا کام بھی کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ شعر سے یہاں تک [illegible] "نجات" [illegible] لیتے ہیں وہ ہم سے آج بھی [illegible] کر کے ہوتے ہیں۔"

ابا میاں [illegible] پڑے۔ "اچھا ۔۔۔ [illegible] صاحب کی آج کل"

میر صاحب نے [illegible] گئے

"[illegible] صاحب نہیں آ جاتے،

ہمارا [illegible] گھر میں [illegible] ہے۔ اس نے شاہ صاحب سے عرض ہے ۔۔۔

[illegible]
[illegible]
[illegible] سے دور تک پان والے کی دکان سے
کوئی [illegible] کیا [illegible] آ گئے

ابا میاں بے ساختہ ہنسنے لگے۔ حالانکہ وہ کسی زمانے میں [illegible] تھے مگر میر صاحب کے ہاں آ کر ان کا موڈ بدل جاتا۔ میر صاحب کی [illegible] اور شعر و شاعری ان کی [illegible] کی تھی۔

ہنستے ہنستے دریافت کیا۔ "میر صاحب! کبھی کبھی میں سوچتا ہوں، آخر آپ نے دوسری شادی کی ہی کیوں؟"

انہوں نے برجستہ جواب دیا۔ "کسی شیخ جی سے بھی کسی نے یہ سوال پوچھا تھا۔ جواب ملاحظہ ہو۔

مزہ [illegible] کا [illegible] پوچھا تو بولے شیخ جی
ایسے لگتا ہے [illegible] ہے ترکاری کے بعد"

ابا میاں کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا۔ پھر انہیں چھیڑنے کو بولے۔

"ہمارے گھر میں ایک دن ذکر ہو رہا تھا۔ بچی جان کہہ رہی تھیں، میر صاحب کی دوسری بیگم تو خاصی عمر رسیدہ ہیں ۔۔۔ شاید آپ سے بڑی ہیں۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

میر صاحب آج کسی دوسری ہی دنیا میں تھے۔ آج ہر سوال کا جواب شعروں کی صورت میں دے رہے تھے۔ نہایت فراغت سے جواب دیا۔

"سودا ہے شاعری کا ہمارے جو سر میں ہے
بیگم کھٹملوں میں ہے، افلاس گھر میں ہے
بڑھل ہے، ضعیف ہے، ذہن تو کیا ہوا؟
لاکھوں کی جائیداد بھی میری نظر میں ہے"

"غلط۔۔۔۔ سراسر غلط۔" ابا میاں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "مجھے بھی یقین نہیں آ سکتا کہ یہ سچ ہو گا۔ اتنے عرصے کی دوستی میں خوب پرکھ چکا کہ تم کیسے سیر چشم اور بے نیاز انسان ہو۔ کسی دوسرے کو بتانا۔"

"خیر، چھوڑو اس ذکر کو۔" میر صاحب ایک دم سنجیدہ ہو کر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ "تو تم نے کچھ سوچا تھا اس پر عمل کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟"

ابا میاں نے بھی متانت سے جواب دیا۔

"عمل کا ارادہ کیوں نہیں ہے؟ بلکہ جب لڑکی پیدا ہوئی تھی تبھی میں نے کہہ دیا تھا کہ اس بچی کو خدا نے میرے شاہکار کے لیے منتخب کیا ہے۔ [illegible] ہماری بیگم [illegible] موجود ہیں۔"

میر صاحب جیلانی انداز میں بولے۔ "[illegible] ہے۔ وہ تو [illegible] ہے گھر کی اس شادی میں ایک کے بجائے دو اتفاق کر لو۔"

"وہ۔۔۔۔ کیسے؟"

"میرا مطلب ہے شاہکار اور [illegible] موقع اچھا ہے۔ [illegible]"

"ہاں، یہ تمہارا مشورہ درست ہے۔" ابا میاں نے فوراً آمادگی ظاہر کر دی۔ "جبھی [illegible] تمہارے پاس [illegible]"

میر صاحب نے [illegible] انداز میں پوچھا۔ "پھر کیا بولیں بھائی صاحب؟"

"وہ کیا بولیں گی؟" ابا میاں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ان کی تو دلی خواہش ہے۔ اور [illegible] چاہیے وہ [illegible] خوشی سے [illegible] ہیں۔ ان کے دل میں بھی پہلے روز سے یہی ارمان [illegible] رہا ہے۔ وہ اسی [illegible] تھیں۔"

"گھر میں کسی اور سے بھی ذکر کر دیا؟"

"ہاں، وہی تو بتا رہا ہوں۔" ابا میاں نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بھابی سے زیادہ ان دونوں بچوں کے رشتے داری کی خواہاں ہماری بہن صاحبہ ہیں۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم دونوں سے زیادہ وہ ان بچوں کی چاہت اور لاڈ کرنے والی وہ خود ہیں۔ وہ پہلے بھی کئی بار ہماری توجہ اس امر کی طرف مبذول کرا چکی ہیں۔ مجھے دراصل اپنی پوتی کے اٹھارہ برس کی ہو جانے کا انتظار تھا۔"

میر صاحب ہنس کر بولے۔ "کیا صاحب! دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو نابالغ بچوں کا نکاح کر لیتے ہیں۔ اور آپ ابھی تک خیالوں میں انتظار فرما رہے ہیں۔"

ابا میاں نے سادگی سے کہا۔ "ابھی یہاں کسی جلد بازی کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ نہ آپس کے اختلافات ہیں اور نہ ہی خدا نخواستہ کوئی دوسری وجہ تھی۔"

میر صاحب نے چونک کر پوچھا۔ "دونوں بچوں کی رضامندی وغیرہ بھی معلوم ہے؟"

ابا میاں ماننے والے انداز میں بولے۔ "ہاں، ہاں۔۔۔۔ کیوں نہیں؟۔۔۔۔ سارے بچے ایک جگہ کے پروردہ ہیں۔۔۔ سبھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

میر صاحب مطمئن ہو کر بولے۔ "ہاں صاحب اس بات کی چاہت تو ہمارا مذہب بھی کرتا ہے۔ قریبی [illegible] اور [illegible] بھی ہوا کرتے ہیں۔ اور سب سے بہتر اتفاقات بھی ہوتے ہیں کہ گھر کے بچے گھر میں ہی آپس میں بیاہے جائیں۔ میری دونوں کی دونوں بیگمات کے درمیان اور کسی بات میں اتفاق ہو کہ نہ ہو، مگر تمہارے ہاں کے ماحول اور قاعدے قرینے کی دونوں مداح ہیں۔ دونوں گھنٹوں تمہارے ہاں کی باتیں کیا کرتی ہیں۔ اور ماشاءاللہ ظاہر کی بیٹی پر تو فریفتہ ہیں۔"

گفتگو جاری تھی کہ دور سے ظاہر بیگ کا بیٹا سعد آتا ہوا دکھائی دیا۔ قریب آ کر اس نے ادب سے سلام کیا۔ پھر بولا۔

"دادا جان! آپ کو بڑی دادی جان نے بلایا ہے۔"

ابا میاں فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میر صاحب نے ہاتھ ملایا اور جھک کر بولے۔

"اچھا خدا حافظ۔۔۔۔ فی امان اللہ۔۔۔۔ پھر ملیں گے۔"

سعد جاتے جاتے پلٹ پڑا۔ "میر صاحب۔۔۔۔ دادا جان! گستاخی معاف، آپ کی شاعری تو ہوتی ہی لاجواب ہے۔ ایک شعر مجھے بھی عنایت فرما دیجئے۔"

میر صاحب نے شاہانہ انداز میں [illegible] "ہاں ضرور، عنایت ہے۔۔۔۔ سناؤ کیسے؟"

سعد نے سنجیدگی سے شعر سنایا۔

"[illegible] آج وہ شاعروں کے درمیان
[illegible] پوچھتے ہیں"

اس سے پہلے کہ وہ بھاگ سکتا، میر صاحب نے جھپٹ کر اس کی گردن ناپ لی اور ایک دھپ دے کر بولے۔

"تو میاں، [illegible] ہوتی ہے بزرگوں سے دل لگی کا شوق؟"

ابا میاں اور وہ خود ہنسنے لگے۔

سعد باغ کے پھاٹک کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

◇◇○◇◇

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

تایا ابا اور طاہرہ بیگم کی بڑی بیٹی عفت کی شادی کو ڈھائی تین برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ ماشاءاللہ اس کی گود میں ایک بیٹا کھیل رہا تھا اور آج کل اس سے چھوٹی عصمت جہاں کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ حویلی بھر میں خوب رونق اور گہما گہمی کا سماں رہتا تھا ان دنوں۔

ابا میاں نے حویلی میں رہ گئی تھی۔ عفت کی شادی کے موقع پر خوب ہی ہنگامہ کر رہا تھا۔ کسی کی مجال نہ ہوئی کہ کوئی ایک لفظ بھی بول سکے [illegible] کے ذریعے انہوں نے اپنا وصیت نامہ اور دیگر تمام کاروائی پہلے ہی مکمل کر لی تھی۔ جس کی رو سے دونوں بیٹیاں شاکر اور فاخرہ کی اولادوں کو اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا وارث قرار دیں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم قرار دے دیا تھا۔

چنانچہ جب عفت جہاں کے نکاح کے بعد [illegible] بیٹے شاہکار کا نکاح فاخرہ کی بیٹی سے پڑھوانے کا موقع آیا تو شگفتہ بیگم [illegible] کہ تایا ابا اور دونوں بھائیوں کی اولادیں آپس میں [illegible] شاہکار کے [illegible] جانے پر بھی کی گئی۔ کیونکہ شاہکار اس وقت میڈیکل کے دوسرے یا تیسرے سال میں تھا۔

شگفتہ کے موقع پر [illegible] شگفتہ اور فوزیہ [illegible] گھونٹ پی کر رہ گئی تھیں [illegible] کی خوب [illegible] اٹھائی تھیں۔

ابا میاں کے علاوہ خود اپنے بیٹے وقار حسین صاحب سے بھی ڈرتی تھیں۔ اس لیے مصلحت سے کام لے کر اس وقت تو خاموش ہو گئیں مگر دھیرے دھیرے بالکل غیر محسوس انداز میں اپنے اختلاف سے آزمانے سے نہیں چوکی تھیں۔ عفت جہاں کی شادی سے فارغ ہو کر جاتے جاتے شگوفہ بھی چھوڑ گئی تھیں اور اپنے نیلوفر کو وقار سے [illegible] کر رخصت ہوئی تھیں۔ جن پر شگفتہ بیگم وقتاً فوقتاً [illegible] دہراتی تھیں۔

اوّل تو اپنے تعلیمی شب و روز کی مصروفیت کی وجہ سے شاہکار ہی ان کے بہت کم ہاتھ آتا تھا۔ دوسرے انہیں اپنی بھابیاں دونوں اولادیں وقار اور شاہ بانو بھی آپے سے باہر ہی نظر آیا کرتے تھے کیونکہ عموماً ہوتا یہ تھا کہ وہ ان کے سکھائے ہوئے سبق ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا کرتے تھے۔

زمانہ کہیں سے کہیں جا پہنچا تھا مگر حویلی کا اندرونی ماحول ذرا سی تبدیلی کے ساتھ جوں کا توں اپنی قدیمی روایات پر قائم تھا۔ چنانچہ شاکر حسین کے بچوں پر بھی ماں کی بجائے دادا، دادی اور حویلی کے خاندانی قواعد و ضوابط کا رنگ ڈھنگ غالب نظر آتا تھا۔

ابا میاں اور زمانی بیگم نے حویلی کے تمام بچوں کے درمیان کبھی کوئی تفریق حائل نہ ہونے دی تھی۔ آخر کو یہ بچے انہی کے تینوں بچوں کی اولادیں تو تھیں! سب کے ساتھ یکساں رویے اور سلوک نے سب کو ایک لڑی میں مضبوطی کے ساتھ پرو رکھا تھا۔ بعض اوقات شگفتہ بیگم بے بس ہو کر رہ جاتیں۔

تایا کی بڑی بیٹی عفت جہاں اپنے تایا کے ہاں بیاہ کر گئی تھی۔ ابھی تایا نے چھوٹی لڑکی عصمت جہاں بھی مانگ لی تھی۔ ان کا لڑکا وہ ماہ جو دوبارہ کینیڈا جانے کو تیار بیٹھا تھا کیونکہ کاروباری لحاظ سے کئی برسوں سے وہیں سیٹ تھا۔ اس دفعہ اس کی آمد پر یہاں دونوں گھرانوں کی باہمی مشاورت سے آنا فاناً شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ دونوں طرف خوب چہل پہل اور گہما گہمی جاگ پڑی۔ عصمت کے مایوں والے دن خوب رونق تھی۔

حویلی کا ہر کمرہ مختلف خواتین سے بھرا ہوا تھا۔ سب اپنی اپنی دل پسند گفتگو میں مصروف تھیں۔ سب کو ایک جانے کا موقع مل گیا تھا۔ اس شادی میں چچی جان کی ایک چچیری بہن بھی حیدر آباد سے آئی تھیں۔ نہایت عجیب اور بات سے بات نکالنے میں ماہر۔ گھر کے لڑکیوں سے ان کی خوب بن گئی [illegible] سارا دن اور رات انہیں گھیرے رہتے۔ [illegible] کہانیاں ہو رہی ہوتیں [illegible] چچیری بہن نے [illegible] "چھوٹی بیگم" کا خطاب دے ڈالا تھا۔

اس وقت بھی چھوٹی بیگم [illegible] نشست گاہ میں بیٹھیں۔ یہاں زیادہ تر بڑی بوڑھیوں کی بیٹھک تھی۔ زمانی بیگم بھی [illegible] میں گھری بیٹھی تھیں۔ چھوٹی بیگم نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

"اے بی [illegible] یہ تم یہاں بیٹھی ہو [illegible] باہر [illegible] گانے بجانے کو کیوں منع کر رکھا ہے؟ لڑکیاں بالیاں خود ہی گا لیں گی۔ مگر ان کا شوق تو ہے۔ گانے والی ڈومنیاں بلا لو۔"

زمانی بیگم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اے ہے یہ کیا کہہ رہی ہو [illegible] بچے گی؟"

چچی جان مسکرا کر بولیں۔ "اے ہے [illegible] عفت جہاں کی شادی میں بھی یہی کرکے رکھا تھا حالانکہ اس روش سے شادی کا [illegible] معلوم ہوتا ہے۔ یہ حویلی کی ساری رسمیں رہتیں بھلائے دے رہی ہیں۔"

زمانی بیگم ماتھے پر ہاتھ مار کر بولیں۔ "بچے۔۔۔۔۔ چچی جان نے تو ہم ہی کو مورد الزام ٹھہرا دیا۔ حالانکہ سر دردی کی شکایت خود کرتی ہیں۔ ہر وقت لڑکیوں کو پھٹکارتی رہتی ہیں۔ خود تو بار بار کہہ رہی تھیں مایوں اور سانچق ایک ہی دن ہو جائیں گی۔"

چھوٹی بیگم گھبرا کر بولیں۔ "اے ہے۔۔۔۔۔ کہیں ایسا کر بھی مت دینا۔ شادی بیاہ میں کیا مزہ ہی گزر بیٹھا دیتے ہے۔ کوئی روز روز تو یہ دن نہیں آتے۔ لڑکوں بالوں کو تو آنگن کھیلنے کا شوق لگا ہوا ہے۔ دیکھو کسی کو منع مت کرنا۔"

زمانی بیگم پریشان ہو کر بولیں۔ "بہت خواری ہوگی۔ دیکھئے، ہم کہے دیتے ہیں لڑکوں کو شہ مت دیجئے۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"نے جانے دو۔" چھوٹی چچی زیادہ زور و شور سے تیج کے دانے گراتے ہوئے بولیں۔ "میں نے تو شاہ سے کہہ دیا ہے وہ چار دیگچوں میں خوب رنگ گھولے۔ عفت کی شادی کی کسر حسرت کی ماؤں میں پوری کرواؤں گی۔"

زمانی بیگم مارے ہول کے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ "ارے بچی ایسا غضب مت کروا دینا کہیں۔ کہنے کو تو شاہ کار اللہ رکھے ڈاکٹر بن چکا ہے مگر شرارت میں شیطان کے کان کاٹتا ہے۔ اگر آپ نے اسے رنگ کی اجازت دے ڈالی تو وہ سعد کے ساتھ مل کر وہ اودھم کرے گا کہ ایک طوفان بدتمیزی مچ جائے گا۔ آئندہ محفل میں بس یہی بہت ہے۔"

قریب بیٹھی سرور باجی گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں، طنز سے مسکرا کر بولیں۔ "زمانی کی مت پوچھو۔ سب میں سگھڑ بھی بن گئی ہیں۔ لڑکوں کے طوفان بدتمیزی سے گھبرا کر انہوں نے شادی بیاہ سے ہو کی جانے کی رسم ختم کروا دی ہے۔"

زمانی بیگم ان کی چال سمجھ کر رہ گئیں مگر بولیں کچھ نہیں۔

میر صاحب کی بڑی بیگم چھالیہ کترتی ہوئی کہنے لگیں۔ "یہ تو ہے۔ اب یہ رسم کرتا کون ہے۔ جو بچی والے ان دن چاؤ کرتے ہیں۔"

بیگم عزیز جان کی گھوری سے [illegible] ہو کر بولیں۔ "سچ ہے تو یہ ہے اس رسم میں [illegible] الجھے ہوئے [illegible] کی تو رہ جاتی ہے۔ [illegible] دلہن [illegible] دلہن والوں [illegible] کے [illegible] پھر بولیں [illegible] اور [illegible] میں [illegible] بولا آپ [illegible] ایک دوسرے [illegible] کیا بہت [illegible] ہے۔ [illegible] ابھی [illegible] رسم [illegible] میں اور دلوں میں [illegible] ہے۔ کیا ہوا [illegible]"

چھوٹی چچی نے تیج چننا موقوف کر دی۔ ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں۔ "ہاں [illegible] کہا تم نے۔ ہم سب اس رسم کے [illegible] مثال کے طور پر زندہ سلامت موجود ہیں۔ اگر ہو سکے تو عبرت حاصل کرو۔"

تھوڑی دیر کے لیے سب خاموش ہو گئے مگر کسی نے جرح نہ کی۔ میر صاحب کی چھوٹی بیگم نے زمانی بیگم کو مخاطب کر کے کہا۔

"شاہ، ماشاء اللہ سے ڈاکٹر ہو گئے۔ بس اب اگلی شادی آپ اور شاہ کار کی ہونی چاہیے۔ حرج تو مت ہونے دیجئے۔ کیوں بچی جان؟"

بچی جان نے اپنا سر اور زیادہ ہلا کر جواب دیا۔ "ہاں بھئی ——— کیوں نہیں۔ اللہ وہ مبارک موقع لائے اور نیک گھڑی سے انہیں میاں شاہ کار کا سہرا دیکھنا نصیب کرے۔"

"آمین!" سرور باجی نے با آواز بلند کہا۔

اب محفل کا موضوع گفتگو شاہ کار اور آپ کی طرف ہو گیا۔ حکیم صاحب کی بیوی ایک سرد آہ بھر کر بولیں۔

"اللہ اللہ ——— کیسی کیسی کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے بیگم صاحبہ کو۔ وہ بے چاری حاضر ہوئے اور چھوٹی دلہن کا نا کہاں بگڑ جانا اور پھر ناظر میاں کا حویلی چھوڑ کر چلے جانا ——— [illegible] کس وجہ جگر میں گھاؤ ڈالنے والے صدمے ہیں۔ مگر بندہ بشر لاچار ہے بس ہے اس لیے [illegible]

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

والی کے لیمپوں کے سامنے۔"

حکیم جی کی بیوی نے سب کو زلا دیا تھا۔ سرور باجی کے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ نگاہوں کے سامنے سب کی صورتیں لہرانے لگیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ یہی حال دیگر اہل محفل کا تھا۔ بچی جان ایک دل دوز آہ بھر کر بولیں۔

"سچ کہا بی بی تم نے۔ جانے والے ہر خوشی کے موقع پر سب سے پہلے یاد آیا کرتے ہیں۔ یہ تو ایک قدرتی امر ہے۔"

زمانی بیگم بھی بہت افسردہ اور مغموم ہو گئیں۔ گہرے تاسف کے عالم میں گویا ہوئیں۔ "خدا معلوم ہمارا وہ شہزادہ دنیا کے کس گوشے میں جا چھپا ——— ہمیشہ کے لیے نگاہیں ترس کر رہ گئیں۔ کاش کوئی ہمیں اس کا اتا پتہ بتا سکتا۔ اسی طرح اس کی دلہن بھی ہم سے روٹھی دنیا سے منہ موڑ کر چل گئی۔ مگر ہماری کسی پکار کا جواب نہ دیا۔ ہر وقت اس کی صورت ہماری آنکھوں کے سامنے گھومتی ہے۔ اپنا کلیجہ یوں ہر دل خون کے آنسو روتا ہے۔"

سرور باجی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ ان کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ باہر جاتے جاتے کہتی ہوئی چلی گئیں۔ "بھئی عمر نے کے سلام آتی ہوں۔"

زمانی بیگم نے بھی سر جھکا لیا۔

باجی کی اور آپ کی زمانی [illegible] جس سے ان [illegible] عارضی حائل ہو چکا تھا۔ اپنے بچوں سے بچھڑنے کے بعد ان کا مزاج ہی کی طرح [illegible] سرور باجی کی طرف سے ملا ہر بات جملے وہ دونوں سے سرمست کے گھونٹ کی طرح پیتے [illegible] احتراماً بھی انہیں پلٹ کر جواب نہ دیتی تھیں۔ سرور باجی کے جانے کے بعد انہوں نے بچوں سے کہا۔

"بھئی ایک جا [illegible] بعد کے مرد لڑکیوں کو کانوں ہاتھ لگانا ہے آئیں گے۔"

"ہاں ——— تو ہے۔" چھوٹی بچی نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور تیج چنتی ہوئی اس کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

***

جمعہ کے دن عموماً سعید احمد کی بیوی شفقت سے رہا کرتی تھیں۔ ان کی ہی ان دنوں جب وہ بھی کبھی اپنے کسی زندگی کو سوچنے کا ذکر ضرور کیا کرتی تھیں۔

اس جمعہ کو وہ صدمے سے ہی نڈھال کی سسرال روانہ ہو چکی تھیں۔ اماں ابا نے انہیں رات کے کھانے سے قبل آنے ہی نہیں دیا۔ گھر پہنچتے ہی سب سے پہلے انہوں نے نماز عشاء ادا کی۔ حالانکہ عشاء کی نماز وہ دیر سے پڑھا کرتی تھیں مگر آج تھکاوٹ زیادہ محسوس کر رہی تھیں۔

اطمینان سے پلنگ سنبھالتے ہی ان کے چھوٹے پوتے پوتیاں ان کے لحاف میں آ گھسے۔

"دادی جان! ——— دادی جان!" کا ایک خوشگوار سا شور مچ گیا۔ سب اپنی اپنی راگنی سنانے کو بے تاب تھے۔

تھوڑی دیر میں دونوں بہوئیں بھی وہیں آ بیٹھیں۔ بچوں کو دونوں نے ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کرایا اور خود ساس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ایک نے ان کی کمر دبانی شروع کر دی، دوسری پاؤں دبانے لگی اور آپس میں دن بھر کی باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

یہ تمام سرگرمیاں اس گھر کے معمولات میں شامل تھیں۔ جمعرات کو کھانے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حمید اور مجید بھی ماں کے کمرے میں آ بیٹھتے۔ نہایت پرسکون اور خوشگوار ماحول میں بات کیے یہ محفل برخواست ہوتی تو سب بھلی بھر اپنے اپنے بچوں کو کندھوں سے لگائے یا گودوں میں بھرے ہنستے مسکراتے اپنے کمروں کی راہ لیتے۔

"امی!" شفیقہ نے ان کی کمر دباتے ہوئے پوچھا۔ "تایا ابا اور ان کے بچے خیر سے تو تھے؟"

"ہاں ۔۔۔ اللہ کا کرم ہے دلہن!" انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ "ٹھیک ٹھاک اور راضی باضی ہیں۔"

حمید کی بیوی تسنیم بغور ان کی صورت دیکھتے ہوئے بولی۔ "لیکن ۔۔۔ مجھے تو سب کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔"

"کیوں؟" انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

تسنیم نے صاف گوئی سے کہا۔ "آپ بہت فکرمند سی لگ رہی ہیں۔ اور چہرہ بھی اترا اترا ہوا سا ہے۔"

"ارے نہیں، بڑی دلہن! ۔۔۔ وہ تو بس تمہارا وہم ہے" وہ ساتھ ہنس پڑیں۔ "آج دراصل تھکاوٹ بہت ہو گئی ہے۔ ... کام زیادہ تھا اور وقت کم۔" پھر انہوں نے مجید کی بیوی سے مخاطب ہو کر بات بدلی۔ "شفیقہ! آج تم نے پکایا کیا ہے؟"

شفیقہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ "آج تو میں نے آپ کی پسند کی چنے کی دال پکائی ہے اماں!"

ان کے ... "... مجھے بھی بتا دو؟"

تسنیم اور شفیقہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ تسنیم نے اضافہ کیا۔ "کڑھیوں کے علاوہ میں نے ... پکائے ہیں۔"

انہوں نے تسنیم کی بات سنی ان سنی کر دی اور خاموش ہو کر بیٹھ گئیں۔ "آج اتفاق سے مجھے بڑی ساس کی ایک پرانی بات پر اماں کو بہت یاد کر رہی تھی۔ اللہ مغفرت کرے ان کی۔ بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں مرحومہ۔ اپنے وقت کی ... اور کھانے پکانے والے بہت کم ہوتے ہیں دنیا میں۔ ان کی ... شخصیت بے مثال اور انمول تھیں۔ ... انہوں نے مجھ میں اور ان کی ... میں کسی طرح کا فرق نہ آنے دیا ... بالکل اسی طرح سارے بچوں پر بھی مجھے پوتوں کی طرح جان چھڑکتی تھیں۔"

شفیقہ نے سادگی سے کہا۔ "پہلے پہل میں سمجھا کرتی تھی کہ منجھلی دادی سب کی 'سگی والی' دادی ہیں۔" وہ اپنے الفاظ کسی دلی پر جیٹھانی کو مسکراتے دیکھ کر جھینپی مگر پھر روانی کے ساتھ کہتی چلی گئی۔ "اس زمانے میں وہ زندہ تھیں تو آپ کے پاس آتی تھیں۔ کبھی اس اندر کی بات کا پتہ ہی نہ چلا۔ وہ تو بہت بعد میں ۔۔۔" اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

تسنیم نے گردن ہلا کر کہا۔ "لیکن مجھے تو شروع سے معلوم تھی یہ بات۔"

"آپ کی بات دوسری ہے۔" شفیقہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں تو بہت بعد میں شریک ہوئی آپ سب کے ساتھ۔"

"تمہارا کہنا بھی بالکل درست ہے۔" سید احمد کی بیوی نے مسکرا کر تسلی دی۔ "دراصل پہلے

کا ماحول ہی بہت پاکیزہ تھا اور بہت ساری بناوٹوں سے پاک صاف تھا۔ جبکہ آج کل پہلے جیسے ماحول میں انسانوں کی زیادہ ضرورت ہے جو آج کل کے نوجوان، تعلیم یافتہ اور آزاد خیال بچوں کو گھر کے بچیوں کی طرف زیادہ طاقت اور توانائی کے ساتھ متوجہ کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ میں ایک مکمل مکتب ہوا کرتے تھے۔ ان کے پاس حقیقی معنوں میں ایک دوسرے کے لیے وقت ہوا کرتا تھا۔ محبت اور شفقت کی طاقت اور اس کے درست استعمال سے وہ آگاہ ہوتے تھے۔ پرانی قدروں میں آج بھی امن اور زندگی کا حقیقی لطف چھپا ہوا ہے۔"

دونوں بہوئیں نہایت سنجیدگی سے ان کی طرف متوجہ تھیں۔ اگر بغور مشاہدہ کیا جاتا تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی کہ سید احمد کی بیوی کی باتوں اور انداز تکلم میں اس قدر اعتماد اور پختہ وجدان کیوں رچا بسا ہے؟

اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ وہ عملی طور پر اپنی زندگی میں کچھ حقائق کا تجربہ کر چکی تھیں۔ اس لیے ان کی بات میں وزن تھا۔ اور یہ جو خوبیاں انہیں ایک ہی دن میں نہیں نصیب ہوئی تھیں بلکہ ان کے حصول میں خلوص نیت اور عمر بھر کی ریاضت کو بڑا دخل تھا۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنے بڑوں، ساس اور شوہر سے سیکھا۔ اور اب یہ اپنے ... بچوں میں تقسیم کر رہی تھیں۔ وہ اپنی بات کا سلسلہ وہیں سے جوڑتی ہوئی بولیں۔

"بچیوں! تم دونوں منجھلی کہہ رہی ہو۔ حقیقت میں تمہارے ابا کی حقیقی دادی وہ نہیں تھیں۔ مگر ان سے کسی طرح کم بھی نہ تھیں۔ بلاشبہ وہ اماں کی ہم عمر تھیں ... مگر اس حقیقت کی گواہ تم لوگ بھی ہو کہ تم سب سے کس حد تک ... محبت تھی ان کو۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اس گھرانے سے عشق تھا انہیں۔ ... اپنا گھر بار چھوڑ کر ... یہ خوبی پہلے کے ان وضع دار لوگوں میں ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ سب بچوں کی شادی بیاہ میں بڑھ چڑھ کر ... مشورے اور کام دھام خود اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیے۔ تمہارے ابا میں اور ان میں حقیقی ماں بیٹے کا سا جذبہ، احترام اور محبت تھی ان کی وجہ سے۔ میں نے اماں کو بیٹھے بٹھائے ... سے بھی ... نہیں پایا۔ حقیقی معنوں میں تمہارے ابا کی والدہ کے انتقال کے بعد وہ ... انہیں یاد کرتی رہیں۔"

اس گھر میں پرانی روایات کی پاسداری بہت تھی۔ اور آج حقیقی معنوں میں اماں کو یاد رکھتے تھے۔ ان کی بے مثال قربانیوں اور صلاحیتوں کا پھل ہی تھا ان کا جو اب اپنے زمانے میں انہیں حتی الامکان ہر سہولت، محبت اور خوشی دینے کی تگ و دو اور کوشش میں رہتے تھے۔

یہ ایک اچھے گھر کا اچھا ماحول ایک دوسرے افراد کو اچھا بناتا ہے۔ چنانچہ حمید اور مجید کی تقلید میں ان کی بیویاں بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلنا زیادہ بہتر اور آسان خیال کرتی تھیں۔ حمید کی نسبت تو سید احمد خود طے کر گئے تھے منہاج صاحب کے ہاں۔ مگر مجید کی شادی کہاں ہوئی تھی؟ ۔۔۔ شفیقہ کون تھی ۔۔۔؟

جی ہاں ۔۔۔ سید احمد کے گھر میں کام کرنے والی یتیم لڑکی۔

سید احمد کی بیوی کی مثبت سوچ اور انداز فکر نے بالآخر اس بے آسرا لڑکی کو گھر کی عزت بنا لینے میں ذرا بھی دیر سے کام نہیں لیا۔ سعادت مند اور فرمانبردار اولاد نے خوشی خوشی سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہنسی خوشی گھر آ گئے۔ اگلے چند برسوں میں سید احمد کے پوتے پوتیوں کی چہکاروں سے ان کا آنگن

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

گلشن آباد ہو گیا۔ دونوں بہوئیں نہایت خوش اخلاق، سگھڑ تھیں۔ خدمت گزاری اور بڑوں کی خدمت کا جذبہ سسرال کے ماحول اور ستھری نکھری فضاؤں میں مزید سنور گیا اور وہ سب شیر و شکر ہوتے گئے۔

والدہ کا رجحان دیکھتے ہوئے حمید اور مجید نے اپنے والد کے پرانے گھر کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کی بلکہ اس مدرسے کی توسیع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کے جذبہ خدمت میں بھی شریک رہنے کی کوشش کرتے رہے۔ سعید احمد کی بیوی کی وابستگی مدرسے سے اس حد تک تھی کہ اپنے دن کا بیشتر حصہ وہیں بچے بچیوں کے درمیان گزار کر روحانی خوشی محسوس کرتی تھیں۔

"مدرسہ بیاد سعید" کو انہوں نے اپنی زندگی کا مشن بنا لیا تھا۔

"اماں.....!" باتوں باتوں میں تھوڑے سے وقفے کے دوران حمید نے انہیں مخاطب کیا۔

"آپ نے کچھ اور سنا؟ کسی دلچسپ بات ہے۔"

اماں نے چونک کر بات کی۔ "کون سی بات بیٹا؟.....کس کے متعلق کہہ رہے ہو؟"

حمید نے [illegible] بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "شرافت بھائی کی بات کر رہا ہوں۔ آج فرحت بھائی سے ملاقات ہوئی تھی۔"

وہ بے چین ہو کر بولیں۔ "کہیں..... فرحت کہاں مل گئے؟"

حمید نے جواب دیا۔ "میں خود ملتان کے [illegible] کی طرف جا نکلا تھا۔ ذیبا بھائی بہت ہی [illegible] اور خاموش طبع تھے۔ میں نے خیال کیا گھر میں کسی کی طبیعت وغیرہ خراب نہ ہو مگر پوچھا تو غضب ہو گیا۔"

انہوں نے گھبرا کر پوچھا۔ "کیا [illegible] جلدی سے بتاؤ، خیریت سے ہیں؟"

حمید [illegible] شرافت بھائی دوسری شادی کر رہے ہیں۔"

سب لوگوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ اماں نے [illegible] آ گئیں۔ والدہ [illegible] نسیم کے [illegible]

"کون؟..... شرافت بھائی شادی کر رہے ہیں؟..... آپ کیا جانتے ہیں؟"

حمید نے [illegible] جواب دیا۔ "ہاں..... مجھے خود فرحت بھائی نے بتایا ہے۔"

"کہاں؟" نسیم نے حیرت زدہ ہو کر ساس کو مخاطب کیا۔ "آج ہی تو آپ آپا بی بی کے ہاں سے آئی ہیں، آپ کو نہیں معلوم؟"

"معلوم ہے..... خوب معلوم ہے۔" انہوں نے ایک سرد آہ بھر کر پہلو بدلا پھر بستر پر [illegible] گئیں۔ سب دم بخود ہو کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ آہستہ سے بولیں۔ "یہی بھلا یہ سب کرنے کی چال ہے۔ شرافت شادی کر نہیں رہے ہیں بلکہ..... نکاح کر چکے ہیں۔ آج سب کچھ اپنے کانوں سے سن کر آ رہی ہوں۔ نازیہ کی ساس کا تو برا حال ہے۔ بے چاری کو کسی پل قرار نہیں ہے۔ ان کی پریشانی بجا ہے۔ اس عمر میں آ کر بیٹی داماد کی طرف سے ایسا شدید دھچکا..... خدا خیر کرے۔"

حمید نے دیر سے روکا ہوا سانس کھینچ کر کہا۔ "شرافت بھائی نے یہ شرافت والا کام نہیں کیا۔ نہایت ہی افسوس ناک صورت حال ہے۔ فرحت بھائی سخت ٹینشن میں ہیں۔"

"فکر مندی کی تو بات ہے۔" نسیم رنجیدہ آواز میں بولی۔ "اب ان کے بچوں کی شادیوں کی عمریں ہیں۔ اچھا خاصا جگ ہنسائی والا کام کر لیا انہوں نے۔"

مجید ہمدردی سے بولا۔ "اماں! آپ نے سمجھایا ہوتا خالہ بی کو۔ ویسے ہی تھکی تھکی اور بیمار سی رہتی ہیں۔ ساس کی بیماری نے نچوڑ کر رکھ دیا ہے انہیں۔"

انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "بیماری دکھ تو ہر جیتی زندگی میں آتی جاتی رہتی ہے۔ مگر یہ بیٹی کی طرف سے ان بے چاری کو کبھی سکھ نہ مل سکا۔ ہمیشہ ایک آزار اور پریشانی میں مبتلا رہیں۔ بس جی! ان کے نصیب ان کے ساتھ۔"

لطیفہ نے آہستہ سے نسیم سے پوچھا۔ "اب آخر شرافت بھائی نے دوسرا نکاح کیوں کیا؟ ماشاء اللہ ان کے تو سارے بچے اب بڑے ہو گئے ہیں۔"

نسیم نے ساس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہ بات تو ابھی اپنی سمجھ سے بھی بالاتر ہے۔"

انہوں نے بہوؤں کا تبصرہ سن لیا تھا۔ انہوں نے [illegible] میں بولیں۔ "یہی بات اصل میں یہ ہے کہ ان کے گھر کا حساب کتاب شروع میں ہی بے ترتیب ہو گیا تھا۔ زمانہ پہلے کا ہو یا آج کا، ہمارے معاشرے کا مستقل دستور یہی ہے کہ لڑکیاں شادی ہو جانے کے بعد اپنے سسرال میں ہی رچتی بستی اچھی لگتی ہیں۔ جبکہ ان کے ہاں شروع میں تو ضرور ان کی بیٹی نے سسرال کو آباد کیا مگر بعد میں ہمیشہ کے لیے میکے میں آ کر ہی رہنا شروع کر دیا تھا۔"

وہ ذرا سی دیر کو رکیں تو حمید بولا۔

"امی جان! آپا کی شادی کے بعد..... میں جب بھی ان کے گھر گیا، معظم آپا کو وہیں موجود پایا۔ بچوں کے علاوہ شرافت بھائی بھی تو وہیں [illegible]"

امی نے [illegible] جواب دیا۔ "ہاں..... اسی لیے تو کہتی ہوں۔ سنتے ہیں، معظم تو شروع سے ہی جو بھائی کی شادی میں آئی تو [illegible] سسرال کی ہو کر رہ گئی۔ [illegible] یا پھر [illegible] عزت اور آرام [illegible] بہرحال اصل بات رہی اور وہ اپنے معاملات میں کسی سے کم نہ تھیں۔ آج نازیہ کی ساس سارا دن یہی باتیں کرتی رہیں۔ بے چاری بہت شرمندہ [illegible] کی بات انہوں نے مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھی۔ شادی میں اگر شروع میں فرحت میاں نے اس قدر [illegible] نہ ہوتی تو شاید یہ حالات نہ ہوتے۔ فرحت کی اب یہ [illegible] شرافت کو [illegible] سمجھ لیا۔ شرافت ایسے [illegible] کہ [illegible] کی طرح [illegible] چلے گئے۔"

حمید مونگ پھلی چھیلتے ہوئے کہنے لگا۔ "شرافت بھائی ملتان چھوڑ کر یہاں آباد ہو گئے تھے تو انھی کی ذیبا بھائی نے ان کو گلی کے چھوٹے موٹے سامان کی دکان کھول کر دی تھی۔ کچھ نہ کچھ آمدنی تو ہوتی تھی۔ الگ کرائے کے مکان میں اٹھ جاتے۔ اپنا بھی سکون برباد کیا، دوسروں کا بھی۔"

وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں۔ "نازیہ کی ساس بھی اسی بات کا رونا رو رہی تھیں۔ انہوں نے بہت کوشش کی۔ شرافت بھی کرائے کے گھر میں اٹھ جانے کے حق میں تھے مگر ان کی بیٹی نے اپنی ضد کی۔ جب بھی یہ ذکر اٹھتا تھا، رو رو کر فرحت میاں کو ہلا ڈالتی تھی۔ ایک ہی دنیا میں بہن بھی، پھر دفعہ [illegible] ساس کو خاموش کرا دیتے اور بہن کو تسلی والا سادہ کر [illegible] ہونے سے روک لیتے۔ چلو یہاں تک غنیمت تھا۔ مگر بعد میں ہوا یہ کہ ان دونوں نے اپنی نااہلی اور بے وقوفی سے ہاں میں تو یہ کہوں کی اپنی آپس کی نااتفاقی سے اولاد کی تربیت میں کمی کر دی جس کی تلافی ناممکن بن کر رہ گئی.....۔"

دفعتاً وہ بولتے بولتے ٹھٹک کر خاموش ہو گئیں۔

انہیں احساس ہو گیا تھا کہ آج وہ غیر ارادی طور سے اپنی بیٹی کی نند کے حالات زندگی پر غیر ضروری تبصرہ کرتی چلی جا رہی ہیں۔ ان کی نظر میں یہ غیر معمولی بات تھی۔ ذرا کی ذرا تھم کر انہوں نے بات برابر کر دی۔

"آپ ملتان میں ان کے خاندان کی کوئی بیوہ عورت ہے۔ شاید بچے بھی نہیں ہیں اس کے۔ اس سے نکاح کر لیا ہے شرافت نے۔ [illegible] جیسے عمر سے زیادہ ہو گیا اس بات کو۔"

نسیم نے کرید کر پوچھا۔ "معطرہ آپا بے چاری تو بہت رو رہی ہوں گی۔"

مگر انہوں نے بہو کے سوال کا جواب نظر انداز کر دیا اور خاموش رہیں۔

***

بارش کا سلسلہ ایک دم ہی رک گیا تھا۔ حالانکہ صبح جب وہ ایک [illegible] میں [illegible] سے اچانک ہی [illegible] شروع ہو گئے تھے ... [illegible] بالکل صاف تھا۔

[illegible]

دونوں نے [illegible] ایک دوسرے پر [illegible] نے جانے کی [illegible] میں جاتے [illegible] [illegible] کی [illegible] سے میں [illegible]

[illegible] اس [illegible]

[illegible] سے [illegible] کی کرنوں میں چمکیاں لے کر [illegible] نکل کھڑا ہوا۔

آج کل بھی اس پر یہی جنون طاری تھا۔ مگر اس وقت وہ یہاں پچھلے ایک ہفتے سے قید ہو کر رہ گیا تھا۔ شوگران کی طرف سے جانے والا [illegible] روڈ پچھلے ہفتے بھر سے لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے بند [illegible] تھا۔ گو کہ یہاں کے دلکش نظاروں اور خوشبو بھری مست فضاؤں میں اکتاہٹ کا کوئی سوال نہ تھا مگر شوگران میں ایک ضروری کام نمٹانے کے بعد اب جلد از جلد واپس لاہور جانا چاہ رہا تھا۔

اس نے بجھی ہوئی وسکی کا آخری گھونٹ بھر کر بوتل ایک طرف لڑھکا دی اور بے پروائی سے سگریٹ کے کش پر کش لگانے لگا۔

"پروفیسر صاحب!" اچانک کسی نے بہت قریب سے پکار لیا۔ اس نے چونک کر باہر سے نظریں ہٹائیں اور اپنے مخاطب کو بغور دیکھنے لگا۔ یہ ایک درمیانی عمر کا معقول سا شخص تھا ... وہ دوبارہ [illegible]

"میں ایک عرصے سے دیکھ رہا ہوں، آپ بے تحاشا شراب اور سگریٹ سے اپنا جیسے اور بھی جلاتے رہتے ہیں۔ کیا پوچھ سکتا ہوں اس خرابی کا اصل محرک کیا ہے؟ ...... کیوں ایسا کرتے ہیں آپ؟"

وہ ان کا جانے کی بجائے مسکرانے لگا۔ "خان صاحب! عادت ...... بس عادت بن گئی ہے۔ کیا کروں؟"

خان صاحب نے سخت انداز میں کہا۔ "بس چھوڑ دو سالی کو۔ عادت بدلی بھی تو جا سکتی ہے۔"

اس نے مصالحانہ انداز میں جواب دیا۔ "میں کیا کروں خان صاحب! ...... سخت مجبور اور بے بس ہوں۔ بقول شاعر ......

"کچھ نہیں ہے حسن سے یہ کافر بھی ہوگی"

خان صاحب بھڑک اٹھے۔ [illegible] کر بولے۔ "وہ صاحب! اخوب [illegible] سے بولے۔ شاباش! بچے رہو۔ بس ذرا ترنم سے ہو جائے [illegible] تمہاری آواز سے ہو جائے۔"

اس نے بے ساختہ [illegible] سے جواب دیا۔ "کیا رکھا ہے آواز میں؟ ...... مگر آپ کا کہا ٹال بھی نہیں سکتا۔"

"تو پھر ہو جائے یار پروفیسر!" خان صاحب نے [illegible] سے اس کے شانے پر [illegible] مار کر کہا۔

وہ یہاں کا مقامی باشندہ تھا۔ [illegible] ایک مختصر سا مکان تھا۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] کے [illegible] سرسبز و شاداب [illegible] حسین فطرت کے بھرپور نظاروں سے بھرپور اس وادی [illegible]

"پروفیسر!" [illegible] کی صورت دیکھتے [illegible] "کیا ہو گیا ہے [illegible] تم تو [illegible] تمہارے گیتوں سے ہم تو ہی [illegible] رہتے ہیں۔ ہمارے اس شوق پر [illegible] ...... چلو ہو جائے [illegible] گرم ہو [illegible] کرو ...... کسی کے [illegible]"

وہ خیال [illegible] کے [illegible] میں گہری [illegible] دیکھنے لگا۔ [illegible] دیکھ رہا تھا، مگر حقیقت وہاں کسی دوسری جگہ موجود تھا۔ نگاہیں کہیں اور محو نظارہ تھیں۔ ہونٹ خود بخود بول اٹھے مگر آج دھیرے [illegible]

"چاندنی رات کے ہاتھوں پہ سوار آتی ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار آتی ہے
اس خوشبو سے کئی یاد کے در کھلتے ہیں
میرے دن سے جو بچے تو سفر کھلتے ہیں
یہی خوشبو جو مجھے گھر سے اٹھا لائی تھی
اب کسی طور پلٹ کر نہیں جانے دیتی

میری وادیِ جنت بلاتی ہے مجھے لوٹ آؤ
کبھی خوشبو مجھے واپس نہیں آنے دیتی
رنج اور درد میں ڈوبی یہ بہار اتری ہے
کوئی خوشبو میری وادی کے پار اتری ہے

خان صاحب پر سناٹا طاری ہو گیا۔

کئی ثانیے تک دم بخود بیٹھے اس کے خوبصورت چہرے کے خدوخال میں چھپے کرب کو [illegible] آنکھوں اور چہرے کی کوئی [illegible] کرتے رہے۔

"یار وہ تو واقعی بیچارہ ختم ہے۔ مجھے تھوڑی دیر کے لئے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اس دنیا میں نہیں، کسی اور ہی دنیا میں جا پہنچا ہوں اور اپنی گمشدہ خوشبو کی تلاش میں سنسان کوہساروں اور ویران چراگاہوں کو کھنگال رہا ہوں۔ مجھے وہ وقت یاد آ گیا جب بچپن میں [illegible] ستاروں کی کہکشاں کے درمیان ہم رہا کرتے تھے۔"

خان صاحب کو آخری فقرہ سن کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی ہلکی سی رمق جاگی مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا [illegible] ہوٹل میں داخل ہوئے [illegible] کر چکا تھا۔

"ارے پروفیسر صاحب! [illegible] آپ تو تمام سے نکل گئے ہیں۔"

"یہ بہت اچھا ہو گیا۔" وہ [illegible] زور سے پوچھا۔ "[illegible] سلامتی کی وجہ سے بند تھا؟"

"[illegible]"

"چلئے خان صاحب اب اجازت دیجئے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ان سے مصافحہ کرنے لگا۔ خان صاحب بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے وہ باتیں کرتے ہوئے باہر تک نکل آئے۔ دور برف پوش پہاڑ [illegible] شام کے اندھیروں میں [illegible] رہے تھے۔ بارش کب کی تھم چکی تھی۔

سامنے کی جانب والی پہاڑی کی چوٹی پر [illegible] ریسٹ ہاؤس پرانی آن بان شان سے اپنی جگہ پر ایستادہ نظر آ رہا تھا۔ اس کے چاروں اطراف [illegible] گھاس اور [illegible] اس وقت [illegible] کے دکھائی دے رہے تھے۔

اس کی روح پر پڑا ہوا سکون کا بوجھ جب بڑھ جاتا اور طبیعت کا اضطراب بے قرار کر دیتا تو وہ ضروریاتِ زندگی کا کچھ سامان لے کر ادھی اطراف آ نکلتا تھا۔ یہاں کے جھلملاتے [illegible] سکوت اور قدرتی چراگاہوں کی پُرکشش [illegible] کی طرح اپنی چاندنی جیسی [illegible] کراتے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا کرتی تھی۔ یہاں کا پُراسرار چاند، حسین پرندوں کے [illegible] میں اتر جانے والے شفق اور ابھرتے چاند کی نقرئی کرنوں سے جگمگا اٹھنے والے [illegible] جان تھے۔ اس ماحول میں آ کے اپنی تمام روحانی [illegible] نظر آیا کرتی۔

اس حسین و جمیل وادی کی تیز ہوائیں اور خنک موسم ہمیشہ کے لئے اس کی کمزوری بن چکے تھے۔ سحر انگیز سناٹوں کی چادر اوڑھے جنگل کا سا ساکن پانی، موسم بہار اور خزاں کی رت میں [illegible] ڈھنگ اپنے اندر جذب کر لینے کی صلاحیت سے مالا مال تھا۔

وہ وہاں سے نکلا تو ہر طرف ایک مکمل خاموشی کا راج تھا۔ موسم اچھا خاصا سرد تھا۔ گہرے سکوت کی ساعت سے بہتے تیز دریا اور آبشاروں کی آوازیں ایک عجیب سی گونج پیدا کر رہی تھیں۔ دور دور تک پہاڑوں کی ڈھلانوں پر چھوٹے چھوٹے گھروں سے روشن بلب کی روشنیاں چھن چھن کر باہر آ رہی تھیں اور اندھیرے میں جھلملا رہی تھیں۔

وادی میں ہر طرف جنگلی پھولوں کی خوشبوئیں بکھر رہی تھیں مگر اب وہ وہاں ٹھہرنے کے موڈ میں نہ تھا۔ پچھلے پورے دو ماہ اس نے گھر اور گھر کی پابندیوں سے آزاد ہو کر گزار لئے تھے۔ مگر اب اس آزادی اور دوری کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔

اگلے دن وہ راستے کے جنگلوں، بلند و بالا پہاڑوں، دریاؤں اور وادیوں کے دلفریب قدرتی حسن سے [illegible] گھر بہت سارے سوالوں سے اس کا [illegible] عادت [illegible] اطمینان اور مسرت کے عالم میں [illegible] شکیل، شہید اور [illegible] کے حوالوں پر حاضری دی اور [illegible] گھر پہنچا۔

"بابا! [illegible]" [illegible] آواز نے اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدم روک لئے۔ اس نے [illegible] کونے سے [illegible] سال کی خوبصورت [illegible] لپٹ گئی۔

"ارے میری [illegible]"

"بابا! آپ اتنے دن سے کہاں تھے [illegible] آپ کو یاد کرتی تھی۔" وہ [illegible] رہی تھی۔ [illegible] ہنستا ہوا [illegible] لگا۔ [illegible] سب کے سب [illegible] ہو گئے۔ مختلف کمروں سے [illegible] رخشندہ اور [illegible] نکل کر [illegible] گئے۔ سب کے چہروں پر خوشی [illegible]

رخشندہ نے سلام کیا۔ "السلام علیکم بھائی جان۔"

نازش مسکرائی۔ "پروفیسر صاحب! آداب عرض۔"

رمیلی زور سے بولی۔ "سلام بھائی۔"

تھوڑی دیر کے لئے پورا گھر [illegible] کی آوازوں سے [illegible] تین چار بچوں نے بھی اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور مختلف انداز میں خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

رخشندہ نے چلتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"کہاں آ گئے سرکار! [illegible] ہم تو ابھی مسلسل دو ڈھائی ماہ کسی بھی ایک ہی جگہ پر گزار نہیں سکتے۔ معلوم نہیں آپ کا مزاج کیسا ہے؟"

"ارے بھئی بیٹھنے تو دو۔ یہ مزاج اور کھانا بعد میں پوچھ لینا ان سے۔" نازش نے اسے ٹوک دیا اور فاخر کو مخاطب کر کے بولی۔ "آپ تھکن اور اطمینان سے بیٹھ جائیے۔ رخشندہ تو [illegible] آپ کا انٹرویو ہو گا اور پھر انٹرویو ہو گا۔ [illegible] تھوڑی ہوتے ہی لگے آپ کو۔"

فاخر ہنستا ہوا وہیں بچوں کے ساتھ ڈھیر ہو گیا۔ چھٹی کا دن ہونے کی وجہ سے آج بھی بچے گھر ہی دکھائی دے رہے تھے اور [illegible] بہت سے دنوں کے بعد ان کو "فاخر چاچا" یا "فاخر ماموں" [illegible]

تھے۔ سب خوش اور مگن ہو گئے تھے۔

تھوڑی دیر میں پُر تکلف چائے آ گئی۔

سب کو معلوم تھا اب فاتر اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بھی وہ فریش ہونے کے لیے اندر چلا گیا۔ آرام سے چائے کا شغل شروع ہو گیا۔ اب وہ بہت دنوں سے [illegible] تھا۔ شمالی علاقہ جات کے اونچے نیچے راستوں پر آوارگیاں کرتے کرتے وہ کچھ سے کچھ ہو گیا تھا۔ کچھ وہ اسی شعر کی تصویر بن کر رہ گیا تھا۔

کسی کے وہ محبت نے عمر بھر کے لیے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

اس کی جیتی جاگتی وجاہت اور ذہانت میں تو آج بھی کوئی کلام نہ تھا مگر وہ [illegible] تبدیل ہو چکا تھا۔ اگر آج وہ اسی حلیے میں اپنی حویلی میں جا پہنچتا تو شاید فوری طور پر کوئی اسے شناخت نہ کر پاتا۔

چند برسوں کے اندر اندر اس کے بالوں کی سیاہی تیزی سے ڈھلتی ہوئی چاندی نے اڑا دی تھی۔ [illegible] خوبصورت آنکھوں [illegible] کے گرد چائے [illegible] وحشت [illegible] کی ویرانی۔ اس کی پوری شخصیت کو دیکھ کر [illegible] گزرتا تھا۔

[illegible] آنکھوں سے آنسو [illegible] تھے۔ ایک چادر [illegible] اس کی [illegible] حرکات [illegible] اس کی اندرونی بے قراری اور روح کا [illegible] اس کو قریب سے جاننے والے اس کی کیفیت سمجھ لیتے۔

[illegible] کھانے [illegible] لے آئے۔

[illegible] آپ کے [illegible] سری پائے [illegible] ماشاء اللہ [illegible] بہت اچھے پائے گی ہیں۔ خوب سیر ہو کر کھائیے گا۔

سب نے زور دار قہقہہ لگایا۔ نازش نے پوچھا۔

"ویسے آپ کی پیاری وادی کا نام سری پائے کیوں ہے کیا کوئی وجہ ہو گی؟"

وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔ "وجہ تسمیہ تو [illegible] ہے۔ اور ایک نہیں [illegible] اس سلسلے میں وہ عجیب روایات بیان کی جاتی ہیں وادی سری پائے کے متعلق۔"

رخشندہ حیران ہو کر بولی۔ "ارے بھئی، ہم وہ روایات نہیں سن رہے۔ آپ یہ بتائیے کہاں کہاں کی سیاحت کر آئے؟ کون کون سے علاقے میں فقط وہ رہ گئے ہیں جہاں اب واپسی ہوئی ہے۔"

فاتر نے گردن کو بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے سگریٹ سلگائی اور جواب دیا۔ "آپ کو معلوم ہے گھومنے پھرنے کے لیے باہر نکلیں تو اپنا پروگرام طویل ہوتا جاتا ہے۔ ایک وادی سری پائے پر کیا منحصر ہے۔ اس سارے عرصے میں چھانگلہ گلی سے نتھیا گلی، وادی کاغان، کیوائی، شوگران تک کے سارے علاقے گھومے پھرے دل ہی نہیں واپس آنے دیتا۔"

"ہوں ــــ تو یہ مزے ہیں محترم کے۔" رخشندہ اسے گھورتی ہوئی شرارت سے بولی۔ "[illegible]

[illegible] آپ جا رہے کے بعد [illegible] اور وہ گری کی [illegible] ہیں باہر نکل کر [illegible] کوہستان کی وادی [illegible] کشمیر [illegible] سے ڈاکٹر صاحب کے میدان بھی گھوم آئے ہوں گے۔"

فاتر نے آنکھیں پھاڑ کر حیرت سے کہا۔ "ارے ــــ ارے ــــ یہ تو یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے آپ پاکستان کا نقشہ بیان کر رہی ہیں۔ ماں لگے استاد آپ کو بھی۔"

نازش خوب ناک انداز میں بولی۔ "ایک دفعہ تو میں بھی ایوب (شوہر) کے ساتھ ان اطراف میں گئی ہوں۔ فاتر بھائی ٹھیک کہتے ہیں۔ ایسی حسین وادیوں کو چھوڑ کر چلے آنا بہت دکھ دیتا ہے۔ [illegible] کہسار کا وہ بے خیالی پانی اور اس کا طوفانی بہاؤ، وادی کو چاروں اطراف سے گھیرے میں لیے ہوئے اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی برفیلی چوٹیاں۔ حقیقت میں تو خدا یاد آ جاتا ہے۔ پہاڑوں کی سرسبز ڈھلانوں پر اخروٹ اور [illegible] کے درختوں کی جنت جگہ جگہ بے پناہ اور [illegible] دیکھ کر حقیقت پر خوابوں کا گمان ہوتا ہے۔"

فاتر خوش ہو کر بولا۔ "دیکھا نازش نے کیا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ نازش بہت خوب ہے۔"

ابھی وہ وہاں تھا۔ کہنے پایا تھا کہ وہ نازش کے میاں ایوب اندر داخل ہوئے۔ ایک مرتبہ پھر خوش گوار [illegible] گیا۔ قہقہے گونجے۔

"[illegible] اس وقت [illegible] ڈاکٹر صاحب کے ٹوٹی پھوٹی معمول ہو رہے ہیں۔ [illegible] کی مدت سے [illegible] نام [illegible] ہوتے جا رہے ہیں۔"

فاتر [illegible] قریب پاگل ہو۔ [illegible] ان کے پاس [illegible] دن باقی ہیں [illegible] بھول گئے جاتے۔ فاتر بہت [illegible] ایک حال [illegible] ہوئے۔"

[illegible] سب لوگ [illegible] باتوں میں مصروف ہو گئے۔

[illegible] ایک صورت نے فاتر کی زندگی میں جو خلا پیدا کر دیا تھا، وہ سیاحت کو ہوئے اتنا ہی [illegible] قریب [illegible] پھر بھی [illegible] اس کی ذات کی آگے بڑھتی گئی وہ [illegible] بھی ہوئی زیادہ سے زیادہ جذب ہوتا گیا۔

[illegible] شروع میں اس نے [illegible] اس کا غم [illegible] کرنے کے لیے اس کا ہر پہلو ساتھ دیا چاہا۔ قدم قدم پر اسے سہارا دیا۔ اپنے کلینک میں ڈاکٹر صاحب بہت مصروف تھے۔ انہوں نے فاتر کو بالکل بچے کی طرح رکھا۔ [illegible] ڈاکٹر وہ دور [illegible] نے گزارے ہیں [illegible] جس کیفیت اور جن حالات میں ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچا وہ ان کی نگاہ سے گم نہ تھا۔ اس وقت کے بعد وہ مکمل ہوش و حواس سے بیگانہ رہا۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ اسے کسی کی شناخت نہ رہی ہو مگر اتنا بھی نہ تھا کہ اسے صحیح العقل کہا جا سکتا۔

ڈاکٹر صاحب نے سر توڑ کوشش کر ڈالی کہ کسی صورت میں وہ اس کے خیالات یا کم از کم فرصت تک ہی اس کی حالت کی تشخیص کر سکیں مگر فاتر نے بروقت ہی سے ان کی ہر کوشش رد کر ڈالی۔ اس کی اذیت چھوٹی اس حد تک [illegible] اطلاع دینے کی صورت میں اس نے یہاں سے چلے جانے کا بھی خیال کیا تھا۔ یہ محض دھمکی ہی نہیں بلکہ ایک دو بار اس نے اس کا مظاہرہ بھی کر ڈالا تھا۔ لہٰذا خود سے بھی زیادہ وہ بھائی کے قتل ہونے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے یہ خیال یا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ وہاں ملازمتیں جو کچھ حرکت میں آئی تھیں سب سے پہلے فاتر نے [illegible] کا رخ کیا تھا۔

ڈاکٹر منان بذاتِ خود اسے لے کر گئے تھے۔ لیکن جب یہ لوگ چوہدری [illegible] پہنچے تو وقت [illegible]
ہوئے۔ بوڑھے مجاور نے انہیں بتایا کہ اس نے ریکی کو بچے سمیت اپنی بیوی کے ساتھ سیالکوٹ [illegible]
کر دیا ہے۔ کیونکہ یہاں مزار کے احاطے میں راز فاش ہو جانے کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس کی
سیالکوٹ میں اسے اپنے [illegible] لے گئی تھی۔ بیمار ذاکر کے جسم و جان ایک طویل سفر کے قابل نہ رہ چکے
تھے۔ ڈاکٹر منان نے تمام معلومات اپنے ہاتھ میں لے کر مجاور کو مجبور کیا اور اپنے پاس سے دو معتبر
مردوں اور ایک عورت کو مجاور کے ساتھ سیالکوٹ بھیج کر ریکی اور شاکر بھائی کے بیٹے ذاکر کو بعد
احترام اپنے گھر بلوایا تھا۔

مجاور بے چارہ دل سے بھی بہت بھلا مانس اور دیانت دار آدمی ثابت ہوا۔ وہ ابھی میں اپنی
بیوی سے مصیبت کے وقت کے [illegible] بھی لے کر آیا تھا۔ سارا واقعہ بتایا۔ [illegible]
نے اپنے ہاتھ سے اس کی بیوی کو [illegible] دیے تھے اس نے ذاکر سے واپس لینے سے انکار کر دیا۔ [illegible]
مجاور نے [illegible] کہ یہ دولت پانے والی بی بی کی نشانی ہے۔ آپ [illegible] رکھیں۔ چنانچہ ڈاکٹر
صاحب اور بھائی سب نے اسے بہت کچھ دے دلا کر رخصت کیا۔

بالکل ذاکر کو بھائی جان اور ریکی کے [illegible] تمام دن اور رات بھر
روتی رہتی۔ [illegible] جسم و جان کی تمام [illegible]
رہ گئی۔ [illegible] آنکھیں [illegible]
[illegible] بھائی جان اور [illegible]

ان حالات کا سب سے زیادہ تکلیف [illegible]
نیازی تھی۔ [illegible] ڈاکٹر
منان کے گھر [illegible]
گمان ہوتا تھا۔ [illegible] ڈاکٹر منان نے ذاکر اور ریکی کے علاج معالجے کی طرف
بھرپور توجہ دی [illegible]
بھائی جان کا [illegible] ذاکر اس کے
قدم سے قدم ملا کر ساتھ [illegible]
[illegible]
میں [illegible]
اپنے ہی [illegible]

دیکھتے ہی دیکھتے عاشر، ریحان اور سلطان کے ہوش چلا گیا۔ ایک ہی گھر میں رہتے رہتے
ریکی تو شاید اسے پیدا کر کے بھول گئی تھی۔ عاشر کی بجائے اس نے اپنا دل فرح کے بچوں سے لگا لیا
تھا۔ رخشندہ پہلے ہی اپنے جڑواں بچوں کے ہاتھوں عاجز تھی۔ برابر میں عاشر کی گود بھی آباد کر لینے کے
بعد سے دونوں مگر [illegible] تھے۔ چنانچہ رخشندہ کی ایک بیٹی ریکی کی گود میں آ گئی۔

اس زمانے میں ایک وقت ایسا آیا جب بھائی جان نے دبے لفظوں میں عاشر اور عارش کا نکاح
کر دینے کی [illegible] ڈاکٹر صاحب بلکہ خود عارش نے بھی سختی سے منع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب عاشر کی
دماغی حالت سے خوب آگاہ تھے۔ دوسرے پھر وہ [illegible] سے [illegible] دونوں میں سے
تھے۔ اس سال فرح اور رخشندہ [illegible] اپنے آبائی قصبے بالاکوٹ چلی گئی۔ رخشندہ کے [illegible]

دونوں میاں بیوی کے کزن ایوب سے عارش کی شادی ہوئی تو اسے بھی بالاکوٹ آنا پڑا۔ ایوب ایک
مقامی کالج میں پڑھاتا تھا۔ اپنا ذاتی کاروبار بھی تھا اس کا۔ جس برس عارش کی شادی ہوئی، ڈاکٹر
صاحب مع فیملی امریکہ سیٹ ہو گئے تھے۔ عاشر کو وہ ساتھ ہی لے گئے تھے۔

یہاں احترام کرنے والا کون تھا۔ پاپا کو اپنے غموں سے فرصت تھی نہ ماں کو۔ ہاں یہ ضرور ہے
کہ پاپا نے ڈاکٹر صاحب کے منع کر دینے کے باوجود اس کے تمام اخراجات اپنے ذمے رکھے تھے۔
بعد میں ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے تھے۔ معمولی سی کوشش کے بعد عاشر ایوب کے کالج میں
اردو لیکچرر مقرر ہو گیا تھا۔ بعد میں پروفیسر ہو گیا۔

امی ابا نے اس کے اور مصیبت کے اوقات میں جو رقم رکھی تھی، وہ اس کے بہت کام آئی۔
کراچی والی کوٹھی فروخت کر کے بالاکوٹ میں رہائش [illegible] ڈاکٹر منان بھی ابھی مستقل کر گئے
تھے۔ بالاکوٹ میں عاشر کے [illegible] اور عارش کے گھر [illegible] تمام انتظام ایک تھا اور
سب [illegible] ایک اتفاق سے رہتے تھے۔

✕●✕

"سمیرو کے بچے [illegible]"
عطرف نے [illegible] دیا۔ وہ [illegible]
بیٹھ گیا اور [illegible] کرنے لگا [illegible] کام کیا تھا۔ وہ پاگل ہی
آپے سے باہر ہو گئی۔ [illegible] کی طرح [illegible]
کرنے میں [illegible] میں چھپا لیا۔
[illegible] ملاقات
بچے گی۔ [illegible]
"[illegible] میں ڈال دی۔ ایسی [illegible]
پھر سے [illegible]
کھا کے [illegible] کی حسرت دے"
آج کل وہ [illegible] بات [illegible] ہو جاتی تھی۔ [illegible] عبداللہ کو
بہت بات [illegible]
ہاں عبداللہ کی بے سبب [illegible] کسی دن بھر کی
روٹیاں [illegible]

"امی [illegible] امی جان!" سبک نے اس کے قریب جا کر سرگوشی کی۔ "آپ کسی طرح عبداللہ
بھائی کو خاموش کروا دیجیے جا کر۔ بہت زیادہ رونے کی آواز گھر سے آ رہی ہے۔ شاید بہت چوٹ لگ
گئی ہے۔"

خدا کے واسطے چپ ہو جاؤ بچی!" [illegible] نے بدستور روٹی بیلتے ہوئے لڑکی کو گھر کا۔ "اگر آپا نے سن
لیا تو ہماری شامت آ جائے گی۔ ان کے معاملات میں مت بولو۔"
سبک نے تیوری چڑھا کر کہا۔ "آپ کا مطلب ہے ظلم کے خلاف زبان ہی نہ کھولی جائے؟
چاہے اس خاموشی میں کسی بے بس کی جان پر بن آئے؟"
"یا اللہ [illegible] میں تو تمہاری ہمدردیوں اور [illegible] سے پریشان ہوں سبک!" [illegible] نے زچ ہو

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کر جواب دیا۔

"تم نے اسی گھر میں آنکھ کھولی ہے۔ یہاں کے ماحول اور حالات سے واقف ہو؟ جانتی بھی ہو عبداللہ بے چارے کو ان کے ہاتھوں بچاتے بچاتے کتنی دفعہ وہ مجھے کھری کھری سنا چکی ہیں۔ اگر میں بھی برابر سے شروع ہو جاؤں تو پھر کیا ہو؟ ___ نہیں بھئی، مجھے تو معاف رکھو۔"

عبداللہ کی سسکیاں یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔ مہک بے چین ہو کر دوبارہ بولی۔

"دیکھئے ___ بے چارہ کس بری طرح رونے کی آواز آ رہی ہے۔"

"سن رہی ہوں ___ سن رہی ہوں ___ بہری نہیں ہوں۔" نازیہ نے رنجیدہ ہو کر جواب دیا۔ "لیکن مہربانی کر کے تم مجھے اور پریشان مت کرو۔ میں اسی لیے یہاں آ گئی تھی۔"

مہک ہال کی طرف سے مایوس ہو کر دادی کے پاس پہنچی لیکن وہ اس قدر دلبرداشتہ اور خوف کے عالم میں بیٹھی تھیں کہ مہک کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ عبداللہ کی سسکیاں اس کا دل چیرتے ہوئے گزر رہی تھیں۔

معظر بیگ اب خاموش ہو گئی تھی اور اپنے کمرے کے سامنے آرام اور سکون سے جب پھیل پھیل کر [illegible] رہی تھی۔ مہک کو پھوپھی کی [illegible] بہت سے سوال اور غصہ بھی آیا وہ غصے میں بھری ہوئی اس کے سامنے سے گزری [illegible] مگر خلافِ امید معظر نے بھی نہ دیا۔ تو وہ بھی چلی گئی۔

مہک نے جا کر دیکھا۔ عبداللہ فرش پر [illegible] سے رو رہا تھا۔ آنکھیں رو رو کر لال سرخ ہو رہی تھیں۔ ایک آنکھ تو چوٹ کی وجہ سے [illegible] ہو رہی تھی۔ ماتھے پر [illegible] گومڑ بن گیا تھا۔ مارے خوف کے [illegible] اس کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔ [illegible] بھی بہت برا حال تھا۔

اس کی حالت دیکھ کر مہک کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اپنی ہی پھوپھی، اپنے ہی خون کی طرف سے مہک کا دل نفرت اور کراہت سے [illegible] اسے ایک [illegible] احساس کا [illegible] تھا کہ پھوپھی اس [illegible] کے خلاف جب کام دے کر [illegible] کر رہی تھیں۔ ابی ای نے اس کے دل میں [illegible] جب ان کے دل میں بڑی بڑی باتیں [illegible] لگی تھی۔ [illegible] میں زیادہ بہتری سمجھ کر خاموشی میں عافیت نظر آئی۔ یوں بھی اسے معلوم تھا کہ اس کا باپ بھی ان کے متعلق کچھ بولنے کا عادی نہ تھا۔

اس نے پکار کر عبداللہ کو زمین سے اٹھنے میں مدد دی اور اس کا ہاتھ تھام کر باہر لائی۔ وہ اسی سسکیاں بھرتا، گھسٹتا ہوا اس کے ہمراہ چلنے لگا۔ نل کے پاس لا کر مہک نے اس کا منہ دھلانے میں مدد کی اور باورچی خانے میں لا کر ایک چوکی پر بٹھا دیا۔ اتنی دیر میں نازیہ روٹی پکا کر فارغ ہو چکی تھی۔ عبداللہ کی تازہ چوٹیں دیکھ کر وہ بھی ششدر رہ گئی۔ مگر کیا کر سکتی تھی۔ دل مسوس کر رہ گئی۔ چپ چاپ ضروری کارروائی کر کے اس نے چولہوں پر دودھ لگایا۔ بے چارہ رونے سے نڈھال ہو گیا۔

مہک غم و غصے میں ہونٹ چباتی ہوئی عبداللہ کو لے کر دادی کے پاس پہنچی۔ معظر اتنی دیر میں دھو کر کرائے دار کے یہاں بیچ کا دروازہ کھول کر جا چکی تھی اور اب ادھر سے اس کی چہک چہک کر باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"دادی جان! آپ نے دیکھی پھوپھی جان کی سنگ دلی؟" مہک نے دادی سے کہا۔

اس کے پیچھے نازیہ بھی آئی اور آہستہ سے بولی۔ "کہیں! آپا نے تو واقعی اب بہت زیادہ بے رحمی کی ہے۔"

اماں بی ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں۔ "ہم کیا کر سکتے ہیں دلہن! یہاں تو وہی مثل ہے ___ بس، وہ بھی ہم چڑھا ___ خود ہی اپنے ہاتھوں اپنے گھر کو آگ لگائی ہے۔ اب برداشت بھی نہیں کر پا رہیں۔ ان سے کس نے کہا تھا کہ اپنی اچھی بھلی سسرال چھوڑ چھاڑ کر یہاں آن بیٹھیں۔ وہاں کیا تکلیف تھی ان کو؟ ___ ہم تو کہتے ہیں یہ بھی ان کے میاں کی غیر معمولی شرافت تھی کہ وہ بیوی کے پیچھے ہی گھر آباد ہو گئے۔ مگر تم نے دیکھا ہماری بچی صاحب نے ان بے چارے کو کیسا بھی کا ناچ نچایا تھا؟"

مہک نے عبداللہ کو دادی کے قریب بٹھا دیا تھا اور اب بغور دادی کی باتیں کان دے کر سن رہی تھی۔ نازیہ نے سنبھل کر کہا۔

"اب جانے دیجئے۔ ان پرانی باتوں میں کیا رکھا ہے؟ جو ہونا تھا، وہ تو ہو گیا۔ بس یہ ضرور ہے کہ آج کل آپا کا پارہ بہت ہی چڑھا رہتا ہے۔"

اماں بی جل کر بولیں۔ "اب پارہ چڑھے یا اترے، معصوم بچے کو مارے ڈال رہی ہیں۔ ہم تو جب جانیں، اپنا آپ کاٹ کر رکھا ہیں۔ کوئی قصور معلوم تو ہو ہیں۔ کوئی ادھر ادھر نہیں۔"

نازیہ نے مہک سے عبداللہ کے لیے [illegible] کے لیے کہا اور پھر بچی کھانے سے منہ موڑ لیا اور بچے کے پیٹ بھرا دھرا سو گیا۔ مہک کی بھوک تو غائب تھی [illegible] کی ساری کارروائی دیکھتی جاتی، ادھر ادھر بھر رہی تھی۔ اماں بی کے قریب بیٹھ کر بولی۔

"دادی جان! آپا پھوپھا کے وہاں [illegible] کر لیں گی؟ پھوپھی جان تو شروع ہی سے [illegible]"

"جب [illegible] کر لی۔" نازیہ نے [illegible] سے منہ کر دیا۔

اماں بی غصے کے [illegible] کر کہا۔ اب آنکھیں دکھا دکھا کر کیا ناسمجھی کر رہی ہو۔ نکی پھوپھی اور ماں تھا دونوں کو بھی نہ دکھا دے۔

نازیہ نے ان دونوں لڑکیوں کو آنکھیں دکھا کر دیکھا اور خود اماں کے قریب بیٹھتے ہوئے تاسف سے بولی۔

"آج کل تو جوان لڑکیاں بھولی بھالی رہتی ہیں۔ بے چارے عبداللہ کو یہ بلاوجہ روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیتی ہیں۔ بیمار ہو جائے تو کیا کر رہ جاتا ہے۔"

اماں بی نے گلی سے جواب دیا۔ "مثل مشہور ہے 'کمہار پر بس نہ چلا گدھے کے کان اینٹھے' اور باقی تو کوئی بات بھی نہیں آج۔ اس قریب مقاطب نازل ہوا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں یہ اپنی نا اہلی اور کم عقلی کا جتنا ماتم کریں، کم ہے۔ دشمنوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کب تک وہ گھر نہ بسانا؟ کب تک ان کے پیچھے خوار ہوتا؟ اب کم سے کم اسے گھر کا سکون تو میسر آ گیا ہو گا۔" غم و غصے کی زیادتی سے اماں بی کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

دوسری طرف معظر کرائے داروں کے پاس صحن میں ٹھٹھا لگا رہی تھی۔ پان پہ پان چل رہے تھے۔ دوسروں میں یہ پہلے کرائے دار ایسے آئے تھے جن سے معظر نے دوستانہ گانٹھا تھا اور دن رات کے مختلف اوقات میں وہاں جاتی تو گھنٹوں بیٹھی رہتی۔ وقت آسانی کے ساتھ کٹ جاتا۔ آج کل اس نے دالان اور جانا بھی کم کر دیا تھا۔

گلی کے وہاں جانا تو اس کا پہلا سوال شرافت کے بارے میں ہوتا تھا۔ مارے غصے کے اس

سے جواب نہیں پایا۔ ہاں ایک دن ماں نے فون کر کے اپنی ساس [illegible] بیگم کو بھی [illegible] کر کے کہاں سنا [illegible] دی تھیں اور خوب اپنے جی کی بھڑاس نکالی تھی۔

✖●✖

عصمت جہاں کی برات والے دن سویرے منہ اندھیرے حویلی کے اندر اور باہر آمد برات کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ کوئی کام نہ ہوتے ہوئے بھی بچی جان کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔ ردِعمل کے طور پر وہ بڑے کمرے میں بیٹھی بیٹھی ہر کسی کو ہولائے دے رہی تھیں۔

"اے ولاری! کیا تیری آنکھوں میں سرسوں پھولی ہے جو آج برات کے دن بھی خود اِدھر اُدھر بیٹھی گھور رہی ہے اور دوسروں کو بھی دھندے سے لگنے نہیں دے رہی۔"

"اے ان لڑکیوں کو بھاڑ میں جھونکا...... ان کے سر پر [illegible] اس وقت چولہوں میں [illegible] برات اللہ کے [illegible] جواب ہو گا [illegible]"

"اے زمانی! [illegible] ہے...... سو کاموں کے لیے ہاں [illegible] تیار ہو گئے یا نہیں؟...... اے [illegible] ایک میری [illegible] جان [illegible] مولا خیر کرے۔"

"اے باجی! آپ کو یہ صبح صبح کیا ہو گیا [illegible] نے نشست گاہ میں داخل ہو کر حیرت سے پوچھا۔ "کیوں غل [illegible]"

بچی جان کو حیرت [illegible] جواب دیا۔ "تمہاری عقل چرنے گئی ہے کیا؟...... چاروں طرف [illegible] اپنے ہوش [illegible] اور [illegible] ہے؟...... [illegible] شرم [illegible] گئے ہیں۔"

چھوٹی بچی [illegible] بولیں۔

"ارے باجی! آپ تو [illegible] کسی کو اپنی [illegible] کا احساس ہے۔ میں خود دیکھ کر آ رہی ہوں۔ برات کے استقبال کی بھرپور تیاری ہے۔"

بچی جان کے حواس بحال ہونے [illegible] دونوں [illegible] کے سامنے ناشتے کا سامان [illegible] چھوٹی بچی نے [illegible] سرسری انداز میں دریافت کیا۔

"کیا بات ہے باجی! آج کا پردہ کرا دیا گیا ہے کیا شاہکار سے؟"

بچی جان نے [illegible] سے حلوہ کھاتے ہوئے سادگی سے جواب دیا۔ "ہاں...... ایسا ہی کچھ ہے۔ لڑکی کو پردے بٹھا دیا گیا ہے لڑکے سے۔"

چھوٹی بچی نے پھر پوچھا۔ "ضرور باجی نے ایسا کرنے کی صلاح دی ہو گی؟"

بچی جان نے بے رخی سے جواب دیا۔ "یاور میاں اور زمانی دونوں شامل تھے اس مشورے میں۔"

چھوٹی بچی جان آنکھیں چلا کر بولیں۔ "لڑکی کو پردے میں تو شادی کے قریب ہی اٹھاتے ہیں۔"

[illegible] مطلب بھی یہی ہو کہ رخصتی جلد ہی عمل میں آنے والی ہے۔"

"ہاں...... ظاہر ہے۔" بچی جان نے چائے کا گھونٹ بھر کر بتایا۔ "اللہ رکھے لڑکا ڈاکٹر بن چکا۔ لڑکی بھی سیانی ہو چکی۔ ہم نے بھی یاور میاں کو یہی رائے دی ہے کہ اب اس آخری فرض سے بھی جلدی ہو سکے سبکدوش ہو جائیں۔ اے ہاں، اچھے خاصوں کا بھروسہ نہیں [illegible] کیا جائے بھلا۔"

چھوٹی بچی نے چونک کر دریافت کیا۔ "یہ آپ نے کیا کہا؟ آخری فرض؟ کیا مطلب باجی؟"

انہوں نے ناشتے سے فارغ ہو کر اطمینان سے جواب دیا۔ "اے بھئی یہ آخری فرض نہیں تو اور کیا ہے؟ خیر سے اپنی اولاد کے فرض سے فارغ ہو چکے ہیں۔ کیا ضروری تھا کسی اولاد کی بھی پالا پرورش کر کے بھی دونوں کو پرورش کرتے؟ یہ ہی آخری طور سے شاکر میاں مارے جاتے [illegible] بچی [illegible] دوسری طرف [illegible] میاں کے ساتھ [illegible] ہے چاری اس بچی کی ماں [illegible] دوسری [illegible] کہا۔ اس طرح دونوں بچی [illegible] کی شادی [illegible]"

چھوٹی بچی [illegible]

یہاں [illegible]

یہاں شگفتہ اور [illegible] دونوں [illegible] رہی تھیں۔ [illegible]

شگفتہ بیگم [illegible] سے بولیں۔

"اے [illegible]"

وہ [illegible] کے لہجے سے [illegible] میں گستاخی ہو رہی تھی۔ "ہاں بھئی ماشاء اللہ ہم نے تو خوب بات کر لیا [illegible] ساتھ کے ساتھ [illegible] میں بھی [illegible] رہی ہوں [illegible]"

وہ دونوں بیٹھی تھیں۔ چھوٹی بچی نے [illegible] سے [illegible]

"اے بچی! اب سے میں [illegible] نے [illegible] اب لڑکوں میں اٹھتے بیٹھتے دیکھا ہے۔ یہ لڑکی رہ [illegible] کہاں غائب رہتی ہے؟"

شگفتہ [illegible] سے بولی۔ "ہاں، میری بچی کچھ کم کم [illegible] سے زیادہ بات نہیں کرتیں۔ معلوم نہیں کیا بات ہے۔"

شگفتہ نے تیوری چڑھا کر کہا۔ "ہمیں کیا معلوم کیا بات ہے؟ جوں جوں بیاہ [illegible] لڑکی ہم سے بھی بے تکلف نہ ہوئی۔ [illegible] ہم اچھوت ہیں۔"

شگوفہ منہ بنا کر بولی۔ "چھوت چھات کچھ نہیں۔ تم سے [illegible] لڑکی کو [illegible] کر رکھا گیا ہے۔ ورنہ کیا وہ سب سے بات نہیں کرتی؟"

چھوٹی بچی نے دوبارہ [illegible] اٹھایا۔ [illegible] ہوئی بولیں۔

"میں نے تو سنا ہے یاور میاں نے اور زمانی نے لڑکی کا شاہکار سے پردہ کرا دیا ہے۔"

شگوفہ تیوری سے بولی۔ "اے ہاں...... خوب یاد دلایا آپ نے۔ مجھ سے بھی کسی نے یہ بات

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کی تھی مگر دماغ سے نکل گئی۔ ہاں تو چھوٹی بیگم! کیا قصہ ہے؟"

چھوٹی بیگم رازداری سے بولیں۔ "ہاں بیگم! تم نے درست سنا ہے۔ میں تو پہلے ہی رو رہی تھی جہاں شاہ کو، وہاں وہ لڑکی واقف نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے اب باقاعدہ بیاہ کے لایا گیا ہے اور اب عنقریب رخصتی ہونے والی ہے۔" پھر وہ چونکارنے کے انداز میں شگفتہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اے بیگم! میں کہتی ہوں تم کیسی سیدھی سادی انسان ہو۔ ایک ہی چھت کے نیچے رہ رہی ہو مگر نہیں معلوم کہ تمہاری ناک کے نیچے کیا ہو رہا ہے۔"

شگفتہ نے روہانسی ہو کر جواب دیا۔ "میں کیا کروں چھوٹی بیگم! اُدھر سے تو میری اولاد ہی باغی کر دی گئی ہے۔ میں کہاں قسمت کی ماری کھلونا بن گئی ہے۔ کوئی میرے ہاتھ میں نہیں۔"

"اے کیسے قبضے میں نہیں؟" چھوٹی بیگم نے پان چباتے ہوئے تاؤ دلایا۔ "میں پوچھتی ہوں تم اپنے دارے سے شاہ کا نکاح کروا دینے پر بیگم کیوں راضی ہو گئیں؟ کوئی یوں بھی اپنی اولاد کے حق میں کانٹے بوتا ہے؟"

شگفتہ تلملا کر بولی۔ "ہماری بڑی صاحب نے تو بھوسیوں کی اچھا کر ڈالا۔ میں نے جب شاہ کے نکاح ہونے کو ہے تو اولاد اور اتنی بہوں کی ... دیتے اور ... چھوٹی کر یہ تو اس سے ... ہوئی۔"

شگفتہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔ "تم تو اپنے ... کی بھول گئیں اس دن کے خالو میاں کے تیور۔"

چھوٹی بیگم نے دہل دیا۔ "مگر تم بھی تو ماں تھیں۔ تمہارا کوئی حق نہیں ہو سکتا؟"

شگفتہ نے رنجیدہ ... "ہمارا بھی کوئی کہنے سننے کا اور بولنے کا حق ہوتا۔ ہماری بھلا اس اتنی بڑی حویلی میں کیا حیثیت رہ گئی ہے۔ جس کی شاہ ... جس کا چاہا اٹھایا ... شاہ کی ... ہمارے ہاتھوں سے گئے۔"

شگفتہ جل کر بولی۔ "میں تو کہوں گی یہ سراسر تمہاری نااہلی ہے۔"

چھوٹی بیگم نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "ہاں تو اور کیا۔ شگفتہ! تم کس بات کی ... گئیں؟"

شگفتہ نے ... روہانسی ہو کر کہا۔ "بیگم! آپ کو اس حویلی کے حالات نہیں معلوم۔ میں بھی مجبور ہوں ... کوئی نہیں ہیں۔ یہاں اولاد اپنے بس میں نہیں چلتی۔"

شگفتہ چمک کر بولی۔ "چلو حویلی کے قانون پر تمہارا بس نہیں چلتا نہ سہی۔ خالو میاں کو مبارک ہو حویلی کی حکومت۔ مگر اپنی اولاد کو تو اپنا سکتی ہو۔ کیا سمجھا کر سکتی تھی کہ شاہ کا دل کسی بھی طرح اس لڑکی کی طرف سے کھٹا کر دو۔ اسے اس کی نظروں سے گرا دو ورنہ تم خود سب کی نظروں سے گر جاؤ گی۔ تمہیں اس کی لونڈی بنا کر رکھا جائے گا۔"

"اے بیگم!" چھوٹی بیگم آگے کو جھک کر بولیں۔ "میں نے تو سنا ہے شاہ کو وہ پسند ہی بہت ہے۔"

شگفتہ نے چونک کر دریافت کیا۔ "آپ نے کس سے سنا؟ کیا شاہ خود کہہ رہا تھا آپ سے؟"

"اے نہیں۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹ گئیں۔ پھر وضاحت کی۔ "ضروری تو نہیں کہ وہ منہ سے کہے

تو ہی بتایا جائے۔ اے خدا نے عقل بھی تو دی ہے۔ دیکھنے والے تو یہاں تک کہتے ہیں کہ"

اچانک کوئی آہٹ ابھری۔ وہ چپ ہو کر خاموش ہو گئیں۔ اندر آتا شاہ دروازے کے پیچھے کی سمت ہی تھا۔ چھوٹی بیگم دوبارہ کہنے لگیں۔

"ہمم ۔۔۔ شاہ کی مرضی ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی لڑکی رضامند تھی۔ یاور میاں نے زبردستی نکاح پڑھوا دیا۔"

شگفتہ کھل کر مسکرائی۔ "واہ چھوٹی بیگم! ہمیشہ خوش رہیے ۔۔۔ اب کی تو آپ نے سچی بات۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے بھی شاہ کو اس سے اچھا سلوک کرتے نہیں دیکھا۔ بچپن سے اس کا جانی دشمن رہا ہے۔ کبھی جو اس سے ہنس کے یا خوش ہو کر بولا ہو۔ وہ تو خالو میاں کی دھونس تھی کہ زبردستی کا نکاح پڑھوا دیا!!!"

شگفتہ نت نئے میں بھی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ چھوٹی بیگم ایک ٹھنڈا سانس بھر کر بولیں۔

"ایمان کی بات ہے بیگم! اگر آپ نے ... شاہ کی رخصتی ہو گئی تو تمہاری ذات میں ردی لگ جائے گی۔ شاہ کی اولاد کہیں کی نہ رہے گی ... اور کیا معلوم ۔۔۔" وہ مزید آگے جھک کر رازداری سے گویا ہوئیں۔ "شاہ نے ... اسے نکاح بھی کیا ..."

❖❖○❖❖

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

شاہکار بیٹھے بیٹھے [illegible] کر اٹھ گیا۔ اس سے بالکل خاموش آ کر سر جھکائے کھڑی تھی۔ گو پھوپھی بیگم کی تمام زہر افشانی دونوں نے ایک ساتھ سن لی تھی۔ خلاف معمول شاہکار سر جھٹک کر اس کے قریب سے نکل چلا گیا۔ وہ وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

اندر پھوپھی بیگم شگفتہ سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھیں۔ "ارے تم بھی [illegible] کی اصل ہو۔ [illegible] عفت جہاں کی شادی پہ موجود تھیں [illegible] سے صدقہ واری [illegible] تم نے خود [illegible] میاں دلاور کے سامنے [illegible] انکار کیوں نہ [illegible]"

شگفتہ نے روہانسی ہو کر جواب دیا۔ "[illegible] بھی بس [illegible] بات کر رہی ہیں؟ ہماری [illegible] جرأت ہو سکتی تھی؟"

"کیوں؟" انہوں نے تیوری چڑھا [illegible] "تم انسان نہیں ہو کیا؟ تم نے اسے پیدا کیا، پالا پوسا نہیں ہے؟"

شگفتہ نے [illegible] "[illegible] ہمارے متعلق کچھ بولنے اور سوچنے [illegible] ہمارے تو اب بھی کسی بات میں دخل نہیں دیتے۔"

اس دفعہ شگوفہ نے [illegible] "[illegible] ہیں مگر [illegible] بھائی بھابی کے سامنے اپنی ہی [illegible] ہیں؟ [illegible] بیگم اس [illegible] کے وقت [illegible] نہ ہو گی۔ [illegible]"

"[illegible] کیا [illegible]" پھوپھی بیگم نے [illegible] "[illegible] شاہکار کا۔ [illegible] پہ دلی کیا تمہاری [illegible] ہیں؟ گھر کا اصلی رشتہ [illegible] کر کے [illegible] سے جوڑ [illegible] ہیں۔ صاف بات ہے میں تو ضرور کہوں کی دلاور میاں اور یاور میاں سے۔"

شگوفہ نے رنجیدہ ہو کر کہا۔ "نہیں بیگم! آپ مت کہئے گا۔ وہ سب خیال کریں گے کہ میں نے کہا ہو گا۔ اگر ہمارے نصیب میں خرابی نہ ہوتی تو وہ بھائی کیوں چار کے کندھے گئے ہوتے۔ اب ہمارے کا ہے کا حق رہا۔"

پھوپھی بیگم کمال ہمدردی سے مخاطب ہو کر بولیں۔ "اگر دیکھا جائے تو حق سب میں پہلے تمہارا اور تمہاری اولاد کا ہی ہے۔ یہ ہمارے یاور میاں تو سٹھیا گئے ہیں۔ کوئی انہیں سمجھانے والا نہیں ہے۔"

شگوفہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"مر گئے اب ہماری طرف سے سمجھانے بجھانے والے۔ اور اب تو تیر، کمان سے نکل چکا۔ اب [illegible] پیچھے سے کیا فائدہ؟"

پھوپھی بیگم اس کا مطلب سمجھ کر بولیں۔ "کوئی تیر وہر کمان سے نہیں نکلا۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ابھی کون سی رخصتی ہو گئی؟ سارے پتے تمہارے ہاتھ میں ہیں۔"

شگفتہ جو خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہی تھیں، چونک کر امید بھری نگاہوں سے دونوں کی طرف دیکھنے لگیں۔ بیگم جان نے چہرے [illegible] سے گردن ہلا کر کہا۔

"ہاں ہاں [illegible] کیا دیکھ رہی ہو؟ [illegible] دل میں وسوسہ ڈال دو لڑکے کے۔ از خود انکار کر دے گا نکاح سے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

باہر کھڑی [illegible] کے تن بدن سے جان نکال۔

دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ [illegible] گیا۔ پیچھے پیچھے پھوپھی بیگم کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔ "تم دونوں تو [illegible] ہو۔ ہم نے تو ان آنکھوں سے بڑا دوں [illegible] ہوتے دیکھے ہیں۔ اس دنیا میں سب [illegible] رشتے ناتے بھی [illegible] ہیں۔"

[illegible] وہاں سے [illegible] کر اپنے کمرے میں [illegible] بیٹھ گئی [illegible] اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ [illegible] اتفاق سے کوئی اس وقت تھا بھی نہیں اس کی [illegible] حالت اور [illegible]

حالانکہ وہ [illegible] جانتی تھی کہ [illegible] اس کی [illegible] ہو گی۔ کیونکہ اس نے آنکھ کھول کر [illegible] دیکھی تھی۔ [illegible] سا پیار [illegible] اس کے دل اور آنکھوں میں ایک وقت بڑی طرح نہیں پیدا کر سکا تھا۔

[illegible] کی زندگی میں اس نے کبھی [illegible] سماعت سے جو [illegible]

[illegible] لڑکی سے شاہکار کی شادی نہیں ہو سکتی [illegible] جس کی ماں کا کچھ پتہ نہیں۔ خاندان میں [illegible] شاہکار کی اولاد کبھی خاندانی [illegible] نہ جائے گی۔

خاندان میں [illegible] شاہکار کی [illegible]

زندگی میں [illegible] بری طرح [illegible] کر رہ گئی۔

یا اللہ [illegible] میری ماں کون تھی؟ [illegible] کیا بہت خراب اور عیب دار عورت تھی؟ [illegible] مجھے تو کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ میں تو اپنا سب کچھ دادا صاحب، دادی جان، سرور دادی اور پھوپھی جان کو ہی سمجھتی ہوں، اور شاہکار بھائی [illegible] ہاں بھی لوگ مجھے ان کے نام سے طرح طرح سے چھیڑتے ستاتے ہیں۔ [illegible] میں بھی ان کو اپنے مستقبل کا وارث سمجھتی ہوں۔ ساری دادیاں کہتی ہیں ان سے دو قدم رکھا کرو۔ میں کرتی بھی ایسا ہی ہوں۔ بس کبھی کبھار چوک ہو جاتی ہے۔ وہ بھی انہی کی زیادتی سے یا پھر کبھی میری کی شرارت سے۔ [illegible] پھوپھی کو سب کچھ معلوم ہوتا ہے اور وہ [illegible] تک۔ کبھی کسی دادی اماں تک شکایت نہیں پہنچنے دیتیں۔ بڑی اماں نے بھی کبھی مجھ سے اگر الفت نہیں جتائی تو نفرت کا اظہار بھی نہیں کیا۔ ہاں تھوڑی غیریت سی برتتی ہیں۔ مگر آج پھوپھی بیگم اور شگفتہ پھوپھو ان کو کیسے کیسے الفاظ سے [illegible] کر رہی ہیں؟ [illegible] کیا واقعی میری ماں کا کچھ معلوم نہیں

بے کون تھی؟ ۔۔۔۔ لیکن ایسا کس طرح ہو سکتا ہے؟ ۔۔۔۔ بہت بچپن میں کسی گھر میں اپنے خیال میں جا بھی ہوں۔ فرحت خالو صاحب اور نازیہ خالہ یہاں آ ابھی پہنچے ہیں۔ سرور دادی نے ان کو خاص طور پر باجی کی شادی میں بلایا تھا۔ اس شادی پر بھی آئیں گے وہ لوگ۔

آپی کی چھم چھم برستی آنکھوں کے سامنے اپنی بانی جان، حمیدہ خالہ اور ماموؤں کی مہربان صورتیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ دل و دماغ میں حیرت اور بے نام سا خوف سرایت کرتا چلا گیا۔ حالانکہ اس حویلی کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ سب کی محبتیں اور دلداری تھی مگر زندگی کے اس عجیب موڑ [illegible] میں کبھی سوچا تھا کہ اس خوفناک اور ناقابل یقین راز کی حقیقت کس سے دریافت کرے

کون کرتا تردید ۔۔۔۔ یا تائید!

یہ سوچتے سوچتے دماغ شل ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ ایک ان میں اس کی ہستی بکھنی بے فکر زندگی آندھی میں [illegible] کی طرح [illegible] کر اسے اپنی زندگی اور لاچاری پر رونا آ رہا تھا۔ ۔۔۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ جیسے کوئی اس کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

"آپی ۔۔۔ آپی یہ کون سا وقت ہے [illegible] یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو؟" اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ سعد [illegible] پاس کھڑا پریشان ہو رہا تھا۔

"یا وحشت [illegible] تم یہاں [illegible] کیا شاہکار بھائی نے [illegible]"

تو بھی ابھی سے یہ حال ہے [illegible] سرور دادی کو [illegible] جب [illegible] کر دیا تو تم کیوں آئے وہ یہاں۔"

[illegible]

"خدا کے واسطے سعد ۔۔۔" وہ [illegible] نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں ۔۔۔ آپ کیا ہو گیا؟" سعد نے [illegible] نظر سے [illegible]

[illegible]

"تو پھر ۔۔۔" سعد نے [illegible] نظر سے اس کے بہتے آنسوؤں کو دیکھا۔ [illegible] زور و شور سے تم کیوں بیمار ہی ہو ۔۔۔ کوئی تو سبب ہو گا۔"

وہ بے دردی سے آنسو پونچھ کر بولی۔ "بالکل [illegible] میرے سر میں تو آج [illegible] بڑا شدید ۔۔۔ نزلہ ہو گیا ہے۔"

"اوہو ۔۔۔ بڑا [illegible] نزلہ ہے۔" سعد نے اس کا مضحکہ اڑایا۔ پھر سنجیدگی سے پوچھا۔

"سچ کہو، شاہ بھائی آئے تھے یہاں؟"

اس نے گھبرا کر جواب دیا۔ "نہیں تو ۔۔۔ خدا نہ کرے ۔۔۔" کہتے ہی دانتوں میں انگلی دبا لی۔ سعد اس کی بوکھلاہٹ پر ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ابھی جا کر پتا کرتا ہوں۔" وہ اسے وہیں روتا چھوڑ کر چلا گیا کیونکہ باہر اس کی پکار ہو رہی تھی۔

آپی نے اس کے جاتے ہی اٹھ کر جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا۔ برات آنے میں زیادہ دیر نہیں رہ گئی تھی۔ گھما گھمی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ لڑکیاں بالیاں اپنی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ وہ بھی سب میں گھل مل گئی۔

اتفاق سے سعد سب سے پہلے شاہکار سے ہی ملا۔

"کہاں چل دیے بھائی جان؟" سعد لپک کر اس کے قریب پہنچا۔

شاہکار اسے اچانک دیکھ کر کھل اٹھا۔ ہاتھوں میں دبا [illegible] کا خوشنما خاصدان اس کی طرف بڑھا کر گویا ہوا۔ "یار سعد اس وقت تو تو رحمت کا فرشتہ بن کر آ گیا۔ ذرا میرے پیارے بھیا! پانوں کا یہ گلدستہ ذرا امیر صاحب تک پہنچا آ۔"

سعد بدک گیا۔ "نہ بابا ۔۔۔۔ میں اس پھندے میں آنے والا نہیں۔"

"پھندا؟ ۔۔۔ کیا مطلب؟ یہ پان ہیں، پان، بے وقوف۔" شاہکار نے خاصدان اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا جس میں پانوں کی گلوریاں زنجیر دار چھلے میں گڑی رکھی تھیں۔

"خوب جانتا ہوں آپ کی چالوں کو۔" سعد گردن ہلا کر تشریح کرنے لگا۔ "یہ گلوریاں بھرا خاصدان بھیجا آپ نے امیر صاحب کی [illegible] امیر صاحب کے حضور پیش کر آئے۔ مگر آپ اپنی [illegible] سے [illegible] ہیں تاکہ خود تو ان کی شاعری [illegible] سے بچ جائیں اور میں اس پھندے میں پھنس جاؤں۔ نہ بابا نہ ۔۔۔ مجھے معاف رکھئے۔"

"ارے لاحول ولا قوۃ۔" شاہکار نے [illegible] "بھلا میں ایسی گستاخی کر سکتا ہوں؟ تم تو بالکل ہی سٹھیا گئے ہو سعد [illegible] میں [illegible] دور تک چلوں گا۔ تم خاصدان ان کو دے کر بس جلدی [illegible]"

"اچھا ۔۔۔ تو پھر میرے ساتھ [illegible]" سعد [illegible] کر آمادگی ظاہر کر دی۔

"بالکل ۔۔۔ بالکل ۔۔۔" [illegible] اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ دونوں ساتھ ساتھ [illegible] امیر صاحب [illegible] وہ دونوں [illegible] کے سامنے میں اس قدر [illegible] آگے بڑھے۔

شاہکار ذرا دور ٹھٹک گیا۔ خاصدان سعد کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ [illegible] ان کا احساس ہوا۔ اس نے [illegible] ان کی خدمت میں پیش کیے [illegible] ادب سے بولا۔

"آداب عرض ہے دادا جان!"

انھوں نے اپنے شغل سے [illegible] کر [illegible] سے اوپر تک دیکھا۔ بولے۔ "بیٹھے رہو ۔۔۔ بیٹھے رہو ۔۔۔ اچھا تو سعد [illegible] کے گلوریاں لے کر۔"

ایک تروتازہ گلوری نکال کر کلے میں دبائی اور خوش دلی سے دریافت کیا۔ "اور سناؤ تمہاری سب دادیاں خیر و عافیت ہیں؟"

ان کے شعر سنانے پر وہ خیر ہو کر بے تکلفی پر اتر آیا۔ "جی ہاں دادا جان اور سب بہت خوش و خرم اور آرام سے ہیں۔ آپ سنائیے آپ کے مزاج کیسے ہیں؟"

میر صاحب بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولے۔ "اللہ کا کرم ہے۔ ہم بھی خیریت سے ہیں۔ کہو، تمہیں کیسے دکھائی دے رہے ہیں؟"

سعد نے بے دھڑک جواب دیا۔ "ذرا حیرت سی ہو رہی ہے۔ آپ کو پانوں کے بجائے کسی کے نوٹوں کا معائنہ کرتے دیکھ کر۔ کیوں دادا جان! کیا میں پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ آپ اس وقت

کس فکر میں جتنا ہیں؟"

میر صاحب نے ایک فوٹو اپنے سامنے رکھا اور بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہاں، کیوں نہیں۔ پوچھ سکتے ہو۔ تم ضرور پوچھ سکتے ہو۔ مگر اس کا جواب تمہیں شعری صورت میں سننا ہوگا۔ لو سنو!"

سعد نے سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھا مگر اس سے پہلے کہ وہ راہ فرار اختیار کرتا، انہوں نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور یوں گویا ہوئے۔

"جھک لگا کے دیکھ رہا ہوں جمال یار
شاید وہ اس طرح سے نظر دکھائی دے"

"واہ واہ۔۔۔ واہ۔۔۔ بہت خوب۔" سعد نے داد دی۔ شاہکار کے ہنسنے کی آواز اس نے سن لی تھی۔ "دادا جان! کہیں آپ ایک اور شادی کرنے کی تیاری تو نہیں کر رہے؟" وہ کھل کر شرارت سے بولا۔ "میرا خیال ہے مجھے دونوں وقتوں کو خبردار کر دینا چاہئے۔"

میر صاحب نے اس کو دوبارہ گھور کر دیکھا۔ پہلے شعر کے جواب میں ایک ٹھنڈی سانس بھری اور دونوں آنکھیں موند کر نہایت والہانہ لہجے میں گویا ہوئے۔

"بھی کی ہر [illegible] تیسری شادی
[illegible]
[illegible]
[illegible]"

"اف خدایا۔۔۔ مر گیا میں۔" [illegible]

میر صاحب [illegible]

[illegible] کیا وہ اور ہوا۔"

"ہم۔۔۔ [illegible] آپ [illegible] دادا جان"

[illegible]

سعد نے پیچھے کی طرف [illegible] جواب دیا۔ "دادا جان! آپ کے [illegible] ہے۔"

"[illegible] کی اس نے [illegible]
میں نے اس کے سامنے کبھی کا [illegible]"

میر صاحب نے کھسیا کر [illegible] اٹھا کر اس کی طرف پھینکا مگر تب تک وہ شاہکار تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ دونوں آگے پیچھے باغ سے باہر آئے۔ شاہکار نے ہنسی میں [illegible] بولا۔

"کمال کر دیا یار تو نے۔ میر صاحب کو تنگ کر کے رکھ دیا۔"

سعد چلتے چلتے رک گیا۔ تیوری پر بل ڈال کر بولا۔ "اور کمال آپ ہیں یا میں؟ [illegible] آج مجھے یہاں لا پھنسایا اور مجھ سے بھی پہلے آپ نے بے چاری کو آٹھ آٹھ آنسو رلوایا۔ عجب [illegible] ہیں جناب۔ شاید ان کو وہ لڑکی میں یہ [illegible] سکھائے گئے ہیں۔"

"کیا بک بک کئے جا رہے ہو؟" شاہکار نے حیران ہو کر پوچھا۔ "میں کیوں آپ کو رلانے لگا؟ ہوش میں تو ہو؟"

سعد نے گلی سے کہا۔ "بے وقوف کسی دوسرے کو بنایئے گا۔ ابھی ایک گھنٹہ نہیں گزرا، اپنی ان کمبخت آنکھوں سے آپ کو نانی جان کی خواب گاہ میں زار و قطار روتا ہوا دیکھ کر آیا ہوں۔ اگر یقین نہیں تو

چل کر اس کی سوتی ہوئی آنکھیں دیکھ لیجئے۔"

شاہکار لمحے بھر کے لئے چپ سا ہو گیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا وہ۔۔۔ کسی معاملے میں مجھے قصور وار ٹھہرا رہی تھی؟"

"او میرے خدا!" سعد آنکھیں پھاڑ کر چلایا۔ "اس کا مطلب ہے ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ اس غریب نے تو نام نہیں لیا مگر اس کے رونے دھونے کی وجہ یقیناً آپ ہی رہے ہوں گے۔ اف! بڑی چوک ہو گئی مجھ سے۔ مجھے لازم تھا کہ میں بڑی نانی جان سے رابطہ کرتا۔ تو یہ حضرت آپ ہیں آپ کو ستانے والے۔"

"چپ رہو۔ بے ہودہ کہیں کے۔۔۔" شاہکار بگڑ کر بولا۔ "اگر وہ تمہاری طرح لمبے ہی لمبے ہو گئے ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بے سوچے سمجھے بولتے چلے جاؤ۔ خبردار جو اب ذرا بھی عقل چلانے کی کوشش کی۔"

سعد واقعی [illegible] گیا مگر لجاجت سے اصرار کیا۔ "میں آپ کے [illegible] کام آتا ہوں۔ کیا مجھے نہیں بتائیں گے کہ کیا بات ہے؟"

"کیوں بتاؤں؟" شاہکار نے بے رخی سے صاف جواب دے دیا۔ "تم شادی شدہ ہو کر بھی چھوٹی بڑی بات تمہارے علم میں ڈالی جائے؟"

"کیا بات ہوئی؟" سعد نے معصومیت [illegible] "آنکھ تو ہوتے ہی سخت دل ہیں۔ آپ بےچاری معصوم کے آنسوؤں کا کیا اثر ہو [illegible] اشکوں کی برسات میں بہہ جانے والے۔ اس [illegible] اصل واقعہ کیا ہے؟"

شاہکار نے اسے [illegible] جواب دیا۔ "[illegible]"

"کیوں؟ آپ [illegible]"

"آخر تمہیں اس قدر [illegible] کیوں لگ گئی ہے؟"

"کیوں۔۔۔ کیونکہ [illegible]"

"سعد ہو یا سعید۔" شاہکار نے [illegible] "آج [illegible] رخصتی ہو جائے، میں بھی اس معاملے کی تحقیق کر کے رہوں گا۔ تمہیں [illegible] تم وہیں کے بچے [illegible] ہو۔"

آخری جملہ سعد پر قیامت ڈھا گیا۔

"بھائی جان!۔۔۔ شاہو بھائی جان!" وہ [illegible] گیا۔ مگر شاہکار نے اس پر مطلق توجہ نہ دی۔ تیز لمبے قدموں کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔

***

عصمت جہاں کی شادی میں سعید احمد کی بیوی بذات خود اپنے بڑے بیٹے حمید [illegible] اس کی دلہن کے ساتھ شریک ہوئی تھیں۔ اگر حویلی والوں نے یہ بات برقرار رکھا تھا کہ انہیں بھرپور اہمیت دیا جاتا تو انہوں نے بھی جوابی کارروائی میں کوئی کسر [illegible] رکھنے میں نہ چھوڑی۔

فرحت کے ہاں سے اس کے بڑے بچوں کے علاوہ دلہا ہی گئی تھیں۔ ابھی یہ لوگ وہاں سے بھی خوش واپس آئے ہی تھے کہ معراج الدین صاحب کے انتقال کی خبر آ گئی۔ سب کی خوشی کافور ہو گئی۔ تم روتی دھوتی بچے روانہ ہو گئی۔ [illegible] سے شفقت کی رہبری میں بڑی لڑکیوں کے پہرے [illegible]

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

لیکن ایک دفعہ پھر مجبوری آن پڑی تھی۔ چنانچہ یہاں کے معاملات جوں کے توں چھوڑ کر سعید احمد کی بیوی بھی ہمراہ چل دیں۔

سراج الدین صاحب کی وفات اس گھرانے کے لئے معمولی سانحہ نہ تھا۔ اس ایک ہی شخصیت سے سعید احمد کے ایک وقت کی طرح کے روابط تھے اور تعلق خاطر رہا تھا۔ نہ صرف یہ کہ وہ بھی ان کے کاہل جسم ہیلڈ مدبر و مربی رہے تھے بلکہ ہر اٹھتے ہوئے وقت اور ہر لمحے کے غمگسار و دمساز رہے تھے۔ ایسے ہمدرد و مخلص شخصیت کے مالک کہ جن پر دوستی [illegible] ان کی ہمہ وقت مشاورت اور منظم رہبری ہمیشہ سعید احمد کے ہم قدم رہی۔ پھر مدتوں بعد جب یہ دوستی اور تعلق خاطر رشتے داری میں تبدیل ہونے کا موقع آیا تو اس وقت بھی سراج صاحب اپنی اخلاق اور اصول [illegible] سے ایک قدم آگے ہی رہے تھے۔

[illegible]

Famous Urdu Novels

[illegible]

یہ شادی ہوئی تو اس وقت سعید احمد نے سراج صاحب سے [illegible] اور اس شادی کے موقع پر سعید احمد کی بیوی اور [illegible] کر سامنے آیا۔

بیگم سراج الدین صاحب کی [illegible] اس لڑکی کو اپنی زندگی بھر کی جوڑ اور بہت [illegible] کر رخصت کرنا چاہتی تھیں مگر اب [illegible] کی۔ اس نے کہا۔

”جب میری [illegible] سے بیوہ کر اپنے اپنے گھروں کی ہو گئیں تو پھر مجھے بھی [illegible] دلہن قبول کریں۔“

آخر میں رہ گیا [illegible] سو سادگی ہی سادگی میں مجید اور شفیقہ بھی ایک دوسرے کے ہو گئے۔

ہاں — یہ دوسری بات ہے کہ رہتی بستی زندگیوں میں بھی کچھ لین دین ہوا کرتا ہے۔ صرف اسراف بے جا سے دین اسلام نے بچے رہنے کی تلقین کی ہے ورنہ تو سادگی کی ساری خوبیاں حضرت انسان کے لئے ہی ہیں۔ [illegible] مگر قاعدے سے اور قرینے سے۔ چنانچہ اسی ایک اصول زندگی سے یہ گھرانا بھی مستفید رہتا تھا۔

سراج الدین صاحب کے سوئم کے دن سعید احمد کی بیوی اور اماں جی صبح سے پہنچ گئی تھیں اور سارا دن ان کی بیوہ کے ساتھ رہیں۔ قرآن خوانی کے بعد عصر اور مغرب کے درمیان [illegible]

اور لوگ باگ اپنے اپنے گھروں کا رخ کرنے لگے۔ بیگم سراج نے ان دونوں بیبیوں کو روک لیا۔ یہ لوگ ابھی کے قریب بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ سراج صاحب کی ہمشیرہ نے بتایا۔

”بھیا نے پوری زندگی اس قدر راست گوئی اور رزق حلال کو گلے لگائے رکھا کہ ان کی یہ خوبی اپنی مثال آپ ہے۔ ہم سب بچوں کے حقوق اور اپنے دیگر فرائض سے پوری طرح آگاہ تھے۔ کسی کی کبھی بھی حق تلفی نہ ہونے دیتے تھے۔ حالانکہ ایک مدت سے ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے تھے مگر خدا نے ہر معاملے میں بہت خیر و برکت دے رکھی تھی۔ اللہ ایسی ہی فراغت سب کو نصیب کرے۔ کل کسی نے جب مجھے بتایا کہ ایک غریب محلے میں بھیا نے ایک مدرسہ قائم کروایا اور ایک مضافاتی بستی میں چھوٹی سی مسجد تعمیر کروا گئے ہیں تو دل سے اک ہوک سی اٹھ رہی ہے۔ عبادت سے مر جانے کو جی چاہتا ہے [illegible]

[illegible]

Famous Urdu Novels

[illegible]

سب بیٹھنے والے ان کی حیرت انگیز باتیں سن رہے تھے۔ وہ چپ ہوئیں تو اماں جی بولیں۔

”یہ تو بہت بھلی بات ہے کہ تمہیں اپنی زندگی [illegible] کا احساس تو ہے۔ اب مجھ حاصل کر لینا ہے [illegible] کی بہتری کے لئے وقت کر کے کر گزرو [illegible] ماشاء اللہ بہت عقل کی بات کر رہی ہو۔“

وہ بیچاری [illegible] بولیں۔ ”بہت وقت ہوا ہے۔ بعض اوقات رات میں سوتے سوتے آنکھ کھل جاتی ہے۔ قبر کی تاریکی اور تنہائی کا خیال آتا ہے [illegible] وحشت سے سانس گھٹنے لگتی ہے۔ آپ یقین کیجئے اگر ان لمحات میں، میں بچپن میں یاد کیا ہوا درود پاک یا آیت الکرسی پڑھنا چاہوں تو زبان ساتھ نہیں دے پاتی۔ حافظہ کمزور ہے یہ بھی [illegible] رہتا ہے۔ پریشان ہو کر کبھی کسی مدرسے سے بچوں کو بلوا کر قرآن خوانی کروا لیتی ہوں۔“

سعید احمد کی بیوی کھسک کر ان کے قریب ہو گئیں۔ شفقت سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور محبت سے مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔ ”تو بات یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو بھی مضبوطی سے پکڑو گی، اسی سے فلاح پاؤ گی۔ اب فلاح ہے کیا؟ اسے سمجھو۔ فلاح یہ ہے کہ جتنا جتنا تم اپنے رب سے قریب ہونا چاہو گی، اتنا اتنا وہ تمہارے قریب آئے گا۔ ویسے تو وہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے مگر اس کی شناخت کی فرصت تو نکالو۔ ایک سادہ سی مثال ہے اگر ہمیں کسی بھی دنیاوی کام میں جانا ہو تو ہم سب سے پہلے اللہ کے حق میں ڈنڈی مار لیتے ہیں اور نماز چھوڑ کر وہ کام نمٹانے دوڑ پڑتے ہیں۔

بس قضائے عمری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس سے بچو۔ میرا کہنا یہی ہے کہ اگر تم نماز کو عادت بنا لو گی تو بس تمہارے وقت میں از خود برکت ہونے لگے گی۔ اللہ کے کام حکمت سے پر ہیں۔ ضرورت فقط خلوص نیت کی ہے۔ اگر آپ ایک نماز میں بھی دلجمعی کریں تو دوسری خود بخود چلی آتی ہے۔ اور اگر کچی نیت سے پڑھنی بھی چاہیں تو خواہ کیسی ہی مشکل آ پڑے، نماز کی ادائیگی کے لیے سہولت اور آسانی ہر صورت میسر رہے گی۔ کر کے دیکھ لیں۔ قرآن خوانی بلاشبہ بہترین عمل ہے۔ یہ تلاوت کلام پاک ہے۔ لیکن تلاوت کلام پاک آپ خود کریں یا کسی سے سنیں تو محض خیر و برکت کی نیت سے نہیں بلکہ اس کے احکامات پر عمل بھی کریں۔ قرآن حکیم کے پُر حکمت احکامات ہمارے عمل ہیں اور رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔"

سعید احمد کی بیوی کے سادہ سے انداز نے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑا اور وہ دیر تک [illegible] کرتی رہیں۔ پھر ان کو [illegible] سب سے مل کر رخصت ہو گئیں۔ ان کے جانے کے بعد اماں بی، بیگم معراج کو مخاطب کر کے بولیں۔

"کیوں صفیہ بیگم! [illegible] کی ہوا کرتی تھیں تمہاری یہ نند۔ خیال ہے کہ [illegible] پر بھی بیٹھے رہے جاتیں۔ مگر آج تو بہت تبدیلی نظر آئی ہیں۔"

صفیہ بیگم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ [illegible] آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ [illegible] ان کے چہرے [illegible] نہیں رہے۔ [illegible] اور دل شکستہ ہو رہی تھیں۔ [illegible] سب انہیں [illegible] دیتے گئے۔ سعید احمد کی بیوی نے [illegible]

"موت سے [illegible] اللہ [illegible] زیادہ [illegible] میں ہے کہ اس [illegible] آخرت ساتھ ہو گا تو آخری سفر میں آسانیاں ہوں گی۔"

اگلے دن سعید احمد کی [illegible] تو تھوڑی دیر کے بعد حمید کی اپنے کمرے میں [illegible] آرام کے لیے۔

اچانک اپنی [illegible] سب نے والہانہ استقبال کیا۔ سعید [illegible] بے حد طمانیت کا احساس ہوا کہ ان کی خیر [illegible] میں کسی [illegible] انتقال [illegible] کرتی تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہر معاملات [illegible] ضروری تھے۔ لہٰذا وہ سارا دن ان کا [illegible] مصروفیت کی نذر ہو گیا۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد وہ اپنے پلنگ پر تھک کر چور ہو چکی تھیں۔ آج شفیقہ جلد ہی ان کے پاس آ گئی اور کمر دباتے ہوئے ان کا حال احوال پوچھنے لگی۔

حمید اور اس کے بچے نہ ہونے کی وجہ سے گھر سونا سونا لگ رہا تھا۔ شفیقہ سے انہوں نے سب طرف کی خیر و عافیت دریافت کی اور چند ضروری معاملات پر بات چیت کی۔ اتنے میں دونوں لڑکے معمول کے مطابق آ گئے۔ حمید آتے ہی بولا۔

"اماں! آپ نے محسوس کیا۔ چچا معراج الدین اس زمانے میں تو زندہ سلامت رہے جب بیماری کی شدت سے ان کے بچنے کی امید جاتی رہی تھی۔ اور اب جبکہ وہ خاصے عرصے سے بھلے چنگے تھے تو۔۔۔ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔"

حمید بھی حیرت زدہ تھا۔ حیرانی سے بولا۔ "ابھی جمعہ کو تو جامع مسجد میں ملے تھے۔۔۔ ٹھیک ٹھاک تھے۔"

"نہیں بیٹا!" انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "تم سب اپنی اپنی جگہ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو کہ مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ ایک قدم اٹھاؤ تو دوسرے کی خبر نہیں۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ اگر اس سے فرار ممکن نہیں تو اس کے سوا چارہ بھی نہیں۔ کہیں یہ رحم ہے تو کہیں نجات دہندہ۔"

ان کی بات کی گہرائی سمجھ کر سب پر سکوت طاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شفیقہ نے موضوع بدل کر بڑے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اماں! آپ نے ابھی تک شادی والے گھر کا کوئی احوال نہیں سنایا۔ کب سے شوق آ رہا ہے کہ سنوں۔ سعدیہ آپا کی بیٹی کیسی ہے۔۔۔ کیا کر رہی تھی؟"

ان کے چہرے پر اداسی کی مسکراہٹ جھلکنے لگی۔ حمید کی آنکھیں منتظر نظروں سے تکنے لگیں۔ حمید بے صبری سے بول پڑا۔

"ارے ہاں۔۔۔ دیکھا اماں! آپ نے۔۔۔ آپ تو ہو بہو آپا کی صورت لگتی ہے۔"

"اس میں پھوپھی کی جھلک بھی۔۔۔ [illegible] تم نے۔" ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ آنکھوں میں شبنم جھلملانے لگی۔ [illegible] اس وقت وہ [illegible] کی تصویر نظر آ گئیں۔ حمید کے اندر کوئی حسرت سی [illegible]

"اماں! [illegible] کی دادی سے [illegible] ساتھ لے آتیں۔"

اب تک وہ محفل میں [illegible] تھیں۔ قدرے [illegible] "یہی خوشخبری تو تم لوگوں کو سنانے والی ہوں۔ ان کے [illegible] بہت رکھ رکھاؤ والے خاندانی لوگ ہیں۔ حالانکہ ہماری [illegible] اللہ کے حکم سے [illegible] ہے۔ مگر ان لوگوں کے [illegible] اخلاق میں اضافہ ہوا ہے۔ [illegible] لڑکی [illegible] تو ماشاء اللہ بہت سمجھ دار ہے۔ [illegible] اپنی طرف سے کمی کرنے [illegible] رکھے تھے۔ تمام [illegible] خصوصاً اپنے قریب ہی رکھا۔ آدھی رات میں ان کے پاس سوتی ہے۔ ان میں [illegible] اپنی [illegible] بیگم کے ساتھ رہتی ہے۔ [illegible] جہاں کو تو میں نے ان کی وجہ سے [illegible] ماشاء اللہ [illegible] اخلاق [illegible] کی وجہ سے بھلی لگنے والی بی بی ہے۔ اس عمر میں بھی نماز کی پابندی ہے اور ان کا ترقی اور [illegible] دیکھ کر میں ایک لفظ تو ضروری ہے کہ سعدیہ کی مغفرت اور آخرت میں درجات کی سربلندی کے لیے کافی ہیں۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ ان کے اندر کی دنیا بدلنے میں صرف اور صرف سعدیہ کی کوششوں کو دخل ہے ورنہ وہ تو پہلی نماز قائم کرنا تو دور کی بات ہے، پڑھنا بھی نہ جانتی تھیں۔ ایک ان کی مصاحب ہیں، پہلوان بہو۔ وہ بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند اور بہت نیک، بہت پرہیزگار بزرگ ہیں۔ بہت پرسوز اور پُر اثر لگا پایا ہے انہوں نے۔ [illegible] اور حسنات و مناجات [illegible] یہ کہ کر ہمیں یہ لڑکی دلہن نے تھمائی تھی، اللہ جنت نصیب کرے۔ الغرض یہ کہ ایک ٹھیک ٹھاک مدت بیت جانے کے باوجود وہاں پر سعدیہ کا نام زندہ ہے۔ بلاشبہ ہماری تو وہی، اس کی بچی آپ اس کی بہت بڑی یادگار ہے۔ مگر یہ دیکھ کر ہم بیچ مستوں میں مطمئن ہوئے کہ اس کی سسرال والے اس کا ذکر اچھے الفاظ سے کرتے ہیں بلکہ اس

FARIDS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سے دل میں وہ جانے معذرت کرتے ہیں۔ گھر کی نوکرانیاں تک اس سے خوش تھیں۔"

وہ خاموش ہو گئی تو حمید رفیق کے سے بولا۔

"حالانکہ ایا کی زندگی میں مجھے کبھی ان کی سسرال میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا، مگر اب وہاں وہ کرائی لگتی تھیں جیسے ابھی وہ کسی گوشے سے مسکراتی ہوئی نکل پڑیں گی۔ یقین کرو یار!" وہ مجید کی طرف دیکھ کر بیکلی سی ہنسا۔ "بسا اوقات حویلی کے پائیں باغ میں ٹہلتے ہوئے مجھے لگتا ـــــ وہ قادر بھائی سے ـــــ باتیں کر رہی ہیں۔ مجھے چونک کر ادھر ادھر دیکھنا پڑتا۔"

مجید کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے خود بھی ... کمرے کی فضا نے حبس کی چادر اوڑھ لی۔ سب کو اپنے احساسات پر قابو پانے میں کچھ وقت لگا۔ پھر مجید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اضافہ کیا۔

"جس طرح آپ ان کی خوبیوں کی تعریف کر رہی ہیں، وہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر حقیقت ہے کہ ایا کے سسر صاحب کی اپنی گھریلو زندگی میں ... شفقت اور خلیق شخصیت کے مالک تھے۔ ایا کے وہ ... بہت قدر و عزت سے ایا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔"

شفیقہ نے کسمسا کر ... کو جادو ... دیا۔

"اس آپ ـــــ کس خوش خبری کا ذکر کر رہی تھیں؟"

وہ چونک کر ... پھر مسکرا کر بولیں۔

"... بھائی ... کہ اب بہت جلد آنے کی ... رخصتی کر دینے کا ارادہ ہے۔ کیونکہ اس کے دادا صاحب ... اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہ رہے ہیں۔ مگر ... ماشاء اللہ ... ڈاکٹر بن چکا ہے۔"

شفیقہ نے ... کر کہا۔ "اماں جی ... [illegible]"

وہ ... مسکراتے ہوئے بولیں۔ "... کہ ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ رخصتی سے کچھ عرصہ پہلے ... میں کیا حرج ہے۔ ... اماں ... کی بات کر رہا۔"

"خیال ہے ـــــ ... بھائی کا خیال ہے ... [illegible]"

مجید کی ... دیا۔

مرحوم کی بیٹی کی اولاد کے ... کی غیر معمولی گرم جوشی محسوس کر کے وہ خوش ہو گئیں۔ سب کا جائزہ لیتے ہوئے ... کرنے لگیں۔

"سرور جہاں تو ... کہہ رہی تھیں مگر ایک امکان یہ بھی ہے کہ فرحت کے پاس آپ کی دعوت آئے ... ہے کہ آپ اپنے ماموں ... کے پاس سے رخصت ہوں گی۔"

※※※

"ہاں ـــــ ٹھیک کہتے ہو" معظم نے گلوگیر آواز میں جواب دیا اور اس کی آنکھوں سے جل جل آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔ سرفراز نے جذبۂ ہمدردی سے مضطرب ہو کر جلدی سے اپنا رومال پیش کر دیا اور کرید کر دریافت کیا۔

"کیا تمہاری اماں اتنے خاص اہم معاملے میں کچھ نہ بولیں؟ ـــــ شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو سارے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ بہو کا تو ہرگز حق نہیں سسر کے ترکے میں دخل دینے کا۔ خواہ تمہارا بھائی کتنا ہی ... اور زن مرید کیوں نہ ہو۔"

اس نے رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے منہ بنا کر جواب دیا۔ "تم کیا جانو میری بدقسمتیوں کی

داستان۔ بڑی فنکارہ اور جادوگرنی ہے میری بھاوج۔ آتے ہی میرے بھائی کو ایسا الو کا گوشت کھلایا کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا الو بن گیا اور گوشت اٹھاتے ہی اماں پر حاوی ہو گئی۔ اماں تو ایسی اس کی مٹھی میں قید ہوئیں کہ آج تک رہائی نصیب نہ ہو سکی۔ میری تو سب سے بڑی دشمن بن گئی میری ماں۔ دن رات آٹھ آٹھ آنسو روتی ہوں اپنی جلی تقدیر کو۔ دراصل اس کے میکے والے بڑے بھاری جادوگر ہیں۔"

سرفراز نے متاثر ہو کر کہا۔ "جادوگروں سے تو مولا بچا کر رکھے۔ گھر کے گھر تباہ کر دیں۔ اب بھی ویسے کے ویسے رہیں۔ میرے ساتھ کیا ہوا؟ ایک جادوگر ہی تو تھا حرام کا تخم جس نے پھونک مار کر میرے استاد کو مجھ سے بدظن کر دیا اور اس حرامی نے مجھے ورکشاپ سے نکال باہر کیا۔ آج تک در بدر ہوں۔ بے ٹھکانہ ہوں۔"

وہ مکاری سے ناک لال کر کے بولی۔ "ابھی تو میں بہت آرام سے ہوں ـــــ اگر شروع میں ہی میرے میاں کا مطالبہ پورا کر دیا جاتا تو پھر میں بھی اپنے گھر میں ... ہوتی۔ مگر اس جادوگرنی کی موت ... بھائی کو گھس نے مجھے گھر کا رکھا نہ گھاٹ کا۔"

سرفراز نے غیر معمولی دلچسپی سے کہا۔ "... تم نے اس کے جادو کا ..."

"ہاں ـــــ ایک دو دفعہ کوشش کی تھی ... مگر ہر کسی نے یہی کہا کہ یہ کالا جادو ہے۔ اس کا توڑ نہیں ہو سکتا ... اس کے لئے ایک تگڑی رقم کی ضرورت ہے۔ اور رقم بھلا میرے پاس کہاں ... اپنے بچوں کو پال رہی ہوں۔"

اس نے سرسری سے انداز میں ... دیا۔

"... کبھی زیورات ... جاتے ... پھر بن جاتے۔

اصل مصیبت تو ..."

معظم کے چہرے پر گھنا سایہ لگا۔ اب تو ... ہی اس کے بھاگنے والے لڑکے اس کا زیور لے بھاگے تھے۔ ... جواب دیا۔

"زیور تو سسرال والوں نے ... میرے پاس ... ہی اس چڑیل بھاوج نے غائب کر لیا۔ ... کے آگے ... کٹ کٹ کے مجھے گھر والوں سے کب تک بچ کے رکھ سکتی ہوں۔"

سرفراز نے اس کی دو چوٹیوں اور موٹی آنکھوں کو نظروں میں تولتے ہوئے کہا۔

"آپ ... کہتے ہیں تو کسی سے توڑ ... کا انتظام کروں۔ میں ایک ایسے توڑ کرنے والے کو جانتا ہوں جو شرطیہ کالے جادو کا ایسا ... توڑ کرتا ہے کہ ایک ہی دن کے اندر اندر جادو کرنے والے کو خون تھوک دیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے مٹھی میں آ جاتا ہے۔ جیسا عمل وہ ویسا ہی کام کر تو۔ مخالف کو چاروں شانے چت ... وہ یا قبر میں۔ اس کا سارا مال و دولت اور گھر بار اپنا۔ یقین نہ آئے تو میرا ذمہ۔ دیکھو تمہارا ... کہاں جاؤں گا؟"

معظم بے حد خوش ہو کر سرگوشی میں بولی۔ "میں تو چاہتی ہوں میرے باپ کا گھر ہے، مجھے ہی ملے۔ اس کلموہی کے باپ کا تو نہیں ہے۔ ... خاندان کی۔ جہیز ... کے تو ہماری اماں صاحبہ نے قبول کر لی تھی۔ ماں باپ بھائیوں نے ایک پھوٹی کوڑی کا جہیز دیئے بغیر رخصت کر دیا۔ بس ایک گلاس، ایک رکابی تک نہ دی۔ جادو کے زور سے میری ماں اور ماں جائے کو پہلے تو اپنے گھر پلا کر قبضہ کر لیا۔ پھر

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

اپنی صاحبزادی کو دی۔"

سرفراز نے سوکھا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہاں بھئی۔ زمانہ ساز لوگوں کے بھی کرتوت ہوتے ہیں۔ ایسوں کو قابو کرنے والے ہم تم جیسے بدھو نہیں ہوتے۔ تم تو جلد از جلد روپے کا انتظام کرو تا کہ میں تمہاری نامشدنی بھاوج کا انتظام کروں۔ کاش اس موقع پر میرے پاس رقم ہوتی تو تم کو کہتا کہ جب ہم پر سے صدقے واری کر دالتا۔ تم بھی دل میں کہتی ہو گی کہ عاشق ملا وہ بھی کنجوس مکھی چوس۔" وہ منہ پھاڑ کر دھیرے سے ہنسا۔ معطر نے شرما کر سر جھکا لیا اور لجا کر بولی۔

"نہیں ۔۔۔۔ ایسا مت کہو۔ میں تو دل و جان سے تمہاری مرید ہو گئی ہوں۔ کبھی اپنے میاں سے وہ خوشی نہ پائی جس سے تم نے مجھے آشنا کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب میں بھی تم بن نہیں رہ سکتی۔ بہت الفت سے دل کی کہی کہتی ہوں کر کہ تمہارے بغیر میں ۔۔۔ ابھی تک باہر نہیں ہوں۔"

سرفراز نے شوخی سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "تب تو تمہیں جلدی سے ایسی ہی چند چوڑیوں اور انگوٹھیوں کا انتظام کرنا ہو گا کہ ہم تم ہوں اور یہ گھر ہو۔ جس کے ہم سچ مچ کے مالک و مختار ہوں۔"

تھوڑی دیر خاموشی طاری رہی۔ پھر سرفراز کی سرگوشی ابھری۔ "چلو اب جلدی سے چلی جاؤ کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی بیچ میں وقت نکل جائے اور آیا۔" وہ ہاتھ چھڑا کر اندر وہ قفل لگا ہوا ہے۔

معطر بے پروائی سے اٹھی اور جانے ۔۔۔ دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں واپس ہو گئی۔

یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی کہ عبداللہ میں مگن تھا اور سرور اچھل اچھل کر اپنے کھیلنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اماں بی پر آمدے میں بیٹھی تخت کے چوکے پر پاؤں نیچے لٹکائے بیٹھی تھیں اور نازیہ انگلیوں کے ہاں دے رہی تھیں۔ معطر دبے قدموں سے گزرتی ہوئی سیدھی اپنے کمرے میں آئی اور دروازے پر ہی رک گئی۔

"شمع جان ۔۔۔۔ کہاں گئی تم ۔۔۔ ادھر آؤ اور میرے سر میں تیل ڈالو۔ درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ کم بخت ساری طبیعت ہی الجھی ہوئی ہے۔"

اماں بی اس کے بلاوے کو سن کر اٹھ گئیں۔

صد پارہ جلدی جلدی تیل کی شیشی لے آئی۔ معطر برآمدے میں ہی آ بیٹھی تھی۔ اماں کی بیٹی پارہ اس کے سر میں تیل سے مالش کرنے لگی۔ معطر نے کان لگا کر سنا۔ نازیہ اماں سے کہتی جا رہی تھی اور کپڑا ٹھیک کیے جا رہی تھی۔

"ابھی اماں جان! زیادہ بہتر یہی ہو گا کہ آپی کی رخصتی امی جان کے ہاں سے ہی ہو۔ اس میں ان کا دل بھی خوش ہو جائے گا۔ تو ہی کچھ دن ان کے پاس رہ جائے گی تو ان کی روح ٹھنڈی رہے گی۔ آپ نے محسوس کیا وہاں حویلی میں جہاں اپیا کا ذکر آتا، امی جان کس قدر توجہ اور غیر معمولی غور و فکر سے سنتی تھیں۔ آپ کو برا لگا اپنے قریب اور نظروں کے سامنے پا کر ان کا چہرہ کھل اٹھتا تھا۔"

اماں بی جو چپ چاپ کسی سوچ میں مستغرق تھیں، دھولے سے بولیں۔ "ہاں ہاں بیٹی! تم خاطر جمع رکھو ۔۔۔ سارے نکات میرے علم میں ہیں۔ میں ضرور ایسا ہی کروں گی۔ جب اس بات کا موقع آیا تو زمانی بیگم، سرور جہاں اور بڑے بھائی سب آخری مشورہ ہم سے ہی کریں گے۔"

نازیہ نے خوش ہو کر کہا۔ "آپی کی رخصتی میں بہت لطف رہے گا۔ لڑکیوں کا ساتھ ہے۔ میں نے تو ابھی سے تیاری پکڑ لی ہے۔ عین وقت پر ہزار جھگڑے نکل پڑتے ہیں۔"

عصمت جہاں کی شادی سے آنے کے بعد سے نازیہ اندر ہی اندر فکر مند سی ہو گئی تھی۔ جب سے معلوم ہوا تھا کہ آپی کی رخصتی کے لیے حویلی والوں نے خاص انداز میں سوچ رکھا ہے تو خوشی کے ساتھ اسے ایک بے چینی اور فکر نے آ گھیرا تھا۔ وہ اپنے گھر کے ماحول اور معطر کے طور طریقوں سے واقف تھی۔ نہیں چاہتی تھی کہ بھائی خصوصی موقع پر چند روز کے لیے ٹھہرے تو یہاں کے حالات دیکھ کر پریشان ہو۔ اس وقت ساس کے تسلی آمیز جواب سے اس کا سادہ سا دل و دماغ مطمئن ہو گیا اور وہ خوش ہو ہو کر ڈھیروں باتیں کرنے لگی۔

معطر مسلسل کان دیے تھی۔ نگاہیں بظاہر کھیلتے بچوں پر جمی تھیں مگر دماغ میں شیطانی چکر گھوم رہا تھا۔ آج جب سے سرفراز نے اس کی انگوٹھی پار کی تھی، وہ اپنے مستقبل کی طرف سے زیادہ فکر مند ہو گئی تھی۔ سرفراز کے ساتھ سازش کر کے بہت تیزی کے ساتھ وہ کوئی انتہائی اقدام کرنے کے موڈ میں آ چکی تھی۔ سرفراز سے پیار کا ناطہ جوڑ کر وہ ہر طاقت، عزت کی پروا کیے بغیر صرف زیوروں کے علاوہ کوئی نقدی یا زیور کی بچت سوچ رہی تھی۔ مگر آنکھوں کی فکر بھی دامن گیر رہنے لگی تھی۔

اس وقت اس کا ذہن کسی سے کسی قلابازیاں کھا رہا تھا۔ ساس بہو کی باتوں سے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ نازیہ کی بھانجی کی شادی ہو رہی ہے اور یہ کہ نازیہ بہت خوش ہے۔ معطر کا جی اس بحث پر کباب ہونے لگا۔ ایسے میں عبداللہ کھیل چھوڑ کر گھٹنوں اس کے قریب آیا اور کھانا کھانے کے لیے مچلنے لگا۔ معطر نے ۔۔۔ بڑبڑانے لگی۔ جھک کے اس کا بازو تھام لیا اور پیار سے بولی۔

"ادھر آؤ عبداللہ بیٹا! اب تم تو بہت کھانے کے لیے۔"

ننھا عبداللہ ۔۔۔ اس کی مامتا بھری آواز سن کر تھک گیا۔ معطر کو ایک پرانی بات یاد آ گئی۔ چنانچہ ایک نو خیز منصوبے کے تحت اس نے عبداللہ کو گود میں بٹھا لیا۔ مگر آج اس کا لہجہ شہد میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اماں بی! آپ کو یاد ہے جب ابھی یہ چھوٹا سا تھا تو کبھی نہ جانے کیا کیا تھا؟"

اماں بی نے تعجب سے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا مگر خاموش رہیں۔ وہ خود ہی کچھ سوچ کر وضاحت سے یاد دلانے لگی۔

"میں نے تمام مہمانوں کے درمیان آپ سے اپنے عبداللہ کے لیے تعلق کا مانگ لیا تھا اور آپ نے ہاں بھی نہیں کی تھی۔ یاد ہے؟"

نازیہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور وہ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ اماں بی کے چہرے پر بھی دکھ کے آثار واضح ہوئے۔ ساتھ ہی غم و غصے کا ایک تیز بگولا اٹھا جس کی شدت نے گویائی سلب کر لی۔

"ارے ۔۔۔۔ آپ اس قدر حیرت زدہ کیوں ہو گئیں؟" وہ ہنس کر لاڈ سے بولی جیسے بڑے قرینے کی بات کہہ رہی ہو۔ "آپ ان بچوں کے آپس کے تعلقات اور بے تکلفیاں دیکھ رہی ہیں۔ خدا نظر بد سے بچائے، حسد کرنے والوں سے دور رکھے۔ کس قدر پیار و محبت اور الفت سے ایک دوسرے کے قریب رہتے ہیں۔ یوں لگتا ہے گویا قدرت نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے لیے ہی بنایا ہو۔ ایک لمحے کے لیے بھی جدائی منظور نہیں ان کو۔"

اماں بی اور نازیہ اب تک حیرت کے عالم میں اس کی صورت دیکھے جا رہی تھیں۔ وہ ان کی

کیفیت کے بغیر مزید شیر ہو کر چٹخارے لینے لگی۔

"اور عبداللہ کو تو دیکھو۔۔۔ سبک کے آگے ابھی سے میرا بچہ مجھے بھی بھول گیا۔ مجال ہے میرے ہاتھ سے اگر کوئی چیز بھی لے لے۔ گھر میں جس جس طرف بھی جاتی ہے اس کی نظر ادھر ہی گھومتی جاتی ہے۔ ایک دن بھی اس کے بغیر رہنا نہیں چاہتا۔ ابھی زندگی گزرنے کی بھی ضمانت ہوتی ہے۔ اور کیا چاہیے۔ آپ تو مجھے بس یہ بتایئے کہ کب قاضی کو بلواؤں؟"

"چپ۔۔۔ چپ ہو جا بد ذات!" اماں بی بے تحاشا چیختی ہوئی تخت پر اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ مارے طیش کے منہ سے جھاگ اڑنے لگا۔ ایک انگلی سے ڈیوڑھی کی جانب اشارہ کر کے چلائیں۔

"نکل جا۔۔۔ میرے گھر سے اپنا ناپاک منحوس لے کر۔"

معظم کے تو ایڑی سے لگی، چوٹی پر بجھی۔ وہ بھی جھٹکا مار کے کھڑی ہو گئی اور ہاتھ نچا کر بولی۔

"کیسی کیا میں نے دھمکی دی کہ آپ سے باہر ہو گئیں؟ کیا ہمیشہ گل پر بہو کو سانپ بنا کر بٹھائے رکھو گی؟"

اماں بی دوبارہ بانپتی ہوئی چلائیں۔ "میں کہتی ہوں دور ہو جا نظروں کے سامنے سے بے حس، بے رحم عورت۔۔۔ تو شریف گھر میں رکے جانے کے لائق نہیں۔ تیرے قالب میں کوئی چڑیل اتر چکی ہے۔ تیری اصلاح اب ممکن نہیں۔ بے شرم، بے غیرت بھی ہو چکی ہے۔ نکل جا نکل۔ یہاں تیرا کوئی ٹھکانہ اور مقام نہیں۔"

مارے غصے کے معظم کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ بڑی غراہٹ بھری آواز میں بولی۔

"ہاں، یہاں تمہاری پاکباز جادوگرنی بہو کے سامنے کسی کی کیا مجال۔ مگر یاد رکھو، جو میں نے کہا وہ کر کے دکھاؤں گی۔ میں کے اپنے بیٹے سے بچھ کر بھی ایک کو بیٹھا کے دکھاؤں گی۔ پھر دیکھوں گی کون سا دروازہ بھی کیا ہوگا۔" "اگر جو فرحت کو انگلی بھی چھوانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ سبک میری بچی ہے۔ میرا خون ہے۔ تمہیں دل دینے کا حق نہیں۔ میں جاؤں، میرا بھلا چاہنے۔۔۔ سمجھو لو یہ نکاح ہو گا اور ہر صورت میں ہوگا۔"

سبک اور عبداللہ سمیت تمام بچے سامنے کھڑے ان بڑوں کی جنگ حیرانی و پریشانی سے دیکھ رہے تھے اور ان کی زبانوں سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اپنے ذہنوں میں محفوظ کر رہے تھے۔

وحشت اور خوف سے سبک کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ وہ نظریں چرا چرا کر عبداللہ کی طرف دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں کانپ رہی تھی۔

✱✱✱

"آئی رت شگوفیاں والی، چڑیاں چگن آئیاں
اکناں نوں چڑیاں پھڑ کھادا، اکناں پھاہیاں لائیاں
اکناں آس مڑن دی آہے، اک سیخ کباب چڑھائیاں
بلھے شوہ کیہ وس انہاں، جو مار تقدیر پھسائیاں
آئی رت شگوفیاں والی، چڑیاں چگن آئیاں"

لان کے ایک ہرے بھرے گوشے میں سرکنڈے کی تیلیوں میں ایک مضبوط پودے کی شاخوں میں الجھا کر دلانا ہوا تھا اور رنگین رنگ برنگ دھاگوں سے ازار بند بُن رہی تھی۔ جس رفتار سے اس کی انگلیاں چل رہی تھیں، اس سے کہیں دھیمے سُروں میں وہ گنگنا رہی تھی۔

"آئی رت شگوفیاں والی، چڑیاں چگن آئیاں"

اس کے ارد گرد کے ماحول میں واقعی شگوفے ہی شگوفے کھلے ہوئے تھے۔ ہری ہری گھاس میں درختوں پر چڑیاں بھی پھدکتی پھر رہی تھیں۔ مارچ کی پھولوں بھری رت مہربان تھی۔ سردی کے باوجود چاروں طرف سبزے پر تیز دھوپ بکھری پڑی تھی۔ نرم گرم نے مل کر ایک خوشگواری تا حد نگاہ پھیلی دے رکھی تھی۔ ایسے وقت میں کبھی کبھار جب وہ اپنی پسند کا کوئی کام کر رہی ہوتی تو گنگنانے لگتی تھی۔

اب تو کئی برسوں سے اس کے در و دل میں اتفاق تھا۔ برلحہ رکھے، لو دیتے زخموں پر گرد سا جم گیا تھا۔ روح جس پر دن رات کٹھ بھری کے وار ہوتے تھے، وقت سے سکون پذیر ہو گئی تھی۔

کراچی جتنا عرصہ رہی، بے قراری اور سکوت نے اس کی ذات کا حصار کیے رکھا۔ شاید وقت ہر دکھ کا علاج ہے۔ خصوصاً لالا کوٹ آنے کے بعد اسے قرار نصیب ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو تینوں گھروں کے کام کاج میں مصروف رکھا اور سب کے بچوں کی چھوٹی موٹی ذمہ داریوں میں پوری طرح گم کر لیا۔

لالی لالا اسے فرح اور فرشتہ کی بڑی بیٹی نے "بڑی امی" کہہ کر پکارا تھا اور پھر وہ سب بچوں کی "بڑی امی" بن گئی۔ بچے جو بات اپنے والدین سے نہیں کر پاتے، وہ بڑی امی سے بے تکلفی کے ساتھ اس سے کر لیا کرتے تھے۔ اس کی ہر بات پر بچوں کو اعتماد تھا۔ اپنی مادری زبان کی بجائے اردو بہت رواں اور صاف ستھری بولتی، مگر پنجابی زبان کو ایسی صورت استعمال کرتی، جب اسے گنگنانا ہوتا۔ وہ بھی بے خبری کے عالم میں۔

ان گھروں کے درمیان ایک دلچسپ منظر بنا تھا۔ خوشی کی پھوار بن کر بکھرا کرتی تھی اور وہ سب کی پیاری تھی۔ ہر ایک کی ضرورت، ہر ایک کی بات سنتی، سب کے درمیان رہتی، سب سے پیار سے ملتی اور سب کی ہر خوشی اور غم میں شریک رہتی۔ بچوں کی کہانیاں بھی سنتی، لیکن یہ سب اس خوشی کے سوتے تھے۔ جب اس کا احتراف تھا تو کسی دوسرے کو اعتراض کیوں ہوتا۔

"بڑی امی یہ کون سا گانا ہے؟" اس کے قریب بیٹھی جمیلہ نے بڑی توجہ سے دریافت کیا۔ بچی کی آواز میں یک دم جیسے کوئی ایسی بات تھی کہ اس کے دل کے آس پاس سر رکھ دیا۔

"یہ کون سی زبان میں ہے، وقت کہاں رکتی ہو؟"

وہ چونک پڑی، گھبرا گئی۔ وہ اس کی گنگناہٹ کا یہ دریچہ آج غلط مقام پر غلط وقت میں کھل گیا ہے۔

اس نے دوسری سانس لینے سے پہلے بے دردی سے اس دریچے کے دونوں کواڑ کس کے بند کر ڈالے اور جھٹ ہلاوٹ سے ہنس کر جواب دیا۔

"یہ پنجابی زبان میں ایک عارفانہ کلام ہے۔ جو تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔"

"پھر۔۔۔ آپ کو کیسے آ گیا؟"

وہ لاجواب ہو کر ہنس پڑی۔ آگے نکلی سی چپت رسید کر کے بولی۔ "بڑی امی میں ہوں کہ تم؟ بڑی میں ہوں نا۔ بس اس لیے آ گیا۔ اب جاؤ جلدی سے بھاگ کر پانی تو پلاؤ اپنی بڑی امی کو۔"

زہرہ ہنستی ہوئی بھاگ گئی۔ اسی وقت بارش آ گئی۔ عبداللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے۔ برش اور رنگ پھینک کر بولی۔

"اور کرو اس کے لاڈ پیار۔ ٹیوشن کو دیر ہو رہی ہے لیکن اس کا ایک ہی رونا ہے کہ چھوڑ دیجیے۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

مجھے بڑی اچھی یہ باتیں اچھی یاد رہتی ہیں۔"

"ہاں تو اس میں شک بھی کیا ہے؟" رملی مسکرا کر شرارت سے بولی اور اس کے بال سمیٹنے لگی۔ نازش بھی مسکرا کر اس پر بیٹھ گئی اور خوبصورت رنگوں والے ازار بند کو کھینچتے ہوئے رملی کو بچھڑنے کے لیے کہنے لگی۔

"رنگ والی بھابی! یہ ازار بند میں لوں گی۔ بہت دنوں سے میری باری نہیں آئی۔ سارے پیارے ازار بند ایک ایک کر کے رپڑوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اول تو ابھی بھی نہیں چھوڑتے۔ خیر یہ تو بھول گئے ہیں۔"

"کبھی نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔" رملی نے چوٹی کستے ہوئے ہنس کے جواب دیا۔ "اس بار سارے کے سارے ازار بند عدنان بھائی کے پاس جا چکے ہیں۔ کئی سالوں سے وہاں نہیں بھیجے ہیں۔ سنو عدنان..... ازار بند میں کچھ کہتے کہتے ٹھٹک کر رک گئی۔

"ہاں ہاں..... آگے بولو۔" نازش نے اس کی حوصلہ افزائی کی مگر وہ دھیرے سے بولی۔

"میرا مطلب ہے سب بچوں کو بہت پسند ہیں میرے ہاتھ کے بنے ہوئے۔" "اس نے عجیب سے انداز میں بات بدل لیا مگر نازش اس کی پلکوں میں اترتے ہوئے ملال کو دیکھ چکی تھی۔

بچے سب چلے گئے۔ نازش نے بیٹھے بیٹھے سب..... اور آنکھیں اٹھا کر ریشمی پردے ہٹا کے دیا اور خود رملی کے قریب کھسک کر پیار سے بولی۔

"رملی اپنے محسوسات پر ایسے سخت پہرے نہ بٹھاؤ..... اور دل میں اتر کر بہت ہی..... بات اللہ تعالیٰ کو بھی پسند نہیں اور انسانی جسم بھی ان سب کو برداشت کے قابل نہیں رہ سکتے۔ تم پر تمہارے اپنے جذبات کا بھی حق ہے۔ حقیقت سے نظریں چرانا..... پھر کیوں اتنی کٹھن زندگی گزار رہی ہو۔"

نازش نے رملی کی آنکھوں میں گہری نظر سے اس کا جائزہ لیا اور پھر کہنے لگی۔

"آپ تو خون کے رشتے سے بڑھ کر..... شاکر بھائی ابھی تو وہ ہے رملی! ..... اولاد اور جنت کا شمار ہوتی ہو..... مگر جب وہ ان کو ..... آ کر..... عاشر تو بہت ہی خوبصورت اور لائق لڑکا ہے رملی..... وہ تو تمہارا اچھل کر بچہ ہے۔ رملی اس سے اپنی عمر بھر کی پیاس گی اور اسے حیرت سے..... اسے معلوم ہے اسے فرصت سے بتا دیا ہے کہ بھائی جان نہیں بلکہ تم..... ہاں تم اس کی حقیقی ماں ہو..... وہ تمہیں بہت چاہتا ہے رملی!..... فاخر بھائی کیوں اتنی جلدی جلدی اس سے ملنے جاتے رہتے ہیں۔ کبھی غور کیا تم نے؟ اندر سے ان کو بھی تمہارے قریب رہنے کا بہت حق ہے مگر زبان تمہاری دل آزاری کے خیال سے بند رکھتے ہیں۔ وہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ عاشر کو ایک وقت ماں باپ اور بچا کا پیار اور سکون پہنچاتے رہیں۔ محض تمہارے جذبات مجروح نہ ہوں۔ اس خیال سے وہ عاشر کو پاکستان آنے نہیں دیتے۔ میں پوچھتی ہوں رملی! عاشر تو شاکر بھائی کی اکلوتی اور واحد یادگار ہے۔ مرحوم شوہر کی نشانی کو تم کیوں سینے سے نہیں لگا لیتیں؟ کیا وہ یتیم بے سہارا تم نے اسے اپنی گود سے محروم نہیں کیا؟ اس کی جنت تمہارے قدموں کے نیچے نہیں ہے؟..... اور پھر وہ خود تو بے قصور ہے نا..... بالکل بے قصور اور معصوم۔"

رخشندہ بھی جانے کب ان میں آ شامل ہوئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر بہت کی طرح ساکت بیٹھی رملی کے بال سنوارتے ہوئے اضافہ کیا۔

"فاخر بھائی تو عاشر کو باپ کی فوٹو اسٹیٹ کہتے ہیں۔"

رخشندہ کا اتنا کہنا تھا کہ پوری زندگی کے آبلے پھوٹ پڑے..... ضبط و برداشت کی صورت آج ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی۔ وہ ان دونوں کے درمیان میز پر ڈھیری ہو گئی۔ اشکوں کا ریلا بہہ پڑا۔ رخشندہ اور نازش نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں ہی اسے بے حد ملامت سے سمیٹ کر بیٹھ گئیں۔ نازش ہولے ہولے بڑی غمگساری سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ رخشندہ ہاتھوں کو سہلا رہی تھی۔

"احمد..... میرا احمد مر گیا تو کیوں..... میں زندہ بیٹھی۔"

بہت ساری سسکیوں کے درمیان کوئی گھٹی گھٹی آواز بین کر گئی۔

"میں زندہ بیٹھی رہ گئی اور احمد ازار بند کے جنگلوں میں بھٹک بھٹک کر راستہ بھول گیا۔ اس کے بعد میں جاڑوں کی چاندنی راتیں بھی..... گرمیوں کی راتیں بھی..... وہ اندھیروں کا مسافر تھا۔ وہ مجھے بے پروا کر کے کی تلاش میں نکلا تھا۔ اس نے کونوں کا پتا کیا تھا مگر میرے بیچ میں ان کو کھلتے کی امید سنبھالی گئی۔ پھر وہ کیوں نہ گیا؟..... میں کیوں نہ گئی؟..... مری بند مٹھی میں میرے لیے کچھ خواب تھے۔ اس میں مجھ والی تو میں بھی..... کانٹے کر ریت تو میرے تھے۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو..... ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کیا؟"

اتنے برسوں کی خاموشی میں آج..... دونوں اس کی بے حد اہمیت سمجھ رہی تھیں۔ وہ کوشش کر رہی تھی۔ یہ پوری کہانی کی گہری کھائی..... احمد کون تھا؟..... شاکر بھائی؟..... ہاں وہی ہو سکتے ہیں..... دونوں کے دل نے یک وقت اندازہ کیا۔

شروع شروع میں رملی کی زبانی سنتے تھے اور احمد کا نام ..... بھائی میں شامل تھے۔ احمد ان کے لیے ایسا سا شعور تھا مگر بنا رہا تھا۔

بہت گہری گھٹا ٹوپ برسات کی اندھیری رات کے بعد نرم سورج والی اجلی صبح طلوع ہوتی تو بادلوں کی چادر تلے دبے ہوئے زخموں کی وادی..... برسوں پرانے رشتوں کے گھاؤ..... تھے لیکن شفا یابی کی دعا کرنے والے غمگسار اور ہمدرد بھی سسکیوں والوں کو تھے ہیں۔ سو رخشندہ اور نازش نے اسے بکھرنے دیا۔ اداس وقت..... مگر ڈوبتا دل وہ سمجھنے لگی۔ سمجھنے ہی تک کر بولی۔

"آپ لوگوں نے کبھی خود سے سوچا کہ احمد کے بھائی کی یہ بے حد کیوں کرتے..... وہ بھی تو اپنی بیٹی کو نظر انداز کر کے بیٹھے ہیں۔ برسوں بیت گئے وہ بھی اس غریب کی خبر لیتے ہیں؟ کبھی میں نے تو اس کا نام لیتے نہیں سنا۔"

اچانک سوال سے یہ دونوں لاجواب رہ گئیں۔ تاہم رخشندہ نے اس کے آنسوؤں سے دھلے شفاف چہرے کو دیکھتے ہوئے سمجھا کر کہا۔

"بات یہ ہے رملی! کہ فاخر بھائی ایک مرد ہیں۔ ہم لوگ ان سے اس معاملے میں جرح کر سکتے ہیں نہ وہ اظہار سے بہت وضاحت سے قائل ہونے والے ہیں۔ ویسے اگر کبھی یہ ذکر چھڑ بھی جائے تو بہت اچھے کہہ کر بات کو ختم کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے بہت پیار کرنے والے رشتوں کے درمیان پرورش پا رہی ہے۔ میں اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا..... ایک بار نہیں، بہت دفعہ انہوں نے ایسے ہی جواب دیے ہیں۔"

رملی نے برجستہ اعتراض کیا۔ "تو کیا..... وہ..... عاشر..... بہت پیار کرنے والوں کے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

درمیان نہیں ہے؟"

اس کی ذہانت پر یہ لوگ حیران رہ گئے۔ اس مرتبہ نازش نے نرمی سے جواب دیا۔

"کیوں نہیں ـــــ بھائی جان اور بھابی جان کسی سے کم تو نہیں۔ ہمیں تو یہ دونوں بچے ہر ایک سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ اب تو ماشاء اللہ دونوں اپنے اپنے مقام پر جوان ہو چکے۔ مگر یہ کس قدر تلخ یقین اور افسوس ناک حقیقت ہے کہ ایک اپنے سگے باپ کے زندہ سلامت ہوتے ہوئے اور دوسرا سگی ماں کی موجودگی کے باوجود ان کے شفقت پدری کے سائے اور ممتا کی گھنیری چھاؤں سے محروم ہے۔ ہم چونکہ اب خود اولاد والے ہیں اس لیے بخوبی اس کی اور خود ساختہ محرومی کو پوری طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ صرف سمجھا بجھا سکتے ہیں مگر دل میں دل ڈال دینے سے قاصر ہیں۔ ملک کی تو یہ کیفیت ہے کہ [illegible] دوبارہ ڈالتے ہوئے اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں زیادہ وہ بدظن نہ ہو جائے۔"

رنگیلی اس کی یہ باتیں الجھن سے سن رہی تھی۔ رخشندہ کو پاپا گرم دیکھ کر آزادانہ انداز میں تیزی سے کہنے لگی۔

"بس رنگیلی ابھی یہی نازو تو ایک ڈراما کر رہی ہے اپنی طبیعت کی خرابی کا۔ دیکھنا فاخر بھائی عاشر کو ساتھ لے کر ہی واپس آئیں گے پاکستان۔"

رنگیلی کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ لیکن نازش اس کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ شرارت سے بولی۔

"چلو میں تو ان کے رستے میں ہوں کہ رنگیلی [illegible] ہے۔"

رخشندہ ہنسنے لگی۔ ان دونوں کی شرارت کا مطلب [illegible] کر رنگیلی مسکرانے لگی۔ نازش کی جان میں جان آئی۔ [illegible]

رنگیلی نے نازش سے پوچھا۔ "مگر یہ بات ہم سے کس پر کیا فرق پڑے گا؟"

نازش نے بے اختیار جواب دیا۔ "کیوں [illegible] ہو جو بات آگے [illegible] ہو گی وہ خود بخود آ جائے گا۔"

ان دونوں کے علاوہ رنگیلی کو بھی ہنسی آ گئی۔ رخشندہ بولی۔ "تو بھی رنگیلی! آج تو ہم سے [illegible] بات [illegible] کی مبارک باد قبول کرو اور [illegible] مٹھائی کھلاؤ۔"

رنگیلی نے گردن نیچی کر کے شرمساری سے جواب دیا۔ "مبارکباد کے مستحق تو ڈاکٹر بھائی جان، بڑی بھابی جان، عاشر کے پاپا اور آپ سب ہیں۔ میں کیا، میری اوقات کیا ہے۔"

نازش جھک کر اس کی صورت دیکھتے ہوئے بولی۔ "اوہو ـــــ آج تو بہت رنگیلی کے موڈ میں ہو۔ کچھ بانٹنا چاہیے۔"

رنگیلی خاموش رہی۔ رخشندہ کسی نکتے پر غور کرتے ہوئے بولی۔ "اس اللہ کی بندی کو کسی بات کی حل ہی نظر آتی۔ کہاں تک سمجھائیں۔ اب دیکھو یہ بھی کوئی عمر ہے؟ زندگی میں نشیب و فراز تو آیا ہی کرتے ہیں۔ کسی کے حصے میں خوشی کم غم زیادہ آ جاتے ہیں۔ کہاں بچ کر جائے انسان؟ کہیں خوشیاں ہیں، دکھوں کا بوجھ کم ہوتا ہے لیکن بہرحال دکھ سکھ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مگر اس کم عقل کا معاملہ یہ ہے کہ یہ اپنے ہر فیصلے کو آخری فیصلہ ثابت کرنے پر مصر رہتی ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شروع میں ڈاکٹر صاحب نے کیسی کیسی دردمندی سے کوشش کی تھی کہ رنگیلی کا گھر بس جائے اور اس پر بھی زندگی مہربان ہو جائے۔ مگر افسوس کہ فاخر کی طرح ہی اس نے بھی ایک نہ چلنے دی۔

ورنہ کم از کم آج اپنے گھر بار والی تو ہوتی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اس وقت کئی رشتے بہت اچھے آئے تھے۔"

"خیر یہ تو تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔" نازش نے سنجیدگی سے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "میرا تجربہ تو بھی یہ کہتا ہے کہ جو لڑکا لڑکی بھی شادی سے انکاری ہو اس کے بڑوں کو چاہیے کہ چار جوتے مار کر زبردستی اس کی شادی جلدی کر دیں۔ باقی تمام معاملات خود بخود سیٹ ہو جاتے ہیں ورنہ انسان کشمکش میں گرفتار رہتا ہے۔"

رخشندہ نے ہنستے ہوئے دریافت کیا۔ "سنا ہے شادی کے نام سے تم بھی بہت بدک جایا کرتی تھیں؟"

نازش نے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "مت پوچھو [illegible] سوداگری [illegible] ہوا کرتا تھا۔"

"پھر یہ بھوت [illegible] کس طرح اترا؟"

"یہ تو تمہیں بھی خوب معلوم ہے۔" نازش نے رخشندہ کو جواب دیا۔ "اپنے کزن ایوب صاحب کا رشتہ بھی تو [illegible] بچپن میں بہت [illegible] کالج لائف کے بعد جب ہم تم نے [illegible] ہم تم یہاں [illegible] بہرکیف! بہت عرصے تک میں شادی سے [illegible]

رخشندہ [illegible] اس کا مقصد رنگیلی کا خوف دور کرنا تھا۔ اس نے پوچھا۔

"پھر تم [illegible]"

نازش نے [illegible] "آج تم نے مجھے اور ہی [illegible] خیال رکھی ہے۔ [illegible] بہت فرصت سے [illegible] اٹھائے جا رہی ہو۔"

رخشندہ نے ایک [illegible]

"تو اس میں تمہارا نقصان کیا ہے؟ [illegible] رنگیلی کس قدر شوق اور دلچسپی کے ساتھ تمہاری سوانح حیات سن رہی ہے۔ لیکن یہ اس طرح [illegible] اس کی بھی عقل ٹھکانے لگ جائے۔ [illegible] فائدہ [illegible] ہو گا۔"

رنگیلی پھر مسکرانے لگی مگر چپ رہی۔ نازش نے ایک آہ بھری اور گلاس کے [illegible] ہوئی بولی۔

"اصل میں تو شادی کے خلاف میرے نظریے کو تبدیل کرنے میں سب سے اہم ترین ہاتھ مصطفیٰ کا تھا۔"

رنگیلی زور سے چونکی۔

"مصطفیٰ ـــــ" رخشندہ نے بھی چونک کر دریافت کیا۔

"ہاں ـــــ سو فیصد مصطفیٰ" نازش نے گہری افسردگی سے اعتراف کیا۔ "وہ دن رات مجھے ہی [illegible] بے شمار مثالیں دے دے کر سمجھاتی رہتی تھی۔ اس کا بات کرنے کا انداز اتنا سلجھا ہوا اور دلنشین ہوتا تھا کہ لفظ لفظ دماغ سے دل اور دل سے دماغ میں پیوست ہو جاتے تھے۔ اور بالآخر سننے والا اس کا اسیر ہو کر رہ جاتا۔ پھر وہی ہوا جو وہ چاہتی تھی......"

اب تک ان دونوں کی گفتگو خاموشی سے سننے والی رنگیلی نے بے صبری سے نازش کی بات کاٹ

دلی اور جیسے خواب میں الگ الگ کر دلی۔

"اچھا اچھا۔۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔۔ ہاں، واقعی وہ انسان کے روپ میں کوئی دوسری ہستی تھی۔ وہ نیکی کی پتلی اور محبتوں سے گندھی ہوئی حور تھی۔ وہ عاشر کو اس طرح پیار کر رہی تھی جیسے۔۔۔۔۔۔ جیسے۔۔۔۔۔۔" رنگلی مزید کچھ نہ بول پائی۔ اس کی آواز رندھ گئی۔

نازش نے کچھ یاد کر کے پوچھا۔ "عمو۔۔۔۔۔۔ یہ نام بھی تو شاید اسی کا رکھا ہوا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ یہ بات بھی سچ ہے۔" رنگلی نے آنکھیں پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ "[illegible] سے کافی باتیں کی تھیں۔ وہ پورے ایک دن میرے ہمراہ ایک ہی گھر میں رہی تھی۔ میں اس روز پوری طرح اپنے ہوش و حواس میں نہ تھی۔ ٹھیک طریقے سے اس سے بات کر رہی تھی اور نہ شاید اس کی باتوں کا جواب دے پا رہی تھی۔ خود اس کی حالت بھی ٹھیک نہ تھی۔ اب غور کرتی ہوں تو مجھے یاد آتا ہے بہت حوصلے والی تھی وہ۔ میری آنکھوں کے سامنے اس نے اپنے ہاتھوں کے [illegible] اشارہ کر کے مجھے اس کی سانس کو روکے۔۔۔ اور اس کے ماتھے پر بل تک نہ آیا تھا۔ کاش۔۔۔۔۔۔ اے کاش! میری اور اس کی یہ پہلی ملاقات ہی آخری ملاقات نہ بن جاتی۔"

نازش کے ساتھ ساتھ رخشندہ بھی رونے لگی تھی۔

اوائل مارچ کی پھولوں بھری رت [illegible] رنگ برنگے پھولوں میں آگ سی بھڑک گئی۔ [illegible] اڑان بھرتی تتلیاں اور [illegible] بہاروں کی رت میں گھل مل جانے والی فضائیں مغموم ہو گئیں۔ وہ ایک تھی مگر یاد [illegible]

کون کہتا ہے کہ [illegible] جاؤں گا
[illegible] جاؤں گا
اب [illegible] کا مسافر [illegible] کی طرح
[illegible] کی مانند گزر جاؤں گا
[illegible]
زخم [illegible] کے اور سنور جاؤں گا
زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

پھولن بوا دیر سے اپنی خرید ہی میں الجھی ہوئی تھیں۔ چونکہ یہ سالانہ موقع تھا اس لیے ان کی مصروفیت بہت خاص الخاص تھی۔ ایسے بھی کبھار کے موقع پر وہ کسی دوسرے کو منہ لگاتی تھیں نہ کسی کی دخل اندازی کو پسند کرتی تھیں۔ سارا کام تنہا کرتیں اور اکیلے ہی سب کچھ سنوار سنوار کر قرینے سلیقے سے سجا بھی لیتی تھیں۔ حالانکہ اب ان کا ٹھیک ٹھاک بڑھاپا تھا مگر ماشاءاللہ ہاتھ پیر سلامت تھے۔ اعصاب کی غیر معمولی مضبوط تھیں۔ یوں بھی آخر تک چلتے پھرتے رہنے والا بندہ یا بندی واقعی چست رہتے ہیں۔ وہ تو یوں بھی بے حد بے نیازی سے کہتی رہتی تھیں۔ "بھئی حرکت میں برکت ہوتی ہے۔" پھر آج تو وہ اپنی سالانہ حرکت میں مشغول تھیں۔

مارچ کا مہینہ آخری سانسیں لے رہا تھا اور ماہ اپریل کی آمد آمد تھی چنانچہ سرور جہاں کی طرف والی انگنائی اس وقت پرجوش انداز میں ہی آنے والی رت کے لیے استقبالیہ لو تیار کر رہی تھی۔ یہاں،

وہاں، ادھر ادھر ہر طرف رنگ برنگ کا استعمال میں کم رہنے والا سامان دھوپ کھا رہا تھا جسے پھولن بوا نہایت جانفشانی اور ذمہ داری کے ساتھ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آ کر الٹ پلٹ کر جاتی تھیں۔

اس سامان میں زیادہ وہ چیزیں نظر آ رہی تھیں جو فاخرہ اور سعدیہ کے استعمال میں رہا کرتی تھیں۔ چادریں کئی طرح کی، بچھونے، جوتے، سوئیٹر، سعدیہ کے خوبصورت رنگوں والے ملبوسات، چپل، شالیں، ان دونوں کے استعمال والے کافی اور دوسرے کپ، فاخرہ کی کاڑھی کی چولی، سعدیہ کا عروسی جوڑا، فاخرہ کی مختلف چیزیں۔ حالانکہ بہت ساری چیزیں تو سرور جہاں نے خیرات کر دی تھیں مگر کچھ کو نشانی سمجھ کر سینے سے لگا رکھا تھا۔

سعدیہ کے عروسی ملبوس پر اس کے زیورات کا بکس بھی دھرا تھا جو بطور خاص ان گھروں میں پھولن بوا کی نگاہوں کے حصار میں اس وقت تک [illegible] جب تک [illegible] حفاظت بند کر کے نہ رکھ دیتیں۔ یہ وہ زیور تھا جو سعدیہ ہر وقت پہنے رکھتی تھی اور [illegible] قتل کے وقت اتارا گیا تھا۔ پھولن بیگم نے پلٹ کر آج تک نام نہ لیا تھا مگر سرور جہاں نے سنبھال کر رکھا تھا۔ سچ ہے، [illegible] پھولن بوا کی سرگرمیاں محو تماشا تھیں۔ ساتھ ہی ان کی پرسوز آواز بھی [illegible] کی طرح مسلسل گردش میں تھی۔

"آ خوش [illegible] ہو گا
[illegible] ہو گا
تنہائی میں [illegible] ابھی
ہم ہوں [illegible] ہو گا"

"ہائے ہائے [illegible]"

[illegible] ایک بار [illegible] میں ماہ محرم کی طرح [illegible] شروع ہو جاتا [illegible] مرثیوں اور نوحوں کا موسم [illegible] انہوں نے کلام [illegible] سے منسلک ہونے کا آغاز کر دیا تھا۔

ایک دو مرتبہ ہالی سرور جہاں نے ان کا سالانہ میلہ دیکھا تھا۔ آج ان سے کوئی باتیں کرنے والا تھا۔ تماشا ختم ہوا کر کے انہوں نے [illegible] سے دیکھا۔

"اے بوا! اب ختم کرو یہ [illegible] تک [illegible] رکھو گی یہ سب۔"

بوا آج دوسری ترنگ میں تھیں۔ ان کی بیزاری پر [illegible] کس گئیں۔

"جوں جوں بڑھاپا آتا ہے جاتے ہیں الجھے
کس منہ کا نہ جانے اپنا خمیر ہے"

سرور جہاں ہنس پڑیں۔ "کچھ زیادہ ہی سٹھیا گئی ہو بوا تم۔"

وہ کچھ ہوئی واپس مڑیں۔ سامنا زیورات کے ڈبے سے ہوا۔ [illegible] وہ قریب جا کر ایک ایک زیور اٹھا کر دیکھنے لگیں۔ فوراً ہی سعدیہ کی معصوم صورت یاد آ گئی۔ پیشانی پر [illegible] سیاہ نشان مٹ مٹ کر انہیں رلانے لگا۔ ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ پھولن بوا قریب آ کر کھڑی ہو گئیں اور ان سے کہنے لگیں۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ آج تک معلوم نہ ہو سکا، فاخر کی دلہن کے طلائی گہنے کہاں گئے؟ زمین کھا گئی یا آسمان؟ ـــــ حالانکہ دوسرے گہنوں کے ساتھ وہ بھی تو آ رہے تھے۔ آج تک ان کے اور فاخر کے کسی سامان میں نہیں ملے۔ یہ ایک سیٹ گلشن زمانی نے خاص طور پر دونوں لڑکوں کی دلہنوں کے لیے بنوائے تھے۔"

پھولن بوا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "فاخر کی دلہن کے تو شاید کھو گئے مگر میں نے تو ابھی شاکر کی دلہن کو بھی پہنے نہیں دیکھا۔ حالانکہ اللہ رکھے شادی بیاہ کے بھی کئی موقعے آئے۔"

سرور بانو نے لاتعلقی سے جواب دیا۔ "ان کی ملکیت ہے۔ کہیں سنبھال کر رکھے ہوں گے۔ تم اپنا کام کیے جاؤ۔"

پھولن بوا زیرِ لب مسکرا کر کام میں جت گئیں۔ سرور بانو فاخر اور سعدیہ کی ایک یادگار تصویر اٹھا کر [illegible] خواب گاہ میں گھس گئیں۔ تصویر دیکھتے دیکھتے ان کی بوڑھی آنکھیں جل تھل ہو گئیں۔ ذہن کے افق پر کچھ اشعار ابھرنے لگے۔

ان نے اس ڈھنگ سے کہہ کر اکیلا چھوڑا
پھول مرجھائے [illegible] وں میں
تو نگاہوں [illegible] کہیں تو بھی
تیری یادیں [illegible] وطن میں

فاخر اور سعدیہ کی جدائی نے انہیں [illegible] اگر وہ اللہ سے لو نہ لگا لیتیں تو [illegible] پھولن بوا کا ساتھ نہ ہوتا تو خبر نہیں کیا ہو جاتا۔ بہت سنبھالا لینے کے باوجود وہ اندر سے جل کر خاک ہو گئی تھیں۔ [illegible] سرور بانو اور پھولن بوا کو دیکھ کر انہیں [illegible] لگ جایا کرتے تھے۔

دراصل بیگم شاکر ان کا احترام کرتیں، ان کا دل ان سے صاف نہ ہوا تھا۔ [illegible] میں فصلہ [illegible] رنگ وہ بھی طرح کی [illegible] باوجود وہ بہت زیادہ بد دماغ بھی ہو چکی تھیں۔ پھولن بوا تھیں جو ان کی کسی بات کو [illegible] دل ہی دل میں جلتے رہتے تھے۔

پھولن بوا عصر کی نماز پڑھنے کے بعد اندر داخل ہوئیں تو سرور بانو کی کیفیت دیکھ کر [illegible] قریب [illegible] ان کے گھٹنے دباتے ہوئے کہنے لگیں۔

"بیگم صاحبہ! آج نماز قضا ہوئی جا رہی ہے اور وہ بھی عصر کی نماز۔ خیریت تو ہے؟ ایسی کیا مصروفیت ہے؟"

سرور بانو نے ہڑبڑا کر چاروں طرف دیکھا۔ دن کا آنچل ڈھلک چکا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کے عجلت میں ادائیگی نماز میں لگ گئیں۔ پھولن بوا نے تصویر اٹھا کر خود دیکھی، تھوڑی دیر دیکھتی رہیں۔ دکھ سے لبریز ایک آہ بھری، پھر دوپٹے کے پلو سے صاف کر کے میز پر رکھ دی اور مسہری کی چادر درست کرنے لگیں۔ بانو واپس آئیں تو انہیں پان لگا کر دینے لگیں۔ پان ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بانو نے بغور انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بہت چپ چپ ہو۔ دھوپ لگنے میں کچھ کھو تو نہیں گیا؟"

بوا ہنس دینے کی بجائے عجب سے انداز میں گویا ہوئیں۔ "بیگم صاحبہ! ہم تو یہ جانتے ہیں کہ

جو بھی تصویر یہاں دیکھی، وہ خالی دیکھی
جو بھی یہاں کی آتی جاتی دیکھی
جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی"

مفہوم شاعری فلک سے بانو کے دل میں تر و تازہ ہو گیا مگر بظاہر تیور بدل کر بولیں۔ "ارے پھولن! ہم دیکھ رہے ہیں آج تمہیں رہ رہ کر جانے بہت یاد آ رہا ہے۔ خود ڈر رہی ہو یا ہمیں ڈرا رہی ہو؟"

بوا نے بے نیازی سے جواب دیا۔ "بیگم! جب جوانی ہی نہ رہی تو بڑھاپے سے کیا ڈرنا۔"

کچھ دیر پہلے کی نسبت بانو اب بحال تھیں۔ نماز اور دعا کے بعد ہمیشہ وہ بہت سکون محسوس کیا کرتی تھیں۔ اس وقت بھی ایک خوشگوار تبدیلی دکھائی دی۔ وہ بوا کو چھیڑنے میں لطف محسوس کرنے لگیں اور [illegible] کر بولیں۔

"نہیں بھئی ـــــ ہمیں تو لگ رہا ہے آج تم اپنے عہد شباب کے مرغزاروں میں ـــــ"

ابھی وہ اسی قدر کہنے پائی تھیں کہ دلاری دبے پاؤں اندر داخل ہوئی اور ایک طرف منہ لٹکا کر کھڑی ہو گئی۔

"کیوں؟ ـــــ کیا ہو گیا؟" پھولن نے گھرکی لگا کے [illegible] پوچھا۔

"بیگم جی!" وہ ہچکچائی۔ پھر [illegible] تیزی سے کہہ گئی۔ "بیگم صاحبہ! بتانے کو کہا ـــــ شاکر میاں [illegible] نے کی ـــــ میرے منہ میں خاک ـــــ کسی ڈاکٹرنی سے شادی کر لی ہے۔"

بات [illegible] سرور بانو اور پھولن بوا سنانے میں وہ [illegible] دوسرے ہی لمحے پھولن نے آگے بڑھ کر اس کی چوٹی پکڑ لی اور غضب سے بولیں۔ "بیگم صاحبہ! [illegible] تصدیق کر لوں۔"

"ہاں، ہم [illegible]" [illegible] دلاری سے پوچھا۔

"تمہیں یہ اطلاع کس طرح معلوم ہوئی؟"

دلاری نے پریشان ہو کر جواب دیا۔ "بیگم صاحبہ! خدا گواہ ہے [illegible] سوئیاں نہیں چھوڑیں۔ یہ [illegible] سے باہر نکل گئی ہے۔ ایک ایک کو معلوم ہے۔ بلکہ بڑی دلہن صاحبہ تو سب کچھ [illegible] رہی ہیں ـــــ میں نے خود سنا ہے۔"

"کون؟ ـــــ شاکر کی دلہن؟" سرور بانو نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں!" دلاری نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "میں ابھی ابھی ان کے ہاں سے آ رہی ہوں۔ وہ باہر کی راہداری میں لگے ہوئے ٹیلی فون پر زور زور سے اپنی بہن صاحبہ کو بھی یہ خبر سنا رہی تھیں۔"

سرور بانو نے ایک لمحہ غور کرنے کے بعد دریافت کیا۔

"کچھ ـــــ حیرت زدہ تھیں؟ ـــــ رو رہی تھیں؟"

"نہیں تو بیگم صاحبہ!" دلاری نے فوراً جواب دیا۔ "بلکہ ـــــ خوش ـــــ شاید ـــــ"

"اچھا تم جاؤ یہاں سے۔" بانو نے اس کی بات کاٹ دی اور تیزی سے جا کر اسے بھگا دیا۔

بات چھوٹی نہیں، بہت بڑی تھی۔ وہ دل ہی دل میں کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگیں۔ زیادہ دیر نہ گزری کہ پھولن بوا تیز تیز چلتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں۔

"جلدی چلئے ۔۔۔۔ آپ کو بڑی بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔"

"خیریت تو ہے؟" انہوں نے ٹھہر کر پوچھا۔

"آپ ۔۔۔۔ آپ چلئے تو۔ وہی بات ہے جو دلاری بتا گئی ہے۔ شاید اسی سلسلے میں کچھ مشورہ لیں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

زمانی بیگم کے کمرے میں سب لوگ جمع تھے۔ سرور باجی ان کی ستی ہوئی صورت دیکھ کر دھک سے رہ گئیں۔ چند لمحوں کے اندر اندر دھلے ہوئے لٹھے کی طرح سپید پڑ گئی تھیں۔ انہوں نے باجی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"باجی! آپ نے "اس" بے ہودہ کے متعلق سن لیا؟ ۔۔۔۔ سن لیا وہ کس قدر بے غیرت ثابت ہوا ہے۔ کیا ہمارے خاندان میں کبھی ایسا ہوا ہے؟"

باجی نے خاموشی اختیار کئے رکھی۔ دراصل خود ان کے دل و دماغ بھی اس وقت بے کار ہو رہے تھے۔ اوپر سے زمانی بیگم پر ان کی طرح اس قدر غیر معمولی قسم کا ردعمل دیکھ رہی تھیں۔ یہ ایک پریشان کن صورت حال تھی۔

"باجی!" انہوں نے دوسری دفعہ انہیں مخاطب کر کے [illegible] سے مردوں میں سے کوئی موجود نہیں مگر ہم آپ کو [illegible] کر کے دے رہے ہیں [illegible] اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اس کے لئے اور وہ ہمارے لئے مر گیا۔"

اتنا کچھ بھی تھی میں اس کے مزاج کو
وہ جا رہا تھا اور میں حیران بھی نہ تھی
آیا تو مجھ نہ تھی زندگی بھی
پہ مجھ سے قبل آئی پریشان بھی نہ تھی
جس جا کہیں بیٹھے کے دیکھے تھے میں نے خواب
اس گھر میں ایک [illegible] کی مہمان بھی نہ تھی
دنیا کو [illegible] کی نظر سے میں
اس گھر میں [illegible] بھی نہ تھی
روشنی اگر [illegible] کچھ تھی بہت
وہ رات [illegible] آسان بھی نہ تھی

ننھے بچے پر نہیں کوئی ظالم [illegible] آ جاتی ہے [illegible] کانٹوں کے بستر پر بھی [illegible]

کس شام سے [illegible] سوچتے سوچتے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے نرم گدے پر کانٹوں کا جنگل اگ آیا ہو۔ [illegible] وہ بھی جھلی جا رہی تھی۔ [illegible] مجبوری اور بے کسی [illegible] ان کرب انگیز لمحوں کی اذیت۔ [illegible]

شام سے حویلی کی فضاؤں میں سرسرانے والی سرگوشیاں اس نے بھی بخوبی سن لی تھیں جو اس کے لئے دکھ سے کہیں زیادہ حیرت کی موجب تھیں۔

پھر ردعمل کے طور پر جس وقت زمانی بیگم نے سرور باجی کو بلا کر اپنے کمرے [illegible] کا اعلان کیا اور ساتھ ہی وہ دو ٹوک الفاظ میں اپنا فرمان جاری کیا، آپی وہیں ان کے سرہانے کھڑی سب دیکھ اور سن رہی تھی۔ اس کی سب سے [illegible] اپنی بڑی اماں [illegible] پڑی تو دیر تک پلکنا بھول گئی۔

عجیب ناقابل فہم سا تاثر تھا۔

معلوم نہیں خوشی سے یا غم سے، لمحہ بھر کو ان کا چہرہ تپ کر تانبا ہو گیا تھا۔ زمانی بیگم کے الفاظ سب کی سماعتوں پر ہتھوڑے کی طرح برسے تھے۔ بگی جان، سرور جہاں، تایا پھوپھی سب لوگ دم بخود ہو کر ان کے [illegible] چہرے کو دیکھنے لگے جو اس وقت خشک پتے کی طرح اجاڑ لگنے لگا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات چلے چلتی، سرور دلاری نے اسے مخاطب کر لیا۔

"آپ بیٹی! تم قدرت کو لے کر ہماری طرف چلی جاؤ۔ ہم آتے ہیں ابھی۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

وہ ہم سامنے کمرے سے باہر آ گئی۔

نانا کی سب سے چھوٹی بیٹی عذرت جو وقت اس کے ساتھ سائے کی طرح رہتی تھی۔ دونوں میں بہت بنتی تھی۔ دادی کے کمرے میں بیٹھی وہ دیر تک عذرت کو ہوم ورک کراتی رہی۔ عذرت چھوڑ کر بھاگ گئی تو بھولی بوا اس کے پاس آ موجود ہوئیں۔ اس وقت آپے میز پر اوندھی رنگی تصویر کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ بوا نے اسے بڑے پیار سے آگاہ کیا۔

"یہ آپ کے اماں ابا ہیں صاحبزادی! کتنی حسین و جمیل جوڑی ہے۔ ہے نا؟ ــــ بس کیا بتائیں کیا تھے دونوں ــــ"

انہوں نے ایک لمبی چوڑی آہ بھر کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"کچھ تو بتائیے ناں بوا ــــ" آپے نے ساری اکتاہٹ فراموش کر کے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا۔

وہ جیسے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر بڑبڑائیں۔

"جیسی من موہنی صورتیں تھیں، ان سے کہیں بڑھ کر سیرتیں تھیں۔ اے مولا پاک! تو نے دونوں کو تو اپنے پاس بلا لیا تھا مگر صاحبزادے کو تو واپس بھیج دے ــــ بڑی بیگم صاحب کی آنکھ ٹھنڈی کر دے خدایا!"

"بوا!" دفعتاً دادی نے پکار کر کہا۔ "چھوٹی بیگم صاحب بلا رہی ہیں ــــ ذرا پہنچو۔"

بوا پانی بھرے گھڑے کی طرح ان کے تعاقب میں [illegible]

"معلوم نہیں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے کو ہے [illegible] ہو گئی۔ دیر ہوتے ہی غافل بھی ہو گئی۔ ایک پریشان کن [illegible]

رات کا جانے کون سا پہر تھا [illegible]

اپنی تمام تر چاہتوں کے سارے انداز پیش ڈال کر اس کی دونوں کلائیاں تھام لیں اور منت بھرے لہجوں کے ساتھ گویا ہوا۔

"بے وقوف لڑکی! ادھر دیکھو۔ غور سے دیکھو۔ میں تمہیں جیتا جاگتا نظر آ رہا ہوں نا؟ ــــ کیا میں وہی شاہ نہیں ہوں جو بچپن سے تیرے ساتھ ہے ــــ تجھے کس نے کہہ دیا کہ میں کسی غیر سے عشق کرتا پھر رہا ہوں؟ ــــ غلط ــــ سراسر غلط۔ سب بہتان ہے مجھ پر۔ کوئی صداقت نہیں ان الزامات میں۔ اس لیے جو بدگمانی ہوئی اور تمہارا دل دکھا تو میں تم سے دست بستہ معافی کا طلب گار ہوں ــــ مجھے کھلے دل سے معاف کر دو۔ دیکھو! آنکھیں کھول کر دیکھو! میں ہاتھ باندھ کر تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ آپا ــــ آپا!" اس نے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

"چھوڑ دیجیے مجھے۔" آپے نے پوری جان کا زور لگا کر اپنا آپ اس کی گرفت سے آزاد کرا لیا۔

"آپا ہوش کرو ــــ کیا بک رہی ہو؟"

دفعتاً دو مضبوط ہاتھوں نے پکڑ کر اسے اٹھا کر بٹھا دیا اور ساتھ ہی پانی کا گلاس بھی اٹھا کر اس کے لبوں سے لگا دیا۔ آپے نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور چہرہ اٹھا کر سعد کو دیکھنے لگی جو اس پر جھکا ہوا تھا۔ پریشانی اور دکھ کے احساس سے وحشت زدہ ہو رہا تھا۔ آپے کو ہوش میں دیکھ کر سعد نے گلاس میز پر رکھ دیا اور عجلت میں کہنے لگا۔

"یہ میں ہوں، سعد۔ میری بات کو ذرا متوجہ ہو کر غور سے سنو۔ آپے پلیز! میں تو تمہیں جھنجھوڑ

جھنجھوڑ کر جگا رہا تھا۔ تم ذرا شاہ بھائی کا خیال چھوڑ کر نانی جان کے پاس پہنچو۔ چھوٹے بڑے سب وہیں ہیں۔ ان کی حالت بہت بگڑ گئی ہے۔ گاڑی کوئی بھی موجود نہیں، فون شام سے خراب پڑا ہے۔ میں قصبے سے ڈاکٹر کو لینے جاتا ہوں۔"

وہ آپے کا جواب سنے بغیر باہر بھاگتا چلا گیا۔

اپنی دادی اماں کا سن کر آپے کے ہوش اڑ گئے۔ وہ گرتی پڑتی ان کے کمرے میں آئی تو یہاں کا منظر دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ زمانی بیگم پہلو دبائے درد سے بے حال پڑی تھیں۔ ان کے گرد حویلی کے تمام چھوٹے بڑے پریشان حال موجود تھے۔

آپے تڑپ کر ان کے قدموں میں گری اور پیروں کے تلوؤں سے اپنا چہرہ رگڑ رگڑ کر رونے لگی مگر زمانی بیگم کو تکلیف کے سبب کچھ بھی آپے کے آنے کا ہوش نہ تھا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا مگر سعد ڈاکٹر کو لے کر نہیں آیا تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا [illegible] جس سے تڑپنے والی کو قرار آ جائے۔ [illegible] جان کی طرح [illegible] پوری حویلی پر ایک وحشت ناک سناٹا طاری تھا۔ احساس کے دھوئیں سے سب پریشان تھے۔ [illegible] کی دوست کی عیادت کو کسی دور کے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ [illegible] یہ بھی خدا کا کرنا بہتر ہو گیا کہ سعد موجود تھا۔

آپے سے ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ [illegible] رہی تھی۔ شہر کی طرف سے آنے والی سڑک [illegible] رات کے سناٹے میں کیڑوں کی [illegible] آوازوں اور [illegible] زندگی میں پہلی بار شہر سے دور [illegible]

وہ [illegible] میں تھے [illegible] ستاروں کی رات [illegible]

کبھی کبھی [illegible] آ گیا۔ سعد گھوڑے کی [illegible] بھاگتا آ رہا تھا۔ [illegible] آپے کا دل لبوں پر آ گیا۔ [illegible] سعد [illegible] ڈاکٹر لے آیا تھا [illegible] آدھی رات کے موقع پر جبکہ فون خراب تھا، کوئی گاڑی نہ [illegible] بہت [illegible] کا کام تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے زمانی بیگم کا معائنہ بڑی توجہ سے کیا۔ فوری طور پر [illegible] باقاعدہ طور پر مکمل چیک اپ کروانے کا مشورہ دیا۔ سعد انہیں چھوڑ کر واپس آیا تو رات بھر کے جاگے ہوئے پریشان حال افراد اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ زمانی بیگم کی کیفیت قابل اطمینان حد تک بہتر ہو چکی تھی اور وہ [illegible] انجکشن کے اثر سے گہری نیند سو رہی تھیں۔ لیکن آپے کو دیکھ کر سعد حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

وہ فرش پر زمانی بیگم کے پائنتی کا تکیہ بنائے، ایک ہاتھ پلنگ کی پٹی پر رکھے شاید اپنی دادی اماں کی صورت دیکھتے دیکھتے سو گئی تھی۔ اس کی دلی کوفت اور متفکر کیفیتوں کے کرب کا احساس کر کے سعد کا دل بھر آیا۔ اس نے دھیرے سے پائنتی اس کے سر کے نیچے سے نکال کر ایک طرف رکھ دیا اور اس کے وجود پر چادر ڈال کر [illegible] سے باہر چلا آیا۔ خود وہ رات بھر کی بھاگ دوڑ اور تھکاوٹ سے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بلاوا ہو رہا تھا۔

اس روز.....

حویلی کی تاریخ کا پہلا سورج تھا کہ فجر کی اذان ہو چکی تھی لیکن حویلی کے مکین بے خبری کے عالم میں سو رہے تھے۔

آپ نے جب سے ہوش سنبھالا تھا، اپنا معمول بنا رکھا تھا کہ [illegible] سرور بھابھی کی طرف سے زلیخا بیگم کے پاس آ جاتی۔ صبح کے اوقات میں عموماً دادی کی [illegible] رہتی۔ کیونکہ دادی کے لیے جائے نماز بچھانے، ان کے ہمراہ فجر کی ادائیگی، پھر معمول میں آپ ان کے ساتھ رہتی تھی۔

نماز پڑھتے ہی دادی چائے حاضر کر دیتی جو آپ اپنے ہاتھ سے بنا کر دادی کو پلاتی تھی۔ تب تک وہ صبح کی [illegible] ہو چکی ہوتی۔ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر تلاوتِ قرآن پاک کرتی۔ پھر چہل قدمی کے لیے باہر آ جاتی۔ اس بے [illegible] معمول کو کئی ہی برس گزر چکے تھے مگر اس میں فرق نہ آیا تھا۔ کتنے ہی ملازموں کی موجودگی کے باوجود وہ دادی کا یہ سب کرتی تھی۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا۔

مشرق کی سمت افق پر [illegible] شفق کو دیکھ کر [illegible] حویلی کا [illegible] گزر رہا تھا۔ جیسے [illegible] پنچھیوں اور پرندوں کے چہچہوں [illegible] کو گود جانے والی [illegible] کے سمت [illegible] چاروں سے [illegible] دور ان مضافات میں ایک [illegible] صورت ساتھ [illegible] رہا تھا۔

وقفۂ عام [illegible] آپ اپنی [illegible] سے چونک کر بیدار ہوگئی۔ دادی اماں کو خود پر جھکے [illegible] وہ [illegible] کی آپ کی طرح ان کے جسم سے لپٹ گئی۔ [illegible] کے اس کا رواں رواں [illegible] آواز نکالے دادی کی [illegible] اس [illegible] کے سارے الفاظ [illegible] زلیخا بیگم [illegible] جانے گی [illegible] کی [illegible] سے خوب آگاہ تھیں [illegible] برداشت شکست کھا گئی۔ اس کی سسکیاں [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] سب جمع ہوگئے۔ [illegible] اندر داخل ہوئے۔ [illegible] مشکل [illegible] زلیخا بیگم [illegible] ہوئے بولیں۔

"آپ بیٹی! کچھ ہوش سے کام لو۔ اپنی دادی کی حالت دیکھ رہی ہو [illegible] اور [illegible] ہیں۔ یہ وقت [illegible] کا ہے۔ تم خود کچھ کرو اور ان کے ساتھ رونے بیٹھ گئی ہو۔"

آپ شرمندہ ہو کر ایک طرف ہٹ گئی۔ تایا نے محبت سے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اور آنچل سے اس کے آنسو خشک کرنے لگی۔ بچی جان زلیخا بیگم کو مخاطب کر کے بولیں۔

"زلیخا! ہم دیکھ رہے ہیں تم بے بات کی بات بڑھا رہی ہو۔ دشمن یونہی ایک کی اطلاع اڑایا کرتے ہیں۔"

سرور بابی نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "لوگوں کو تو ایک بات ہاتھ لگنی چاہیے، بس بے پر کے کبوتر اڑانے لگتے ہیں۔ [illegible] پوچھے تو مجھے رتی بھر ان افواہوں پر یقین نہیں۔"

زلیخا بیگم نے سر اٹھا کر ان پر ایک ملامت بھری نگاہ ڈالی اور بھرائی ہوئی آواز میں گویا ہوئیں۔

"بابی! آپ یوں اس کم نصیب کی طرف داری مت کیا کیجیے۔ ہم جانتے ہیں وہ کس وجہ بد ذات

ہے۔ جیٹھ کا تو دل پھیک ہے۔"

انتہائی سنجیدہ ماحول ہونے کے باوجود سعد کو ہنسی آ گئی۔ وہ بھی بڑے زوروں کی تھی وہ بمشکل چھپانے کے لیے خواہ مخواہ کھانسنے لگا۔ بچی جان تھوڑا سا مسکرا کر بولیں۔

"کے بس رہنے دو زلیخا! ذرا سا یونہی ہنس کھیل لیتا ہے۔ تم ٹھہریں سدا کی وہمی اور کچھ نہیں تو لے کے اپنی طبیعت ہی خراب کر لی۔"

انہوں نے ایک گہری سانس لے کر کھنچی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "آپ کو کیا معلوم اس ایک خبر نے ہمیں اندر سے کس بری طرح جھنجوڑ ڈالا ہے..... اور ہمیں یقین ہے کہ یہ اطلاع سو فیصد درست ہے۔"

بچی جان کمال اطمینان سے بولیں۔ "اب وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہ تھا تمہیں کوئی کس طرح سے یقین دلائے؟ مجھے تو خبر اس لاڈلی اڑائی پر [illegible] ہی نہیں۔ اور فرض کرو اگر ایسا ہے بھی تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ جوان جہان بچہ ہے۔ [illegible] اس عمر میں بڑے بڑے راہبوں کا زہد ٹوٹتے دیکھا ہے۔ اپنے گھر بار کی زنجیریں پاؤں میں پڑ جائیں گی تو سب بھول بھال جائے گا۔"

آپ کو عجیب سا محسوس ہوا مگر [illegible] اس کی طرف [illegible] زلیخا بیگم نے بچی جان کی بات کا کوئی [illegible] کی بجائے سعد کو [illegible] آواز میں بولیں۔

"سعد [illegible] کوئی یہاں سے اٹھے [illegible] اس کے پیچھے پیچھے کی کوشش کرے تو پھر کوئی اقدام کرنے کا فائدہ نہیں [illegible] سے صاف [illegible] اس کا قصہ ختم ہو جائے۔ [illegible] اب کسی کو [illegible] کی اطلاع دینے کی جسارت مت کرنا۔ ہم ایک دوسرے کے لیے مر چکے۔ کل شام ہی ہم سب کو یہ بات کہہ چکے ہیں۔ اب دوبارہ نہیں کہیں گے۔"

کمرے میں موجود [illegible] ایک [illegible] پانی کا [illegible] ہر کسی پہ سپید پڑ گیا تھا۔ زلیخا بیگم کی ضدی طبیعت اور خودسری سے آگاہ تھیں۔ بہت سالوں کے بعد انہوں نے چہاتے ہاتھوں اور بچے کا اشتمول کیا تھا۔ سعد کی ساری شوخیاں ہوا ہو گئیں۔ وہ ایک پریشان صورت کو پریشان نظروں سے تک رہا تھا۔

اک بار تھے بات کی وضع کی خواہش
پھر شاخ پہ اس پھول کو کھلتے نہیں دیکھا
بچھڑت گرا ہے تو جڑیں تک نکل آئیں
جس پیڑ کو آندھی میں بھی گرتے نہیں دیکھا

✱●✱

"مدرسہ یادِ سعدیہ سعید" کے احاطے میں ایک خوشگوار سی ہلچل مچی تھی۔ بچوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔ احاطے کے درختوں پر سے پھل اتارا جا رہا تھا۔ سعید احمد کی بیوی بذاتِ خود موجود تھیں اور کھلے برآمدے میں کرسی پر بیٹھی مسکراتی نظروں سے چاروں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ آج شفیقہ بھی مدرسے کے اندر تھی اور سب درختوں کے نیچے جا جا کر ہر کام کا معائنہ کر رہی تھی۔

بوڑھے قد کے سائے سے لوگ کے قطروں کی طرح درختوں پر جا لٹکے تھے اور اب جو زمین پر بکھرے ہوئے سوکھے جامنوں کے ڈھیر لگتے جا رہے تھے۔ لڑکے نہایت مشاقی سے پکا ہوا پھل جھاڑتے جا رہے تھے یا چھوڑتے جا رہے تھے۔

شفیقہ گھومتی ہوئی دوبارہ ساس کے پاس آ بیٹھی اور بے ساختہ کہنے لگی۔

"اللہ بخشے ابا جان اور ابا کے جنگل وہ پھل تو خوب سیر ہو کر کھانے کو مل جاتے ہیں۔ ماشاء اللہ یہاں کے جامن اور چیکو ہوتے بھی کس قدر میٹھے اور برکت والے ہیں۔ بس مزے آ جاتے ہیں سب کے۔ ارے ہاں، یہ تو بتائیے ابا کو دونوں پھلوں میں سے زیادہ کون سا پھل مرغوب تھا؟"

"جامن۔" انہوں نے برجستہ جواب دیا۔ "سعدیہ جامن اپنے ذوق و شوق سے کھاتی تھی کہ ہم سب ہنسا کرتے تھے۔ [illegible] تمہارے ابا جامن لے کر گھر میں گھستے [illegible] سعدیہ کی عید ہو جاتی۔ [illegible] کھاتی [illegible] پسند تھے۔ بس اسی لیے میں نے اس زمین میں بھی اقسام چیکو کی [illegible] لگوائی۔"

"اور یہ [illegible] جان؟" شفیقہ نے سامنے اشارہ کر کے دریافت کیا۔

انہوں نے افسردہ نظروں سے اس کے [illegible] کی طرف دیکھا، جس کی اونچی اونچی شاخوں میں [illegible] کے ساتھ [illegible] صورت لٹک رہے تھے۔

"یہ بھی [illegible] سعدیہ کی یادگار ہے۔" انہوں نے بتایا۔ "اور ایسا بہت پرانا بھی نہیں ہے یہ درخت۔ سعدیہ شادی کو کئی سال [illegible] جب وہ [illegible] کے ساتھ یہاں آئی ہوئی تھی تو اسی (ہماری بیٹی) نے سب کے [illegible] رکھا تھا۔ ایک دن انہوں نے [illegible] پہنچ آیا۔ سعدیہ نے [illegible] میں ان کے بیج (؟) اسی جگہ کیاری میں بو دیے تھے اور کہا تھا کہ یہ بھی میری یادگار ہوں گے۔" اس زمانے میں جہاں کیاری میں [illegible] اللہ کی شان اب وہ درخت بن گئی۔ جب یہ درخت [illegible] کے وقت [illegible] کاٹ دیا جائے [illegible] سعدیہ کی [illegible] دکھی کی حسرت ہو گئی۔"

شفیقہ جو ان کی باتیں غور سے سن رہی تھی، بہت متاثر ہوئی اور ایک گہری سانس بھر کر بے ساختہ پاس پڑے کھڑے ہوئے ابا کے بیج دو بیٹے گی۔

کچھ دیر جو گزری تو تیار شدہ تمام پھل اتر چکا تھا۔ اسی روز دونوں ساس بہو بہت مصروف رہیں۔ بعد میں نسیم بھی آ کر ہاتھ بٹانے لگی تھی۔ امی نے اپنے ہاتھوں سے بڑے قرینے اور انصاف کے ساتھ ہر کسی کے حصے بخرے کیے تھے اور اسی دوران میں آخری بچے کے جانے تک موجود رہی تھیں۔

اس دن مدرسے میں جلدی چھٹی کر دی گئی تھی اس لیے امی جان وہاں سے اٹھ کر چلی آئیں۔ دوپہر کا کھانا تینوں نے مل کر کھایا۔ کھانے کے دوران نسیم نے تذکرہ چھیڑا۔

"امی جان! شفیقہ بھابی تیاری میں ہیں کہ [illegible] ابا کی بیٹی آپ کی رخصتی اور امہ کے گھر سے [illegible] بھی یہاں سے کی جائے گی؟"

وہ پانی کا گلاس رکھ کر مسکرا دیں۔ "یہ بات تو تم نے ٹھیک کی ہے۔"

نسیم نے بے صبری سے دوسرا سوال کیا۔ "تو پھر ... ایسا کب ہو گا؟ ... ویسے اتفاق کی بات ہے سعدیہ کی شادی بھی میں ہی موجود تھی مگر میرے سننے میں یہ بات نہیں آئی۔"

امی جان نے تحمل سے جواب دیا۔ "دراصل یہ تذکرہ بہت مختصر انداز میں کیا گیا تھا۔ وہ بھی بس چند بڑوں کے بیچ۔ لہٰذا اتفاق سے تم نے بھی وہاں تذکرہ مناسب نہ سمجھا۔ جب یہاں پہنچ آئے تو سراج بھائی کے انتقال کی اطلاع آ گئی تھی۔ تم بھی چلی گئیں۔ ہمارے دماغ سے بھی یہ بات نکل گئی تھی۔"

نسیم مسرور انداز میں بولی۔ "مجھے تو بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے ان لوگوں کے اس فیصلے سے امی جان! اس فیصلے کا ایک سیدھا سا مطلب ہے کہ ان کے دلوں میں آپ کے خیالات کی بہت قدر و منزلت ہے۔ ورنہ آپ نے دیکھا آپ کی دونوں بہوؤں کی بھی ان سے ... محبت ... ہوتی رہتی ہیں۔ [illegible] آپ سے دلی لگاؤ ہے ... تو یہ دعا کرتی ہیں۔"

امی جان نے فوراً تصدیق کی۔ "ہاں ... یہ تو ہے۔ آپ ماشاء اللہ ان سب کی بہت چہیتی اور لاڈلی ہے۔"

نسیم نے شفیقہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اور ... بھی [illegible] اور شفقت کی [illegible] کیا بیان کروں کیسی [illegible] صورت ہے اور [illegible] حدیث [illegible] بہت [illegible] تو وہاں سے اور [illegible] طرح تو کو [illegible]"

شفیقہ جو دیر سے [illegible] کر رہی تھی [illegible] بولی [illegible] کہ [illegible] اپنا۔ [illegible] یہ مطلب ہے [illegible] جس سے [illegible] جواب ہے وہ کا کیا ہے؟"

"[illegible] ... شادی؟"

"ہاں ہاں ... وہی۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوا اور اتفاق [illegible] کر کر [illegible] اس سے کوئی خاص بات نہیں ہو گی۔ سلام اس نے کی اور ادا کیا تھے۔ [illegible] سے مزاج کا [illegible] ہے، اس کی قسمت [illegible] بہت شوخ اور شرارتی ہے۔ آپ ... تو جاتے جاتے ... چھپا کر رکھا تھا ... معلوم نہیں اب [illegible] ... ایسا [illegible] ہے۔ [illegible] کہ [illegible] بھی پوچھا ہے تو میں حیرت زدہ ہو گئی۔ ماشاء اللہ ایسا بلند قامت، نسیم نیم اور ہماری عمر، تم آئے ہو؟ کیا ہے ... یہ امی جان۔"

وہ مسکرا دیے گئیں۔ گردن ہلا کر بتا دیں گی۔

"ہاں ... کیٹی تو تم ٹھیک ہو۔ ماشاء اللہ تایا کا بیٹا بہت خوش شکل جوان ہے۔ سب کہتے ہیں اپنے بڑے ماموں شاکر پر اس کا ڈیل ڈول گیا ہے۔ اپنی عمر سے کہیں بڑا لگتا ہے۔ تایا نے اس کا نام سعدیہ کے نام پر سعد رکھا تھا۔"

"اچھا ..." حیرت سے دیر تک جھلائی آنکھیں پھاڑ کر بولیں۔

اس دفعہ امی جان نے صرف سر ہلا دیا۔ زبان سے کچھ نہ بولی تھیں۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE LIBRARY

چچی کیوں جو شفیقہ کے منہ سے ناصاف زدہ آواز برآمد ہوئی۔ "تمہاری اس بات پر ایسا لگا زندہ بھی کیوں مر گئیں۔" پھر وہ ساس کی طرف دیکھ کر دکھ سے کہنے لگی۔ "امی جان! کتنے دکھ دینے والی بات ہے کہ ذاکر بھائی کی آج تک کوئی خیر خبر نہ مل سکی۔ اتنی بڑی دنیا میں جانے کہاں کھو گئے وہ۔"

امی جان کے چہرے سے ایک سایہ سا گزر گیا۔ وہ گردن جھکا کر پاندان میں کچھ ٹٹولنے لگیں۔ جواب میں کچھ نہیں بولیں۔

نسیم نے آنکھ کے اشارے سے شفیقہ کو اس تذکرے کو بند رکھنے کا اشارہ دیا۔ پھر موضوع بدلنے کے لیے کچھ بدل کر کہنے لگی۔

"امی جان! آپ کی دعاؤں میں سارے ہی اپنے اپنے مقام پر درست ہیں۔ کسی کو آپ کی چاہت ہے۔ مگر اس کی بڑی اماں کیسی ہیں؟"

"کیوں؟ ..... کیسی ہیں؟" انہوں نے چونک کر پوچھا۔

ان کے سادہ سے انداز پر وہ قدرے جھجک کر کہنے لگی۔ "میرا ..... میرا مطلب ہے کہ وہ آپ سے بالکل مختلف ہی دکھتی ہیں۔ میں نے تو ایک بار بھی آپ سے مخاطب ہوتے نہیں دیکھا۔"

شفیقہ نے اس کو کہا۔ "کسی کی عادت کچھ ہلکی سی بھی ہوتی ہے۔"

"درست ہے ..... مگر وہاں کوئی بھری بات ہے ..... آج نہیں تو کل بھی کسی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

امی جان نے ایک لاابالی سی [illegible] آہستہ سے بولیں۔ "بیٹی! ایک گھر میں بیشتر لوگ ہوتے ہیں [illegible] ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ سب کے مزاج یکساں ہوں [illegible] کے متعلق کوئی [illegible] فیصلہ [illegible] مناسب نہیں ہے۔"

حالانکہ انہیں [illegible] سعید احمد کے گھر کا شعار [illegible] تھیں مگر آج نسیم بہت پر بحث کرتی چلی گئی۔ یا پھر موضوع ہی ایسا تھا [illegible]

"امی جان! آپ [illegible] سے پوچھتے تو پھر ہیں [illegible] کی امی کی [illegible]"

"[illegible]" انہوں نے [illegible] بات بدل دی۔

"میں اس گھر میں ہوں [illegible] کے حال سے آپ کی [illegible] سے متعلق کوئی خبر آئے تو پھر بھی کوئی تیاری نہ کر لیں۔"

شفیقہ نے فوراً تجویز پیش کر دی۔ "ایسا کیجئے آپ چچا سے رابطہ کیجئے۔ ہو سکتا ہے انہیں کچھ معلوم ہو۔"

امی جان فکر مندی سے بولیں۔ "وہ تو خود ہی بہت عرصے سے نہیں آئی۔ تم دونوں فرصت نکال کر کسی دن چکر لگا آؤ۔ ضروری تو نہیں کہ بلاوے پر ہی جایا جائے۔"

یہ دونوں شرمندہ ہو گئیں۔ ساس نے درست کہنے کی وضاحت کی تھی لہٰذا دونوں نازیہ کے پاس جانے کا پروگرام ترتیب دینے بیٹھ گئیں۔

xox

فرحت نے روشنی کے قریب جا کر بغور تھرمامیٹر کو دیکھا پھر مطمئن ہو کر تھرمامیٹر [illegible] کو

دے دیا اور زور سے بولا۔

"کہاں بخار تو بالکل نہیں ہے ان کو۔"

نازیہ کے قریب بیٹھی ہوئی اماں نے جواب دیا۔ "ہاں بیٹا! خدا کا شکر ہے بخار تو نہیں ہے۔ دن میں کئی مرتبہ چیک کر کے تھرمامیٹر سے حرارت دکھواتی ہوں، بخار نہیں ہوتا۔"

فرحت نے الجھ کر کہا۔ "پھر آخر کیا بات ہے؟ ..... یہ اس قدر سست کیوں رہنے لگی ہیں؟"

اماں بی نے اپنے متعلق احساسات کو جدا کر کے پریشانی سے جواب دیا۔ "اگر کچھ بات معلوم ہو جائے تو پھر ملال کا ہے کا رہے۔ آج کتنے دن ہو چکے مگر ذہن کی عجیب و غریب کیفیت مجھ سے بالاتر ہے۔"

اس وقت یہ لوگ گھر کے پچھلے برآمدے میں تھے۔ آج جمعہ ہونے کی وجہ سے [illegible] بند تھا۔ فرحت بھی اور احمد بھی نماز ادا کر کے آئے تھے۔ تب ہی [illegible] نے دسترخوان پر کھانا چن دیا۔ سب [illegible] کھانا کھا چکی تھی۔ معظم بہت عرصے سے اپنا کھانا کمرے میں منگوا لیتی تھی۔ [illegible] کی شکل ہوئی [illegible] کھانے کے برتن اٹھانے لگیں۔ فرحت، اماں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"آپ کہیں تو [illegible] نازیہ کو [illegible] دیکھتے ہیں کیا بتاتے ہیں۔"

اماں بولیں۔ "میرا خیال ہے ڈاکٹر کی [illegible] کرانا بہتر رہے گا۔"

"نہیں ..... کسی حکیم کو دکھایا جائے۔"

"ہاں ..... [illegible]"

فرحت نے کچھ غور کیا پھر فیصلہ کن انداز میں بولا۔ "ٹھیک ہے ..... تو پھر آرام باغ والے حکیم صاحب زیادہ بہتر ہیں۔ آج جمعہ کی [illegible] شام [illegible] لے کر چلا جاؤں گا۔"

اماں بی نے [illegible]

"جی ہاں، ٹھیک ..... بہت قابل اور سمجھدار آدمی ہیں۔"

نازیہ [illegible] انداز میں بولی۔ "کیسے کیسی ٹھیک ہوں ..... ڈاکٹر صاحب اور حکیم صاحب کے پاس۔"

"کیوں؟" فرحت نے حیران ہو کر [illegible] بولی۔

"مجھے ہوا کیا ہے کہ [illegible] حکیم کے پاس چلی جاؤں؟ ..... میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"تو پھر یہ حالت کیا بنا رکھی ہے؟"

"کیا ہوا ہے میری حالت کو؟"

فرحت کو اس کی بحث پر ہنسی آ گئی۔ چھیڑنے کو بولا۔ "اماں کی تو تم نے نیندیں اڑا رکھی ہیں۔ تمہارا [illegible] اب ہر وقت تھرمامیٹر رکھے رکھتی ہیں پاندان میں۔"

اماں بی ہنسنے لگیں۔ نازیہ [illegible] بولی۔ "اماں ذرا سی دیر میں پریشان ہو جاتی ہیں ..... میں تو یقین دہانی کرواتے تھک چکی ہوں مگر انہیں یقین نہیں آتا کہ میں ٹھیک ہوں۔ ابھی خاصی ہٹی کٹی تو ہوں۔"

"ہمیں خوب معلوم ہے کتنی ہٹی کٹی ہو۔" اماں بی لاڈ سے بولیں۔ "[illegible] بھی خود پر بھی توجہ دے دیا کرو۔ اور کچھ نہیں تو سوتے وقت ایک پیالہ دودھ پی لیا کرو۔ پہلے کی سی جان رہی؟"

FAMOUS URDU NOVELS FREE LIBRARY

ذرو ہے۔ پہلی سرسوں ہو رہی ہو۔ اب کچھ مدت سے بالکل ہی بڑی بوڑھی بن گئی ہو۔ کیسی [illegible] چاند سے پہلے اور فرحت۔ آخر ہم بیٹھے ہیں۔ اللہ رکھے تمہارے بچوں کا باپ ان سب کی فکر کرنے کے لیے سلامت ہے۔ تم کن تفکرات میں گھری اپنی ہڈی سے چمڑا لگانے لے رہی ہو۔ ابھی سے ہی بے حال کر لیا کر بیٹھے بٹھائے ہاتھ دو کانپنے لگیں، دل گھبرانے لگا۔ آخر ایسا کیوں ہے؟..... کیا سوچتی رہتی ہو؟" آہستہ آہستہ اماں بی کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"ہم بھی موجود ہیں۔ آج فرحت کے سامنے کھل کر بتاؤ۔ اپنی ساری مشکل بیان کر دو اور پھر ہلکا پھلکا ہو جاؤ۔"

نادیہ کے چھکے چھوٹ گئے۔ وہ پریشان ہو کر ساس اور میاں کو تکنے لگی۔ سچ تو یہ ہے کہ جس دن سے معتبر نے [illegible] اماں بی سے [illegible] جلالی کی اور عبداللہ کے ساتھ [illegible] کا نام لیا تھا نادیہ کا جی کانپ کر رہ گیا تھا۔ [illegible] کو سوتے ہوئے بھی اس کی [illegible] سے [illegible] کی قربت کی [illegible] گئی تھی۔ [illegible] فرحت سے یہ بات [illegible] فرق تھا اس میں [illegible] اسے اپنے گھر کا ماحول اور سکون عزیز تھا۔ فرحت اماں بی کی ہر بات [illegible] تھا اور اب [illegible] رہا تھا۔ نادیہ نے [illegible] اور [illegible] سے بولی۔

"اللہ میاں! [illegible] آج [illegible] کیا ہے..... بھلا مجھے کیا خطا ہو گئی جو میں آپ کو [illegible] نظر آ رہی [illegible]"

فرحت نے مذاق میں کہا۔ [illegible] آتے ہی [illegible] طبیعت [illegible] اماں اب آپ [illegible] ہو جائے گا۔"

اماں بی جلدی سے بولیں۔ "کیسی حماقت کی سوچ بھی مت۔ اللہ [illegible] سے [illegible] رکھے۔ ایک مسلمان کے لیے قرآن پاک کے [illegible] کا ورد [illegible] میں [illegible] فرحت [illegible] اعمال کرنے اور کرانے والے دونوں ہی گمراہ انسان کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کے [illegible] ان کا مقصد ہوتی ہے۔"

"[illegible]..... توبہ، توبہ....." فرحت دونوں ہاتھوں سے کانوں کو چھو کر بولا۔ "میں نے تو ایک [illegible] سی بات کہہ دی۔ آپ شاید [illegible] کہیں ویسے اماں ایسی باتوں میں کوئی حقیقت تو ہوتی ہو گی؟"

"کیسی حقیقت.....؟" انہوں نے نہایت بے چینی کا کل سے کہا۔ "ہم کسی بھوت [illegible] کو نہیں مانتے۔ قرآن حکیم میں آگ سے بنی مخلوق جن ضرور ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہم [illegible] تسلیم کرتے ہیں۔ ساس کا ویسا ہی علاج بھی موجود ہے۔ ایک مدت ہو گئی سوتے وقت آیت الکرسی پڑھ کر اپنے گھر کا حصار باندھ کر سوتے ہوئے۔ جب سے دلہن کی طبیعت میں تغیر محسوس ہوا ہے انہیں بھی چند اصول سکھا رہی ہیں۔"

پھر انہوں نے نادیہ سے دریافت کیا۔ "کیوں دلہن، اپنی حصار کرتی ہو نا؟"

نادیہ نے سعادت مندی سے سر ہلا کر جواب دیا۔ "جی ہاں..... معوذتین کا ورد اور دم بھی صبح شام کرتی ہوں۔ اب تو پختہ عادت بن گئی ہے۔ بھول جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اماں بی نے خوش ہو کر دعا دی۔ "سدا سکھی رہو بیٹی!..... بڑی ہی نیک بخت ماں کی بچی ہو۔ اتنے برسوں میں کبھی جو میری نصیحت کو درگزر یا نظر انداز کیا ہو۔ بڑوں کی باتوں کو گرہ سے باندھنے والے ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ اب ذرا اپنی جان اور صحت کا بھی دھیان رکھا کرو۔ پریشانی کی کسی بات کو دل سے لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوچا کرو، جان ہے تو جہان ہے۔ ایک تمہارے دم قدم سے تو سارے بچے کی پھلواری قائم ہے۔ ورنہ بچے صاحب نے تو کبھی پھوڑی کی جلانے کی۔ اور خود خیال نہیں ہے کہ کسی طرح کا ملال بھی قریب پھٹکنے دیا ہو۔"

فرحت جو خوش ہو کر بیوی کی خوبیاں سن رہا تھا، چونک کر گویا ہوا۔ "اماں! آپ کی اس بات سے سخت اختلاف ہے مجھے۔ آپ آپا بے چاری کا ذکر ایسے جارحانہ انداز میں مت کیجیے۔ کتنی مظلوم دنیا میں وہ جینا [illegible] ان کے [illegible] اماں کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو خدا معلوم کیا ہو جاتا۔ [illegible] وہ ہی [illegible] تو [illegible] بات ہوئی۔"

گو کہ اماں بی نادیہ کے لیے ان کے خیالات سے نہ تھے تاہم وہ ساکت بیٹھی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فرحت خود ہی دوبارہ کہنے لگا۔

"جب [illegible] اماں پہلے آپا اسٹور [illegible] بہت رو رہی تھیں۔ ایک آپ کے رویے سے بہت ہی دل برداشتہ ہیں۔"

اماں بی نے اس کی بات [illegible] کہا۔ "ہم نے کیا، کیا اس اشتعال کے ساتھ؟"

نادیہ کو خدشہ ہوا کہیں اماں [illegible] کا عندیہ نہ کہہ سنا بیٹھیں اور بات بڑھ جائے تو جلدی سے بولی۔

"اماں! آپ [illegible] وہ [illegible]"

فرحت نے دکھوں کے انداز میں بتایا۔ "اگر ہماری اماں بی اپنے جو دم رکھیں تو بھرا آپا کا بھی کیوں جیتے۔ اب [illegible] جس کے سر پر بیاہی بچی کا ادھوری فرض [illegible] وہ کیا کرتے ہیں۔ خدا جانتا ہے جب سے انہوں نے احساس دلایا ہے، دل اندر سے کانپ کر رہ گیا ہے۔ واقعی ہم اپنے فرض سے بالکل غافل بیٹھے ہیں۔ بچے [illegible] سے شرم سے جواب طلب کرے گا۔ اماں! ہم تو بڑی بوڑھیوں کے ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے اس طرف سے کیوں نہیں سوچا؟ آپا کی صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔ وہ ہماری اپنی ہیں۔"

اماں بی نے حد درجہ رکھائی سے جواب دیا۔ "اللہ رکھے لڑکی کا ددھیال ملتان میں سلامت بیٹھا ہے۔ ہم کون؟ بیچ میں خواہ مخواہ۔ جو خیال کا وارث ہے اس کا پچھلے سے کیا ذکر۔"

فرحت بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے نادم سا بولا۔ "دیکھا..... دیکھا تم نے اماں کا دل کتنا [illegible] اب آپا آٹھ آٹھ آنسو روئیں تو کیا کریں؟ وہ ویسے ہی زندگی سے بیزار ہیں۔ کہہ رہی تھیں کہ کسی صورت سے پانو کے ہاتھ پیلے کر دوں تو کچھ خدا کر سو رہوں گی۔ الٹی زندگی ادھوری تھیں کہ کیا بتاؤں۔"

نادیہ نے سوال کر کے بے اختیار کہا۔ "ہائے بیچاری کرے وہ خودکشی کر کے حرام موت کے لائق ہیں۔"

فرحت نے ترحم بھرے لہجے میں کہا۔ "واقعی خدا کسی کو بے بس اور مجبور نہ بنائے۔ میں نے تو اپنے طور سے بہت تسلی دلاسہ دیا ہے۔ فلور صاحب کا لڑکا منصور، آپا کو بھی پسند ہے۔ کسی با عزت

دور سے بھی اچھا خاصا ملازم ہے۔ ظاہر تو بہت شریف سا لڑکا ہے۔ منظور صاحب اہل و عیال والے معقول آدمی ہیں۔ گلی خاصی بڑی ہے۔ کرائے کا گھر ہے مگر رہتے ہیں۔ شرافت بھائی کی دکان کے ساتھ ان کی کریانہ کی دکان تھی۔ دونوں میں گہرے دوستانہ مراسم رہے ہیں۔"

اماں بی اب گہری توجہ سے سن رہی تھیں۔ حیرت سے پوچھا۔ "کون منظور صاحب؟ ــــ ہم تو جانتے نہیں۔ کہاں رہتے ہیں؟"

فرحت نے جواب دیا۔ "گھر تو ان کا یہاں سے تیسرے محلے میں ہے مگر مجھ سے بھی علیک سلیک ہے۔ آپا تو ان لوگوں سے بہت مطمئن ہیں۔ میں سوچ رہا تھا اچھی طرح چھان بین کر لوں۔ لڑکے کی تعلقات کے لیے میں نے کسی سے کہا بھی ہے۔ میری گزارش ہے کہ آپ بھی تعاون کیجیے۔ اگر تمام معاملات درست ہو گئے تو پھر ہم بات کر دیں۔ تم دونوں کی طرف سے تو [illegible] نے سانس لی۔"

اماں بی اور نادیہ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ [illegible] اماں بی بولیں۔ "بیٹا ہم اس کے بارے میں تو [illegible] تم دل میں کوئی وسوسہ مت کرو۔ یہ نیک کام [illegible] کے رشتے میں [illegible] اٹھاؤ۔ شرافت [illegible] کام اپنے ہاتھوں سے انجام تک پہنچا کر جائے۔ شادی [illegible] کا حل تھی۔"

فرحت نے [illegible] میں جواب [illegible] کے جو اپنی ہی شادی ہوا کے بیٹھے ہے؟ اب وہ آپا کے سامنے کس [illegible] سے [illegible] ضروری اور کرنے لگے۔ اگر میں اپنی بہن کو کوئی [illegible] اپنی [illegible] تو فرحت سے دولہا [illegible] گے۔"

نادیہ نے [illegible] فرحت صاحب اٹھ کر چھوڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دونوں ماں بیٹی میں بات چیت ہوئی۔ اماں بی اکیلی ہی [illegible] رہی تھیں۔ سب سے پہلے [illegible] "آپا بیگم کی [illegible]"

"بیگم بھی [illegible]۔" نادیہ نے مسکرا کر انہیں تسلی دی۔ "مگر وہ بھی [illegible] ہے۔ حفاظت کے لیے بیٹھی اور [illegible] ہی ہے۔"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" اماں بی خوش ہو کر بولیں۔ "اب یہ ادھوری سے ساری دوائیں کھا کر رہ گئے ہو گی۔ ہم خوب جانتے ہیں کام نے [illegible] باتوں کا بہت اثر لیا ہے۔ ہم تو آج ہی فرحت کو دیتے مگر تمہاری صورت دیکھ کر چپ رہ گئے۔"

نادیہ نے ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ "اماں! معلوم ہوتا ہے آپا فیصلہ [illegible] کے لیے کر رہی ہوں گی۔ بھولی چوک کر اس دن کہہ گئی۔ عبداللہ اور [illegible] کے لیے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

اماں بی حیران ہو کر اسے گھورنے لگیں پھر اس کا مطلب سمجھ کر مسکرا دیں۔ "نہیں! اگر تمہارا اندازہ درست ہے تو چلو اچھا ہو گا۔ تم اس روز سے اسی فکر میں گھلتا ہے۔ اب اپنا فکر و اندیشہ دور کرو۔"

وہ سادہ لوح آپ ہی آپ مطمئن ہو کر بولی۔ "چلیے اچھا ہے۔ آپا بچی کی فکر سے آزاد ہو جائیں گی۔ شرافت بھائی کے جانے کے بعد سے بے چاری بہت پریشان رہتی ہیں ہر طرف سے۔ ایک ان کو رہی تھیں کہ مختلف سوچیں اس قدر ستاتی ہیں کہ کبھی تو پوری پوری رات سو نہیں سکتیں۔ اللہ نے چاہا

تو وہ ــــ منظور صاحب کا گھرانہ ضرور اچھا ہی ثابت ہو گا۔ اور لڑکا بھی کمانے اور بجز کرنے والا ہو گا۔ سارے کام بہتر ہوں گے۔"

اماں بی اس کا چمکتا چہرہ دیکھ دیکھ کر سوچ رہی تھیں۔

"الٰہی! ہمیشہ اس کی خوشیوں کی حفاظت فرمانا ــــ بہت سادہ اور معصوم ہے۔"

✱●✱

پوری بات سن کر طاہر بیگ کو ہنسی روکنا محال ہو گئی۔ بالآخر وہ اپنا پیٹ سنبھالے اٹھے جس کے وسط رہنے میں بے شمار جھریاں پھوٹ رہی تھیں۔ کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر انہوں نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا اور ہنسی سے بے حال چکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔ اندر بیٹھے ہوئے افراد کے حیرت سے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"دیکھا ــــ دیکھا آپ نے؟" زہرہ بیگم نے [illegible] بیگم جان کو مخاطب کر کے کہا۔ "اور تو اور میاں طاہر کو بھی دنیا کی ہوا لگ گئی۔ ان کی نظر میں بھی ہماری اہمیت باقی نہ رہی۔ ہاں بھئی، ظاہر ہے کہ خدا ہی کون ہے؟"

بیگم جان نے [illegible] ہوئے [illegible] کہا۔ "ہاں بی بی! یہاں تو آوے کا آوا بگڑ گیا۔ اب کہاں کا مان کہاں۔ [illegible]"

حیرت زدہ تو ہاجی سرور بھی [illegible] رہ گئیں۔ سب اپنی اپنی بولیاں بول کر چکی تھیں اس مشکل وقت میں [illegible]۔

"اماں بی! اس قدر کیا [illegible] صاحب کو یہی اپنا گی کہ [illegible] رہتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے [illegible] آ کر سب حالات درست کر لیں گے۔"

وہ اسی قدر بکھری پائی تھی کہ ایک آگے اپنا میاں اور ان کے پیچھے طاہر بیگ شاہکار کا بازو تھامے اندر [illegible]

"یہ ــــ آ گیا آپ کا مجرم۔ اب عدالت میں آ کے بیٹھ جائیے۔"

طاہر نے شاہکار کو [illegible] سے پکڑ کر زہرہ بیگم کے آگے کر دیا۔ زہرہ بیگم کی [illegible] کے اعجاز میں وہ شاہکار سر پر ڈال کر بیٹھ گئیں۔

"بیگم! اس کو یہاں سے ــــ حویلی کے اندر کس نے اس بدتمیز کو گھسنے دیا؟ خبردار یہ ہماری نگاہوں کے سامنے پھر نہ آئے۔"

ابا میاں نے آگے بڑھ کر زیر لب مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن اس بدتمیز کی خطا بھی تو دیکھیے۔ آخر اتنے بڑے عتاب کا سبب بھی تو بہت بڑا ہونا چاہیے۔"

زہرہ بیگم اسی کیفیت میں وہ شالا اوڑھے گی سے بولیں۔ "سب کو معلوم ہے۔ بلکہ بچہ بچہ جان گیا ہے۔ ابھی طاہر میاں کو بلا کر سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔ اب تو وہ اسی سے تصدیق کر آئے ہیں۔"

"تصدیق؟ ــــ کیسی تصدیق؟" ابا میاں نے تعجب سے دریافت کیا۔

زہرہ بیگم نے جل کر زہریلی انداز میں جواب دیا۔ "یہی کہ ایک نکاح کے قائم ہوتے ہوئے اس پاجی نے شادی کس طرح اور کیوں کی؟"

"استغفر اللہ۔ آپ کو کس نے یہ اطلاع پہنچائی؟"

"کانٹے چبو رہے۔ بس آپ اس کو یہاں سے لے جایئے۔"

"خواہ وہ بے خطا ہو تب بھی؟"

"بے خطا؟" حیرت کی زیادتی سے زمانی بیگم کے ہاتھوں سے دوشالہ چھوٹ گیا۔ ان دونوں کا مکالمہ خاموشی سے سننے والے بھی دم بخود رہ گئے۔

ابا میاں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شاہکار کو آگے بڑھایا اور پوچھا۔ "آخر آپ لوگوں کو کس بے حمیر نے یہ غلط خبر سنائی؟ ...... ہم تو سنتے ہیں۔"

انھوں نے جھنجھلا کر جواب دیا۔ "ہم نے خود...... اپنے کانوں سے سنا......"

"کسی کہنے والے نے آپ کے روبرو سامنے بیٹھ کر یہ خبر سنائی؟" ابا میاں کی جرح پر زمانی بیگم تھوڑی سی چکرائیں۔ مگر معاملہ اب بہت نازک موڑ پر تھا۔ انھوں نے تابانی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اے لڑکی! بتاتی کیوں نہیں ہو؟...... تم بھی تو موجود تھیں۔"

سب تابانی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ جلدی سے سنبھل کر بولی۔ "ایک دن...... دوپہر میں فون بجا تو میں نے اٹھایا تھا...... کسی نے [illegible] کر کے کہا ان کا نام لے کر کہا ان سے بات کرا دیجیے۔ میں نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ مگر [illegible] انھیں نے بات کرا دی۔"

تابانی کے خاموش ہوتے ہی ابا میاں نے زمانی بیگم سے دریافت کیا۔ "اب آپ بتائیے۔ آپ سے کیا کہا اس نے؟"

انھوں نے کہا۔ "اس نے بہت [illegible] مزاج پوچھا۔ پھر کہا [illegible] شاہکار سے [illegible] بہت کرلی اور [illegible] ایک ساتھ ہی [illegible] ہے۔ اب ایک ہی [illegible] شاہکار نے [illegible] رشتہ ختم کر لیا ہے...... آپ ڈاکٹر شاہکار کو معاف کر دیجیے۔"

طاہر بیگ سنجیدہ ہو کر آنکھیں پھاڑ کر بولے۔ "ارے...... تو کیا وہ واقعی...... کسی اور کی ہو گئی؟"

بچی جان نے دوبارہ [illegible]

ابا میاں زور سے ہنس پڑے اور بیگم کی طرف دیکھ کر بیٹھے ہوئے بولے۔ "اور تم تو شاہکار کی بات پر یقین کر بیٹھیں۔"

اور کچھ دیر تک [illegible] ہاتھ پکڑے [illegible] "معاف کیجیے [illegible] درست کیا کہ حقیقت بھی درست ہونی چاہیے۔"

اب بچی جان کو بھی غصہ آیا۔ کچھ سے بولیں۔ "ہاں میاں! ...... سنجیدہ ہو کر معلومات کرا لو کہ یہ بہو کی کس نے اڑا دی۔ اس وجہ سے زمانی کی تو وہ حالت غیر ہوئی ہے کہ دشمنوں کے لیے رہ گئے۔ خدا خواست دشمنوں کے کان بہرے، کچھ بھی ہو سکتا تھا۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ طاہر بیگ نے شاہکار کو اشارہ کیا۔ وہ جھجکتا ہوا آگے بڑھا۔ دادی کے قدموں میں بیٹھ کر جھکا اور ان کے دونوں ہاتھ اٹھا کر آنکھوں سے لگا لیے۔ ان کی آنکھیں بھر آئیں مگر رندھی آواز میں دریافت کیا۔

"یہ بالی آپ کو ملا کہاں سے؟...... اور کیا واقعی اس نے شادی نہیں کی ہے؟"

"لاحول ولا قوۃ۔" ابا میاں پیشانی پر بل ڈال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ جھنجھلاتے ہوئے کمرے کے دروازے تک گئے پھر سرور بالی کے قریب رک کر بولے۔ "آپ لوگ تو ماشاء اللہ محفوظ گھروں کی

محفوظ پناہ گاہوں میں بیٹھے زندگی کے سرد و گرم سے بے نیاز ہیں۔ ذرا ان بلند و بالا دیواروں سے باہر نکل کر دیکھیے۔ قیامت صغریٰ کے مناظر دکھائی دیں گے۔ موسم برسات کی جھڑیاں نے ہزاروں افراد کو بے خانماں کر دیا ہے۔ صوبہ سندھ کے زیریں علاقوں میں تباہی مچی ہوئی ہے۔ موت ارزاں اور زندگی سسکتے ہوئے دامنوں فروخت ہو رہی ہے۔ انسانیت کہیں درختوں سے لٹکی اور کہیں جھاڑیوں میں لاشوں کی صورت اٹکی ہوئی کہاں ہے اور پانی کے تند و تیز ریلوں میں بہتے ہوئے بڑے بڑے اژدہے ڈولتے پھر رہے ہیں۔ جن میں انسان اور مویشی سب باہم جنگلی جانوروں کی طرح تیرتے ہوئے ہیں۔ کہیں تھے نے بچے بھاری بھرکم دیواروں کے نیچے دبے سسک رہے ہیں تو کہیں بوڑھی مائیں، دادیاں کچھوں میں بیٹھی دعائیں مانگ رہی ہیں اور پرندے تو اپنے گھونسلوں کو رو رہی ہیں۔ کہیں گاؤں کے گاؤں ڈوب چکے ہیں۔ جہاں پہلے سرسبز و شاداب کھیت تھے اور تیار فصلیں لہلہا رہی تھیں، وہاں حد نگاہ تک پانی ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ سیلاب کی تباہ کاریوں نے حضرت عزرائیل کا کام بہت آسان کر دیا کہ جو رات کو اپنے گھروں میں سوئے وہ آدھی رات کے سناٹوں میں موت کے بہتے ریلوں میں بہتے بہتے ابدی نیند سو گئے...... اور موت کی وادیوں میں اترتے گئے۔"

ابا میاں سانس لینے کو رکے۔ [illegible] ان کی طرف متوجہ تھے۔ حویلی کی [illegible] قدموں سے چلتے ہوئے مسہری کی طرف گئے اور [illegible] بیٹھ گئے۔

"کو وہ لوگ ڈاکٹروں کے ساتھ [illegible] ہوا ہے وہ وہی ہے جو [illegible] کے بچھے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ پانی میں ڈوب کر پانی [illegible] کے پیچھے ہیں کہ ہزاروں سے بچھڑ رہی ہے اور [illegible] گھروں سے محروم ہو کر ہیں۔ کچھ روپے پیسے کی بات نہیں ہے تو [illegible] ان غریبوں کے پاس جمع کر رکھی ہے [illegible] پانی میں ڈوب گیا ہے۔ اب پاکستانی قوم [illegible] آفت میں مبتلا قوم کی طرف متوجہ ہو رہی ہے تو آپ کو [illegible] شاہکار ان اطراف میں مصروف تھا۔ ہم [illegible] صاحب بھی [illegible] فلاحی کام میں مصروف تھے تو ایک کیمپ میں آپ کے ان بچے نے صاحب سے ملاقات ہو گئی۔"

وہ چپ ہو گئے تو [illegible] کرنے کی [illegible] شروع ہو گیا۔ شاہکار کی داداں اور بچی کی [illegible] جاری تھی [illegible] ہاتھ لئے ہوئے سر اٹھائے تھیں۔

پھر سرور دادی نے بڑھ کر اس کی بلائیں لے لیں۔

"بیٹا میاں! جاکر نہا لو، دھو لو۔ تازہ دم ہو جاؤ۔ منوں خاک مٹی نے جیسے بے حلیہ کر رکھا ہے۔ اللہ تمہاری دادی اور ماں کی مامتا ٹھنڈی رکھے۔"

وہ وہاں سے نکل کر سیدھا شگفتہ بیگم کی طرف آیا۔ کیونکہ گھنٹے بھر سے زیادہ کی کانفرنس میں اس نے چہرہ چھپنے کے لیے ان کو دیکھا تھا وہاں۔ شگفتہ بیگم موبائل فون کان سے لگائے ہوئے صوفے پر بے حال بیٹھی تھیں۔ چہرہ غم و غصے کے اظہار میں تمتما رہا تھا۔ آنکھیں کسی انہونے دھچکے سے ابلی پڑ رہی تھیں مگر بیٹے کو نظر آتے ہی کمال ہنرمندی سے انھوں نے سنبھالا لیا اور لپک جھپک کے اٹھ کر اسے لپٹا لیا۔

"یہ کیا حالت بنا رکھی ہے بیٹا تم نے اپنی؟"

"میں ٹھیک ہوں والدہ! آپ کس سے بات کر رہی تھیں؟"

شگفتہ بیگم نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر جواب دیا۔ "دنیا میں اپنی واحد غمگسار اور ماں جائی کے علاوہ اور کون ہے میرا اپنا؟"

"کون؟ ۔۔۔۔ خالہ جانی؟" شاہکار نے غور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی تھیں؟ ۔۔۔۔ آپ بہت سنجیدہ بلکہ رنجیدہ لگ رہی ہیں۔"

شگفتہ بیگم اور بھی زیادہ ٹھنڈی آہ بھر کے بولیں۔ "بیمار ہے ۔۔۔۔ بہت بیمار ہے شگوفہ۔ شاہکار! اسکی طبیعت خراب ہے تمہاری اکلوتی خالہ جانی کی کہ مارے ہولوں کے میری جان آدھی ہوئی جا رہی ہے۔ اسی کا فون تھا۔ اس بے چاری سے تو پوری طرح بات بھی نہیں کی جا رہی۔ شگوفہ کی کر رہی تھی، شاہ بھائی کو دن رات یاد کر رہی ہیں۔"

"اچھا ۔۔۔" [illegible] "خالہ جانی اس قدر بیمار ہیں ۔۔۔۔ آج کل تو کیمپ میں دن رات ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ خیر، امی جان! آپ بھی تیار رہیے گا۔ جلد ہی جانے کی کوشش کروں گا۔"

رات گئی [illegible] جاگتی رہی۔ سب بڑے چھوٹوں نے مل کر خوب گایا۔

"جنگل میں منگل تیرے ہی دم سے
[illegible] ہے شور مچا ہے
سالگرہ کا دن آیا ہے
سالگرہ کا دن آیا ہے"

[illegible] کیک کاٹا [illegible]

فرشتہ اس کی غیر موجودگی کبھی بھی تو شاہانی ہی محسوس کرتی رہی۔ دراصل آج کی یادگار تاریخ میں [illegible] سے پہلے وعدہ تھا کہ وہ ضرور بالضرور اس کی سالگرہ میں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ سب نے ہر ہر آہٹ پر اس کا انتظار کیا تھا۔ یہ مشکل رات نو بجے کے بعد فرح کی دعوت کھانے کے بعد جنگجو کیک کاٹنے پر آمادہ ہوئی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" کی بہت سی آوازوں کے درمیان اسے طاہر بھیا کی آواز کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔

طاہر پچھلے ماہ سے ڈاکٹر سلطان کے پاس امریکہ گیا ہوا تھا۔ جنگجو کی سالگرہ ہر موسم بہار میں پارٹی پر پورا گھر بڑے اہتمام سے مناتا تھا۔ اللہ ہی اللہ سب کو خیال تھا کہ شاید اس مرتبہ طاہر اپنے ساتھ عاشر کو ضرور لے کر آئے گا مگر افسوس کہ وہ وعدہ نبھا نہ سکا اور سالگرہ گزر گئی۔ سارے دن کے

تھکے جلد سونے چلے گئے۔ گرمی کے موسم میں رسیلی جنگجو، ڈاڈا اور فرشتہ وغیرہ کے پچھلے بیٹھ والے کے ساتھ برآمدے میں پلنگ بچھا کر سویا کرتی تھی۔

برآمدے کی جالیوں سے گھر بھر کو فرحت بخشتی خوشبو بھری معطر ہوائیں اور چاروں اطراف سے لائی، سنسان گوشوں کی گو کو سے چھوٹا اور کیف ترنگی سا سکوت رسیلی کی روح میں اترتا چلا جاتا۔ صبح پرندوں کی چہچہاہٹ کے ساتھ آنکھ کھلتی۔ سامنے اس کی پھلواری میں بھیگے بھیگے پیلے، سرخ، گلابی اور کاسنی پھولوں کے رنگیں چہرے اور شبنم بھری نرم سویرے سے لدی پتیاں اسے واقعی بہت تروتازہ کر جاتیں اور سارا دن اچھا بیت جاتا۔ کراچی کے مقابلے میں یہاں لوٹ آکر وہ یہاں کے خوشگوار موسم، خاموش جنگلوں سے سرگوشی کرتی ہواؤں اور چراگاہوں کی کیف آگیں مہک سے جیسے مکمل ہی گئی تھی۔

اس وقت بھی جلد ہی کہانی سنتے سنتے سو گئی تو وہ خود بھی دم بخود کر دینے والے حسن و فطرت کی جادوگری میں کھو گئی۔ چراگاہوں کی ہریالی، گھاس اور جنگلی گلوں سے مہکتے بیتے ہوا کے معطر جھونکے کسی کی تلاش میں رک رک کر چل رہے تھے۔ جلترنگ بجاتی رات نے اپنے صدیوں پرانا خاموشی کا ساز بجانا شروع کر دیا تھا۔ [illegible] سامنے آ گیا تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی [illegible] کر رہا تھا۔

[illegible] رات کے [illegible] نگاہوں سے وہ بے چاری گزرتے گزرتے وہ حال کی دہلیز پر [illegible] بے قراری سے اسے [illegible] کر گئی۔

"[illegible] ۔۔۔۔ کیا وہ تمہارا اپنے جسم کا ٹکڑا نہیں ہے؟ ۔۔۔۔ [illegible]"

اس کے [illegible]

"ہاں ۔۔۔۔ وہ میری اولاد ہے ۔۔۔۔ پہلی اور آخری اولاد ۔۔۔۔ وہ میرے دل کا ایک انمٹ انگ ہے ۔۔۔۔ [illegible]"

[illegible] اس کا روان رواں اپنے جسم کے اس انمٹ انگ کا منتظر تھا جس کے آنے سے پہلے قدموں کی چاپ والے ٹوٹے ہوئے دل کے بہت قریب محسوس کرتی تھی۔ اسے اس کے آنے کا یقین تھا لیکن اس وقت اس کا یقین [illegible] سے ٹوٹ گیا۔

[illegible] ہر چاپ اسے [illegible] لگنے لگا۔

"اگر میں بھی ماں ہوتی تو میری ساعت بھی ایسی ہوتی۔"

سما کوئی زور سے بولا جیسے ساری دنیا کو سنانا چاہتا ہو۔ "کیونکہ ۔۔۔۔ تم نے اس بچے کو اپنی ممتا کی گود سے محروم رکھا۔"

رسیلی گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور وحشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

عین اسی وقت اطلاعی گھنٹی زور سے بجنے لگی۔ یہ سوچے بغیر کہ اتنی رات گئے آنے والا کون ہو سکتا ہے وہ ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر تیزی سے دوڑتی چلی گئی اور پلک جھپکتے میں دروازہ کھول دیا۔ واقعی باہر طاہر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"السلام علیکم بھابی جان!" اس نے تھوڑا سا ساجھک کر رسیلی کو سلام کیا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"وعلیکم السلام!" اس نے شستہ انداز میں جواب دے کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر وہ
ہی اس کے عقب میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ فاخر نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں گھوم کر
پیچھے دیکھا مگر کوئی پیچھے ہوتا تو دکھائی دیتا۔ وہ بے اختیار ہنس دیا۔ خوشی سے بھرپور ہنسی۔
"کیا ـــــ کیا دیکھ رہی ہیں بھابی جان؟"
رسیلی پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ "کچھ ـــــ کچھ نہیں۔" وہ شل ہو کر راستے سے ہٹ گئی۔
فاخر سیدھا چلتا ہوا اندر آ کر بچوں کو محبت و شفقت سے لبریز ایک طویل بوسہ اس کے سر پر دیا
اور رسیلی کی طرف دیکھے بغیر بولا۔
"آپ آرام کیجئے۔ کھانا میں نے راستے میں کھا لیا تھا۔"
رسیلی فوراً ہی بچوں کے پاس لیٹ گئی۔ فاخر دبے پاؤں چلتا ہوا اندر آیا۔ سیدھا آگے بڑھ گیا۔
ابھی ایک کمرے کا دروازہ [illegible] سے [illegible] ایک مضبوط ہاتھ نے اسے پکڑ کر اندر گھسیٹ لیا۔
کھٹ سے لاک [illegible] دروازہ لگ گیا۔
"خدا کی پناہ!" وہ ایک کرسی پر گر کر آہستہ سے کراہا۔ اندر لائٹ سے [illegible] جب نازش اور [illegible]
بیٹھے ہنس رہے تھے [illegible] سے [illegible] تھا۔ تھوڑی دیر تک [illegible] ملتی
رہی پھر فاخر نے [illegible] زبان میں پوچھا۔
"[illegible] بھلا [illegible] میں [illegible]"
[illegible]
نازش اور [illegible] نے [illegible] ان دونوں نے ایک دن رسیلی کو اپنا
موقف سمجھایا تھا کہ ایک [illegible] کے [illegible] اس کے دل کے قریب جانے
پیچھے [illegible] کے [illegible] کی [illegible] تک [illegible] جانے اسے [illegible] فاخر کے لئے نرم
کر رہی تھی۔
چار آج کل [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کو لے کر کراچی [illegible] پر آ گیا تھا۔ [illegible] کی
سالگرہ میں [illegible] فاخر [illegible] کے [illegible] رسیلی کو [illegible] جانے سے [illegible] کر جانے
سے کترا رہا تھا [illegible] سے [illegible] رسیلی کے [illegible] تاثرات سے [illegible] آنکھیں چرا رہا ہے
تھے تا کہ [illegible] کی [illegible] کی [illegible] اور [illegible] نہ ہو۔
"[illegible] عاشر کو کراچی میں چھوڑ دیا ہوں۔ ایک دوست کے پاس۔" فاخر نے سب کو بتایا۔
"آپ سب [illegible] تو [illegible] ہے [illegible] تک خدشے میں [illegible] ہوں [illegible]"
"[illegible] ـــــ اب [illegible] کس [illegible]" نازش نے [illegible] سے کہا۔ "آج [illegible]
آپ ان کی بے چینی اور بے قراری دیکھتے تو کبھی کسی خدشے کو قریب نہ پھٹکنے دیتے۔ ہر لمحہ چونک
چونک کر گیٹ کو تکتی رہی ہیں۔ بالآخر شام گہری ہوئی تو مایوس ہو گئی تھیں شاید۔"
"ہاں ـــــ یہ خیال درست لگ رہا ہے۔" فاخر نے فوراً اعتراف کر لیا۔ پھر رسیلی کی کیفیت اپنی
آمد پر جو بنی تھی، وہ بتائی۔ افسوس کے لہجے میں بولا۔
"پھر تو میں نے برا کیا عاشر کو کراچی میں چھوڑ آیا۔ بھابی کا دل ٹوٹ گیا ہو گا۔ خیر جلد ہی اس کا
ازالہ کر دوں گا۔ آپ سب صاحبان یہ اعلان بھی سن لیں کہ ڈاکٹر سلمان مع فیملی دوبارہ پاکستان میں شفٹ
ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ لیکن کراچی میں ماہ دولت کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہی پرانی کوٹھی
خرید لی جائے۔"

نازش کے ساتھ ساتھ سبھی اچھل پڑے۔ نازش کی خوشی دیدنی تھی۔ بچوں نے شور مچا دیا۔ صاحب
از راہ مذاق بولے۔
"یار! ہم تو خود کراچی شفٹ ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ یہ ہمارے سالے صاحب کو کیا
سوجھی؟ ہمارے ہونے سے تو کچھتے ہیں سالا دور ہی بھلا۔"
نازش نے گھور کر میاں کو دیکھا مگر سب کے ہنس پڑنے پر چپ ہو گئی۔ فاخر نے مسکراتے ہوئے
وضاحت کی۔
"ڈاکٹر صاحب اور خصوصاً بھابی جان وہاں کی معاشرتی اقدار سے خاصے مضطرب رہتے ہیں۔
جوں جوں بچے جوان ہوتے جا رہے ہیں، ان کی سمجھ میں کوئی اور راہ ہی نہیں آتی۔ بالآخر فیصلہ کیا ہے کہ اپنے
وطن واپس آ کر بیٹیں، بچوں کو مستقل سیٹ کریں گے اور یہیں ان کی شادیاں کر کے اپنے فرائض سے
سبکدوش ہوں گے۔"

XOX

حویلی کے حالات دو دن کے اندر اندر معمول پر آ گئے۔ دلہن بیگم کی طبیعت بھی بہتر ہو گئی تھی۔
چھ روز کے بچے جو ایک اجڑ [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کے اثرات زائل ہوتے ہی معاملہ [illegible] ہو
گیا۔ دلہن بیگم دولہا [illegible] کی طرف [illegible] بیگم کو اپنی [illegible] کی [illegible] گئی۔ جس
دن سے [illegible] تھا، وہ دن رات [illegible] شاہ [illegible] آرام کرنے کے
بعد دوبارہ اپنے [illegible] کیا تھا۔ [illegible] فاخر نے [illegible] کے خلاف
[illegible] کے پاس [illegible] کی [illegible] کر لی۔ [illegible] کر کے [illegible] گرا۔
دونوں [illegible] آپ [illegible] کے [illegible] کی [illegible] سے آ کر کہا۔
"آپ [illegible] بھابی جان آپ [illegible] صاحب کے پاس [illegible]"
آپ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "کیوں ـــــ کہاں جا رہے ہیں؟"
"[illegible] کہیں، آپ جلدی سے چلے آئیں۔"
وہ [illegible] کی [illegible] وقت [illegible] حویلی [illegible] میں داخل ہوئی تھی۔ [illegible]
چار [illegible] پڑے [illegible] تھے۔ دلہن بیگم کسی کے [illegible] کا اعلان [illegible] تھا۔ [illegible]
صاحب کے پاس تک جانے کا ایک راستہ حویلی کے پچھلے دالان سے بھی جاتا تھا۔ خواتین عموماً
سے آیا جایا کرتی تھیں۔ میر صاحب کے ہاں جانا منع بھی تھا۔ [illegible] ہی سے اب تک [illegible]
بچی تھی۔
پہلے تو اس نے خیال کیا سر درد کی وجہ کر رہے ہیں، مگر پھر ان کی نیند خراب ہونے کے خیال
سے ارادہ ترک کر دیا اور یہ سوچ کر کہ ابھی واپس آ جاؤں گی، اس نے جلدی جلدی بال سمیٹے اور
تجسس ہی تجسس میں عورت کے بھروسے چل دی۔ دل ہی دل میں وہ دادا میر صاحب کی پاٹ دار آواز
سے ڈر رہی تھی اور یہ یقین تھا کہ دونوں دادیاں (میر صاحب کی بیگمات) ہر صورت میں میری ہی
وکالت کریں گی۔ دعائیں مرحبا ایسے بھولے ہوئے واقعات ہوتے رہتے تھے۔
ابھی یہ دونوں باغ کے پھاٹک پر ہی تھیں کہ درختوں کی اوٹ سے تھوڑی دور ایک خالی پڑے
کھیت کے بیچ سے دکھائی دے گیا۔
پھر کے سارے کھیت آج کل آنے والی گندم کی فصل کے لئے تیار کیے جا رہے تھے اور نہ معلوم

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کس خوشی میں آ کر یہ قدم سعد نے اٹھایا تھا۔ کئی سال ہو گئے ایم اے کے پیپرز دینے میں ناکام ہو جانے کے بعد سے وہ پوری سنجیدگی سے زمینوں کے کاموں میں دلچسپی لینے لگا۔

درختوں کی اوٹ سے پیچھے ہی اسے آپی کی جھلک نظر آئی۔ اس نے ٹریکٹر وہیں کھیت میں چھوڑ دیا اور خود چھلانگ مار کے نیچے اترتا ہوا چلا آیا۔

"مجھے معلوم تھا تم ضرور آؤ گی۔"

وہ پلک جھپکنے میں بھاگتا ہوا آپی کے سر پر آ موجود ہوا۔ "دیکھو ذرا کیا حسین و جمیل منظر ہے۔"

اس نے ماحول میں لانے اپنے وجود پر نظر ڈالی، پھر گھوم کر بے چارگی سے ٹریکٹر کی طرف دیکھنے لگا جس کے پیچھے لگی ہل [illegible] وہیں کھیت میں رہ گئی تھی اور کوئی اسے اسٹارٹ کر کے تیزی سے اسی طرف لا رہا تھا۔ آپی کی سمجھ میں ابھی کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ زبان سے کوئی سوال جواب کر سکی تھی کہ اچانک ٹریکٹر ایک زوردار آواز کے ساتھ ان کے قریب رکا اور اس پر بیٹھے ہوئے شخص نے بیٹھے بیٹھے سر سے اتار کر ادھر ادھر دیکھا اور اشارے سے آپی کو بلانے لگا۔

شاہکار کو اچانک اپنے سامنے پا کر آپی کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ بوکھلا کر سعد کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کیا... قصہ ہے سعد بھائی؟" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں دھیرے سے پوچھا۔ لیکن سعد اسے جواب دینے کی بجائے شاہکار کو [illegible] سے بولا۔

"جی... یہ پوچھ رہی ہیں قصہ کیا ہے۔"

سعد کی بے صبری پر وہ پانی پانی ہو گئی۔

شاہکار جواب دیے بغیر ٹریکٹر سے اتر آیا [illegible] "چلو بیٹھو۔"

"کیا...؟" [illegible]

شاہکار نے ایک نظر اسے اوپر سے نیچے تک گھور کر دیکھا، پھر زبان سے کوئی دوسرا لفظ نکالے بغیر آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں پر سنبھالا اور پھولوں بھری ہلکی پھلکی شاخ کی طرح اٹھا کر ٹریکٹر پر بٹھا دیا۔ خود اچھل کر اس کے ساتھ سیٹ پر آ بیٹھا۔ یہ سب کچھ چند لمحوں میں ہو گیا۔ وہ پتھر کی مورتی بن گئی اسے صرف اتنا احساس رہا کہ جب وہ ٹریکٹر اسٹارٹ کر رہا تھا تو سعد چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"جلدی لوٹ آئیے گا آپی... شام تک کھیت مکمل نہ ہوا تو امی جان میری کھال ادھیڑ دیں گے۔"

ناہموار راستوں پر ٹریکٹر اپنا بے ہنگم وجود لیے بے پناہ شور کے ساتھ اچھلتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ کھیت، کھلیان اور پگڈنڈیاں سنسان پڑے تھے۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ دوپہر کی دھوپ چمک رہی تھی [illegible] بول رہے تھے۔ وہ شاہانہ انداز میں اسٹیئرنگ سنبھالے گردن اکڑائے بیٹھا تھا جیسے بہت قابل تعریف کارنامہ انجام دے کر آیا ہو۔ آپی کو یوں لگ رہا تھا جیسے یہ اس کی زندگی کا آخری دن ہو۔ ایک عجیب و غریب بے چینی اور شاہکار کی قربت اور جتنا جتنا اپنے حواس پر قابو پا لینے کی کوشش کر رہی تھی دل اتنی ہی برق رفتاری سے دھڑکے جا رہا تھا۔ اس طرح ذرا بھی سر جھکائے بیٹھی تھی جیسے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھے گی تو پتھر کی بن جائے گی۔

سرسبز و شاداب علاقے کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ٹریکٹر جب غیر آباد زمینوں کو عبور کر رہا تھا تو اس

کے بہت قریب شاہکار کی سرگوشی گونجی۔ آواز بہت نرم اور لہجہ ملائم تھا۔

"بہت ڈر لگ رہا ہے کیا؟"

آپی نے جواب نہیں دیا۔

شاہکار نے ایک بازو پھیلا کر اسے اور بھی قریب کر لیا اور جھک کر پوچھا۔ "شاید میں بہت بہت برا لگتا ہوں۔"

آپی نے کسمسا کر اس کا ہاتھ اپنے گرد سے ہٹانے کی ناکام کوشش کی پھر ایک ملتجیانہ نظر سے اسے دیکھا تو وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔ اپنا بازو سمیٹ کر عجیب سے لہجے میں بولا۔

"تو... گویا میرا اندازہ درست ہی ہے۔"

"جی... کیا اندازہ؟" یہ نہیں کیسے اور کیونکر آپی کی زبان سے نکل گیا۔ وہ اپنی جرأت پر خود ہی حیرت زدہ ہو گئی۔ مگر شاہکار نے حیران ہوئے بغیر [illegible] لفظوں میں جواب دیا۔

"کچھ نہیں... یہی کہ..." اور سیدھا بیٹھ کر اپنی ساری توجہ سامنے مرکوز کر دی۔ اس کے نرم اور شفقت [illegible] رویے سے آپی کے حواس بحال ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے [illegible] سے اپنے نروس اعصاب کو کافی حد تک کنٹرول کر لیا تو [illegible] دریافت کیا۔

"آپ... کہاں جا رہے ہیں؟"

شاہکار نے بدستور سامنے دیکھتے ہوئے [illegible] لہجے میں جواب دیا۔ "تفریح کرنے۔ سنا ہے آپ کو بہت شوق ہے سیر کرنے کا۔"

آپی کے جی میں آئی کہہ دے یہ ٹریکٹر میں [illegible] کی کیا تک ہے... مگر پوچھنے کی ہمت نہ کر سکی۔ وہ خود ہی بولا۔

"ویسے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آدم خور نہیں ہوں اور نہ میرا ارادہ تمہیں کھانے پینے کا ہے۔"

آپی نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر [illegible] چھا گئی تھی۔ وہ [illegible] اس کی بات کے معنی پر غور کرتی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹریکٹر ایک عظیم الشان باغ کے پھاٹک سے گزر کر سرخ بجری کی روش پر کھڑا ہو گیا۔ آپی اس باغ کو خوب پہچانتی تھی۔ یہ مختلف پھل اور [illegible] درختوں اور قسم قسم کے پھولوں سے بھرا ہوا وسیع و عریض باغ اس کے [illegible] تھا۔ اسی باغ کے اندر انہوں نے چار بڑے بڑے کمروں پر مشتمل سفید رنگ کی ایک خوبصورت عمارت بنوائی تھی۔ بچپن میں اکثر ان سارے بچے مل کر کے یہاں سیر کرنے کے لیے ضرور آیا کرتے تھے۔

شاہکار نیچے اتر کر کھڑا وہاں سے اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ آپی کچھ دیر تذبذب کی کیفیت میں ٹریکٹر پر بیٹھی رہ گئی مگر یہ صورت حال مزید [illegible] تھی لہذا ہمت کر کے وہ خود ہی کود کر نیچے کھڑی ہو گئی۔

"آؤ..." شاہکار نے اس کی جانب دیکھے بغیر کہا۔

اب آپی نے احتجاج کو لاحاصل سمجھا اور اس کے ساتھ چل دی۔

پہلے وہ خود اپنی زبان سے اپنے لیے [illegible] کر چکا تھا اس لیے اب مزید بحث بیکار تھی۔ اگر والدین کے جاگ پڑنے کا خوف [illegible] تو شاید وہ یہاں آ کر بہت ہی لطف اندوز ہوتی۔ مگر

اب اسے پورے باغ میں اپنی اور اس کی تنہائی اور یکجائی پر وہ اطمینان اور [illegible] محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن شاہکار کسی دوسرے ہی موڈ میں تھا۔

وہ دیر تک اسے باغ کے مختلف حصے دکھاتا رہا۔ پھلوں، پودوں اور پھولوں کی مختلف اقسام اور افادیت کے بارے میں گاہے گاہے تفصیل مہیا کرتا گھوم رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اس باغ کے معائنے پر آئی ہو اور یہ ساری معلومات مہیا کرنا شاہکار کا فرض اور ذمہ داری ہو۔ اس کی [illegible] سنجیدگی محسوس کر کے آپی مزید سنجیدہ ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں بڑے غیر محسوس انداز میں اس کا خوف اور گھبراہٹ کم ہو گئی۔ شاید شاہکار کا مقصد بھی یہی رہا ہو گا۔

گھومنے کے بعد وہ فوارے کے قریب سبزہ زار پر بیٹھ گیا۔ آپی بھی جھجکتے ہوئے انداز میں وہیں بیٹھ گئی۔ اس جگہ آلوچے اور آڑو کے بہت سے پکے پھل درختوں سے گر کر [illegible]

[illegible]

تھوڑی دیر اس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد شاہکار نے تحمل اور گمبھیر لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ تمہاری خاموشی نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے ۔۔۔۔ تمہارا جواب میں پا چکا ہوں۔ مجھے اتنا احمق مت جانو کہ مجھے کچھ معلوم نہ ہو۔ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود ہی تمہاری مشکل حل کیے دیتا ہوں۔ ذرا حوصلے سے کام لو۔"

اتنا کہہ کر اس نے سگریٹ کے [illegible] کش لیے، پھر سگریٹ دور پھینک دیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آپی کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سانس لینا بھی بھول گئی ہو۔ [illegible] اس کا لہجہ بالکل غیر جذباتی تھا۔

"تمہیں ۔۔۔۔ بہت زیادہ ٹینشن ہو گی کہ میں تمہیں یہاں اتنی دور کیوں لے آیا ہوں؟ اور ایسا سوچنا تمہارا حق ہے۔ لیکن میں نے تمہیں راستے میں بتا دیا تھا کہ تمہیں اس وقت کسی نوعیت کا اندیشہ

نہیں ہونا چاہیے۔ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔ کیونکہ سعد کے علاوہ تایا جی کو بھی معلوم ہے کہ ہم یہاں آئے ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ اب تم شانت ہو جاؤ گی۔ باقی سب کے جاگ اٹھنے سے پہلے پہلے تم حویلی کے اندر ہو گی۔ مطمئن رہو۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

یہ ساری باتیں شاہکار نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہیں۔ ان لمحوں میں اس کا لہجہ اور انداز بہت بدلے ہوئے لگ رہے تھے جو کم از کم آپی کے لیے قطعی ناقابل فہم تھے۔ وہ اب تک اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

"بات دراصل ۔۔۔۔ یہ ہے کہ میں ۔۔۔۔ بہت دنوں سے کچھ باتیں کرنا چاہ رہا تھا تم سے۔ لیکن ظاہر ہے حویلی کے [illegible] ماحول میں تو یہ ممکن نہ تھا۔ اوّل تو وہاں [illegible] دوسرے تم [illegible]"

یہ جملہ کہتے ہی [illegible] پھر جلد ہی سنبھل کر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"اب میں [illegible]

[illegible]

تمہاری طرف سے لطیف احساسات کو اپنی موت آپ مر کر رہ گئے ۔۔۔۔ میں نے اپنے [illegible] کے ذروں کو سینا اور حویلی کم آنے لگا۔ [illegible]

میری [illegible] حیات میں [illegible]

داخل ہو جاؤ تو [illegible] باتیں۔ لیکن [illegible] اور وہ پہلے [illegible] جاگ اٹھتے ہیں۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

آنیہ کی ساری جھجک ایک شدید نوعیت کی حیرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ کسی دوسرے ہی عالم میں پہنچ چکی تھی۔ اور اس انداز میں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھے جا رہی تھی جیسے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی ہو۔

تھوڑی دیر پہلے وہ سر جھکائے، سرگوں سی اپنے آپ میں گم سی بیٹھی تھی مگر دفعتاً وہ کیفیت زائل ہو چکی تھی۔ وہ [illegible] شاہکار کو [illegible] حیرت سے [illegible] اور تم انسان ہے تیزی کے ساتھ اس کا [illegible] رہا تھا اور اس طرح [illegible] کرتے چلا رہا تھا جیسے آج کے بعد موقع نہیں ملے گا۔

آنیہ کو [illegible] میں گئے کے آخر شاہکار کی [illegible] تعلق میں ترقی دیا۔ وہ اسی طرح کر آئے ذہن میں [illegible] کر رہا تھا۔

"میری زندگی کا اصل میری گرل فرینڈز ہیں [illegible] میں ان کا ہوں اور وہ میری ہیں [illegible] ہم ایک دوسرے کے [illegible] مجھے آج تک یقین نہیں آتا کہ میں وہی ڈاکٹر ہی ہوں [illegible] مگر اپنے بہت سارے [illegible] حساب [illegible] ہو جاتے ہیں اس طرح سے ہماری ذہنی [illegible] ہیں۔ وہ تو [illegible] طرح زندگی [illegible] تنگ جاتی ہیں۔"

شاہکار نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "تم حقیقت میں [illegible] ہو۔ اس لیے میری ضرورت اور بات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی۔ تم [illegible] اور [illegible] کی محبت کا اور پیار [illegible] اس قدر [illegible] ہے کہ اب اس رنگ پر کسی اور رنگ کا غالب آ جانا ممکن نہیں ہے۔ لیکن [illegible] کہ میں اس وقت تم سے کسی طرح کا جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ ہی دل لگی کر رہا ہوں۔ بلکہ تمہیں اندھیرے میں رکھنے کی بجائے ایک درست حقیقت بیان کر رہا ہوں تاکہ تمہیں صحیح حالات کا اندازہ ہو جائے اور تم اپنا اچھا برا خوب بہتر انداز میں سوچ سکو۔"

آنیہ جو اس کی ابتدائی گفتگو کے بعد بہت ساری عجیب و غریب سوچوں میں گھری ہوئی بیٹھی تھی اس کے آخری الفاظ سن کر بپھر گئی۔ ساری جھجک، ساری شرم بالائے طاق رہ گئی اور اب یک ٹک اسی کو گھورے جا رہی تھی۔

"کیوں؟ [illegible] میں نے کیا کہہ دیا؟" بالآخر شاہکار کی بے حسی کو ہوش آ گیا۔ اس نے یکبارگی سوال کر ڈالا۔

آنیہ نے [illegible] کر نگاہیں اس پر سے ہٹائیں مگر زبان سے کچھ نہ بول سکی۔ شاہکار نے اسے دوبارہ

شراب زندگی کا اصل لطف تو وہیں ملتا ہے جہاں کھل کر کسی بھی کے ساتھی کی بے التفاقی اور اجنبی نگاہوں کا زہر پیدا نہیں رہتا۔"

سرگوں بیٹھی آنیہ کا سر جھٹکے سے اوپر اٹھ گیا۔ نگاہیں سیدھی شاہکار پر جم کر رہ گئیں۔

"ہاں [illegible] ہاں [illegible] چھ گوت [illegible]" اس کا لہجہ زہر آلود ہو رہا تھا۔

آنیہ کو لگ رہا تھا جیسے [illegible] وہ اپنی بڑی بڑی آنکھ میں دیکھ رہی ہو۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"تم نے جو سنا، وہ سچ ہے۔ اور تو نہیں۔ میری ایک دو نہیں، بہت سی گرل فرینڈز ہیں جن سے میری زندگی کے لمحات جگمگاتے ہیں۔ اور وہ لیڈی ڈاکٹر [illegible] ہاں وہ سب میں بڑا اچھا وقت ہے۔"

اپنے قاتل کی ذہانت سے پریشان ہوں میں

روز ایک موت نئے طرز کی ایجاد کرے

❖❖○❖❖

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

بولنے پر اکسانا چاہا۔

"میں نے تو تمہیں تمام ملکیت دل سے دے ڈالی۔ بول بول کر سر میں درد کر لیا مگر تمہارے اطمینان، سکون میں فرق نہ آ سکا۔ شاید دیوانہ میں ہی ہوں۔"

"دیوانے؟" آپی کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ مگر پھر فوراً سے پیشتر ہی اس نے خاموشی اختیار کر لی اور نظریں نیچی کر کے گھاس کے تنکے نوچنے لگی۔

"ہاں ہاں ۔۔۔۔ کچھ کیا کہنا چاہ رہی تھیں؟" شاہکار نے اصرار کر کے پوچھا اور منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

آپی نے ساری ہمتیں یکجا کر کے جواب دیا۔ "آپ ۔۔۔۔ کیسے کہہ دیا گیا ہے؟"

اپنے سوال کے جواب میں اس کا معقول سا سوال سن کر وہ لاجواب ہو گیا اور حیرت سے [illegible] اسے دیکھنے لگا۔ پھر قدرے تحمل سے وضاحت کی۔

"اوہ ۔۔۔۔ تمہارا مطلب ہے مجھ کو کیسے پتہ چلا [illegible]؟"

"جی نہیں۔" آپی نے جھجکتے ہوئے گردن اٹھا کر جواب دیا۔ "مگر ۔۔۔۔ کیا [illegible]

[illegible] "تفصیلات" آپ ۔۔۔۔ [illegible] کرتے ہوئے۔ [illegible]

"خوب ۔۔۔۔ بہت خوب۔" شاہکار [illegible] ایک [illegible]

اس کے [illegible] کرتے [illegible] معلوم تھا کہ تم اس [illegible]

میں [illegible] "تفصیلات" [illegible]

[illegible]

[illegible] سے [illegible] خیالات اور احساسات سے [illegible] آج تم

نے میری آنکھیں کھول دی ہیں ۔۔۔۔ بہت شکریہ۔"

اپنا [illegible] مسکرا کر ویٹ بنا

اور [illegible] کھڑا ہوا۔

"چلیے ۔۔۔۔ میں آپ کو چھوڑ دوں حویلی۔" ایک دم ہی اس کے [illegible] کو دھچکا سا لگ

گیا تھا۔

آپی [illegible] کا احساس ہوا۔ وہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

واپسی کے لیے مڑنے سے قبل وہ اس کے بالکل مقابل جم کر کھڑا ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر خفگی سے لہجے میں کہنے لگا۔

"میں تمہیں تمہاری بے پناہ ثابت قدمی پر مبارک باد دیتا ہوں کہ میری زبان سے میرے کئی

اعترافات کے باوجود تمہاری پیشانی پر بل تک نہیں آیا ۔۔۔۔ تم نے کسی دکھ، درد، اذیت، کرب کا اظہار

نہیں کیا۔ اس کا درد اور وہ چار کی طرح سیدھا اور شفاف سا مطلب یہی ہے کہ دراصل ۔۔۔۔ تم کو مجھ

سے کسی بھی نوعیت کا لگاؤ نہیں ہے۔ کوئی ایسا نازک اور خوبصورت سا احساس جو مستقل قریب کے دو

ساتھیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ سو میں بھی بہت خوش ہوں۔ ہمارے بڑے سوچے سمجھے بغیر زندگی

بھر کے فیصلے ایک پل میں کر ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بہت بڑا کار خیر انجام دے لیا۔ اس سلسلے میں

خود کوئی جاں سے گزر جائے، ان کی بلا سے ۔۔۔۔ تو یہ سمجھو کہ آج تمہارا عندیہ معلوم کر کے میرے سر

سے ایک بہت وزنی بوجھ اتر گیا۔ اس وقت میں بہت ہلکا پھلکا ہوں۔ پرسکون اور خوش و خرم ہوں۔

اب چاہے اس پوزیشن میں ہوں کہ اپنے تمہارے بزرگوں سے آگے بڑھ کر دست بستہ از خود

معذرت کر لوں اور تمہیں تمہاری حسب مرضی ۔۔۔۔ آزاد کر دوں ۔۔۔۔ اطمینان رکھو تم پر کسی طرح کی

جبر اور زیادتی نہیں کی جائے گی۔ میں جان چکا ہوں کہ تم مجھے پسند نہیں کرتیں۔ سو میں بھی زبردستی کا

قائل نہیں۔ چند دن کے اندر ہی اندر تمام کارروائی مکمل کرنے کے بعد میں ادا جان کے سامنے حاضر

ہو کر طلاق کے کاغذات پیش کر دوں گا۔ یہ ٹھیک ہے؟"

شاہکار نے کمال اطمینان سے ایک طویل بات با آسانی ختم کر ڈالی اور بڑی واضح نظروں سے

اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"مگر یہ کیا؟ ۔۔۔۔ وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ [illegible] اطمینان کافور ہو گیا۔ آپی دونوں

ہتھیلیوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی ۔۔۔۔ شاہکار کے کہے گئے [illegible] کے

الفاظ کا مفہوم آتے ہی اس کے پاؤں تلے سے [illegible] گیا تھا۔

[illegible]

[illegible]

وہ رو کر اس کی آنکھوں کے سامنے [illegible]

ہونے لگیں۔ [illegible] کیا حال ہو گیا تھا۔ [illegible]

وجہ ان کی جان کے لالے پڑ گئے [illegible] گیا تھا۔

وحشت اور گھبراہٹ سے آپی کے ہوش و حواس [illegible] کانوں میں سائیں سائیں ہونے

لگی۔ فقط "طلاق" [illegible]

طرح آ رہا۔ [illegible] اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ایک [illegible]

بنیاد سے ہل [illegible] شاہکار کی زبان سے ادا ہونے والے فقط ایک لفظ نے اس کے [illegible] اور

[illegible] ضرب [illegible]

شاہ نے [illegible] کو لرزا کر رکھ دیا۔ وحشت کی سرحدوں میں پہنچا [illegible]

ہچکیوں کے تسلسل سے [illegible] تھا۔ [illegible] گیا تھا۔ [illegible]

[illegible]

شاہکار کے دل میں بھی [illegible] وہ [illegible] سے اتر آیا۔

یہ ہچکیوں والی آپی تھی۔ اس کی بھی پیاری؟؟

اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ ۔۔۔۔ وہ اس کے سامنے [illegible] ہو گئے

تھے۔ اچانک کسی شدید جذبے سے مغلوب ہو کر وہ گھاس پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ اس کی طرف دیکھ کر

آہستہ سے بولا۔

"چلو اچھا ۔۔۔۔ چپ ہو جاؤ ۔۔۔۔ پلیز دیکھو؟"

آپی نے شکوہ کی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا۔

وہ اور بھی زیادہ زور و شور سے رونے لگی۔ شاہ کے نرم و ملائم لہجے اور شرمسار انداز نے [illegible]

کر دکھایا۔

"معاف کر دو ۔۔۔۔ خاموش ہو جاؤ۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "مجھے معاف کر دو ۔۔۔۔ شاید

تمہیں میری کوئی بات بہت بری لگی ہے۔"

وہ اور بھی بے تاب ہو کر رونے لگی۔

"اچھا۔۔۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" وہ خوشامد پر اتر آیا۔

آنیہ نے اس کا فقرہ توجہ سے سنا۔ روتے روتے پوچھا۔ "بھلا۔۔۔ کون سے والے الفاظ؟"

شاہکار نے لمحہ بھر سوچا پھر مکاری سے جواب دیا۔ "بس وہی الفاظ جن پر تمہیں رونا آ گیا۔"

تھوڑی دیر کے بعد خود بخود اس کے آنسوؤں میں کمی آ گئی۔ رونے سے چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ آنکھیں متورم تھیں۔ بھرائی آواز میں بولی۔

"مجھے۔۔۔ واپس چھوڑ کر آئیے۔۔۔ میری دادیاں جاگ گئیں تو بہت پریشان ہو جائیں گی۔"

"دادیوں کی پریشانی کا بہت خیال ہے؟"

"کیوں نہ ہو۔۔۔ وہ بھی تو ہم پر جان چھڑکتی ہیں۔" پھر مدہم سی آواز میں بڑبڑائی۔ "اور کیا آپ کی طرح ہیں جو دل کے بے حس، پتھر سے بھی بڑھ کر سخت ہیں؟"

شاہکار نے ہنس کر پوچھا۔ "چپکے چپکے کیا کہہ رہی ہو؟۔۔۔ ذرا زور سے بولو۔"

اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔ "میری مرضی۔۔۔ میں کچھ بھی کہوں۔"

وہ شرارت سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "[illegible]"

آنیہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "[illegible] وقت ضروری ہے؟" [illegible] وہ لاپروا ہے کہ شرارت سوچتی ہے اور آپ مجھے [illegible]

اس نے بات بدل کر اجازت کی [illegible] "معاف کر دو یا پھر ہاتھ جوڑوں؟"

آنیہ نے [illegible] سے جواب دیا۔ "[illegible] اب جاؤ اور مجھے واپس چھوڑ آئیے۔"

وہ بچوں کی سی صورت بنا کر کہنے لگا۔ "ٹریکٹر پر بیٹھتے ہوئے تو تمہیں شرم آتی ہے۔ یہاں دوسری کوئی بھی سواری دستیاب نہیں۔ اب جانا بھی ہے تو پیدل چلو گی؟"

"پیدل؟" آنیہ نے وحشت زدہ ہو کر اسے دیکھا پھر اسے چپ دیکھ کر دھک سے رہ گئی۔ کچھ نہ پایا تو دوبارہ رونے بیٹھ گئی۔

"اُف۔۔۔ ایسے باپ رے۔۔۔" گویا کہ وہ بھی وہم سے وہیں بیٹھ گیا اور رک رک کر بولا۔ "چلو بھئی، پیدل نہیں تو چلتے ہیں اسی ٹریکٹر پر۔ اب اور کیا کریں؟ مگر اس پر سوار کیسے ہو گی؟ آؤ میرے پیچھے کی طرف۔۔۔"

اس کا مطلب سمجھ کر وہ کانوں تک سرخ پڑ گئی۔ جی چاہا زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔ وہ بغور اس کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہنے لگا۔

"اُوہ۔۔۔ میں بھی سمجھ گیا ہوں شاید۔ تم بھی بچی تھیں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ یہاں تو بہت آرام سے اسٹول یا کرسی مل جائے گی اور تم بہت سہولت کے ساتھ ٹریکٹر پر بیٹھ سکو گی۔"

آنیہ نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور جلدی سے بولی۔ "چلئے پھر دیر کیوں کرتے ہیں؟"

"دیر میری طرف سے نہیں بلکہ تمہاری طرف سے ہو رہی ہے۔" شاہکار نے بڑے سخی انداز میں کہا اور اٹھ کر چل دیا۔ آنیہ نے اٹھنے میں دیر نہیں کی بلکہ اٹھ کر اس کے پیچھے چل دی۔

چلتے چلتے وہ پھولوں کے ایک جھنڈ کے ہوتے ہوئے کنج میں رک گیا اور سرگوشی میں بولا۔ "اچھا، یہ

اجازت ہے، وہ کالفاظ عمل کروں؟"

"کون سے کالفاظ؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ رنگت فق پڑ گئی۔

"وہی۔۔۔ آزادی کے۔"

آنیہ نے دہل کر ایک پودے کی ٹہنی تھام لی۔

"ہاں۔۔۔ سو فیصد ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اگر تم کہو تو ایسا ہو سکتا ہے۔" وہ اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہہ رہا تھا مگر آنکھوں سے شرارت جھلک رہی تھی۔

آنیہ اس کا مطلب صاف سمجھ گئی تھی۔ دل دھڑکنے کی رفتار میں اضافہ ہو گیا۔ باوجود کوشش کے پسینے میں تر بتر ہو گئی۔

"کہو، کیا کہتی ہو؟" شاہکار نے دوبارہ اصرار کر کے پوچھا۔ "دیکھو، دیر ہو رہی ہے۔ حویلی میں جا کر تم پھر سو جاؤ گی۔ میں کس طرح تمہارا انتظار کرتے ہوئے سکون کا [illegible] جلدی سے بتا دو مجھے۔"

وہ گھبرا کر ادھر ادھر نظریں دوڑا کر دیکھنے لگی۔ [illegible] اب تک [illegible] تھا۔

وہ شوخی کے [illegible] میں بیٹھے ہوئے پرندوں کی چہچہاہٹ سے باغ کی فضائیں گونجنے لگی تھیں۔

وہ بہت جھجک کے عالم میں پست آواز میں بولی۔ "آپ کی مرضی ہے۔ لیکن۔۔۔ یہ خیال رہے گا۔۔۔"

وہ بلاشبہ ناسمجھ ہو کر اس کی صورت [illegible] تکنے لگی۔ [illegible] شاہکار کا چہرہ چمکنے لگا۔ اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"لیکن۔۔۔ لیکن کیا؟"

وہ گردن جھکا کر [illegible] سے بولی۔ "[illegible] کہیں [illegible] سے دادی اماں کی طبیعت نہ بگڑ جائے۔ [illegible]"

"دادی اماں کی۔۔۔ ہاں، اچھا دادی اماں۔۔۔ ٹھیک کہا تم نے۔ چلو، ہمیں ان کا بھی خیال کرنا چاہئے۔۔۔ [illegible]"

"[illegible]" آنیہ نے [illegible] سے جواب دیا۔

[illegible] وہ اس کی صورت دیکھ کر رہ گیا۔

وہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر آگے چل دی۔

شاہکار نے حقیقت میں بھی ایک حد تک [illegible] کر دی تھی۔ آنیہ کسی نہ کسی طرح ٹریکٹر پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ شاہکار نے ٹریکٹر اسٹارٹ کیا اور یہ رومانوی سواری ایک خوبصورت خواہش کے ساتھ اچھی کوئی ناہموار راستوں پر رواں ہو گئی۔ اس دفعہ رفتار تیز ہونے کی وجہ سے دھچکے بھی زیادہ لگ رہے تھے مگر آنیہ کو مطلق پروا نہ تھی۔ چاہ رہی تھی جلد از جلد حویلی میں جا پہنچے۔

ٹریکٹر اپنی بے ڈھنگی چال سے ایک غیر آباد قطعہ زمین کو عبور کر رہا تھا تو شاہکار نے کچھ سوچتے ہوئے دھیرے سے پوچھا۔

"فرض کرو میری ایک بھی کزن فرینڈ نہ ہو تو۔۔۔؟"

آنیہ نے بے اختیاری سے اسے دیکھا۔ مگر وہ ڈرائیونگ کے دوران اپنی ہی دھن میں کہتا گیا۔

"اور وہ۔۔۔ "آزادی کے کالفاظ" بھی جذب کر لئے جائیں؟۔۔۔ اور لیڈی ڈاکٹر والا قصہ بھی جذب ہو جائے بھی۔۔۔ بشمول وہ بات ہو جائے تو پھر؟"

ایک غیر متوقع صورت حال سے وہ ششدر رہ گئی۔ بے ساختہ زبان سے نکلا۔

"یہ ۔۔۔۔۔ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیوں! تمہارا دل کیا کہتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے؟"

وہ اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی۔ جواب نہیں دیا۔

آج کا دن اس کی زندگی کا عجیب و غریب دن تھا۔ وہ باہر سے اب تک کے پے در پے اور ناقابل یقین واقعات نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لی تھیں۔ وہ اب آخر میں موجود اشتیاق سب کا جد امجد ثابت ہوا تھا اور وہ حیران تھی کہ کس بات کو سچ سمجھے اور کسے جھوٹ؟۔۔۔۔۔ پریشانی اور ہول سے اس کی پوری توانائی کھنچ کر جیسے آنکھوں میں آ گئی تھی۔ لانبی گھنی جھالریں سوکھے پھولوں کی طرح خوف آلود تھیں۔ ان آنکھوں میں وہ ایسی وحشت زدہ لگ رہی تھی جیسے بچھڑے مسکرانا بھول گئی ہو۔

"کیوں بھئی، خاموش کیوں ہو گئیں؟" اس نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ دوبارہ پوچھا۔

مگر وہ کیا جواب دیتی۔ ابھی پل بھر پہلے جس نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل [illegible] سوال جواب کرنے لگے۔

تھوڑی دیر انتظار کے بعد وہ اس پر [illegible] سے بولا۔ "اچھا، اگر جواب نہیں دینا چاہتیں تو مسکرا دو ۔۔۔۔۔ میں سمجھ لوں گا۔"

عجیب و غریب فرمائش پر آپ ہی [illegible] مسکراتے ہوئے ٹیپ آن کر دیا۔ فضا میں نسیم بیگم گنگنانے لگیں۔

"اک بات کہوں گر مانو تم
بولو جواب دو گے
نرگس نینوں والی
سرکار کیا کرو گے
ہونٹوں کی مسکراہٹ
بیچو خرید لوں گا
منظور ہو تو بولو
انمول دام دوں گا
بس ۔۔۔۔۔ اک بار مسکرا دو
اک بار مسکرا دو"

❋●❋

بیتے اس دل کا پھر ماہ محرم آ گیا
ماتموں کا شور ہے اور چل رہی ہیں برچھیاں
یاد ہے مجھ کو وہ خیمہ میں جدائی کی وہ رات
چاند کی کرنیں لہو میں بن گئیں چنگاریاں
کون جانے کس سے بدلے لے رہا ہوں میں وحشتی
ایک مدت سے رگوں میں پال کر ویرانیاں

دروازے میں چھٹی کی گھنٹی بجتے ہی ایک ایک کر کے سب بچے چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں مدرسے کا احاطہ بچوں کی آوازوں سے یکسر خالی ہو گیا اور ہر کمرہ خالی ہو گیا۔

بھائیں بھائیں کرتے کمروں میں سعید احمد کی بیوی اکیلی رہ گئیں۔ وہ ابھی اٹھنے کا قصد کر رہی تھیں کہ سب سے لمبے قد کا وہ لڑکا جو آخر میں گیٹ وغیرہ بند کر کے روانہ ہوا کرتا تھا، بھاگتا ہوا احاطہ عبور کر کے اندر داخل ہوا اور برآمدے سے ہی چلا کر بولا۔

"استانی جی! ۔۔۔۔۔ استانی جی! کوئی دروازے میں لیٹا ہوا ہے۔"

وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئیں۔ باہر آتے ہوئے دریافت کیا۔ "اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟ ۔۔۔۔۔ کیا ہو گیا؟"

وہ اور بھی زیادہ گھبرا کر بولا۔ "وہ [illegible] ہو گیا۔ وہ آدھا اندر کو ہے، آدھا باہر۔"

انہوں نے پریشانی کے عالم میں دوبارہ پوچھا۔ "بتاؤ تم کیا کہہ رہے ہو؟ [illegible] عقل کر کہو کیا ہوا ہے؟ کسی بیمار [illegible] میں جو [illegible] بھائی۔"

"استانی جی!" لڑکے نے ادب سے ایک قدم آگے بڑھ کر جواب دیا۔ "مدرسے کے بچے تو سارے چلے گئے تھے۔ میں [illegible] دروازے میں اس طرح [illegible] ہے کہ [illegible] میں نے جا کر دیکھا مگر وہ تو اب تک ویسے ہی پڑا ہے [illegible] آنکھیں بھی نہیں کھول رہا ہے۔"

انہوں نے [illegible] پوچھا۔ "کہاں ہے وہ؟"

لڑکے نے اس طرف اشارہ کر کے جواب [illegible] دروازے [illegible]

وہ لڑکے کے [illegible] تھا۔

آج سے پہلے [illegible] ان کا دل دھک سے رہ گیا۔ کوئی [illegible] ہاتھوں سے سر تھامے [illegible] بیٹھی تھیں۔

لڑکا [illegible] "آپ [illegible] ہو گئے ۔۔۔۔۔"

"شاید آپ [illegible] پانی چاہیے آپ کو؟"

وہ جلدی سے اٹھ کر [illegible] "نہیں بھائی، پریشانی کی بات نہیں ہے۔ شاید گرمی اور دھوپ سے چکرا گیا تھا۔"

لڑکے نے [illegible] "دیکھئے، مولوی صاحب خود تشریف لائے ہیں۔ ذرا کہئے تو میں آپ کے لیے ٹھنڈا پانی لے کر آتا ہوں۔"

وہ بھاگتا ہوا پانی والے کمرے میں گھس گیا۔

اتنی دیر میں مدرسے کے دو تین چھوٹے بچے جمع ہو گئے تھے۔ ایک بچہ اجنبی کو غور سے دیکھتے ہوئے زور سے بولا۔

"ارے یہ تو وہی ہیں جو چھٹی سے پہلے بھی یہیں کھڑے تھے۔ اور استانی جی! ۔۔۔۔۔ استانی جی! یہ بچوں کی طرح روئے جا رہے تھے۔"

انہوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "آپ کون ہیں؟ ۔۔۔۔۔ اگر کوئی مسئلہ ہو تو ممکن ہے ہم کسی کام آ سکیں۔"

ان کی آواز پر اجنبی نے جلدی سے گردن گھما کر ان کی طرف دیکھا۔ چہرے کے گھنی داڑھی سے ڈھکی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

وہ پھر بے اختیار ہو کر "پاپا، سعدیہ سعید" کے بھرے ہوئے بازو پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

سعید احمد کی بیوی بھی رو رہی تھیں۔ حیرت زدہ ہو کر اسے دیکھتی گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے، دیکھنے کا انداز بدل گیا۔ دل و دماغ کو زبردست دھچکا لگا انہوں نے آگے بڑھ کر اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا اور ٹوٹی ٹوٹی آواز میں بولیں۔

"فاخر! ... فاخر بیٹا! ... تم فاخر ہو نا؟"

سعدیہ کی ویرانی ان کی سرگوشی پر چونک پڑی۔

مدت کا بچھڑا ہوا جگر گوشہ، دوستوں کا ہجر اور احساسات کا کوہ گراں جیسے ہر حس گوش ہو گیا۔ لرزتا ہوا سارا وجود ہو کر رونے لگے تھے۔

ایک طویل مدت سے فاخر کی آنکھوں میں پتھر کی طرح جم جانے والے آنسو، برف کی طرح پگھلنے لگے۔ "پاپا، سعدیہ سعید" کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگے۔

شاید کسی دانشور یا ہجر کا کہنا ہے کہ "کبھی الفاظ بھی بول پڑتے ہیں" سو وہ جھلکتے ہوئے الفاظ بھی سرگوشیاں کرنے لگے۔

تو ذرا ہجر [illegible] کر لے
[illegible] آ گئے ہیں

فاخر نے [illegible] کر ہجر کی دیوار [illegible] ڈالی۔

"آؤ!" وہ بے قرار ہو کر آگے بڑھیں اور [illegible] کر فاخر کے اندر آ گئیں۔

تاہم ابھی [illegible] اس کی پیشانی سے بہتے خون [illegible] کے چہرے اور "سعدیہ سعید" [illegible] کر چکا تھا۔

"کیا کرنا ہے [illegible] ہاتھ [illegible] ہو گیا ہے [illegible] اس خون بہہ رہا تھا [illegible] رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ چند لمحوں میں وہ کسی جاں بلب مریض کی طرح [illegible] ہو گیا تھا۔

"ارے کیا ہے؟" امی جان کی دہشت زدہ صدا بھی [illegible] گونج گئیں۔ [illegible] اس کی نگاہ فاخر کے پیچھے [illegible] تھا۔

"[illegible] بھاگو [illegible] کسی کو بلا کر لاؤ!" انہوں نے فاخر کو سنبھالتے ہوئے ان کو ہدایت کی۔

[illegible] دونوں بھائی گھر میں موجود تھے۔ [illegible] دروازے سے اندر داخل آگے پیچھے آ موجود ہوئے۔ بالکل غیر متوقع طور پر فاخر کو زندہ و سلامت پا کر اور دیکھ کر حیرت اور مسرت سے مبہوت ہو گئے۔ [illegible] کسی طرح اٹھا کر اندر لائے۔ حمید ڈاکٹر کو لینے بھاگا جبکہ ہوش مندی کے آثار دیکھ کر امی جان نے روک لیا۔ پیشانی کے زخم سے ابلتا ہوا خون خود بخود رک گیا تھا۔ تاہم انہوں نے بڑی احتیاط اور ہنرمندی سے مرہم پٹی کر دی۔

تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد فاخر کو ہوش آ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ گھومتی ہوئی اس کی نگاہیں امی جان کے بوڑھے چہرے پر ٹھٹک کر رک گئیں۔

حمید بے تابی سے اس پر جھکتا ہوا بولا۔ "فاخر بھائی! آپ تو اتنے دنوں کے بعد آئے ہیں اور پھر آتے ہی آرام کرنے کی سوجھ گئی۔ اٹھیے بھی، کچھ اپنی کہیے، کچھ ہماری سنیے۔"

فاخر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے جیسے ادا کیا۔ "کون؟ ... حا ... حمید ... حمید؟ تم حمید ہو؟" اس نے بے اختیار اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر سر میں اٹھنے والی تیز ٹیس نے جیسے جان کھینچ لی۔ منہ سے ہلکی سی کراہ نکل گئی۔

حمید نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا سر تھام لیا اور نرمی سے بولا۔ "لیٹے رہیے ... لیٹے رہیے فاخر بھائی! ... ابھی سر کی چوٹ بالکل تازہ ہے۔ زیادہ ہلنے جلنے سے زخم کا منہ دوبارہ کھل جائے۔ ابھی ڈاکٹر صاحب آنے والے ہیں۔ میں نے فون کر دیا ہے۔"

فاخر نے تھک ہار کر تکیے پر سر ڈال دیا اور ایک بازو کا حلقہ بنا کر آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔ زندگی کے ان لمحات میں وہ سانس بھی بچ بچ کر، سہم سہم کر لے رہا تھا۔ منتشر دماغ [illegible] ٹکڑوں کی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

ہر سوچ [illegible] جاتی ہے [illegible]
حیران ہوں کہ سوچوں تو کس انداز سے سوچوں

آنکھوں کے کونوں سے دل [illegible]

آج کا دن سعید احمد کے گھرانے کے لیے [illegible] دن تھا [illegible] کی طرح طلوع ہونے والا سورج غروب سے پہلے پہلے بچھڑ جانے والوں کا ملن دیکھ کر رخصت [illegible] اپنے بچھڑ جانے والوں کی یاد میں جاں بلب اور زخموں سے چور چور تھے۔

[illegible]

سعید احمد کے گھر [illegible] جیسے [illegible] اس گھرانے [illegible] تھا۔ سب [illegible] اس کی [illegible] بہنے والے آنسو سب کے بکھر چکے [illegible] تھے [illegible]

امی جان آگے بڑھیں۔ اپنے آنچل سے اس کے آنسو پونچھے اور بکھرے ہوئے بال سنوارتے ہوئے ہلکی آواز میں بولیں۔

"چپ ہو جاؤ [illegible] میرے بچے [illegible] ورنہ دوبارہ [illegible] جائے گی۔"

وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھا اور بے قرار ہو کر بولا۔ "نہیں امی جان! میں آج تک [illegible] اپنے قتل ہو جانے سے آج تک [illegible] رہا ہے۔"

"قتل ...؟" کسی کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"ہاں! ... جس دن سعدیہ گئی، میں اسی دن قتل ہو گیا تھا۔" اس نے کسی کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

اسی وقت ڈاکٹر صاحب آ گئے۔ نسیم اور شفیقہ کمرے سے ہٹ گئیں۔ معائنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مرہم پٹی کی، ایک انجکشن لگایا اور چند ضروری ہدایات دے کر رخصت ہو گئے۔

امی جان نے شفیقہ سے گرم دودھ منگوایا اور اصرار کر کے، ڈانٹ ڈپٹ کر خود اپنے ہاتھ سے پلایا۔ دودھ پیتے ہی اس پر غنودگی طاری ہو گئی۔

حمید اور مجید نے [illegible] کروٹ دلا کر سہولت سے لٹا دیا۔ حمید نے سب کو اشارے سے باہر کیا اور آہستہ سے بولا۔

"ڈاکٹر صاحب نے انہیں سکون آور انجکشن دیا ہے۔ اس لیے یہاں شور نہیں ہونا چاہیے۔ کمرے کا دروازہ بھیڑ دیں۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑی ہوئی تھی۔ سب دوسرے کمرے میں جمع ہو گئے۔

شفقہ مسکراتے ہوئے کچن میں بولی۔

"امی جان! کتنے برسوں میں فاخر بھائی واپس آئے ہیں۔ معلوم نہیں اتنے عرصے کہاں رہے کیا کرتے رہے؟ مجھے تو حیرت ہو رہی ہے آج آ کیسے گئے؟"

نسیم بیگم سوچتے ہوئے بولی۔ "کہیں شادی وادی تو نہیں کر لی انہوں نے؟ ـــــ ہو سکتا ہے بیوی بچے بھی ہوں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" حمید بیگ کی طرف دیکھ کر تاسف سے بڑبڑایا۔ "عورتوں کو بس اسی بات کی کرید لگ جاتی ہے کہ فلاں کی شادی ہوئی یا نہیں۔ کیوں؟ کہاں؟ کب؟ کیسے؟ ـــــ خدا بچائے [illegible] ایسی باتوں سے۔"

شفقہ ملامت آمیز لہجے سے بولی۔ "اف ـــــ فاخر بھائی [illegible] ہو کر اور بھی پیارے ہو گئے ہیں۔ شاید باہر کے ملکوں میں رہ کر آئے ہیں۔ اسی لیے تو اس قدر گورے چٹے ہو گئے ہیں۔ آنکھیں [illegible] ہیں۔ اور بال تو خوب [illegible] ہیں ان کے [illegible]"

امی جان ان کی صورت [illegible] پھر کر سوچنے لگا۔

[illegible] سمجھا کر بولا۔ "اب تم [illegible] ابھی باتیں [illegible] نہیں کر جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ اور اپنا بھائی [illegible] کے کھانے [illegible]"

"ہاں، بیٹا! امی جان؟" وہ ان کی طرف [illegible] بھائی اور بیٹا کو یہ خوش خبری نہیں سنائی؟ اور آپ [illegible]

"نہیں [illegible] امی جان نے [illegible]۔ جب تک مکمل حالات سے آگاہی نہیں ہو جاتی [illegible] ٹھیک ہے کہ کسی کو [illegible] سے ملنے [illegible] معلوم نہیں وہ [illegible]۔ اس لیے ان کے [illegible] سب کو ان کی واپسی کے بعد خبر کی جائے گی۔"

بات ان کی معقول تھی۔ سب قائل ہو گئے۔

شام مغرب سے پہلے وہ خود ہی اٹھ بیٹھا۔

ایک گہری نیند نے اس کے اعصاب پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ اس کی گمشدہ ہو جانے والی سوچیں بڑی حد تک پرسکون ہو گئی تھیں اور دماغی صلاحیتیں بیدار ہو چکی تھیں۔ دوپہر کا پورا واقعہ اسے من و عن یاد تھا۔

نیا ماحول، اجنبی کمرہ ہونے کے باوجود وہ پوری شدت سے آگاہ تھا کہ وہ اس وقت اپنی تمام تر زندگی کے اہم ترین افراد کے درمیان موجود ہے۔ اپنے پیارے رشتوں اور دیرینہ بچھڑ جانے والے تعلقات کی مانوس سی خوشبو نے پوری طرح اسے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ رات کے سناٹوں میں ہر لمحہ سماعت پر چھائی رہنے والی آہٹیں اور سرگوشیاں ان لمحات میں قریب تر ہو گئی تھیں۔ کوئی بڑا اسی کے آس پاس گنگنا رہا تھا، خوشی سے کھلکھلا رہا تھا۔ یہ احساس اس کی ذات کی وہ گمشدہ کڑی تھا جو بچھڑنے کے لیے اس کے ہونٹوں کی ہنسی پامال کر گیا تھا۔

ہونٹوں کے پاس آئے ہنسی، کیا مجال ہے
دل کا معاملہ ہے کوئی دل لگی نہیں!
گو مدتیں ہوئی ہیں کسی سے جدا ہوئے
لیکن یہ دل کی آگ ابھی تک بجھی نہیں!

مغرب کی نماز ادا کر کے امی جان کمرے میں جھانکنے آئیں تو تھوڑی دیر کے لیے دم بخود رہ گئیں۔ گمشدہ داماد کی ویران آنکھوں میں حرکت کا سماں نظر آیا۔

فاخر تکیے پر نیم دراز کھلی ہوئی آنکھوں سے دروازے کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ امی جان اندر آ کر پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گئیں۔ اس کے چہرے پر جھک کر بڑی ہی محبت و شفقت سے نرم ملائم لہجے میں مزاج پرسی کی۔

"کیسی طبیعت ہے بیٹے؟ ـــــ سر میں درد تو نہیں؟"

فاخر نے چونک کر امی جان [illegible] کے پرنور چہرے کی طرف دیکھنا چاہا مگر دیکھ نہ سکا۔ آنکھوں کی پتلیاں اندر کو دھنس گئیں۔ رنج و الم دکھ کرب کی ایک نئی شدت [illegible] امی جان [illegible] فاخر کو [illegible] دیا۔

[illegible]

اس نے امی جان کے [illegible] میں چھپا لیا اور ان کی گود میں سر رکھ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"آہ! [illegible] امی جان"

[illegible] سے ہوئے تھے۔

آج [illegible] سلسلہ بیتے ہوئے ناسور سے [illegible] کھلاتی ہوئی زرد [illegible] کے انبار لگے تھے۔

امی جان کا [illegible] آنکھوں [illegible] تھا۔

ان آنکھوں سے [illegible] جس نے برسوں سے بکھر [illegible] کر رکھا تھا۔ دکھ کا سارا [illegible] چاہتوں [illegible] کر دینے والی [illegible] دونوں نے [illegible] دریائے رنج و الم میں ڈوبنے لگے۔ [illegible] کوئی دیکھنے والا تھا نہ دلاسہ دینے والا۔

آج دکھوں کے ریلے میں ان کی ہستی ڈوب ڈوب گئی۔

آنکھوں سے لہو قطرہ قطرہ بن کر ٹپکا اور یادوں کی بارات سج گئی۔ دکھوں سے چھٹکارا ہو گیا۔

چاروں طرف اجالے پھیل گئے۔ درد کی چاندنی نکھر گئی۔

[illegible] سے بچھڑ جانے کا اتنا گہرا زخم۔ ایسا زخم جو کبھی مندمل نہیں ہوتا۔ جس کے منہ پر بھی کھرنڈ نہیں جما کرتا۔ جس کی ٹیس اور چبھن کو سہنے والے اپنی زندگی بھر کا سرمایہ سمجھتے ہیں لیکن اس لوٹے زخم کی تشہیر کبھی نہیں کرتے۔

پھر امی جان نے سنبھالا لینے میں پہل کی۔

فائز کے گرم گرم آنسوؤں سے ان کا آنچل لبالب ہو چکا تھا۔ اس کے پیچھے سے شرمندہ سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بھیگی ہوئی آواز میں بولیں۔

"بیٹے! اب روتے ہی چلے جاؤ گے یا منہ سے کچھ بول کر چاچی کو بھی بتاؤ گے؟ ..... بولو بیٹا! یہ بتاؤ تم پر کیا گزری؟ ..... کہاں تھے اتنی مدت؟ ..... گھر سے کیوں چلے گئے تھے؟"

فائز کے آنسوؤں کو بریک لگ گیا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ چہرے پر خفت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اسے اپنے رونے پر بے حد شرمندگی کا احساس ہوا۔ وہ امی جان کے روبرو سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ رو رو کر آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

امی جان نے پانی کا گلاس لا کر اسے دیا اور اس کے قریب کرسی پر آ بیٹھیں۔

کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد وہ پست آواز میں بولا۔

"اتنے برسوں میں، میں کبھی کراچی آیا ہی نہیں ..... اگر کبھی گزرا بھی تو بس اسٹیشن کی حد تک۔ ..... ابھی چند دن قبل مجھے اپنے بھتیجے کی وجہ سے مجبوراً کراچی کے کئی چکر لگانے پڑے۔ اب اسے مستقل کراچی میں ہی قیام کرنا ہے۔ وہ ہارٹ اسپیشلسٹ ہے اور باہر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آیا ہے۔ اس کے لئے کراچی کے سوا پاکستان میں کہیں کی ملازمت ہو نہیں سکتی تھی۔ اس کے علاوہ بھی میں اکیلے رہتے رہتے [illegible] کسی گھر کی تلاش میں بھی ہوں۔ اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس طرح ہو گیا ..... میں ان اطراف میں آ نکلا اور [illegible] گھر کے سامنے کیوں بھٹک رہا تھا۔ دل و دماغ کس طرف کشش کر رہے تھے، مجھ میں [illegible] کچھ نہ آ رہا تھا [illegible] جانے پہچانے احساس سے قدم جکڑنے لگے اور میں نے اپنے آپ کو ..... "سعدیہ منزل" کے سامنے پایا۔ یہ سب کیا ہے امی جان؟ ..... یہ گھر کس کا ہے؟ [illegible] اور وہ لوگ کہاں گئے؟"

امی جان نے اس کی باتیں غور سے سنیں۔ اپنے دل میں ابھرنے والا سوال نظر انداز کر کے پہلے اس کی الجھن دور کرنے لگیں۔

"بیٹا! پہلی بات تو یہ ہے کہ [illegible] ہم سب یہاں منتقل ہو کر رہتے ہیں۔ حمیدہ اور سعیدہ کب کی اپنے گھروں کی ہو گئیں۔ باقی رہا تمہارا سوال پرانے گھر والا تو جہاں تم لوگ گئے تھے وہی ہے پرانا گھر۔"

اس نے ہکلا کر پوچھا۔ "یعنی ..... وہ ..... وہ مدرسہ؟"

"ہاں ..... تم بالکل ٹھیک سمجھے۔" امی جان نے متانت سے جواب دیا۔ "وہ گھر اب مدرسہ سعدیہ سعید بن چکا ہے۔ اس میں قوم کے بچے بچیاں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں ..... بس بیٹا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس صدقہ جاریہ کی کوشش کو قبول فرمائے۔ سعدیہ اور اس کے ابا جان کے درجات بلند فرمائے۔"

فائز بت کی طرح ساکت بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔ کانوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ امی اور ان کی حالت و کیفیت اور ان کے اظہار خیالات پر اندر ہی اندر پانی پانی ہو جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں اس نے غور کیا تو وہ اس سے دریافت کر رہی تھیں۔

"بیٹا! تم اپنے گھر بھی ابھی گئے ہو یا نہیں؟"

وہ چپ کا چپ رہ گیا۔ مگر جواب دینا بھی ضروری تھا۔ دبی دبی زبان سے جواب دیا۔

"جی نہیں ..... میں نے اس طرف کا بھی رخ نہیں کیا۔"

"صد افسوس ....." امی جان نے بے ساختہ کہا۔ "وہاں تو سب لوگ تمہاری یادوں کو سینے سے لگائے آج تک تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔"

فائز کے دل پر کاری چوٹ لگی مگر بولا نہیں۔ وہ از خود تفصیل بتانے لگیں۔

"تمہارے اماں ابا نے ماشاء اللہ ہم سے برابر تعلق رکھا ہوا ہے۔ تمہاری بہن کی لڑکیوں کی ہر شادی میں ہم لوگ جا چکے ہیں۔ کون سا موقع یا لمحہ ایسا ہے جب تمہیں وہاں یاد نہ کیا جاتا ہو ..... کون سے لب ہیں جو تمہارے لئے دعا گو نہ رہتے ہوں ..... تمہاری اماں زبانی بیگم ایک آنکھ دیتی ہیں تو آٹھ آٹھ آنسو بہاتی ہیں تمہاری یاد میں ..... تمہاری پھوپھی سرور جہاں کی آنکھوں کے پپوٹے سفید ہو گئے روتے روتے۔"

فائز کی رنگت متغیر ہو گئی۔ اس نے بے چین ہو کر پہلو بدلا۔ امی جان اپنی رو میں کہتی چلی جا رہی تھیں۔

"اور ..... ایک معصوم سی مظلوم ہستی اور بھی ہے وہاں، جس کی پلٹ کر تم نے کبھی خبر تک نہ لی۔ [illegible]"

[illegible]

وہ سوالی ہو گئیں [illegible]

مگر خود ہی بولی گئیں تو امی جان یہ بات بھی فراموش کر بیٹھیں کہ فائز کی طبیعت خراب ہے۔ وہ خود بھی خود فراموشی کے عالم میں تھا۔

جب کچھ دیر [illegible] امی جان نے [illegible] چونک کر اس سے دریافت کیا۔

"تم نے ابھی شروع میں اپنے کسی بھتیجے کا ذکر کیا تھا کہ وہ باہر سے ہارٹ اسپیشلسٹ ہو کر آیا ہے۔ مگر خود ابھی تک کیا کر رہے ہو؟"

انہوں نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔ اسے استفہامیہ انداز سے دیکھنے لگیں۔ فائز نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ بغور ان کا سوال سنا۔ اب ان سے کسی بات کی پردہ داری بے معنی تھی۔

لہٰذا ہر طرف سے ذہن ہٹا کر ان کے قریب آ بیٹھا اور شاکر بھائی کی کہانی سے اپنے موجودہ حالات تک کے واقعات انہیں بتانے لگا۔

آج کا دن ان سب کی زندگیوں کا اہم اور یادگار دن تھا۔

آدھی رات کے وقت جگہ پڑا مگر بیتی ہوئی نیند کے حربے ٹوٹ [illegible] تو فائز خاموشی سے درمیانی دروازہ کھول کر دوسرے میں چلا آیا اور دیوانہ وار ایک ایک کمرے [illegible] گھومنے لگا۔ یہاں کے در و دیوار یادوں کی چاندنی سے دمک اٹھے۔

گھوم پھر کر تھک کے پانی کے لئے کرسی میں والے کمرے میں پہنچا تو جیسے ذہن نے قدموں کو جکڑ لیا۔

بھولی بسری یادوں میں چٹکیاں لینے لگیں۔

سید احمد کے گھر کا یہ وہی چوبی کمرہ تھا جو کسی زمانے میں اس کے اور فرحت کے استعمال میں رہا تھا۔ کرائے کا یہ کمرہ اس کی زندگی کی سنہری یادگار تھا۔ پھر وقت نے آنسو بھری مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ دکھ کے شدید احساس نے اس کا سانس لینا دوبھر کر دیا۔ فرحت یاد آئی۔ فرحت کے ساتھ اور بہت کچھ یاد آتا چلا گیا۔۔۔ وہ اس کا پہلا عشق۔۔۔ نوخیز جذبے اور نئے نئے احساسات کی فراوانی۔۔۔ فرحت کی والہانہ تحریریں اور اپنی بے قراریاں۔۔۔ اپنا۔۔۔ بچپنا۔۔۔ حیدر کی حماقتیں۔

اپنے شاعر کے لیے زنداں میں
رات فردوس اٹھا لاتی ہے
وہیں شب سے لپٹ کر اکثر
تیری یادوں کی شمیم آتی ہے

وہاں تھوڑا سا اجالا ہو گیا تو وہ صحن میں نکل آیا۔ ہر طرف موتیے کی خوشبو مہک رہی تھی۔ احاطے کی دیواروں پر پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے۔

آدھی رات کے اس پہر چاند [illegible] آسمان [illegible] اس قدر گہرا اور دبیز تھا کہ [illegible] جھلمل [illegible] تھوڑی دیر [illegible] سنائے تھے۔

سارے دن کے بعد اس وقت اسے [illegible] ہونے لگی اس جام کی جس کا وہ بہت عرصے سے عادی ہو چکا تھا [illegible] تھا۔

ہم بہتے زندگی کا مداوا کیں شراب
یہ تلخ ہے تو [illegible] اسے پی چکا ہوں میں

مگر اس قدر [illegible] ہو کر وہ آنگن سے دوبارہ کمرے میں آ گیا۔ پلنگ پر تکیے کے قریب اس کا مختصر سا چرمی بیگ جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا بڑی احتیاط سے رکھا ہوا تھا جس کے اندر دیکھتے ہوئے الکحل والی اس کی پسندیدہ بوتل احتیاط سے پڑی اس کی منتظر تھی۔ مگر کمرے کے جنوں نے اسے بھولا نہ تھا۔

بوتل لے کر وہ بے پناہ [illegible] میں آیا اور [illegible] آمدے میں چلا آیا۔

بوتل کا ڈھکن اڑاتے اڑاتے اچانک چاروں طرف سے گلی صاف و شفاف الماری سے جھلکتے مقدس جزدانوں میں لپٹے قرآن پاک کے نسخوں اور سیپاروں پر پڑی تو جیسے واپس لوٹنا بھول گئیں۔ وہ قریب جا کر غور سے یہ دوبارہ نظارہ کرنے لگا۔ ایک الوہی سی کیفیت رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ سارے بدن پر کپکپی طاری ہونے لگی۔ کھڑے کھڑے اسے اپنا وجود ایک حقیر ترین ذرے سے بھی زیادہ بے وقعت لگنے لگا۔

"کس قدر عظیم الشان ماں ہیں میری اماں جان۔۔۔"

فاخر نے ندامت کے گرداب میں گرتے گرتے کرب سے سوچا۔

"ایک میں ہوں۔ اس نیک دل روح والی ہستی کا شوہر نامدار، جس نے ایک سیپارہ بھی پڑھ کر اسے نہ بخشا۔۔۔ کبھی خدا سے اس کی مغفرت اور بخشش کی دعا نہ مانگی۔۔۔ اس کے نام پر کوئی معمولی ترین خیرات و زکوٰۃ کا اہتمام کیا، نہ کسی کی مدد کی۔ اور اس سے محبت۔۔۔ کیسی بلکہ عشق کا دعویٰ کیے

زور و شور سے ہے کہ اس کے نام زندگی لکھ ڈالی۔

اف میرے خدا۔۔۔ میں کتنا گنہگار ہوں۔۔۔ کوئی نیکی کا کام تو کیا کرتا، اس کے نام پر شراب پینی شروع کر دی۔۔۔ اس پاکباز نام پر یہ کیسی تہمت لگائی میں نے۔۔۔ اس کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کی بجائے [illegible] کرتا رہا۔ کبھی کسی [illegible] اپنا سکون بھی غارت کیا، عاقبت بھی تباہ کی۔۔۔ میری دولت اس کے کیا کام آئی جس کے نام کو میں نے عشق کو ایک وقت کا کھانا تک نہ کھلایا۔۔۔ میں جو کچھ کیا کرتا تھا۔

"ہم جیون کی ہری بھری
میں جنگل کا رستہ ہوں"

تو اصل حقیقت یہی ہے۔

وہ جیون کی ہری بھری تھی بے شک۔ وہ [illegible] پاکباز اور نیک طینت تھی۔ اس نے اپنی ذات سے ویرانوں میں پھول کھلا ڈالے۔ اس کے اپنے خون کے رشتوں نے اس کے لیے اپنے صدقہ جاریہ کا اہتمام کیا ہے کہ وہ تا قیامت اس کے ثواب کے حصے لوٹے گی۔۔۔ بے شک فلاح کے ادارے تک میں فلاح ہوئی ہے۔

اور میں۔۔۔ کیکر کا جنگل۔۔۔ سنسان۔۔۔ اکیلا۔۔۔ ویران۔ جو اپنی غلط روی کی وجہ سے اپنی پیاری [illegible] کر دیا۔

[illegible]

فاخر کے چہرے پر [illegible] وہ میرے سے [illegible] دیا۔

"[illegible]"

مسجد میں اس نے صبح کا ستارہ آفتاب کی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔ مہتاب کے [illegible] نور کی موجیں [illegible] ہونے کے تھے۔ پنچھی اور [illegible] چہکاریاں بھرنے لگی تھیں۔

مشرق کی سمت سے شہنشاہ خاور کا اجلا چہرہ ابھرنے لگا۔ وہ نے شب مغرب کی طرف سمٹ گئی تھی۔ فاخر کا تصور صدیوں کی مسافت سے [illegible] تھا۔

[illegible] کے بعد بھی [illegible] محبت کو
[illegible] تیرے [illegible] بھولیں گے

※●※

صبح کے دس بجے تھے۔

خلافِ معمول شاہکار ابھی تک بستر میں تھا۔ آنکھ تو سویرے جلدی کھل گئی تھی مگر وہ اب تک جان بوجھ کر لیٹا تھا۔

کل دوپہر کی صورتحال یاد کر کے بے اختیار سینے میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگی تھیں۔ وہ [illegible] سفر اور آنیہ کی [illegible]۔۔۔ اس کے معصوم چہرے پر بکھری ہوئی متضاد کیفیات۔۔۔ اب اس کے تصور سے ہی ہنستے ہنستے اس کے پیٹ میں بل پڑنے لگے تھے۔

پچھلی رات شاہکار نے سوتی جاگتی کیفیت میں [illegible] تھی۔ حویلی کی [illegible]

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کے پابند ماحول اور گھٹے بندھے اصولوں کی پُرفضاؤں میں پرورش پانے والی آنچ کے ساتھ گزر جانے والے تنہائی کے چند لمحے اسے بہت اچھے لگے تھے۔ باہر کی بے باک اور بلاوزن ہواؤں نے اندر سے اسے بے شک حد درجہ بولڈ بنا ڈالا تھا مگر اب تنہائی میں ہر طرف مشرقی آنچل لہراتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ رہ رہ کر آنچ کی پریشان صورت ستارے کی طرح نگاہوں کے سامنے جھلملا اٹھتی تو سینہ خوشگوار دھڑکنوں کی آماجگاہ بن جاتا۔

اتفاق سے اس کا چہرہ دروازے کی طرف ہی تھا، جہاں سعد دیر سے کھڑا اس کی صورت کے اتار چڑھاؤ کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا۔

بالآخر صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو وہ بے دھڑک اندر گھس پڑا اور کھنکھار کر گویا ہوا۔

"[illegible] سنا تھا مگر جناب کی تو صورت پر بھی [illegible]۔"

شاہکار نے چونک کر اسے دیکھا اور [illegible] جواب دیا۔

"بس [illegible] ۔۔۔ سالے [illegible]۔"

سعد کی [illegible] کہا۔ "[illegible] جناب کی اخلاق پر افسوس ہو رہا ہوں کہ جھلملا [illegible] جان۔ "آپ تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔"

شاہکار [illegible] اٹھ بیٹھا اور پریشان ہو کر بولا۔ "بالی جان؟ ۔۔۔ یعنی میری والی جان ۔۔۔ یعنی ان کو کس نے بتایا؟"

سعد نے اس کی گھبراہٹ سے لطف لیتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ کی بلا سے ۔۔۔ آپ بھلا کس سے ڈرنے والے ہیں۔ [illegible] اور مجھے کیا کرنا [illegible] بالی جان کی [illegible]۔"

شاہکار نے جھنجلا کر کہا۔ "یار اتنا تو بتا دو [illegible]؟"

"[illegible] کر رہا ہوں۔"

"اچھا ۔۔۔ کس نے بتایا ہے؟"

"کس نے بھی بتایا اب بتائیے آپ کیا کریں گے مجھ بتانے والے کو؟"

"تو پھر ۔۔۔ وہ تو ہی ہوگا۔" شاہکار نے دانت پیس کر اسے گھونسا دکھایا۔

سعد کھڑا [illegible] اٹھا اور [illegible] "آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں نے بتایا بالی جان کو؟"

"ثبوت ۔۔۔؟" شاہکار نے غصے سے تلملا کر کہا۔ "سب سے بڑا ثبوت تیرا یہ چوکھٹا ہے جس پر نحوست برس رہی ہے۔"

"ایسا ہے تو پھر ایسا ہی سہی۔" سعد نے کمال اطمینان سے جواب دیا۔ "مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ بالی جان پر آپ کی دیدہ دلیری کی واردات کھل گئی تو۔"

"ٹھہر جا ۔۔۔ خبیث کہیں کا ۔۔۔" شاہکار نے اٹھ کر اس کی گردن دبانی چاہی مگر وہ پھرتی سے جھکائی دے کر کمرے کے دوسرے کونے میں جا کھڑا ہوا اور بولا۔

"مجھ پر تو اس طرح دانت کچکچا کر دوڑ رہے ہیں جیسے واقعی میں قصور وار ہوں۔"

شاہکار نے [illegible] تکیہ اس کے منہ پر دے مارا اور غرایا۔ "تیرے سوا کون شامل تھا اس راز میں میرے باپ!"

"توبہ ۔۔۔ توبہ ۔۔۔ اللہ میری توبہ۔" وہ دونوں ہاتھوں سے کانوں کی لوئیں چھوتا ہوا بولا۔ "اب میں صرف اپنے بچوں کو کھلانا پسند کروں گا۔ باقی رہا یہ الزام کہ آپ کا راز میں نے فاش [illegible] کیا ہے تو یہ سراسر زیادتی ہے۔ کیونکہ میرے بجائے آپ کی وہ [illegible] خود بھی تو یہ کارنامہ انجام دے سکتی ہیں۔"

"کون ۔۔۔ آنچ؟ ۔۔۔ تمہارا مطلب ہے آنچ نے بتایا ہوگا؟" شاہکار حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "تم ۔۔۔ تو ۔۔۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا۔"

"[illegible] ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔" سعد اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

"[illegible] ۔۔۔ میرے ۔۔۔ کیا بک رہا ہے؟" شاہکار [illegible]

سعد نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "[illegible] آپ مجھ سے بہت زیادہ [illegible] کر کے گفتگو کرنے لگے ہیں۔ زبان کے [illegible] ہیں۔ [illegible] آپ کا [illegible] خیال ہو جاتی [illegible]۔ اچھا تو آپ خوش ہو جائیے۔ آپ کی چوری ابھی پکڑی نہیں گئی ہے۔ [illegible] جان کو کسی نے بھی کچھ نہیں بتایا۔ مگر [illegible] آپ کو کس [illegible] کی ہوا کھلانے لے گئے تھے۔"

شاہکار نے آنکھیں سکیڑ کر [illegible]

"[illegible] ہوتے ہیں [illegible] ہوا تمہیں معاف کیا۔ آج [illegible] بہت خوش ہیں۔"

"ظاہر ہے [illegible] میں کہا۔ "مگر آپ میرا سوال [illegible] کر رہے ہیں۔"

شاہکار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "کوئی کیا بتا [illegible] تم اپنے سوال کا جواب اسی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے [illegible] ہوتا تھا [illegible] کریں گے۔"

سعد نے خوش ہو کر جواب دیا۔ "ظاہر ہے جیسا آپ کہہ رہے ہیں گے ویسا [illegible] ہوں گے۔ بہت اچھا کیا اس نے۔"

"اونہہ ۔۔۔ بہت اچھا کیا اس نے۔" شاہکار نے چڑ کر اس کی نقل اتاری۔ "ابھی تو [illegible] کا بہت [illegible] ہے اور [illegible] دن میں [illegible] سامنے سب کے [illegible] کر دکھاتی ہوں چلی جائے گی سعد میاں کو۔" شاہکار نے سعد کے سامنے چٹکی بجائی۔

سعد جلدی سے بولا۔ "اچھا خواب میں بھی مت دیکھئے گا۔ بہت خود دار ہے وہ۔"

اس کی بات منہ ہی میں رہ گئی۔ شگفتہ بیگم تیزی سے اندر داخل ہوئیں اور بیٹے کی طرف تیوری پر بل ڈالتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگیں۔

"میاں! تمہاری باتیں کبھی ختم ہوں گی یا نہیں؟ ۔۔۔ صبح سے [illegible] مگر تمہیں ناشتے کی پرواہ ہے نہ کھانے کی۔ بس بہت ہو گئیں گپیں شپیں۔ اب اٹھ کر منہ ہاتھ دھوؤ، کھانا [illegible] پھر مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

سعد، بھائی کی صورت اور تیور دیکھتا رہ گیا۔ ان کی تلخ مزاجیوں سے بچہ بچہ واقف تھا۔ چپ

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

جاپ کان دبا کر وہاں سے چل دیا۔

اس کے جانے کے بعد شاہکار تاسف سے بولا۔ "بعض اوقات تو آپ سراسر زیادتی کر جاتی ہیں۔"

"بکواس۔" انہوں نے بگڑ کر جواب دیا۔ "جب بھی چھٹی پر آتے ہو، تمہیں تو سوائے بے تکی وقت گزاری کے دوسرا کوئی شغل نہیں ہوتا۔ کسی مسئلے کو سنجیدگی سے حل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ تین دنوں سے برابر احساس دلا رہی ہوں کہ اپنی خالہ امی کے ہاں ہو کر آ جاؤ۔ بیماری میں دن رات یاد کر رہی ہیں مگر مجال ہے کہ ٹس سے مس ہو جاؤ۔"

"اُفوہ ـــــ" وہ سر پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔ "میں نے آپ سے عرض کی تو تھی کہ آپ بھی تیاری کر لیجیے۔"

انہوں نے تو بالکل ہی بدل کر جواب دیا۔ "اکیلے کہیں جانا میں کہاں جاتی ہوں کسی کے؟ ویسے بھی طبیعت آجکل بہت ہی ڈھیلی رہتی ہے۔ تمہی ہو کر آ جاؤ۔ بے چاری خوش ہو جائیں گی۔"

وہ اٹھ کر غسل خانے میں گھس گیا۔

دو دن کا وقفہ دے کر وہ اپنی خالہ جان [illegible] ادھر گرمیوں کے دن تھے۔ اس روز شخت لو چل رہی تھی [illegible] لگتی ہے۔ بازار [illegible] آم اور [illegible] پر خواب [illegible] کی کر [illegible] آواز [illegible]

گھر سے [illegible] اماں بیگم نے [illegible] کے ہاں [illegible] حلوائی تو [illegible] کے گھر کی [illegible]

خربوزوں کا ٹوکرا دیکھ کر کسی بھی آ رہی تھی۔ کسی کی اصل وجہ یہ تھی کہ بچپن کے کئی سے میں شاہکار اور سعد نے خالہ بیگم کی [illegible] "خربوزہ" تجویز کر دیا تھا۔ دونوں ہی اس چیز سے بے انداز کھاتے تھے۔ سعد تو ایک سانس میں اٹھارہ سلوٹیں دے دیا کرتی تھیں۔

اس ایک چیز کے سبب ہر گوشے سے دونوں شہزادوں کی خبریں آیا کرتی تھیں۔ گرمیوں میں دوپہر کے کھانے پر دستر خوان پر خربوزوں کا آدھا ڈھیر ہو جاتا۔ چھلکے اتارنے والے اور کاٹنے والے دونوں ہی فریق آمنے سامنے ہوتے۔ بعض اوقات اندر ہی اندر کھانے والے جب آپے سے باہر ہو جاتے تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھمسان کا رن پڑتا کہ بڑوں کو بھی بیچ کے درمیان پڑ جاتے اور ساری دوپہر جنگ بندی کی شرائط طے کرتے بیت جاتی۔ آخر میں شگفتہ بیگم ماتھے کو کوٹ کر اعلان کرتیں۔

"اللہ میری توبہ ـــــ قسم ہے مولا پاک کی جو میں آئندہ چھٹیوں میں بھی آپا بیگم کے ہاں آ جاؤں۔ بھائی یہ لڑکیاں میرے ہاتھ سے باہر نکلی ہوئی ہیں۔ مجال ہے جو ذرا سی بھی برداشت ہو۔ ذرا کسی بھائی نے مذاق کیا اور یہ جامے سے باہر ہوئیں ـــــ بھی بھائی ذرا سی بات اپنے گھر جاؤ۔"

خربوزے دیکھتے ہی شاہکار کو ساری پرانی باتیں یاد آ گئیں۔

اس وقت بھانجے کی صورت دیکھتے ہی شگفتہ بیگم باغ باغ ہو گئیں۔ اٹھ کر بلائیں لیں، گلے سے لگایا اور ماتھے کو بوسہ دے کر کہنے لگیں۔

"بیٹے! آج تو تم نے ہماری خوش کر دیا۔ اللہ تمہاری ماں کی بانہہ ٹھنڈی رکھے۔" انہوں نے

پچا دھو دیا کر دیا۔"

شاہکار نے چونک کر پوچھا۔ "کون سا وعدہ خالہ بیگم؟ ـــــ اور اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

وہ گڑبڑا کر جلدی سے پاس دانے بچا کر بولیں۔ "ہائے ـــــ تم ماری نے تو دماغ ہی الٹ پلٹ کر دالا۔ بس بیٹا اب ہمارا تو کل چلاؤ ہے۔ بقول شاعر۔

تم آئے ہو، ہم جاتے ہیں
اب غیر کی باتیں کون کرے"

"غیر کی باتیں؟" شاہکار ہنسنے لگا۔ "خالہ بیگم! آپ بھی رونے کو ہنسا دیتی ہیں۔ اچھا یہ تو بتائیے وہ دونوں چڑیلیں کہاں جا چکی ہیں؟ علالت میں آپ کی خدمت کے بجائے کیا کر رہی ہیں؟"

اسی وقت وہ دونوں آ پہنچیں۔ شہزادی ناک چڑھا کر بولی۔ "آپ آ تو گئے ہیں اماں کے خیر خواہ ڈاکٹر صاحب! عیادت اسی کہتے، خدمت گی۔"

شاہکار نے اسے سر سے پیر تک بغور دیکھتے ہوئے [illegible] اے لی! اتنی قیمتی باتیں نہ آیا کرو۔ آپ آتے ہی آستینیں چڑھا لیں۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے ملک میں قدر ہی قدر چڑھتا ہے۔"

شہزادی نے تیوری چڑھا کر جواب دیا۔ [illegible] کی قدر کی بیماری ہیں وہ آپ کی دلداری آپ صاحب کی طرح [illegible]

شاہکار نے ایک [illegible] کے لیے۔ "اے [illegible] بھی تو کوئی تیر چلا۔ [illegible]

وہ دونوں [illegible] سے [illegible] سے [illegible] یہ ہو رہی ہوں گی یہ سے اللہ کر بھی آپ کی [illegible]

شاہکار نے [illegible] جواب دیا۔ [illegible] سے کام لیا ہے۔ بچوں کی تشویش سے کام لیا ہے اور دونوں [illegible]

"اے بھیا! کہاں کی [illegible] ـــــ [illegible] کو بھی نہیں آتا۔ اور ہیں تمہاری باتیں۔"

شاہکار پچوں کی سمجھوں میں ہاتھ والے دانے ٹوکرے تک پہنچا ہو گیا۔ لمبی لمبی سانسیں کھینچ کر خوشبو سونگھنے لگا۔ پھر اس کے [illegible] انداز میں بولا۔

"آہ ـــــ یہ خربوزے ہیں اور آہ ـــــ یہ جو بھی خربوزے۔"

الفاظ اس کی زبان سے ادا ہونے کو تھے کہ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔

شہزادی کو کچھ نہ سوجھا تو وہ چار خربوزے آنگن میں لڑھکا دیے اور زور زور سے پاؤں پٹختی اندر جا گھسی۔ دوسری نے بھی غصے سے مذاق کر لیا اور سمن کی تقلید میں اٹھ کر تیزی سے چل گئی۔

شگفتہ بیگم ماتھے پر ہاتھ مار کر بولیں۔ "لو بی بی ـــــ بچپن میں جو جھگڑے تھے وہ بھی یاد ہوں گے۔ اب ہی میٹرک کی تو بھی دھوم ہو گیا، وہ بھی پل میں جا گھسیں۔ دوبے وہیں سے ہوا ایک آیا۔ اس کی آنکھوں سے تو گیلی اور تیر تفنگ کھینچ کر بیٹھ رہیں۔ ہاں بھئی اور جو باقی رہ گیا وہ تیر کمان میں۔ وہ بھی چلا دالا۔ ہم خود ہی سیدھا کر لیں گے اپنے بھانجے کی۔"

ان کے طعنوں، تشنوں سے گھبرا کر آخر دونوں پیچھی منہ بسورتے ہوئے آ بیٹھیں۔ شاہکار نے

[illegible]

تھوڑی دیر کے بعد دسترخوان لگا تو کئی طرح کے کھانے چنے ہوئے تھے جس کا سیدھا سا مطلب یہ تھا کہ شگفتہ بیگم نے بہن کو آگاہ کر رکھا تھا۔ مگر شاہکار نے اس پہلو پر غور کرنے کی بجائے کھانے پر توجہ دی۔ خوب تعریف کر کر کے کھانا کھایا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شاہکار نے [illegible] پوچھا۔ "تو تمہارا کیا خیال ہے ہماری بے قاعدہ شادی ہوئی ہے؟"

[illegible]

شاہکار نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "کیا آپ سچ میں خالہ بیگم ... [illegible]؟"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تجھے کیا ملا۔ بے چاروں کے حصے میں بربادی ہی بربادی آئی۔ آپ کی ماں نے کسی دین کا نہ رکھا انہیں۔ بے چارے اپنی بھول چوک پر آٹھ آٹھ آنسو بہایا کرتے تھے۔ مگر آخر تک چھٹکارا نصیب نہ ہو سکا۔"

شاہ نگار نے الجھ کر کہا۔ "میں آپ کی بات نہیں سمجھ پایا۔ کیا فاخر چچا اپنی بیوی سے چھٹکارا پانا چاہتے تھے؟ دوسرے لفظوں میں یہ کہ انہیں طلاق دینا چاہتے تھے؟"

شگفتہ بیگم کے جواب سے پہلے ہی شہزادی بول پڑی۔ "جب نکاح ہی نہ ہوا تھا تو طلاق کیسی؟"

شاہ نگار نے تعجب سے پوچھا۔ "اچھا ۔۔۔۔ تو کیا واقعی نکاح نہیں ہوا تھا؟ میں نے پہلے بھی سنا تھا کہیں۔"

شگفتہ بیگم تھوڑی دیر کے لیے [illegible]

[illegible]

وہ [illegible] کر بولی۔ "سو فیصد سچ ہے۔ آپ نے ہم سے کبھی پوچھا ہی نہیں [illegible]"

شاہ نگار نے [illegible] سے اسے دیکھا۔

شہزادی اس کی [illegible] لطف لے کر بولی۔ "آخر یہ ساری [illegible] کو معلوم ہے [illegible] مجھے آپ سے الگ خوف زدہ رہتی ہے۔"

شاہ نگار نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ "مجھ سے کیوں خوف زدہ رہتی ہے؟ ۔۔۔۔ میں کاٹ کھاؤں گا کیا؟"

شہزادی نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔ "آپ تو بات کو دوسرا رنگ دینے لگے۔ یہ قدرتی بات ہے۔ اس کا دل اور دماغ آپ سے میل نہیں کھاتا۔ آپ کو احساس نہ ہو تو دوسری بات ہے ورنہ تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ ہمیشہ آپ سے کھنچی کھنچی رہتی ہے۔ باقی سب سے اس کا رویہ نارمل ہوتا ہے۔"

شاہ نگار نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "اس حوالے سے کبھی اس نے کسی سے کچھ کہا؟"

شہزادی نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ کو شاید میری بات کا اعتبار نہیں ہے۔ تو چھوڑیے اس ذکر کو۔ کبھی زندگی میں موقع ملا تو آپ کے کانوں سے سنواؤں گی۔ بس!"

وزیرزادی نے [illegible] دی۔ "شاہو بھائی! آپ ایسا کیوں نہیں کر لیتے کہ کسی دن اسے کسی آزمائش میں

ڈال کر جانچ لیں۔ خود ہی اس کی رضامندی کی سند مل جائے گی۔"

شاہ نگار اس کی پرجوش صورت دیکھ کر رہ گیا۔

حسب معمول اس نے ۔۔۔۔ "شاباش وزیرزادی [illegible]" ۔۔۔۔ کا نعرہ بھی لگایا۔

اسی وقت شگفتہ بیگم نماز پڑھ کر تسبیح پھیرتی ہوئی [illegible] گھر کی [illegible] داخل ہو گئیں۔

※●※

جوں جوں مہ پارہ کی شادی کے دن قریب آ رہے تھے، معطر کی جان پر بنی جا رہی تھی۔ بڑھاپے میں معاشرتی تو اس نے [illegible] لیا تھا مگر اب سرفراز اس کی جان کو جونک بن کر چمٹ چکا تھا۔ اس کے مطالبے دن دگنی رات چوگنی کے حساب سے ترقی کر رہے تھے جنھیں پورا کرتے کرتے [illegible]

[illegible]

وہ بیٹے کے ناز و انداز سے [illegible] "یہ تم ۔۔۔۔ کیا کہتے رہتے ہو؟" ۔۔۔۔ مجھے کیا کرنا ہو گا آخر؟"

سرفراز [illegible] آنکھیں چوڑی کر کے [illegible] "کتنی بار سمجھاؤں۔ تیری عقل پر تو "سرفراز باوا" کا پتھر پڑ چکا ہے۔ نہ مجھے [illegible] چل بابا! تو کسی دن پنڈت جی کے ہاں میرے ساتھ چل۔ وہ درشن دے کر تیرے سارے جاپ اور منتر بتا دیں گے۔"

"نہ بابا نہ ۔۔۔۔" وہ خوف زدہ ہونے کی اداکاری شروع کر دیتی۔ "مجھ سے ایسی فرمائشیں مت کرنا۔ میں نہ جاؤں کسی مونچھوں والے لمبے پنڈت ونڈت کے پاس۔ ایسے دیدے پھاڑ کر دیکھتے ہیں جیسے کبھی عورت دیکھی نہ ہو۔ نہ جی نہ ۔۔۔۔ مجھے معاف کرو۔"

سرفراز آگے بڑھ کر دلار سے کہتا۔ "میں تو اپنی اتنی پیاری ۔۔۔۔ دل کی رانی کو بھلا اس پنڈت [illegible] کی بدبختی کی بھینٹ چڑھنے دوں گا؟ ۔۔۔۔ ارے اپنی جان [illegible]

وہ شیطان کا چیلا ہوا چاہتا ہے۔ بس یہ خیال کر کے ہی ڈر جاتا ہے کہ وقت یونہی گزرتا جا رہا ہے مگر میری رہائی کے دل کی کلی کھلنے پر نہیں آ رہی۔ سچ کہتا ہوں اس الجھن میں میری راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ جی چاہتا ہے اس چڑیل [illegible] کا بھی گھونٹ دبا ڈالوں۔ پچھلا [illegible] بھی میں نے اسی لئے چھوڑا تھا۔"

معظم خوف سے [illegible] گئی۔ "ارے جی ڈالو اپنے منحوس منہ پر۔ ہم بختوں کے حصے کو حرام لگا ہوا ہے۔ تم کیوں اپنی جنت حرام کرتے ہو۔ مجھے تمہاری جان عزیز ہے۔ تم زندہ سلامت ہو تو سب کچھ ہے۔ تمہارے [illegible] تو مجھے کہیں کی راہ نہ ملے گی۔"

سرفراز [illegible] سے آنکھیں بیچ کر بولا۔ "ارے میری جان تم بہت [illegible] کی کوشش کرو۔ وہ [illegible]"

[illegible]

[illegible]

سو وحشت زدہ ہو کر [illegible] اور اس وقت [illegible] تک ہوئی۔ "تمہیں واسطہ تیری محبت کا [illegible] مجھے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اسی وقت [illegible] کو ایک آواز میں [illegible] کرنے والوں کا [illegible]

[illegible] جادو سے چھٹکارا پانے کے لئے ہر طرح کی بازی لگانے پر آمادہ ہو جاتی۔ اس کوشش میں خوشی خوشی وہ اپنی عزت اور [illegible] سب کچھ [illegible] کی [illegible] ایک بھی بلی [illegible]

سرفراز نے جب [illegible] سے چھٹے ہوئے [illegible] معظم ہوئے پر وہی سے [illegible] ہو گئی ہے تو اس کا سب بہتر ہو گیا اور آئے [illegible]

معظم اس کی اولادیں [illegible] اس قدر [illegible] ہو چکی تھی کہ [illegible] اس کی جوانی کی [illegible] کی [illegible] آنکھوں کے سامنے دنیا اندھیر ہو جاتی۔ [illegible] سب [illegible]

بی بی، مائی بی بی، اور بی بی کے دن رات اس قدر [illegible] تھا کہ چپ ہو گئے تھے کہ پتہ چل گیا کہ [illegible] بی بی اس کا مائی ہوا ہے یا وہ۔ بہرحال اس کی طبیعت ضرور خراب ہوئی ہے۔ چنانچہ گھر میں کوئی ایسا مائی کا لعل نہ تھا جو اس کے آگے کے پاؤں بھی پکڑ جاتا۔ سبھی اس کی بدمزاجیوں کے عادی ہو چکے تھے۔ وہ اس [illegible] رات دن [illegible]

ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ معظم نے سرفراز پر فرحت سے ملتی رہنے والی نظر کی [illegible] شروع کر دی۔ وہ اس کا مزاج [illegible] جاتا۔ چپ چاپ [illegible] گھٹی میں دبا رکھتی۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سرفراز کے [illegible] کی دوسرے مکان میں منتقل ہونے والے تو سرفراز اور معظم کے پاؤں تلے کی زمین سرکنے لگی۔ ان لوگوں کی بستی بھی رنگین اور [illegible] تھیں۔ وہ سب اسی کرائے کے مکان کی مرہون منت تھیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ سرفراز کے

بس بجوئی کی غیر موجودگی میں یہ ملاقاتیں تمام احتیاط کے ساتھ جاری و ساری رہتی تھیں۔ اماں بی غریب کی ناک کے نیچے تمام تماشے اور ڈرامے رچائے جا رہے تھے۔ اور عجز و حاجز اوس کی ریاں بنی رہی تھیں مگر سب بے خبر تھے۔

چالیس کرائے داری اول تو بے اولاد تھی، دوسرے اس نے اماں بی سے خود ہی بہنا پا جوڑ رکھا تھا۔ بعد ازاں عبداللہ کی وجہ سے مزید تعلق گہرا اور مضبوط ہو گیا تھا۔ اس لئے دونوں گھروں میں ہر روز کا آنا جانا رہتا تھا۔

سو جو دو کرائے داروں کا معاملہ یہ تھا کہ ان سے دوستی کی داغ بیل ڈالنے میں پہلے پہل معظم نے اقدامات کئے تھے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور ہر وقت [illegible]

[illegible] اس کے اور سرفراز کے تعلقات [illegible] معظم نے [illegible] آنے جانے کی تھی اس لئے اس [illegible]

[illegible] معلوم تھا کہ اس گھر میں کتنے افراد ہیں [illegible] کا کیا [illegible] اور معمولات ہیں۔ کس فرصت سے گھر [illegible] تھا کہ کرائے کی تمام [illegible] اس کے [illegible] معظم کا آنا جانا ان کے ہاں [illegible] گیا اور [illegible] کے تعلقات میں تبدیل ہوتا گیا۔

سرفراز کے بھی بجولی جب گھر ہوتے تو سرفراز سے کہیں زیادہ حال معظم خراب ہوا۔ عشق سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ سرفراز سے جدائی کا خیال اس کے لئے سوہان روح بن گیا۔ بھی وہ تڑپ اٹھ گیا۔

ایک بے گمان تو موں میں پڑی رہنے والی سونے کی چڑیا سے محروم ہو جانے کا تصور سرفراز کے لئے بھی ناقابل برداشت تھا۔ چنانچہ کئی بار کے بحث و مباحثے کے بعد طے پایا کہ سرفراز کے بجولی تو اس کرائے کے گھر کو خیر باد چھوڑ جائیں گے مگر سرفراز یہیں رہے گا۔

اس فیصلے کا سیدھا سا مطلب یہ تھا کہ گھر کا کرایہ اب سرفراز کے ذمے تھا۔ کرائے داری بہرطور معظم کے گلے گی۔ کرائے کی رقم میں اسے سرفراز کی چوری چوری معاونت کرنی تھی ورنہ دوسری صورت میں وہ بجولی کے لئے اس سے پہلے بھی [illegible] تھا اور وہ ہاتھ سے نکل جاتی۔

جاتی۔ یہ غرور بھلا معطر کس طرح گوارا کر کے برداشت کر پاتی۔ بیمار تو تھی ہی، مرتی کیا نہ کرتی، اس نے یہ [illegible]
مستقل اپنے گلے میں بھی خوشی ڈال لیا۔

اب یہ ایک پابند قسم کی ذمہ داری تھی جس نے رفتہ رفتہ معطر کو پوری طرح نچوڑنے کے ساتھ کی طرح [illegible] کر کے رکھ دیا۔ [illegible] کے اندر اندر وہ ہر لمحہ روپے کی تلاش میں رہنے لگی۔

لیکن بھوٹی کے چلے جانے کے بعد یہ دونوں کرائے کے اس گھر کے بلا شرکت غیرے مالک بن بیٹھے۔ ان مالکانہ حقوق میں راوی ان دونوں شیطان کے چیلے اور چیلی کے لئے چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ عیش و عشرت کی ایک طویل اور [illegible] داستان حرام کاری۔ جس نے ان دو خبیث ارواح کو اپنے [illegible] آسودگی میں سمیٹ لیا اور یہ پہلے سے کہیں زیادہ آزادی اور کشادگی کے ساتھ ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئے۔

کہتے ہیں گناہ میں لذت ہوتی ہے۔

اور اس [illegible] لذت سے آشنا ہو کر معطر پاگل ہو اٹھی۔ وہ زندگی کے اس [illegible] سرفراز کی جلد باز فطرت کو [illegible] کر کے [illegible]۔ [illegible] اور وہ جانا ہو گیا۔

لیکن [illegible] ایک [illegible] سے بھی [illegible] چلنے کے چکر میں رہتی۔

[illegible] کی [illegible] گزرتی جا رہی ہے اور معطر سرفراز سے [illegible] کے [illegible] بیٹے کی طرح [illegible] کرتے [illegible] سرفراز کی دھمکیاں [illegible] نکال۔

[illegible] کبھی [illegible] کے [illegible] بچوں کی [illegible] جاتی۔ [illegible] کی [illegible] ہو جاتی۔ اس کی [illegible] سے۔ [illegible] اس نے [illegible] کوئی [illegible]۔

[illegible] سرفراز کی قربت حاصل کرنے کے لئے [illegible] سے [illegible] گزر رہی تھی۔ اب یہ ایک [illegible] ختم کر ڈالنے کے لئے [illegible] جا رہا تھا۔

لیکن بھوٹی کے چلے جانے کے بعد [illegible] معطر بھی اس سے قریب ہوتی گئی۔ اس کی خاطر [illegible] کے [illegible] میں [illegible] دھمکی جا رہی تھی۔ سرفراز خود اس سے [illegible] جا رہا تھا۔ [illegible] ہر کا [illegible] رہتا۔ ایسے موقع پر وہ دل گرا اس کی صورت دیکھتی رہ جاتی۔

دونوں کی گرمی اور [illegible] مسلسل چھٹی و آرام نے سرفراز کو فطری بدنظری کے علاوہ بہت زیادہ [illegible] تھا۔ [illegible] کا شاطر اور چرب زبان ہونے کی وجہ سے اور صاف ستھری شکل و شباہت دوسروں کو متوجہ کر لینے کا باعث بن جاتی۔

آگے چل کر دو اہم ترین واقعات ایک وقت وقوع پذیر ہوئے۔ نمبر ایک یہ کہ [illegible] کی شادی ہو گئی۔ نمبر دو سرفراز نے [illegible] تلاش کر لی۔ [illegible] حقیقت یہ کہ [illegible] اس کی عمر کے مطابق بھی کی اور [illegible] بھی۔ [illegible] معطر خود سرفراز پر مرتی تھی اور سرفراز [illegible] پر فریفتہ تھا۔

اس سارے چکر نے بات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

فطری سا امر ہے کہ انسان جس چیز کو خود چاہتا ہے، اس کے لئے جان سے بھی گزر جاتا ہے۔ اس کی نظر میں اہمیت حاصل کر لینے کے لئے وہ ہر کرتب کر ڈالنے پر ہر وقت تیار رہتا ہے جس سے اسے تیر حاصل ہو جائے۔

سرفراز کو کسی کی نظروں میں بچ جانے کے لئے روپے کی ضرورت تھی۔ وہ پیارے صرف ایک ہی جگہ سے ملنے کا امکان تھا۔ سو اس نے معطر کے حق پر [illegible] رکھ دیا۔

یہ [illegible] روپے کے [illegible] کی چاشنی میں [illegible] سیر کراتے ہوئے رکھا گیا تھا۔ [illegible] بھلا معطر کس طرح نہ سرفراز کی بازی لگاتی۔ [illegible] سرفراز بے چارہ سوچ بھی تو سب کچھ اسی کے روپے [illegible] کے لئے ہی تو تھا۔

معطر [illegible] اس کی [illegible] مجبور ہوئی کہ اب کیا کرے۔

وہ چار مرتبہ اسے [illegible] کے بعد جوں جوں وقت گزرنے لگا، سرفراز کی جلد باز فطرت کو [illegible] چکی تھی۔ [illegible] بولا۔ [illegible] وہ جلد از جلد معطر سے مطلب براری کے بعد اس سے [illegible] جان چھڑا کر فرار ہو جانے کی تاک میں مضطرب و بے چین رہنے لگا تھا۔

ایک وہ [illegible] اس کے قریب [illegible] معطر [illegible] کے ارمان دل و دماغ پر قیامت گزر گئی۔

آج [illegible] کر کے وہ [illegible] وہاں آئی تو جی بار بار پارہ بارہ تھا۔ [illegible] جب [illegible] معطر ہوئی بندوق تو پہلے ہی ہو رہی تھی [illegible]۔

"[illegible] ہو رہی نظروں کے سامنے سے اپنی منحوس صورت لے کر۔"

اماں بی اور [illegible] اس وقت پر [illegible] کی بنیاد کے [illegible] کی ہوئی تھیں۔ جیسے جیسے اماں بی رضائی کی [illegible] کے لئے بات رہتی جا رہی تھیں۔ [illegible] اماں بی کو بھی کے بول پڑے گئے۔ وہ [illegible]۔

"کیسی آفت کی [illegible] ہے۔ [illegible] کے بعد کی [illegible] کیا کرتی، اماں بی کو ڈانٹ رہی ہے۔"

[illegible] نے [illegible] کے لئے دل دیا اور [illegible] بولی۔ "اماں! [illegible] بات ہے تا کر آپ کی [illegible] ہو گی۔ آیا اب بھی کوئی سوچ و بچار باقی ہے کرنے کو؟"

اماں بی تھوڑی دیر خاموش رہیں۔ جب ان کا غصہ کم ہوا تو جواب دیا۔

"نہیں بیٹی! اب [illegible] کی سوچ و بچار۔ جب سے فرحت [illegible] بیگم کی عیادت کر کے حویلی سے آئی ہے، سب بات صاف ہو گئی ہے۔"

معلوم تو [illegible] کو خوب تھا مگر اس وقت وہ ساس کا دھیان بٹانا چاہ رہی تھی۔ ورنہ فرحت نے حویلی سے آ کر اسے پوری تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

[illegible] اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی۔ اماں بی کی ذہنی رو موضوع سے دوری کی طرف مڑ گئی۔ وہ پرسوچ انداز میں گویا ہوئیں۔

"بیٹی! تمہارے گھر کی سب سے بڑی اور سب سے اہم ترین ذمہ داری سر پر آ چکی ہے جس کے لئے ہم سب کو بہت ہمت، دلداری اور حوصلے سے نمٹنا ہو گا۔ اول تو یہ کہ مہ پارہ کی شادی، جس کے لئے تمہارے میاں کا فرمان ہے کہ اماں! کسی طرح کی کوئی کمی نہ رہے۔"

نازیہ نے سعادت مندی سے کہا۔ "اماں جان! یہ بات بے شک درست۔ مہ پارہ کا ہم سب پر حق واجب ہے۔ کیونکہ وہ تو ہر یا بھتیجی اپنے تخیل میں پلی بڑھی اور شادی کی عمر کو پہنچی ہے۔ اس کے ماموں کا کہنا ہے کہ میں اسے اپنی بیٹی کی طرح ہی رخصت کرنا چاہ رہا ہوں۔"

اماں بی نے پر فخر انداز میں جواب دیا۔ "تو ہم کب فرحت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کی بھانجی ہے ہماری تو نواسی۔ بے زبان نواسی۔ ہماری تو دلی دعا ہے اسے اپنے سسرال سے بھرپور توجہ اور چاہت ملے وہ بھول کر بھی [illegible]"

نازیہ چپ چاپ سنتی رہی۔ بول نہ سکی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی بولیں۔ "یاور بھائی نے کہا ہے کہ آپ کی رخصتی ان کے خیال سے بھی اور [illegible] ان کے [illegible] کے پاس بھیج دیا جائے گا۔"

نازیہ کے چہرے پر خوشی کے رنگ [illegible] کر بولی۔ "اماں! میرے تو گھبراہٹ کے مارے ہاتھ پاؤں پھول [illegible] کے متعلق سوچتی ہوں تو [illegible] خوشی سے [illegible] اب تمہاری اولادوں کی [illegible] سعدیہ کی بچی کی یہاں آ کر بہت خوش ہو گی۔"

"ہاں ہاں!" [illegible] بچوں کی تو وہی چاہت اور محبت ہے [illegible] اللہ کا شکر ہے۔"

"وہ سب ٹھیک ہے بیٹی! مگر تمہیں ہر طرف سے بہت مستعد رہنا ہے۔ کیونکہ [illegible] مہ پارہ کی رخصتی کے [illegible] اپنے خیال میں آ چکی ہو گی۔ حویلی کے تمام [illegible] فرحت کی [illegible] سوچا ہے کہ [illegible] خالاؤں کے ساتھ [illegible] رہے گی۔ [illegible] خوش کرنے کی [illegible] اس کی بارات اترے گی۔ یعنی مہ پارہ کی شادی کے [illegible] گی۔ اللہ اب [illegible] وقت رہ گئے۔ [illegible] رہنے کے دوران ساری شاپنگ مکمل کر لیں گے۔ اس لئے حویلی کی خواتین کا پہنچ آنا جا رہا ہے گا۔ کیونکہ بہو بھی کا کہنا ہے کہ آپ کی ساری تیاری وہ سعدیہ کے بیٹے والوں کی رائے مشورے سے کرنا چاہتی ہیں۔"

نازیہ نے خوش ہو کر کہا۔ "ابھی تو میں کہہ رہی ہوں، بہت لطف رہے گا اماں! ہمارے ہاں آ چکی کون ہے۔ چلئے اسی بہانے ایک رونق اور گہما گہمی رہے گی۔ ہم ان کی رنجش بھی دیکھیں گے وہ ہماری۔ خوب مزہ آئے گا۔"

اماں بی چونک کر کہنے لگیں۔ "اوہو ہاں ـــ ایک بات کہنی بھول ہی گئے ہم۔ فرحت سے یاور بھائی نے کہا ہے کہ یہاں تو سب ڈاکٹروں نے زبانی بیگم کو دل کی تکلیف بتائی ہے۔ حکیم صاحب بھی عارضہ قلب تجویز کر چکے ہیں اس لئے وہ یہاں کراچی میں ان کا چیک اپ کرانے کے لئے آ گئے

کے تو تمہیں لے کے ضرور۔"

"کوئی مسئلہ نہیں۔" نازیہ نے مستعدی اور اطمینان سے جواب دیا۔ "اللہ نے چاہا تو تمام معاملات آپ کی حسب منشا طے ہو جائیں گے۔ آپ بالکل اطمینان رکھئے۔ اللہ بہتر کارساز ہے۔"

یہ دونوں بیچے بیچے باتوں میں مصروف تھیں۔ وہ دونوں بھی سب بچے کب کے سو رہے تھے۔ گھر میں اندر باہر سناٹے کون رہے تھے۔ مہ پارہ بھی ماں سے گھر کی کھانے کے بعد ایک طرف کو کھسک کر رہ گئی۔

معظم دیر تک بے چینی سے کروٹیں بدلتے رہنے کے بعد اٹھی۔ نازیہ اور اماں پر ایک گہری نظر ڈال کر وہ دبے پاؤں مخملی چپل میں آئی تو اس کا دل بہت باغ باغ ہو گیا۔ نازیہ کے کمرے کا پچھلا دروازہ [illegible] [illegible] دونوں لڑکیاں فرش پر [illegible] گہری نیند سو رہی تھیں۔

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔

ذرا سی [illegible] کے بعد وہ الماری کی چابی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ الماری کے خفیہ خانے میں ہاتھ ڈال کر زیورات کی پوٹلی اس نے نکالی۔

مہ پارہ کے علاوہ [illegible] نے الماری بند کی۔ پوٹلی اس کے مخصوص تھیلے [illegible] اور دونوں کی طرح [illegible] آج خوشی سے بہت لے نہ رہی تھی۔ [illegible] کی ایک [illegible] میں چیزوں کے بیچ چھپا دی۔

شام کو مہ پارہ سے کہہ کر اس [illegible] استری کروایا۔ باتوں میں لفافہ لگایا۔ مغرب کے بعد [illegible] بھی گیا۔

سرفراز کے [illegible] اسے [illegible] غیر حاضر ہو جاتا تو یہ وہ [illegible] رات ہو گئی ـــ اس کے پاس ہو گی۔

شام [illegible] تھی۔

تو رات [illegible] معظم کو اطلاع دی کیا کہ فرحت آج رات [illegible] ہے۔ خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ کسی کام سے اندر آئی تو وحشت زدہ ہو کر رہ گئی ـــ عبداللہ زیور کی پوٹلی کھولے بیٹھا تھا۔

"یہ، وہ، کیا ـــ" وہ پاگل سی کی طرح چیخ کر رہ گئی۔ وہ چادر نے دو گھونٹ پی کر اسے اٹھا پھینکا۔ پوٹلی سنبھال کر چھپائی۔ عبداللہ پتہ کرانے بے بسی سے تک رہا تھا۔ معظم نے آگے بڑھ کر تریڑ دھمکی لگا دی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی آواز بند کر دی۔ مگر خلاف معمول آج وہ چیخ کر رو رہا بھی نہیں۔ تاہم اب وہ کسی طرح کا رسک لینا نہ چاہتی تھی۔

سب کے سو جانے تک اس نے انتظار کر لینا زیادہ مناسب سمجھا تاکہ کوئی الجھن نہ رہے۔ احتیاطاً وہ کمرے کے اندر ہی مسہری پر لیٹ گئی۔ عبداللہ ابھی طرح بچائی کر رہے کے بعد وہ اس کی طرف سے کھسک گئی تھی۔ شکر تو یہ تھا کہ وہ تو دھی اس کے۔

وہ بار بار یہ سوچ کر گھبرا جاتی تھی کہ اگر فرحت اس وقت وہ کمرے میں نہ تھی۔ یا عبداللہ میں سے یہ بچہ تھا کر باہر نکل آتا تو کیا ہوتا! پریشانی سے دم نکل جاتا۔

آج رات وہ متضاد کیفیات کا شکار ہو رہی تھی۔ ایک طرف عبداللہ سے کھٹکا تھا تو دم سے ہی ڈر

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

دیا تھا۔ ...... دوسری طرف ...... ایک ہی آج رنگ کے ساتھ محبوب کی گلی میں جانے کا خواب پورا ہونے
جیسے رنگ و پے میں شراب بن کر دوڑنے لگی۔ آج پہلی بار اسے سارے کے سارے دیکھ کر مارے خوشی سے
پاگل ہو اٹھتا۔ اس کی خوشی کے تصور سے ہی معطر کھل اٹھی۔

دھیرے دھیرے رات گہری ہوتی گئی۔

چونکہ فرحت کو آج آنا نہیں تھا اس لیے گھر میں خلاف معمول جلدی سناٹا ہو گیا اور سب اپنی اپنی طرف پڑ کے سو رہے۔ مگر وہ بھی کوئی رسک لینا نہ چاہ رہی تھی۔ کیونکہ رات چاندنی ہونے کے سبب پورا دالان چاندنی میں نہایا ہوا تھا۔ ہر منظر صاف اور واضح دکھائی دے رہا تھا۔ لہٰذا وہ اندھیرے میں اکیلی پڑی رہی، اچھے وقت کا انتظار کرتی رہی۔

بالآخر وہ دالان سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں کھڑے ہو کر گھر کا جائزہ لیا۔ پھر مطمئن ہو کر پیٹی اور الماری کے سامنے کھڑی ہو کر جلدی جلدی زیورات کی پوٹلی تلاش کرنے لگی۔

تبھی اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی ...... ایک بے آواز سا سایہ اندر داخل ہو گیا تھا۔

معطر نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

"عبداللہ ...."

اس کی زبان سے نکلا نام [illegible] مگر اس سے پہلے کہ وہ منہ کھول پاتی [illegible] کاٹنے کی تیز چھری فضا میں بلند ہوئی [illegible] ایک لمحہ ...... اور پوری قوت کے ساتھ چھری کی نوک دل کے عین قریب معطر کے سینے میں پیوست ہو گئی تھی ......!

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

عبداللہ تھوڑی دیر کمرے میں گم صم کھڑا رہا۔

اس کے بال بکھرے ہوئے، چہرہ پسینے سے تر تھا۔ آنکھیں جنگلی بھیڑیے کی مانند سرخ اور گہری ہو گئی تھیں۔ ہاتھ میں تازہ خون میں لتھڑی ہوئی چھری تھی، اندھیرے کمرے میں کھڑکی کی راہ اندر آنے والی چاندنی کی اجلی کرنیں حیران و پریشان تھیں۔ اس نے اس اندھیرے کمرے میں فرش پر ایک منظر چھوڑا تھا [illegible] معطر کو بے ہوش کر دینے کے لیے کافی تھا۔

واردات کا سب سے خوفناک منظر [illegible] معطر کے سینے میں گڑ جانے والی چھری کا پھل اور [illegible] آخری [illegible] حالت میں پڑی تھی۔ اس کے چاروں طرف پھیل جانے والا خون فرش [illegible] جا رہا تھا۔ فضا میں عجیب [illegible] سی بو پھیلی تھی۔ [illegible]

کمرے میں عبداللہ کی گہری گہری سانسیں [illegible] اس وقت اس کا چہرہ [illegible] وہ خون آلود چھری لیے آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ معطر کے قریب آیا اور جھک کر [illegible] اس قدر وحشت ناک [illegible] کام تھا [illegible] اس کے [illegible] تڑپ رہا تھا ...... کھلی کھلی آنکھوں میں [illegible] ایک حیرت اور وحشت جم کر رہ گئی تھی۔

اذیت اور تکلیف کی شدت سے ہونٹ باچھوں تک چر گئے تھے۔ پان کی کثرت سے ٹوٹ پھوٹ جانے والے رنگ برنگے دانت بھینچ کر آپس میں مضبوطی سے جڑ گئے تھے۔ گلے میں پان کی موٹی سی گلوری دبی تھی اور اسی گلوری نے بچھ کر اس کے حلق سے برآمد ہونے والی کرب ناک چیخ کو دبوچ لیا تھا جو اب باچھوں سے قطرہ قطرہ رال بن کر رس رہی تھی۔ گالوں، گردن اور گریبان میں پان کی لال لال لکیریں بڑی آن سے کھنچتی جا رہی تھیں ...... بے جان، بے نور نگاہیں کسی غیر مرئی نقطے پر ٹکی تھیں۔

عبداللہ کے ہاتھ میں اب تک خون آلود چھری دبی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب ہی فرش پر بیٹھ گیا اور غور غور کر اس کی ویران اور زندگی سے خالی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔ وہ اب تک گہری گہری سانسیں بھر رہا تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

لوٹ کر آ گیا ہے، مشکل سے احساس ہوا ہے
پھر آئے برسوں پہلے، شیشے ٹوٹے برسوں بعد

وہ خاموش بیٹھا آہستہ آہستہ ہانپتا رہا۔ ماں کی لاش کے سرہانے اکیلا بیٹھا [illegible] اور آسیب زدہ لگ رہا تھا اور اب رفتہ رفتہ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہوتا جا رہا تھا۔ سرخ سرخ آنکھوں کی وحشت ٹوٹنے لگی تھی۔ چہرے کے خدوخال میں ایک ناقابل فہم سا تاثر تھا [illegible] رات کے اس پہر [illegible] گہری سے گہری ہو چکی تھی۔ مدھم مدھم روشنی میں وہ نڈھال اور تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ [illegible] کے باوجود وہ قابل رحم نظر آ رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دیکھنے کا انداز بدل گیا۔ وہ لاش پر جھکا، اپنے ہی ہاتھوں قتل ہو جانے والی ماں کو [illegible]۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اور [illegible] کے بے جان چہرے پر [illegible] بیٹے کے گرم گرم آنسوؤں سے ماں کا [illegible] ـــــ اب وہ [illegible] والا عبداللہ نظر آ رہا تھا۔ بے قراری اس کی ہر جنبش سے عیاں ہو رہی تھی۔

عبداللہ اس کے سینے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ کمرے کے طول و عرض میں اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں بکھرنے لگیں۔ [illegible] ادھر ادھر دیکھا، جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ ماں بیٹا اب [illegible] ایک قاتل [illegible] ایک مقتول ـــــ

عبداللہ ایک جھٹکے سے اٹھا [illegible] ڈال دی۔ [illegible] الماری کے قریب گیا، ادھر ادھر [illegible] زیورات کی [illegible] چند قدم چل کر [illegible] کے پاس [illegible] کرنے کے [illegible] باہر [illegible] گیا۔ [illegible] میں رو رہے تھے [illegible] چاندی کا [illegible] اور [illegible] [illegible] میں [illegible] سسکیاں [illegible] رہی تھیں۔

Free pdf Library

سسکیاں بھرتا ہوا عبداللہ ایک ہاتھ میں زیورات کی پوٹلی اور دوسرے میں چھری تھامے [illegible] کا در [illegible] اپنے [illegible] کمرے کی طرف چلا جا رہا تھا۔ اور جب [illegible] کے بعد وہ خون آلود چھری سے [illegible] اس کے دل [illegible] ہوتوں سے آزاد ہونے والی سسکیاں [illegible] میں [illegible] ہو چکی تھیں۔

میں تو اس واسطے چپ تھا کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا تھا مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

✕ ● ✕

اچھا خوشگوار سا موسم تھا۔ نہ سردی نہ گرمی [illegible] کے باوجود شگفتہ بیگم کو دوپہر کے کھانے کے بعد [illegible] محسوس ہو رہی تھی۔ اس وقت وہ اپنی خواب گاہ میں [illegible] کسی گہری سوچ میں مستغرق تھیں اور پان پہ پان کھائے جا رہی تھیں۔ سامنے کرسی پر [illegible] شگوفہ بیگم [illegible] تسبیح کے دانے [illegible] ساتھ اپنی تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں۔

تھوڑی دیر کی شدید مصروفیت کے بعد انہوں نے تسبیح تکیے پر ڈال دی، منہ پر ہاتھ [illegible] کیا اور ایک گہرا سانس کھینچ کر گویا ہوئیں۔

"آپا بیگم! کچھ بھی کہیے، حالات کی اس [illegible] کی صورت حال میں آپ کی زمینوں کو سو فیصد [illegible] حاصل ہے۔ اگر آپ ہمارے کہنے پر چلی ہوتیں تو [illegible] آپ کی اپنی اولاد تو آپ کے اپنے اختیار میں ہوتی۔ اب دیکھیے کہ سب آپ کے [illegible] اختیار سے باہر ہیں۔"

شگفتہ بیگم نے چونک کر انہیں دیکھا اور جل کر گویا ہوئیں۔ "ہاں بھئی! سب میں بڑے غلط کار ہم ہی ہیں۔"

"غلط کاری کی بات نہیں ہے۔" وہ اپنی بات میں زور پیدا کر کے بولیں۔ "حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے بچوں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ [illegible] شروع سے ہی ان بے مروت کے رشتے کی [illegible] [illegible] ہو کر آپ کی [illegible] کر گئے کہ کیا جائے [illegible] ـــــ ایک عمر کا نقصان ہم نے [illegible] آپ کے [illegible] کے [illegible] والے ہیں۔"

شگفتہ بیگم کے دل پر چوٹ لگی۔ [illegible] کی طرح [illegible] گیا۔ بہلو بدل کر دھیرے سے جواب دیا۔

"زندگی [illegible] ان موجوں [illegible] آج کل تو نجم آج [illegible] جب جب [illegible] ہوتی ہیں۔ آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے [illegible] ـــــ ساری زندگی اپنی [illegible] کی [illegible] ہو جائے گی۔"

شگوفہ بیگم [illegible] احساس ان کے نزدیک [illegible] ہیں۔ [illegible] کا مقصد حیات ہی [illegible] کسی بھی صورت ان [illegible] جائے۔ [illegible] اس مقصد کے حصول کے [illegible] ڈال دی جائے۔ شگفتہ بیگم [illegible] کہنے لگیں۔

"ـــــ [illegible] آپ [illegible] ہی [illegible] رہی ہو۔ کیسی ہوں [illegible] کے بعد [illegible] تمہارے پاس [illegible] سے وہ [illegible] آئے گی۔ اس [illegible] ـــــ [illegible] کوئی امید [illegible] ہی اس لڑکی [illegible] اپنی ماں کی طرح، [illegible] پڑتا ہی بھرتی ہے۔ ہائے شگوفہ! کچھ کرو ـــــ ان رات دن کے [illegible] میں آگ سی لگی رہتی ہے۔"

شگوفہ بیگم نے انہیں بغور دیکھتے ہوئے سوچ کر پوچھا۔ "آپ اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ ـــــ کوئی نئی بات ہوگئی ہے کیا؟ مجھے تو آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

شگفتہ بیگم نے ایک گہری آہ بھر کر جواب دیا۔ "طبیعت تو اب ہماری اچھی بھلی بھی ایک سی رہنے لگی ہے۔ [illegible] ایک [illegible] سا لگتا ہے یہ سوچ سوچ کر کہ [illegible] نے اپنی ہی کرنی کی اور دشمنوں کو ہمارے سر پر [illegible] کی گھڑی لے ہی آئیں۔"

شگوفہ بیگم اچھل پڑیں۔ گھبرا کر پوچھا۔ "میرے منہ میں خاک، [illegible] کر دی کیا؟"

شگفتہ بیگم نے تیوریوں پر بل ڈال کر جواب دیا۔ "کسر ہی کون سی باقی رہ گئی۔"

"آپا بیگم! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" شگوفہ بیگم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب بیٹھ کر

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

پوچھا۔ "فضا کے واسطے کمل کرتا ہے۔ کل سے اب تک مجھے آپ بھی نظر نہیں آئیں۔ کہیں شاہ کے ساتھ رخصت کرا کے تو نہیں بھیج دیا؟ ۔۔۔۔۔ اے میرا تو اسی دن ماتھا ٹھنکا تھا جب وہ لڑکیوں سے اس منحوس صورت آسیہ کی حمایت میں بظاہر بحث کر رہا تھا۔"

شگفتہ بیگم بیزار ہو کر بولیں۔ "ایک تو تم معلوم نہیں کہاں کی بات کہاں جوڑ کے بیٹھ جاتی ہو۔ اچھا بھلا تمہیں معلوم ہے کہ رات ہی شاہکار کے آنے کی خبر ملی ہے اس لیے آپا اس طرف نظر بھی نہیں آ سکیں۔ بتایا نہیں تھا کہ خالہ بی نے شاہکار سے اس کا پردہ کروا رکھا ہے۔"

گلنوز بیگم نے سکون کا سانس لے کر کہا۔ "الٰہی شکر ہے۔ آپ نے تو ہولا کر رکھ دیا تھا۔ لا ہے پان دیجیے۔" پان کھا کر پھر راز داری سے پوچھا۔

"ذرا سوچ کر بتائیے فضا کے ہاں سے آنے کے بعد شاہکار کا رویہ کیا تھا؟ کوئی خاص بات یا شکایت کی اس نے [illegible]؟"

[illegible]

شگفتہ بیگم نے [illegible] کر پوچھا۔ "کون؟ شاہکار؟ کیوں وہ کیوں [illegible]"

[illegible]

شگفتہ نے آنکھیں پھاڑ کر بہن کی طرف دیکھا۔ "ہاں ہاں ۔۔۔۔۔" انہوں نے [illegible]

[illegible]

شگفتہ بیگم بہن کے بیان سے سخت صدمہ زدہ ہو کر بولیں۔ "کاش! وہ وقت واپس مل جائے [illegible]"

[illegible]

انہوں نے سوکھا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "آپا بیگم! آپ کی بہن تو قسمت کی طرف سے آپ سے بھی زیادہ [illegible] گزری ہے۔ میں کیا اور میری بساط کیا جو آپ کے کام آ سکوں۔ اپنے ہی کرموں کو بیٹھی روتی رہتی ہوں۔ [illegible]"

شگفتہ بیگم نے ندامت سے سر جھکا دیا۔ بہن کی بات تو دل پر بھی گہری اثر کر گئی تھیں۔ وہ خود لاچار تھیں۔ [illegible] کے لیے جواب دیا۔

"[illegible]"

"[illegible]" گلنوز بیگم بے اختیار ہو کر بولیں۔ "آپا بیگم! آپ [illegible]"

[illegible]

انہوں نے فوراً گردن ہلا کر اقرار کیا۔ "یہ تو تم بالکل درست یاد دہانی کرا رہی ہو۔ کیسے گھر میں چہ میگوئیاں ہوتی رہی تھیں۔"

گلنوز بیگم ایک جذب کے عالم میں بولیں۔ "خدا آپ کا بھلا کرے۔ [illegible]"

[illegible]

شگفتہ بیگم بولیں۔ "ہاں ۔۔۔۔۔ اس وقت بھی حالات تھے یاد ہے مجھے سب۔"

گلنوز بیگم بے قراری سے پہلو بدل کر بولیں۔ "لیکن ۔۔۔۔۔ اب [illegible]"

[illegible]

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

پوری نہ کریں؟ لوگوں کے غلط فیصلوں کی بھینٹ ہماری اولاد کیوں چڑھے؟ ہم نے کیا دوسروں سے بڑھ کر گناہ کر لیے ہیں؟ کون سے جرم سرزد ہوئے ہیں ہماری معصوم و مظلوم اولاد سے؟"

دونوں بہنوں کے چہروں پر دبا دبا سا جوش لہریں مارنے لگا۔ شگفتہ بیگم اٹک اٹک کر بولیں۔

"لیکن اب کیا ہو سکتا ہے؟ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اتنے برسوں بعد ہمارا کیا اختیار رہا؟ ...... اور اگر کچھ اقدامات کریں بھی تو وہی جائیداد کے بٹوارے کا سوال کسی تلوار کی طرح ہمارے سروں پر لٹکا رہے گا۔"

اس وقت شگوفہ بیگم نے تنک کر جواب دیا۔ "بات کو گہرائی میں اتر کر سمجھنے کی کوشش کیجئے۔"

انھوں نے بہن سے سر جھکا کر جواب دیا۔ "اگر [illegible] بھی [illegible] تو وہ [illegible] لیں گے۔"

انھوں نے کمال اطمینان سے جواب دیا۔ "[illegible] ہے کہ اب ہم اپنے بچوں کی خاطر یہ نقصان برداشت کر لیں گے۔"

شگفتہ بیگم سناٹے میں رہ گئیں۔ وہ فکر و تردد کی صورت تکنے لگیں۔

شگوفہ بیگم اپنی بات میں وزن پیدا کرتے ہوئے بولیں۔ "غور کیجئے، اگر شاہ اور [illegible] کا نکاح طے ہونے کی صورت میں [illegible] ہوتا ہے تو اس نقصان کی زد میں ہمارے کون [illegible] بھی تو پوری طرح [illegible] قائم رہے گا [illegible] اولادوں کے درمیان [illegible] اس [illegible] ہمارے [illegible] اس میں کیا آ جائے گی۔"

شگفتہ بیگم [illegible] سے غور کرتی رہیں [illegible] خوش ہو کر بولیں۔

"[illegible] ایک فیصلہ کر لیا جائے [illegible] کیا ہم [illegible] اس جائیداد [illegible] پا سکے گی۔"

شگوفہ نے خوش ہو کر جواب دیا۔ "آپ کے [illegible] حاصل ہوئی ...... [illegible] آپ میری بات سمجھ گئیں۔"

وہ [illegible] بولیں۔ "[illegible] ایک نکاح طے ہوتے ہی دوسرا [illegible] عمل میں آئے گا۔ بس شہزادی ہی میری بہو ہو گی۔ [illegible] کو منظور ہو یا نہ ہو۔ [illegible] مزید [illegible] رہا کرتے گا۔"

شگوفہ فرط خوشی سے بے قابو ہو کر بولیں۔ "مجھ میں تاب کہاں کہ آپ کے حکم کو ٹال سکوں۔ [illegible] خوش [illegible] مگر [illegible] کے ساتھ صحت بھی [illegible] کیجئے ......"

ابھی وہ اتفاق کہہ پائی تھیں کہ ملازمہ نے آ کر سروہ بائی کا پیغام دیا۔

"چلیے جلدی۔ آپ دونوں کو بلوایا ہے۔"

بائی اپنے کمرے میں منتظر تھیں۔ وہ دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔

"بہتر ہو گیا کہ شگوفہ بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ تم دونوں کو معلوم ہے کہ اب [illegible] کی صورت ابھی [illegible] رہتی لہٰذا یہ تمہارے خالو میاں کا فیصلہ ہم سب کا مشترکہ فیصلہ ہے کہ [illegible] جلدی [illegible]

کے فرائض ادا ہو جائیں۔ زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔"

وہ سانس لینے کو تھمیں تو شگوفہ بیگم نے فوراً لقمہ دیا۔ "آپ سب کا فیصلہ قطعی درست ہے۔ ابھی میں اور آپا بیگم یہی بات کر رہے تھے۔"

سروہ بائی نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "اس سلسلے کی ضروری ترین باتیں سمجھ لو۔ سب میں پہلے تو یہ کہ کسی کو بھی اچھا نہیں لگ رہا کہ انجمن حویلی کے ایک کمرے سے رخصت ہو کر دوسرے کمرے میں آ جائے۔ یوں تو خیر کوئی قباحت نہ تھی مگر جب ہم نے غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اگر ہماری سوچ ذرا سی کشادہ ہو جائے اور حویلی کی روایات تو وہی رہیں گی مگر وقت اور حالات کو سمجھتے ہوئے قدرے تبدیلی کی گنجائش نکال لی جائے تو سب کا دل رہ جائے گا اور کام بھی زیادہ خوش اسلوبی سے نمٹ جائے گا۔ سب کی خوشی پوری ہو جائے گی [illegible] شادی سے ان دونوں کی شادی تک ہم حویلی والوں نے [illegible] سسرال کو بھی [illegible] وہ اپنی بیٹی کی وفات کے بعد بھی [illegible] ہوئے رہے ہیں ...... قصہ مختصر کہ اس فیصلے کے مطابق آج سے دونوں بعد آپ اپنے ننھیال بھیجی جا رہی ہیں [illegible] سے ابھی دونوں وہاں [illegible] کی بیٹی بیاہی جا رہی ہے۔ آپ اس شادی میں شرکت بھی کر لے گی اور اپنے ننھیال [illegible] کی۔ بعد میں ہم سب کے فیصلے کے مطابق وہیں اس کے [illegible] کر لائیں گے۔ لہٰذا پرسوں جب وہ حویلی سے جائے تو اسے خوشی خوشی [illegible]"

دونوں بہنوں کے چہروں پر [illegible] آیا تھا۔ ایک جا رہا تھا۔ شگوفہ بیگم کے ہونٹ لرزنے جا رہے تھے۔

سروہ بائی [illegible] ایک اطلاع میری طرف سے بھی [illegible] گی۔ بی جان [illegible] اور بیٹا بھی جان سے اجازت لے کر ہم نے وہاں [illegible] مقرر کر دیا ہے۔ قتل لہٰذا تاریخ مقرر کر لیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ [illegible] ادا ہو جائے گی۔"

بی جان [illegible] بے اختیار [illegible] لگیں۔ "مبارک ہو بیٹا سلامت رہو۔ [illegible] بچے کا سہرا کیا خوب [illegible] دونوں [illegible]

دونوں بہنیں ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہی تھیں [illegible] ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔ ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔

☆☆☆

پھر وہ تیرے پھول کھلاتی تھی جو دل میں
اب شام وہی دیدہ سے خالی نہیں جاتی

روح کرائے درد بھری گنگناہٹ ابھر رہی تھی۔

دوسرے یادِ سعید کے احاطے میں برسات کی دھوپ بھری شام کا بسیرا تھا۔ درختوں، پودوں اور پھولوں پر برسانی سا ساون رنگ برسا ہو چکی تھی۔ دھلے دھلے پتوں اور چٹکتے موتیا کے پھولوں کی مہک کھلی دھوپ سے بکھر بکھر کر لگ رہی تھی۔ ایسے میں خاموش درد سے میں اندر باہر بے قرار روح کی طرح چکر کاٹ رہا تھا۔ کبھی اس کونے میں جا بیٹھا کبھی اس کونے میں۔

جب سے وہ ایک دو بار گھوم گھما کر ان اطراف میں آ نکلا تھا اور اپنے سسرال والوں سے اس کی

ملاقات ہوئی تھی اس نے وہاں آنا جانا اور آرکیٹیکٹ ڈیزائنر مدرسے میں قیام جاتا اپنے آپ پر فرض کر لیا تھا۔

امی جان اس کی دل لگی سے خوب آگاہ تھیں۔ جانتی تھیں وہ اپنے ذہنی احساسات کی تسکین کے لیے روز روز مدرسے میں آتا ہے۔ مدرسے کے در و دیوار میں اس کی روحانی وابستگی کی واضح نشانیاں قائم تھیں۔ جب بھی وہ آتا اور رات کے کھانے کے بعد سیدھا مدرسے میں جا ٹھہرتا تو گھر کے تمام افراد جانتے بوجھتے بھی انجان بن جاتے۔ مدرسے کی فضا میں پہنچ جانے کے بعد وہ خود بھی اگلی صبح تک کے لیے ساری دنیا سے غافل ہو جاتا۔

اس روز کی توبہ کے بعد سے پلٹ کر اس نے کبھی "اس" بوتل کو ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔ کافی سے زیادہ سخی اور پرہیز گار ہو گیا تھا۔ فرحت سے مشورے کر کر کے مدرسے کے ایصال ثواب کے لیے اس نے چھپ چھپ بہت سے اصلاحی اور فلاحی کام کیے تھے۔

فرحت نے ڈاکٹر ہونا تھا۔ بھیا بھیا اور ماجد آ گیا تھا مگر طاہر نے اپنے آنے کی اطلاع اپنے گھر والوں کو کرنے کی بجائے خود حویلی میں کسی سے ملنے کے لیے جانے کا سوچا تھا۔

اس معاملے میں وہ نہایت ہی … کے ساتھ اپنے … تھی۔

سید احمد اور فرحت گھر آنے … ہو کر خاموش ہو گئے تھے۔

امی جان اور امی بی نے سب کہتی … اور خیال ظاہر کیا تھا کہ جس بے وقت کے ساتھ … وہی اس کے … لگ آ جائے۔

ڈاکٹر عبدالستار صاحب کی مرگ سے … تھے۔ طاہر کے ساتھ ساتھ ان کے دونوں بیٹے فرحان اور سلطان کی … اس … "ڈاکٹر نجمی" کہلانے لگا تھا۔

شفقت ہوتے ہی امی جان نے رنگی کو خود اپنے پاس بلا لیا تھا۔ عرش اور فرشتہ کی شٹلیاں بالا کوٹ میں ہی رہ رہی تھیں۔

اس طرح تعلقات نے ایک خوشگوار کروٹ لی تھی اور وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب کی حویلی نے ان دونوں گھرانوں میں گویا دیرینہ دوستی کے … سب ایک دوسرے کے ہاں آنے جانے لگے تھے۔ رنگی سب میں بہت زیادہ گھل مل گئی تھی۔ امی جان کو تو خصوصاً اس نے اپنے دل میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے سب جاننے لگے تھے کہ رنگی اور طاہر درحقیقت کون ہیں؟ اور … دونوں سے ان کا کیا تعلق ہے۔

اس وقت برسات ہو رہی تھی۔ نہ معلوم کہاں کہاں کے … اپنے شانوں پر لادے گھوم رہی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی فضا میں بارش کا پیغام دے رہی تھیں اور جلد ہی پیغام سچ ثابت ہو گیا۔

ابتداء میں پروائی کے وہ جھونکے جو سنسناتے ہوئے چل رہے تھے، خوب زور و شور سے چلنے لگے۔ اس کا بلند و بالا گھنا پیڑ بری طرح سائیں سائیں کرنے لگا۔ موتیے کے پودے جھک جھک کر زمین بوس ہونے لگے۔ دیواروں پر چڑھی ہوئی چڑیاں بیلیں کپکپا کپکپا کر لرزنے لگیں۔ یکایک بادل زور سے گرجا۔ ساتھ ہی ٹپ ٹپ کی پھوار برسنے لگی۔

ٹھنڈی ٹھنڈی شفاف بوندوں نے طاہر کے بدن میں ایک سکون آور، کیف آگیں سا احساس بیدار کر دیا۔ انگلیوں سے بالوں کو کریدتے اس نے احاطے کے دو تین چکر لگائے اور ہر لحظہ ایک نئی تازگی سی محسوس کی۔ اس کی … رم جھم کی پھوار نے اس پر خوشگوار اثر چھوڑا تھا وہ تو بہت عرصے

سے اس کا یہی حال تھا کہ۔۔۔۔

سنگ رہتی ہیں اگر تنہائیاں بھی مجھ میں وحشی
تمہاری یاد نے جھکا دیا چلا بھی دیا

اس وقت کی خوشگوار کیفیت کو طاری ہوئے چند لمحے گزرے تھے کہ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔۔۔۔ صحن کا دروازہ کھول کر فرحت اسے پکارتا ہوا اس کی طرف چلا آ رہا تھا۔۔۔۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنی محلی ہوئی تنہائی میں فرحت کی مداخلت اسے پسند نہیں آئی تھی چنانچہ اس کا موڈ ہی گیا۔ فرحت نے اسے دیکھتے ہی شور مچایا۔

"یار طاہر! یہاں اکیلے کیا ہو رہا ہے؟۔۔۔۔ میں تو تمہیں سارے … میں کہیں سے کہیں ڈھونڈ آیا جناب کو معلوم ہوا کہ … ہیں۔"

طاہر نے منہ بگاڑ کر جواب دیا۔ "معلوم ہوتا ہے بری طرح … سے اٹھ کر آیا ہے۔"

فرحت نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "آدھے لوگ اس وقت …۔۔۔۔ اب کوئی تک کی بات کرو۔"

"اچھا۔۔۔۔ تو مزے ہیں …"

"… ہے۔۔۔ تم …"

"کیا ہے۔۔۔ تم آؤ …"

فرحت نے … کہا "…"

طاہر نے … "… آپ کا …"

کیا مطلب …

فرحت نے … انداز میں جواب دیا۔ "ضرورت … ہے اگر تم تعاون کرو تو۔"

طاہر نے … کیا تعاون؟۔۔۔۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"تم سے تم … جانتے ہو۔۔۔" فرحت نے اپنی … کو … کی کوشش کرتے ہوئے … "… تم تو … سے … بن چکے ہو۔ سب … ہے۔ … بارش میں … کے سارا کلف والا جوڑا … کر ڈالا۔"

فرحت کی مسلسل بے ہودہ … طاہر کو مزہ دے گئی۔ اس نے شرارت ہی شرارت میں اپنا ایک بازو کھول کر فرحت کے سامنے تان دیا اور با آسانی اسے اس کے نیچے سے چپکنے پر مجبور کر دیا۔

"لے بچہ اب … کو تیرا … کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ کام آج بارش کو کرنے دے۔"

باوجود ضبط کے فرحت کو ہنسی آ گئی۔

تھوڑی دیر تک دونوں دوست خوب ہی بھیگتے رہے۔ طاہر کی زیادتی سے فرحت کے کپڑے گیلے ہو چکے تھے اب اس کی جھجک بھی دور ہو گئی تھی۔ وہ چاروں اطراف کا جائزہ لے کر بولا۔

"معلوم ہوتا ہے تو یہاں چائے اور پکوڑے کھانے کے لیے رک جاتا ہے۔ اسے یہ سارا جگل مدرسے

میں پڑھنے والوں کے لیے ہوتا ہے۔ تیرا صرف اتنا حصہ تھا اس میں۔ چل، [illegible] یہاں ہے۔"

فاخر کی شرارتی ہوئی آنکھیں بجھ سی گئیں۔ وہ فرحت کا ہاتھ پکڑ کر ٹھنڈے پانی والی مشین کے کمرے میں آیا اور یاس انگیز لہجے میں پوچھا۔

"فرحت! کچھ یاد آیا۔۔۔ معلوم ہے یہ کون سی جگہ ہے؟"

فرحت نے آنکھیں کھول کھول کر ہر طرف دیکھنا شروع کیا۔ گھوم پھر کر کمرے کی ہر لمبائی چوڑائی ناپ ڈالی۔ گھور گھور کر ہر چیز، ہر کونے کا جائزہ لے لیا مگر وہ فاخر کا اشارہ سمجھنے سے قاصر رہا۔

فاخر نے مایوس ہو کر دریافت کیا۔ "یاد نہیں آیا؟۔۔۔ یار تُو بہت موٹی عقل والا ہو گیا ہے۔ اپنے تن و توش کی طرح۔"

فرحت نے اپنی بھاری بھرکم جسامت کو حرکت دے کر جواب دیا۔ "کھاتے پیتے ہیں اور کما کر حلال کرتے ہیں۔ تمہاری طرح نہیں [illegible] لپیٹ کر رکھ دیں۔ [illegible] ہیں۔۔۔ کیا بات کرتے ہو ہماری 'پوری' کی۔"

فاخر نے [illegible]

فرحت نے فخر سے بازوؤں کے [illegible]

فاخر نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر [illegible]

"ہاں تو۔۔۔ [illegible]" فاخر کچھ کہتے کہتے رک گیا، پھر اپنا پہلے والا سوال دہرایا۔

"امید ہے اب یاد آ گیا ہو گا کہ [illegible]"

فرحت نے [illegible] اور ہر طرف کا معائنہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا کوئی خاص خوشخبری چھپی ہے اس جگہ سے؟۔۔۔ بہت ہی [illegible] نظر آ رہے ہو یہاں آ کر۔"

فاخر نے اس پر ایک ملامت بھری نظر ڈالی اور [illegible] سے بولا۔

"کچھ ہی کہا تھا تُو نے ایک دفعہ۔۔۔

وقت کے ساتھ خیالات بدل جاتے ہیں

سوچ، آج تو بھی پرانا وقت بھول گیا تو کیا ہو گا؟ ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ حالانکہ اس روز یہ میرے لیے کہا تھا۔"

فرحت چونکا ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔ "تیرا مطلب ہے میں نے شعر کہا تھا۔۔۔ ناممکن۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں، یہ سچ ہے۔ تُو شعر کہہ سکتا ہی نہیں۔ شعر و شاعری کوئی [illegible] یا کیپسول بھی نہیں ہے جسے تُو نگل کر ہضم کر سکے۔ اے عقل کے دشمن! [illegible] ہوں، میں تجھے ایک پرانی یاد دلانا چاہ رہا تھا۔ مگر افسوس کہ تیرے کھوپڑے میں رنگ برنگی دواؤں کی یادداشت کے سوا کچھ نہیں بچا۔"

فرحت نے ٹھنڈا پانی پیتے ہوئے شرمندہ ہو کر پوچھا۔ "اچھا، چل پروفیسر یار! تُو خود ہی بتا دے۔ مگر دیکھ، شاعری میں مت بتانا۔"

فاخر تڑپ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور رسان سے بولا۔ "فرحت! کیا یہ وہی کمرہ نہیں ہے جہاں تُو میرے شعر سنانے کی عادت سے تنگ آ کر [illegible] دیا کرتا تھا۔ [illegible] پر زور ڈال۔"

"ارے۔۔۔" فرحت نے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ "تو یہ۔۔۔ وہی ہے۔۔۔ ہمارا کرائے والا کمرہ؟" وہ چونکا چونکا کر کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ فوراً ہی اسے فاخر کی بے قراری اور اضطراب کا احساس ہو گیا۔ اپنی غیر معمولی کوتاہ عقلی پر ندامت بھی ہوئی۔ دونوں اسٹول کھینچ کر وہیں بیٹھ گئے اور بہت دیر تک پرانی یادوں میں کھوئے رہے۔

***

[illegible]

ان ساری [illegible] اور ناقابل برداشت الجھنوں کے باوجود وہ کون سی چیز دل میں ہو گی جو ایک پل کے لیے بھی ایسا گمان کر سکے کہ کاش۔۔۔ نہیں۔ ایسی تمنا کوئی ماں نہیں رکھ سکتی۔ حالانکہ [illegible] کیا اندوہناک انجام قدرت

کی کا ذکر ہے۔

لیکن اس حقیقت سے بھی وہ گریزاں نہیں تھیں کہ فرحت کی شادی کے ساتھ ساتھ ہی ان کی زندگی زہر آلود کر دینے میں سو فیصد ہاتھ معظم کا ہی تھا۔ ورنہ بیٹے سے زیادہ سعادت مند اور خوش بخت بہو تھی۔ ان کے گھر آنگن میں بہو کی پازیب کے ساتھ ہی پوتی پوتے کی چہکاریں گونجنے لگی تھیں۔ زندگی کے اس موڑ کا ہر لمحہ معنوں میں لطف اور سکون محسوس کرنے کا انہیں موقع نہ مل سکا۔ ماشاء اللہ ایک ایک کرکے بیٹا چار بچوں کا باپ بن گیا تھا مگر معظم نے بیٹے کی دہلیز نہ چھوڑی تھی۔

اماں بی خوب آگاہ تھیں کہ اگر خدانخواستہ بہو اپنی عادت یا فطرت میں معظم کا دسواں حصہ بھی ہوتی تو گھر کا سکون تہس نہس ہو کر رہ جاتا۔ معظم نے تو ویسے ہی اسے ہوتے میں [illegible] لیا تھا۔ بس بیٹے اماں بی کی [illegible] کے کام آ گئی کہ [illegible] لاکھوں میں ایک تھی۔ [illegible] معظم کے ساتھ رہ گیا تھا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اماں کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کہ معظم اس کے لیے اس آخری موقع پر گھر کے زیورات کا ایک [illegible] کرتے ہوئے جہنم رسید ہو گئی تھی مگر [illegible] کی خبر عام ہوئی [illegible] اور رسوائی، بے غیرتی اور بے حیائی کا سب میں [illegible] ہی فنا ہو گیا۔

[illegible] اماں بی اور فرحت [illegible] معظم نے دن دہاڑے والے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ [illegible] اس کے عشق کا قصہ بھی عام ہو جاتا تو بے چاری فرحت کیا کرتی۔ [illegible] ساری تھی۔

وارداتیں [illegible] ایسا کیا سالی ہے اس کے آپ [illegible] اس کے اندر کیسی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت زندہ تھی؟ ——— اسے حالات کا درست اندازہ کب تھا؟

اگر نہیں تو پھر وہ [illegible] بے چاری کیوں گئی ——— اسے بھلائی اور دل کا احساس تھا [illegible] کے فرق سے آگاہ تھا؟ ——— اگر نہیں تھا تو پھر وہ ... جاہل کیسے ہوا؟

یہ وہ سوالات تھے جن کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ [illegible] بے خبر، اچھے دل و دماغ کی مالک [illegible] کے لیے اس کی اپنی [illegible] معظم کے [illegible] اور چالبازی سے واقف تھی۔ اگر زیورات گھر سے جاتے تو فرحت بیچاری کی شادی کیسے کرتا۔ [illegible] بھی خالی ہاتھ رہ جاتی۔

معظم کے قصے ہی پورے گھر میں وحشت و خوف کا عالم طاری ہو گیا۔ بچے اس کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے لرزہ براندام ہو جاتے۔ [illegible] خراب کیفیت مہ پارہ کی تھی۔ [illegible] کے وقت اس کی بری حالت ہو جاتی۔ خوف سے [illegible] کی بند ہو جاتی۔ کبھی چیخ چیخ کر رونے لگتی تو کبھی ہنسی سے چھٹ جاتی۔

اماں بی بے چاری سخت مشکل میں گرفتار تھیں۔ اپنا غم بھول کر بچوں کو بہلانے پھسلانے میں لگی رہتیں۔ مہ پارہ چند دنوں کے اندر اندر جھٹک کر پیلی سرسوں ہو گئی۔ اماں بی کو اس کی ہونے والی سسرال کی طرف سے بھی فکرمندی لاحق رہتی۔ اس وقت تک [illegible] اور فرحت کی ملاقات بھی ہو چکی تھی۔ بھائی جان اور [illegible] معظم کی تعزیت کے لیے آئی تھیں۔ بعد میں ان کے بار بار چکر لگتے رہے۔

سخت بھرا بھر جاڑوں کے دن تھے۔

کڑاکے کی ٹھنڈ پڑنے لگی تھی۔ سارے بچے سرِ شام ہی اماں بی سے چپک کر بیٹھ جاتے۔ ضرورت پڑنے پر معظم کے کمرے کی طرف جانا تو درکنار، نظر اٹھا کر دیکھنے تک سے خوف کھاتے۔ تمام حالات و واقعات کا تجزیہ کرنے کے بعد فرحت نے گھر تبدیل کر لینے کا مشورہ دیا۔

چند روز کے بحث و مباحثے کے بعد بالآخر یہی رائے قابلِ قبول محسوس ہوئی۔ حالانکہ اماں بی کو اپنے گھر سے جو ایک دیرینہ وابستگی اور انسیت تھی، وہ بے حد غیر معمولی تھی۔ تاہم بہت سمجھدار اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ بات کو الجھنے نہ دیا بلکہ ہر کام مثبت انداز میں کرتی چلی گئیں۔ بیٹا معظم کے چالیسویں کے فوراً بعد ہی یہ لوگ اپنا یہ پرانا گھر چھوڑ کر دوسرے گھر میں شفٹ ہو گئے۔ موجودہ گھر قریب کے پچھلے سے نزدیک ترین تھا۔ جلد ہی اماں بی کا پرانا گھر [illegible] گیا۔ ان لوگوں نے فروخت کر دیا تھا۔

معظم کے چہلم کے بعد مہ پارہ کے سسرال والوں نے شادی کی رٹ لگا دی۔ اصرار پر اصرار ہونے لگا۔

اماں بی نے موقع غنیمت جانا [illegible] اور دکھوں کی یادوں کو پسِ پشت ڈال کر سب کے مشورے سے مہ پارہ کی رخصتی [illegible] مصروف ہو گئیں۔ اب تو کلی طور پر تمام تر بوجھ اور ذمہ داری فرحت کے [illegible] معظم کے انتقال تک بچوں نے پلٹ کر بھی نہ [illegible] نہ چھوڑی تھی۔ مہ پارہ [illegible] ابھی وقت ہوا۔

مہ پارہ کی شادی میں ایک ہفتہ باقی تھا [illegible] دونوں گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ [illegible]

سرور پارلی [illegible] کے ارادے سے چھوٹنے کے لیے آئی تھیں۔ حویلی سے وہ سیدھی فرحت کے پاس آئی تھیں۔ اماں بی کو ساتھ لے کر شام ہی سعد احمد کے ہاں آئی تھیں۔ [illegible] کے درمیان بھی بات [illegible]

یہی جمعہ کی شام تھی۔ جب فرحت بھاگ کر دوڑتا ڈاکٹر کی تلاش میں دور تک چلا آیا تھا۔ اس وقت آئی اور سرور بابی ان کے گھر پر موجود تھیں۔ وہاں سے ان کا ارادہ یہاں آنے کا تھا کہ فرحت نے ڈاکٹر کو حاصل کرنے کے غرض سے یہ اہم ترین اطلاع دینے کا قصد کیا۔ وہ ڈاکٹر کی تلاش میں کامیاب بھی ہو گیا۔ سورج ڈھل کر رات ہو چکی تھی۔ سرور بابی کے آنے اور جس غرض سے وہ آئی تھیں اس کی تفصیل میں جوڑ کر جا رہی تھیں، تفصیل سے کہہ سنایا۔ لیکن کمال ہے کہ ڈاکٹر پر اثر ہوا ہو۔ اندر سے وہ شرمندہ ہو کر رہ گیا تھا مگر ضبط و برداشت کا پیالہ تھا۔ فرحت کے لاکھ سر پٹخنے کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ بیٹے ہی اس پر انکشاف ہوا کہ وہ لوگ یہاں پہنچ چکے ہیں، وہ فرحت کو اپنے متعلق نہ بتانے کی ہدایتیں دیتے ہوئے چلا گیا۔ نہ بتانے کی صورت میں فرحت کو وہ بڑی بڑی دھمکیاں دینے سے بھی نہ چوکا تھا۔

✻●✻

فرحت کو تو دھمکیاں دے کر ڈاکٹر فرار ہو گیا تھا لیکن گھر پہنچ کر وہ رات بہت بھاری گزری تھی اس پر۔ جان سے پیاری بھابی جان کے اتنے قریب سے ہو کر لوٹ آیا تھا وہ۔ اسے رہ رہ کر اپنے حوصلے اور ضبط پر حیرت ہو رہی تھی۔

"کیا واقعی میں بے حس پتھر ہو گیا ہوں؟ —— بہت متفکر سی ہیں سکھائی۔ میرے مزاج کی ترماہٹ کیا ہوئی؟ —— فرحت بتا رہا تھا کہ میں ایک بچی کا باپ ہوں —— کیا میں کسی بچے صاحب اولاد ہوں؟ —— وہ جو میری بچی ہے وہ کیسی ہوگی؟ کیا واقعی وہ اپنی ماں —— یعنی سعدیہ کا پرتو ہے؟ معلوم تو مجھے تھا مگر کب —— کبھی میں نے سنجیدگی سے لیا اسے۔ کیا مجھے اس سے ملنا چاہیے —— اسے دیکھنا چاہیے —— وہ جو سعدیہ کی واحد یادگار ہے —— یا اللہ! یہ کیسی آگ جل رہی ہے میرے چاروں طرف؟ —— شاید میرا انجام یہی تھا۔ یہ تپش، یہ جلن، یہ گھٹن اور اذیت میرے گناہوں کی سزا ہے۔ زندگی میرے لیے جیتے جی قبرستان بن گئی —— یہ وحشتیں ہی میرا مقدر ہیں —— عاشر کے مستقبل کی خاطر میں کیوں کراچی آ گیا؟ بہتر ہوتا کہ میں بالاکوٹ میں ہی رہتا۔ وہاں کی وادیوں اور پہاڑوں کے سلسلوں میں بھٹکتا رہتا تو زیادہ اچھا تھا۔'

وہ پوری رات فاخر نے ادھر ادھر ٹہلتے، سوچتے اور رتجگے سے جنگ کرتے [illegible] گزار دی۔

اتفاق سے اس وقت عاشر کی نائٹ ڈیوٹی تھی۔ اس لیے کوئی اس کی بے چینیوں کو دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ صبح بھابی جان نے ناشتے کی میز پر ہی [illegible]

"کیوں جناب! رات سوئے نہیں [illegible] لیے؟"

ڈاکٹر صاحب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے [illegible] فاخر [illegible] گیا۔ اسی وقت عاشر بھی داخل ہوا تھا۔ بھابی جان کے استفسار پر اس نے [illegible] کی طرف دیکھا اور چونک کر رہ گیا۔ فاخر کی آنکھیں سرخ اور چہرہ [illegible] لگ رہا تھا۔ صورت اتری ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے آگاہ کیا۔

"چچا جان بھی ساری رات جاگتے رہے ہیں شاید۔"

وہ مسکرا کر رہ گیا۔ جواب دینے کی بجائے چائے کی چسکیاں لیتا رہا۔ بھابی جان تھوڑی دیر اس کی طرف سے جواب کا انتظار کرتی رہیں پھر [illegible] کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"رنگی! یہ تمہارے انکل صاحب آج پھر بھوک ہڑتال پر اتر آئے ہیں۔"

وہ بھی ذرا گھور کر [illegible] ہوئے سامنے [illegible] ہوئی آئی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"چچا جان!" اس نے پلیٹ فاخر کے سامنے رکھ کر محبت سے کہا۔

"ہاں ہاں بیٹی، کھا رہا ہوں۔" فاخر نے جلدی سے نوالہ توڑ کر منہ میں رکھ لیا۔ اس وقت وہ سب کی مسکراتی ہوئی نگاہوں کے حصار میں تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پلیٹ صاف کر گیا۔ رنگی نے اسے گرم چائے کی پیالی تھمائی اور زیر لب مسکراتی ہوئی کچن میں چلی گئی۔

ڈاکٹر صاحب ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اخبار کی اوٹ سے بولے۔ "ہا ہا —— کاش ہماری بھی کوئی بیٹی ہوتی۔"

بھابی نے ہنس کر کہا۔ "چھوڑو" "جو بھوک ہڑتال کو ختم کرا دے، زہے اتفاق۔"

عاشر اور فرحان ہنستے ہوئے اٹھ کر باہر چلے گئے۔

لڑکوں کے جانے کے بعد بھابی جان نے رنگی کو پکار کر اپنے قریب بٹھایا، پھر میاں کو مخاطب کر کے اجازت طلب کی۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں؟"

"اجازت ہے —— اجازت ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے فوراً کہا۔

بھابی جان فاخر اور رنگی کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔ "بات اصل میں یہ ہے کہ مجھے سلطان کے لیے ایک لڑکی پسند آ گئی ہے۔ اسی سلسلے میں تم لوگوں سے مشورہ کرنا ہے۔"

دونوں نے چونک کر انہیں دیکھا۔ رنگی نے فوراً دریافت کیا۔ "بھابی جان! بڑی چھپی رستم نکلیں آپ۔ کون سی لڑکی ہے؟ جلدی جلدی تعارف کرائیے۔"

"اب کسی کو کوئی کھیلنے کا میرا بھی حوصلہ نہیں ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ —— وہ لڑکی ہے —— وہ لڑکی ہے ——" دونوں تجسس انداز میں الجھنے لگے جا رہے تھے تو پھر مسکرا کر انہوں نے ڈرامائی انداز میں انکشاف کیا۔

"وہ لڑکی ہے فرحت اور [illegible] کی بیٹی مہک۔"

فاخر ذرا سی دیر کے لیے حیرت زدہ رہ گیا۔ رنگی خوش ہو کر بولی۔ "واہ واہ بھابی! —— داد دیتی ہوں آپ کے انتخاب کی۔"

بھابی نے فاخر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم کیا کہتے ہو [illegible]؟"

"بالکل —— بالکل۔" فاخر نے [illegible] اور ڈاکٹر صاحب کی جانب دیکھا۔

"لیکن یہ [illegible] ہو رہے ہیں۔ [illegible]"

انہوں نے فوراً ہاں میں ہاں [illegible] ہے کہ [illegible] کرے۔ صاحبزادے کی رضامندی وغیرہ بھی مد نظر رکھنی ہے۔"

کچھ دیر وہ واقعی [illegible] باتیں یاد آ رہی تھیں۔ وہ سوچنے لگا۔

اب —— میری بیٹی کی بھی شادی ہونے والی ہے —— اور وہ بھی میرے ہی بھتیجے شاہ کار کے ساتھ —— [illegible] فرحت کے ساتھ سب [illegible] کے گھر کے اندر چلا جاتا —— ایک میں بہت احمق ہوں —— اپنے گھر کے رشتوں کو خوشی دے سکتا ہوں، ان سے آسودگی حاصل کر سکتا ہوں —— شاید میری سوچ ہی غلط ہے۔

گھر سے نکل کر وہ [illegible] میں آ گیا اور بہت دیر تک ٹہل ٹہل کر غور و فکر کرتا رہا۔ کل کی طرح بادل آج بھی چھائے ہوئے تھے مگر برس نہیں رہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ [illegible] پیدا کر رہی تھی۔ عاشر لان چیئر پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔

"چچا جان! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"ہوں —— آئی ایم ویری فائن۔" فاخر نے چونک کر جواب دیا پھر اس سے پوچھنے لگا۔ "اور بیٹا! تم کہاں تھے کل رات؟"

عاشر کے خوبصورت چہرے پر خوشی اور ہنسی کے ہزار رنگ بکھر گئے۔ بولا۔ "رات ایک عجیب سا تماشا دیکھنے کو ملا۔ میں اور میرا ایک ساتھی ڈاکٹر شاہد ایک ساتھ ہی نائٹ ڈیوٹی آف کر کے نکلے۔ اسے ہاسپٹل ایریا میں ہی رہائش گاہ ملی ہوئی ہے۔ باہر مجھے ڈاکٹر شاہد کا کزن مل گیا۔ وہ آج کل اسی کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ میرا بھی بہت اچھا دوست ہے۔ ہم دونوں رک کر باتیں کرنے لگے۔ اسے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

میں ایک لڑکی تیزی سے چلتی ہوئی آئی اور بے چارے شاہ کے گلے سے لگ گئی۔ اپنی گود کا بچہ اس کی گود میں پھینکا اور چیخ چیخ کر عجیب بے ہودہ الزامات شاہ پر لگانے لگی۔ اس غریب کی بری حالت ہو گئی۔ بہ مشکل تمام لوگوں نے اس کی گلوخلاصی کرائی۔ اس ہنگامے میں رات زیادہ گزر گئی تھی۔ میں وہیں اسد کے پاس سو گیا۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" فاخر نے جزبز ہوتے ہوئے کہا۔ "آج کل کے لڑکوں کا کوئی حال نہیں۔ خواہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہی کیوں نہ ہوں۔"

عاشر ہنستے ہوئے بولا۔ "چچا جان! اگر آپ یہ منظر دیکھتے تو ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے۔ اور بے چارے شاہ کی بوکھلاہٹ ـــــ خدا کی پناہ۔"

فاخر نے سنجیدگی سے کہا۔ "بیٹا! زندگی کا کوئی بھی دور ہو، ایسے کمزور کیریکٹر لوگوں سے دوستی مناسب نہیں ہوتی۔ کیونکہ انسان کی بھی شناخت اس کے دوست ہوا کرتے ہیں۔ احتیاط ضروری ہے۔"

٭٭٭

آپیہ فاخر اپنی زندگی کے اہم ترین اور حسین دور سے گزر رہی تھی۔ اپنے ننھیال والوں کو قریب سے دیکھنا اور ان کے ساتھ گھل مل کر رہنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس کے نانا صاحب اور والدہ سرور جہاں کی خواہش کے مطابق ... اس کے علاوہ ماموؤں اور خالاؤں کی چھاؤں میں وقت ہوا کی مانند اڑنے لگا تھا۔

یہ سب ہنستے اسے دیکھ دیکھ کر ... سب کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہتی۔ خالاؤں اور ماموؤں کے بچے بھی اس پر جان چھڑکتے تھے۔

اس کی ہلکی اماں کا بیٹا ... اپنے قریب پا کر اسے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھتے ... سرور والی بچوں کے ساتھ مل کر چلی گئی تھیں۔ ان کے بعد اماں دو چکر لگا چکے تھے۔

دونوں میاں بیوی ان ہی دنوں بہت خوش تھیں۔ محبت کی آنکھوں کا تارا اور دل کا سرور بن گئی تھی۔ کسی دن وہ لوگ اسے اپنے گھر لے جاتے، کبھی بیوی اور کبھی بچے۔

حویلی سے مرور کوئی نکلتی آ جاتا۔ ان کے لیے یہاں رک کر جہیز کی تیاری کرنا زیادہ دلچسپ اور فائدہ مند تھا۔ چنانچہ یہ کام بھی وقت کے ساتھ ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچ رہا تھا جس میں ان کے ددھیال اور ننھیال دونوں کی شرکت لازمی تھی۔ مہندی اور سرور والی شادی اور جہیز تیار کر رہی تھیں۔ جسے دیکھنے والی نگاہیں خیرہ ہو جاتیں اور خوش ہو جاتیں۔

وقتاً فوقتاً حویلی سے بھی کوئی آتا جاتا رہتا تھا حتیٰ کہ سمیرہ کی رخصتی کے دن زمانی بیگم کے آنے کی بھی توقع کی جا رہی تھی تاہم شگفتہ بیگم ایک دفعہ بھی نہ آئی تھیں۔ ان کی ہمشیرہ شگوفہ بیگم اور ان کی لڑکیاں ابھی حویلی میں ہی ٹھہری ہوئی تھیں۔ سب کے ساتھ دن رات چوڑی کھنک رہی تھی۔ شگوفہ بیگم سب ساتھ چاروں طرف دوڑتی پھر رہی تھیں۔

ایک شام جبکہ ہال خوب گھوم گھوم کر آ رہے تھے۔ ساری لڑکیاں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ آپیہ نے مہک سے کہا۔

"مہک! گانے کا بھی کچھ جی چاہ رہا ہے۔"

مہک کو کیا عار ہو سکتی تھی۔ سب لڑکیاں بھرا رہ کے بارے کے باورچی خانے میں گھس گئیں۔

سوف، کھوپرا اور گڑ ملا کر خوب گلگلے تلے اور کھانے لگیں۔ سب نے خوب مزے کیے۔

مہک نے آپیہ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تو ماشاءاللہ خوب خوش ہو۔ کسی کسی وقت بہت سوچوں میں کھو جاتی ہو آپیہ! کیا سوچتی رہتی ہو؟"

اس نے سادگی سے جواب دیا۔ "سچ پوچھو تم نے مجھے اپنا اوقات واقعی میرا دل بڑا خوش ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں کبھی حویلی کے ماحول سے باہر نہیں نکلی۔ پہلی دفعہ اپنی ساری دادیوں سے الگ ہوئی ہوں۔ اس لیے قدرتی بات ہے کہ ان کی یاد آتی رہتی ہے۔ ایسے موقع پر تنہائی اچھی لگتی ہے۔"

"اچھا ـــــ سب میں اچھی دادی کون سی ہیں؟" مہک نے دریافت کیا تو اس نے بلا جھجک جواب دیا۔

"دادیاں تو ساری کی ساری بہت قابل فخر اور محبت کرنے والی ہیں مگر سب سے زیادہ اپنی سرور والی بہت یاد آتی ہیں۔"

"اور وہ ـــــ" سمیرہ نے شوخی کے ساتھ پوچھا۔ "ان کا کوئی ذکر نہیں ہے جس کی خاطر جگ لیا۔"

آپیہ نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے ... کہا۔ "ان لوگوں نے بہت زور لگایا کہ میں ابھی نہ آؤں یہاں مگر میری سرور دادی نے ... یہ دوسرا سوال تو ابھی قبل از وقت ہے۔" لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ ... ایک دوسرے کو مہندی لگانے بیٹھ گئیں۔

شادی والے دن بہت اچھے ... سب ... خوش تھے ... کے علاوہ ... سمیرہ کی شادی کے دن سب لڑکیوں کی نگاہ ... رکھنے سے ... گہما گہمی تھی ... گھر آنگن مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

تب ... دو تین ... لڑکیوں میں ایک ... سرور ... رات کی رونق کے خوشبوؤں سے ... خوبصورت ... تک ... کی دھوم ... میں ... رہی تھی۔

کئی چنچل لڑکی نے آپیہ کے ہاتھوں اور پاؤں میں مہندی لگا کر کے پھولوں کے گجرے پہنا دیے تھے۔ سہیلیاں جھلملاتے دوپٹے کے ساتھ وہ ساری رسموں میں مسکرا کر شریک ہو رہی تھی۔ ایسے میں اسے شاہ کار کا پیغام ملا۔

وہ ادھر ادھر دیکھتی دروازے پر آ گئی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کیے ہوئے اس کا منتظر تھا۔

"چلو۔"

"کہاں ـــــ؟" وہ جھجک کر پیچھے ہٹ گئی۔

"یونہی ـــــ ذرا گھوم کر آ جائیں گے۔" وہ اسی طرح بول رہا تھا جیسے اس کے ساتھ بہت بے تکلفی ہو۔

اس نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "نہیں۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"اچھا...... بکواس۔" شاہکار نے بڑی رعونت سے اس کی کلائی پکڑ کر اندر گھسیٹ لیا۔ آپی کے حواس جاتے رہے۔ اسے ڈرینگرز کی سواری یاد آ گئی۔

"اچھا رکنے تو۔" وہ بمشکل اس کے چنگل سے ہاتھ چھڑا کر چشم زدن میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور اپنا ہاتھ سہلانے لگی۔

وہ چیخ کر بولا۔ "کیوں...... فرنٹ سیٹ پر تمہیں شرم آتی ہے یا میں تمہارا ڈرائیور ہوں؟"

وہ جواب دیے بغیر پہلو کے شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔ کی تی میں بری طرح ڈر رہی تھی کہ کہیں دیکھ نہ لی جائے۔

اپنی بات کا جواب نہ پا کر وہ خفگی سے بولا۔ "میں پوچھتا ہوں آپی! تم اس قدر غیر سوشل کیوں ہو، تم سے زیادہ ہوشیار تو آج کل کی چالاک لڑکیاں ہیں۔"

وہ تب بھی خاموش رہی۔ شاہکار نے ذرا مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ مسکرا کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟...... خفا بھی ہو؟"

وہ اس پہلی مرتبے کی شخص کو دیکھ کر رہ گئی۔ دل اب تک زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ دل ہی دل میں سوچا۔

"اسے اس سے تو نفرت آنے لگی ہے۔ معلوم نہیں کہاں سے دور ہو گئے۔"

جلد ہی اسے دوسرا جھٹکا لگا۔ گاڑی اونچی فصیلوں سے گھرے ایک جدید طرز کے خوبصورت بنگلے کے سامنے رک گئی۔

"چلو اترو۔" شاہکار نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"یہ...... آپ کہاں آ گئے؟" آپی نے گھبرا کر دریافت کیا۔

اس نے بے پروائی سے کندھے اچکائے اور گاڑی سے اتر گیا۔ اس کی آنکھوں کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

شاہکار نے اگلی سیٹ سے مڑ کر اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا بنگلہ ہے محترمہ...... آپ کو یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ...... میں تمہیں وہ تمام منظر دکھانا چاہتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں...... یقین کرو۔"

گاڑی کے قریب ہی ایک گھنے پیڑ کے سائے میں کھڑے ڈاکٹر عامر اور سعد نے اس کی آواز صاف سنی اور شناخت کی۔ وہ دونوں کافی دیر سے کھڑے باتوں میں مصروف تھے۔

گاڑی کی لائٹس روشن ہونے کی وجہ سے یہ دونوں انہیں صاف دکھائی دے رہے تھے کہ وہ درخت کے سائے کی وجہ سے پوشیدہ تھے۔ آپی کو پہچان لینے کے بعد سعد حیرت زدہ اور پریشان ہو گیا مگر تحمل برقرار رکھا۔ تبھی آپی کی آواز ابھری۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

شاہکار نے اس بار بہت نرم لہجے میں جواب دیا۔ "اب مطلب بھی سمجھانا پڑے گا؟...... میرا خیال ہے اتنی نا سمجھ تو نہیں ہو تم۔ زیادہ سوال جواب سے پرہیز کرو اور اب نیچے اترو۔"

اس کی پوری بات سن کر آپی کے حواس جاتے رہے۔ دل پسلیاں پھاڑ کر نکلنے کو تیار ہو گیا۔ تاہم غیر معمولی حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"کتنے بہت سارے دنوں میں تو بھی آپ نے یہ بات سمجھائی نہیں تھی۔ اب ایک دم اس قدر

مہربانی کیوں؟"

وہ بڑے والہانہ انداز میں اس پر جھک آیا اور ہاتھ تھام کر بولا۔ "اس لیے جناب والا کہ اب ہمیں اپنے جذبات پر قابو نہیں رہا۔ اور اتنا سمجھ لو کہ جو ہم دل میں ٹھان لیں وہ کر ضرور گزرتے ہیں۔ دیکھو...... یہ تمہاری تیز تیز جھلملاتے حسین ستارے، مہکتے ہوئے گجرے، بھیگی رات...... ہم اور تم...... میرے لیے تو یہی کافی ہے ڈیئر!...... ہاں تمہاری تسلی کے لیے یہ کافی ہونا چاہیے کہ ہمارے درمیان نکاح کا رشتہ موجود ہے۔ پھر کیا چاہیے تم کو؟"

آپی کو محسوس ہوا تھا جیسے اس کے اردگرد بم بلاسٹ ہو رہے ہوں۔ سماعت و بصارت بیکار ہو رہی تھی۔ اس نے جھٹکے سے ہاتھ شاہکار کی گرفت سے آزاد کرایا اور پھر دہشت و وحشت کے عالم میں چیخ کر بولی۔

"آپ...... کیا خرافات بکے جا رہے ہیں؟...... مجھے احساس ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے اتنا ذلیل اور تنگ نظر ان لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ میں سارے بزرگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر غلط راستے پر چل پڑوں گی...... آپ کو یہ احساس کیوں نہیں کہ اب آپ کی شادی میں وقت ہی کتنا باقی رہ گیا ہے۔ ایسی غلط بات اور بے ہودگی...... مجھ سے نہیں...... میں ابھی گاڑی سے اتر کر اکیلی چلی جاؤں گی۔ مجھے کیا خبر آپ کی نیت ایسی ہے۔ مہربانی کر کے مجھے ابھی اور اسی وقت خالہ جی کے پاس پہنچا دیجیے...... بہت بہتر ہیں۔"

آخر میں اس کی آواز شدت گریہ سے بھرا گئی اور وہ سیٹ سے ٹیک لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مگر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"مہربانی کر کے...... خاموش رہو۔"

اس نے پھر کر جواب دیا۔ "ہرگز نہیں...... کبھی نہیں۔"

"اف...... آپی!" شاہکار نے اسے گھور کر اور پھر باہر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہاں میری ہو...... تم جانے کی کوشش مت کرو۔ میں تمام رستے سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں میری واقفیت آ رہی ہے۔ تم چیخ چلا کر بات کرو گی تو کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ تم کہاں ہو۔"

وہ جلدی سے بولی۔ "میں نے یہ کب کہا...... آپ خوامخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "کیا تم سمجھتی ہو کہ دیکھنے والے کیا کہیں گے؟...... کیا لوگ یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ چاہت کو کہاں لا رہے ہیں؟"

"ہائے اللہ۔" آپی سر اٹھا کر بے بسی سے دیکھنے لگی۔ یہ صاف ستھرا انسان کیسی گندی گندی باتیں کر رہا تھا۔

"میری صورت کیا دیکھ رہی ہو؟...... چلو اترو۔"

شاہکار کا لب و لہجہ بھی سخت تھا۔ اس کی مسلسل ضد اور خودسری آپی کی جان نکالے جا رہی تھی۔ پریشانی سے بولی۔ "آپ میری بات سمجھ کیوں نہیں رہے؟"

مگر وہ بے رخی سے بولا۔ "مجھے باتوں میں بہلانے کی کوشش مت کرو۔ میں بچہ نہیں ہوں۔"

وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "پلیز......!"

"بکواس۔" وہ بری طرح غرایا۔

آپی کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ سیٹ کے کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئی۔ باہر سے ڈاکٹر عامر اور

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سعد دم بخود پڑا یقین دیکھ رہے تھے۔ سعد تا بھی نہ پا رہا تھا کہ آپ اس کی کزن ہے۔

بہت دیر آپ کو تیز نگاہوں سے گھورتے رہنے کے بعد وہ دانت پر دانت جما کر چٹانوں کی سی سخت آواز میں بولا۔

"تو ...... تم نہیں چل رہیں؟"

آپ نے اس کا کرخت چہرہ دیکھا۔ لرزتے ہوئے اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہا مگر اس وقت شاہکار نے رخ پھیر کر گاڑی اسٹارٹ کر دی اور ایک طوفانی جھٹکے سے لے اڑا۔

ڈاکٹر عاشر اڑتی ہوئی گاڑی کی دھول پر نظر جما کر بڑبڑایا۔

"شریف لڑکی ...... اللہ کا مرد!"

***

ابھی کچھ نہیں بدلا
درختوں پر وہی موسم ابھی تک مسکراتے ہیں
ابھی تک سرمئی شامیں ہمارے ساتھ روتی ہیں
ابھی تک میرے ہونٹوں پر تمہارے نام کی خوشبو
رقص کرتی ہے
ابھی تک میری آنکھوں میں تمہارے خواب جلتے ہیں
ابھی تک میرے ہاتھوں پر تمہاری انگلیوں کے لمس سے لکھے سب حرف زندہ ہیں
ابھی تک میرے پیچھے تمہاری ... چلتی ہے
ابھی تک راستوں پر ... سے پڑے دکھ
سارے قائم ہیں
ابھی اندھیروں میں سارے ... جگنو ہیں
تمہارے بنا ابھی بھی رات کی تنہائی میں مجھ سے
تمہاری بات کرتے ہیں
بہت سے سوال کرتے ہیں ... ساعت بچی ہے
میری چاہت نہیں تھی ...... میری چاہت نہیں تھی

سرور باجی جو نیچے صحن میں کھلنے والے دروازے سے اندر آ گئیں۔ عاشر اور وہ آمنے سامنے تھے۔ سرور باجی کے پیچھے سب اسی سمت دوڑے چلے آ رہے تھے۔ عاشر کے چلتے ہوئے ہونٹ ٹھٹک کر خاموش ہو گئے۔

دیکھتے ہی دیکھتے مدرسہ یا سعدیہ سعید کا احاطہ مدتوں بعد اچانک مل جانے والوں کی ہچکیوں، آہوں، آنسوؤں اور درد ناک پکاروں سے گونج رہا تھا۔ سب یک وقت گمشدہ عاشر سے چمٹ گئے تھے۔

وہ بہت سارے دنوں سے یہاں نہیں آیا تھا۔ آج دل نہ مانا تو بے اختیار چلا آیا تھا۔ گھر والے سب سارہ کی شادی میں گئے تھے۔ گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ مدرسے میں فقط ایک لڑکا پودوں کو پانی دے رہا تھا۔ سارے احاطے میں مختلف جگہوں پر کرسیاں بچھی تھیں۔ اس نے بتایا کہ شادی میں آنے والے مہمان یہیں رکے ہیں۔

عاشر نے توجہ نہیں دی۔ وہ ... سے وہ چاروں طرف گھومتا ہوا گا پھر رہا تھا کہ شادی کے گھر سے آنے والوں میں سے سرور باجی نے اس کی آواز صاف شناخت کر لی۔

بہت دیر اشکوں کے نذرانے ایک دوسرے کو پیش کرنے کے بعد امی، شفیقہ اور جمیلہ نے سب کو تسلی دلاسا دے کر بٹھایا اور سب کو شربت لا لا کر پلایا۔

شگفتہ بیگم کو فقط سلام کرنے کے بعد عاشر نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ان کی صورت دیکھ کر ہی اسے سعدیہ کا دکھ دوچند ہو گیا تھا۔ خود شگفتہ بیگم بھی اس سے دور رہی تھیں اور اب کافی دور کرسیوں پر بیٹھی الفت بیگم سے چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں۔

اس اچانک ملاپ کا سب پر گہرا اثر تھا۔ باجی اور زمانی بیگم مسلسل روئے جا رہی تھیں۔ چچی جان، ابا میاں اور بڑے ابا آج کے ... سے غیر حاضر تھے۔

دفعتاً کسی کو آپ کا خیال آیا۔

جب تک اس کی ... باجی عاشر اور رنگیلی کی موجودگی کا خیال آ گیا۔ اس نے اسی وقت دونوں کو ... کر کے مدرسے میں ... جانے کی تاکید کی اور پھوپھی سے کہا۔

"پھوپھی جان! آج آپ کو ... کا گمان تک نہ ہو گا۔"

میں اسی وقت ... سب ... آپ کے متعلق سوال کر رہے تھے تو شاہکار آپ کو ساتھ لے کے مدرسے میں ... لے آیا۔

ابھی رنگیلی اور عاشر بھی آ کر ... قریب بیٹھے۔ عاشر آنکھیں چرا کر شاہکار اور آپ کو دیکھ رہا تھا۔

"امی جان! ..." آواز ... موقف سنا دیا۔ "میری کزن کا ... رشتہ ... آج ... آپ ... عاشر کو طلاق دے رہا ہوں۔"

تین دفعہ طلاق دے ... دل ... پر سناٹا طاری ہو گیا۔

آپ گھر سے ... عاشر نے بے ساختہ الوداعی نگاہ ... سے دیکھا۔

اب مزید خاموشی ... عاشر نے آپ کا ہاتھ بھی سرور باجی کے ہاتھ میں دے دیا۔ آج بچھڑے واقعات نے انہیں شل کر دیا تھا۔

زمانی بیگم زار و قطار روتے ہوئے بولیں۔

"افسوس! گھر کی جائیداد کا بٹوارا بچانے کی خاطر تمہارے ابا میاں نے تم دونوں بھائیوں کی اولادوں کو نکاح کے بندھن میں بھی باندھا تھا مگر بالآخر یہ بندھن ٹوٹ کر رہا۔ اس طلاق کے ساتھ ہی لاکھوں کی جائیداد کا معاہدہ بھی ختم ہو گیا۔"

الفت بیگم نے ناقابل نظروں سے سب کو دیکھا، پھر جھک کر دھیرے سے شگفتہ بیگم کو مبارکباد دی۔ مگر وہ بت کی طرح ساکت تھیں۔

"امی جان! ...... ابا میاں نے جو سوچ کر ہم دونوں بھائیوں کی اولادوں کو جوڑا تھا، انشاءاللہ وہ بندھن ان کے دوسرے پوتے سے قائم ہو جائے گا۔"

اتنا کہہ کر عاشر نے رنگیلی اور عاشر کا سب سے تعارف کرایا اور شاکر بھائی صاحب کی دوسری

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

شادی کا تمام قصہ سن و عن سنا ڈالا۔

شگفتہ بیگم سر پیٹ کر دوسرے کمرے میں اٹھ کر چلی گئیں۔ فاخر نے ماں اور پھوپھی سے کہا۔

"میرا خیال ہے ابا میاں کے آتے ہی میری بیٹی آنیہ اور شاکر بھائی کے بیٹے عاشر شاکر حسین کا نکاح مع رخصتی ہو جانا چاہیے۔"

زمانی بیگم نے عاشر کو پیار کر کے کلیجے سے لگا لیا اور بولیں۔ "ہاں، بالکل...... یہی خواہش سعدیہ کی بھی تھی۔"

(تمت بالخیر)

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

عابدہ نرجس کے خوبصورت اور مقبول ناول

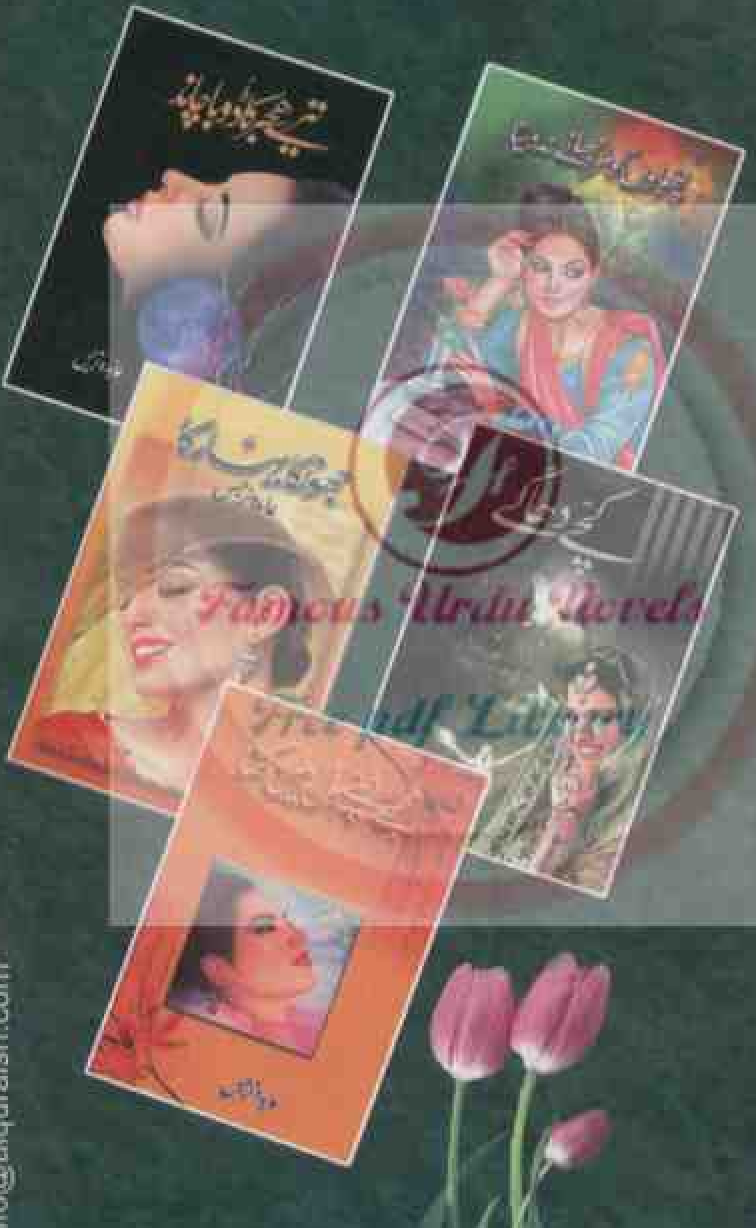

Famous Urdu Novels
Free pdf Library

اعلیٰ طباعت اور خوبصورت سرورق

email: info@alquraish.com